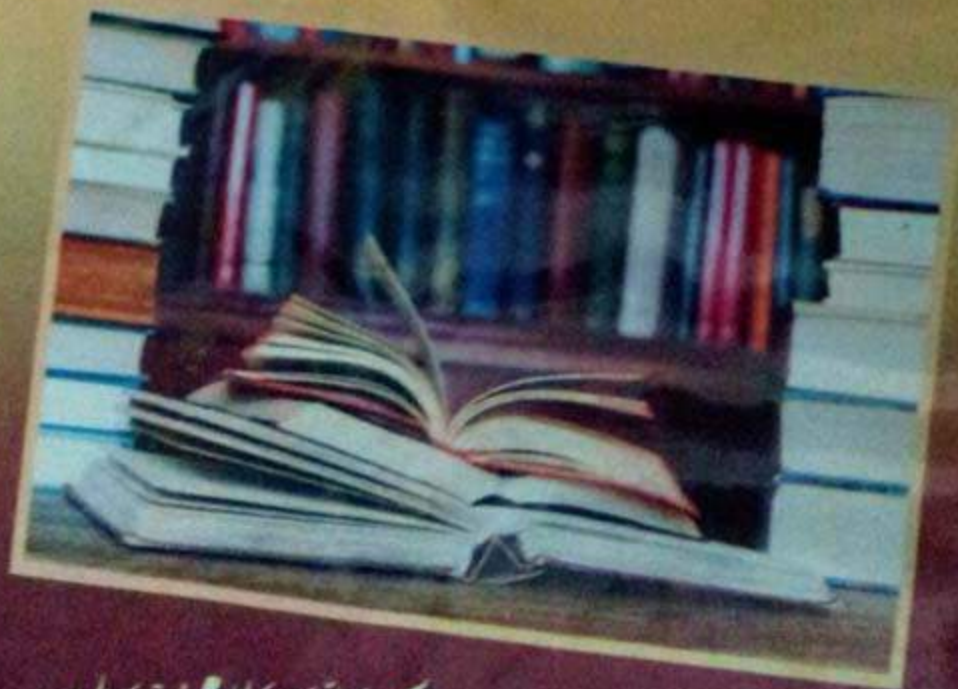


مِطَا الْعَرَبِيَّةِ



دَاكِرْ عَلَامَه خَالِ مُحَمَّد صَا حَب

ایک ضروری گزارش

اس کتاب کو ای بُک بنانے میں ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ کوئی اللہ کا مخلص بندہ اس کو پڑھ کر ہدایت پا جائے اور ہمارے لئے مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

جن پبلشرز حضرات کی کتاب کو بغیر انکی اجازت کے ہم نے یہ کیا ہے ان سے عاجزانہ گزارش ہے کہ اللہ کے لئے ہم کو معاف کر دیں، اللہ سے قوی امید ہے کہ انشاء اللہ قیامت میں آپ کو اس کا بدلہ آپ کی توقع سے زیادہ دیکر آپ کو خوش کر دے گا

ایک تاریخی ہنگامی اور تحقیقی جائزہ

مطالعہ بریلویت

جلد اول

مُصَنَّفُ

ڈاکٹر علامہ خالد محمد امین ایچ پی ایچ ڈی

ڈاکٹر اسلامک سٹڈی مینجسٹر

تقریباً

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

حافظی بک ڈپو دیوبند

Hafzi Book Depot, Deoband (U.P.)

نام کتاب =

مطالعہ بریلویت

جلد ————— اول

● مصنف ●

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم ایف پی ایچ ڈی

زیر اہتمام
عثمانی برادرس

● ناشر ●

حافظی بک پوڈیوبند

**HAFZI BOOK DEPOT
DEWBAND U.P.**

بریلویت کا — عمومی تعارف

- ۱۹ باقی مذہب مولانا احمد رضا خاں کی وصیت
بریلویت کے امتیازی خطوط
بریلوی اور رسمی مسلمانوں میں فرق
بریلوی مخالف کہ وہ اکثریت میں ہیں
- ۲۸ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب پہنچتا ہے
ثواب اور کھانا دونوں پہنچتے ہیں
کیا اولیاء اللہ مسلمان نہیں ہوتے
اہل میت کے کھانے کی شرعی حیثیت
اہل میت کے ہاں ڈیرہ لگا بیٹھنا
ختم میں شتر بزار چھ ہارے چاہئیں
رسم سوم میں چنے اور تباشنے چاہئیں
شب برات کا علوہ
علوہ پسند کرنے کی وجہ
غذا مرفن اور غیر مرفن میں فرق
فاتحہ دلانے میں دیر نہ کی جائے
ختم دینے کے بریلوی طریقے
کھانا سامنے رکھنے کی عادت
کھانا آگے رکھنے کو ضروری سمجھنا
ختم پر امیر لوگوں کو جمع کرنا
ایصال ثواب کا کھانا غریب کا حق ہے
کھانا قبروں پر لے جانے کا رواج
ایصال ثواب کے لیے دونوں کی تعیین
بیرونی اسے بندوں کی رسم بتاتے ہیں
اولیاء کرام کے خاص خاص کھانے
- ۲۰ اصل چیزیں ہی بھیج دیا کریں
نئے کنن بھرانے کی راہیں
قبر میں ڈالتے پہنچتے ہیں
قبر میں لوت طلبی کی اشیاء
کھانوں کی ایک فہرست
یہ اصل فہرست کے علاوہ ہے
فہرست میں علوہ نہ ہونے کی وجہ
نواہش لطف شتادت کی علامت
شوق ختم میں پیغمبر پر افترا
خط نفس اور حق نفس میں فرق
حضرت پیران پیر کی نصیحت
حضرت کی اہل بدعت سے لاتعلقی
حضرت مجدد الف ثانی کی نصیحت
بدعت سنت کے نور کو کم کرتی ہے

قبور و مزارات

ازواج مطہرات کی گنتی

پیسروں کی ذہنی غلامی

- ۳۸ مادہ رضا سات مرتبہ اذان دیں
۳۹ نئے مکان میں دل لگانے کی تجویز
۳۹ قبر میں پیر صاحب کی آمد
۳۹ وہی سوال کا جواب دیتا ہے
۳۹ حضور کا قبر میں تشریف لانا یقینی نہیں
۴۰ منکر و بحیر کے سامنے پیر کا نام لیں
۴۰ مزاروں پر چڑھاوا
۴۰ اولیاء اللہ کی تدریس
۴۱ مزاروں پر بیکے
۴۱ حضرت مجدد الف ثانی کا قہقہے
۴۱ حضرت شاہ عبدالعزیز کا قہقہے
۴۲ مزاروں پر لڑکیوں کا چڑھاوا
۴۳ مزاروں کے ساتھ کے حجرے
۴۳ مزاروں سے مجروح میں جانے کی آواز
۴۴ مریدوں کی بیویاں پیروں کی باندیاں
۴۴ عورتوں کا مزارات پر جانا
۴۵ مزاروں پر چوریوں کے واقعات
۴۶ روضہ اذہر پر حاضری کی اجانت
۴۶ دیوار کو تبر کا پھونکے کی ممانعت
۴۶ روضہ مبارک کے اعمال
- ۳۸ لگوں سے مرعوب کسے کی تیسیر
۳۸ لگنی کنویں سے دہلی میں تعریف کتنی محی
۳۹ اولیاء اللہ کے سنے لگوئے
۴۰ دیوں کو نیوں سے بڑھانا
۴۰ نیوں کی کلی فضیلت کا عقیدہ
۴۰ دکانیں اٹھنے والے ملنگ
۴۱ پیر مہر علی شاہ صاحب کا صحیح عقیدہ
۴۱ خدا کے ساتھ کشتی لڑنا
۴۲ خدا سے لڑائی لڑنا
۴۲ مریدوں کی تمام حرکات پر اطلاع
۴۲ مریدوں کی بیویوں کے پاس سونا
۴۳ ظلم و فسق کی خرمناک مثال
۴۴ مولانا احمد رضا کا گھر اہوا ڈرامہ
۴۴ خانہ صاحب کی دالی منطبق
۴۵ مرید عورتیں باندیوں کے حکم میں
۴۶ بیعت کے لئے خاندان کی اجازت ضروری نہیں
۴۸ پیروں کی مجالس سماع
۴۸ حضرت علی تجویریؒ کے ارشاد

اہل السنۃ و الجماعۃ پر تیشہ تفریق

- ۴۰ الزامات اب تک الزامات ہی رہے
 ۴۱ بخیدہ انسان بریلوی بننے سے بھجکتا ہے
 ۴۱ مولانا احمد رضا کے لیے مکفر المسلمین کا خطاب
 ۴۱ خان صاحب علی حلقوں میں غیر معروف رہے
 ۴۱ خان صاحب کے لیے جاہلوں کے پیشوا کا خطاب
 ۴۲ مولانا احمد رضا اور سارے مسلمانوں کی تکخیر
 ۴۳ مولانا احمد رضا خاں علی حلقوں سے بے دخل
 ۴۳ مولانا حامد رضا خاں کی لاہور میں آمد
 ۴۴ روزنامہ زمیندار میں حضرت کا تعارف
 ۴۴ مولانا خضر علی خاں اہل دل میں سے تھے
 ۴۵ پیر مہر علی شام نے خان صاحب کو منہ نہ لگایا

اب استنا نہ بریلی کو کوئیئے

- ۴۶ مولانا احمد رضا خاں کا فیصلہ تفریق
 ۴۷ تفریق تکخیر سے زیادہ عزیز تھی
 ۴۷ دیوبندیوں کے کفر میں شک کرنے
 ۴۷ والے سے ملنا جتنا حرام
 ۴۸ اختلاف کرنے والوں پر کفر کا فتوے

- ۴۱ اہل السنۃ و الجماعت کے دو ٹکڑے
 ۴۱ اہل السنۃ و الجماعۃ کی تعریف (ماثیہ)
 ۴۲ تحریک تفریق کے بانی
 ۴۲ تفریق اور اختلاف میں فرق
 ۴۳ مولانا احمد رضا کی سپاس سالہ خدمات
 ۴۳ حضرت شیخ الہند کی سپاس سالہ خدمات
 ۴۵ تعمیر ملت اور تفریق ملت
 ۴۵ علماء حق اور علماء سور کی خبر
 ۴۶ پیر مہر علی شاہ صاحب کا عقیدہ
 ۴۶ اسماعیلی اور خیر آبادی دونوں مشاب و مابور
 ۴۶ منفی منظر اللہ صاحب کی تجویز عدم تکخیر
 ۴۶ پیر کرم شاہ کا عقیدہ کفریقین اہل السنۃ میں
 ۴۶ اہل سنت کے دو ٹکڑے کیسے ہوئے
 ۴۶ عبارات کے جوڑ توڑ کی تاریک راہیں
 ۴۸ الہی نصرت سے یہ اختلاف حقیقی نہ بن سکا
 ۴۸ الزامات اور اختلافات میں فرق
 ۴۹ محض الزامات کبھی اختلافات نہ بن سکے
 ۵۰ زعماء قوم جنہوں نے خان صاحب کا ساتھ نہ دیا۔

- ۶۸ ان کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا
- ۶۹ کہہ میں جمعہ ترک کرنا فرض ہے
- ۸۰ شیطان نثار پڑتا ہے
- ۸۱ مخالفین کا فوجیہ حرام ہے
- ۸۱ حزب الاغاث کا ہمہ گیر فتنے کفر
- ۸۲ مولانا حالی پر کفر کا فتنے
- ۸۳ قائد اعظم پر کفر کا فتنے
- ۸۴ مسلم لیگ پر منظم لیگ ہونے کا فتنے
- ۸۴ قائد اعظم کو دور خیوں کا کتا قرار دینا
- ۸۴ خان صاحب کا نام بگاڑنے کا شوق
- ۸۵ مولانا ابوالبرکات کا مسلم لیگ پر فتنے
- ۸۶ مسلم لیگ کو چنڈہ دینا حرام ٹھہرانا
- ۸۶ قائد اعظم کی تعریف کرنے سے {
- ۸۶ بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے
- ۸۶ انت کی تھوک پیمانے پر تکفیر
- ۸۶ مخالفین کے ہر ہر فرد کو کافر جانیں
- ۸۸ نبدیوں کو عجی کافر جانیں
- ۹۰ آہ مظلوم (مولانا شہید) کا غیبی اثر
- ۹۱ عالم بے کے نیچے دب کر رہ گیا
- ۹۱ اٹلے بانس بریلی کو چلے
- ۹۲ مولانا اسماعیل شہید پر حکم کفر نہیں
- ۹۴ عدم تکفیر پر دوسری کٹلی شہادتیں
- ۹۴ مولانا فضل حق خیر آبادی کی شہادت
- ۹۵ پیر مہر علی شاہ صاحب کی شہادت
- ۹۵ مولانا عبدالسمیع رامپوری کی شہادت
- ۹۶ قاضی فضل احمد صاحب کی شہادت
- ۹۸ خان صاحب تکفیر میں محتاط نہ تھے
- ۹۸ علماء دیوبند کی تعبیر مولانا شہید سے نرم ہے
- ۹۹ دہلی کی علمی سلطنت دیوبندی میں
- ۹۹ دیوبند کو مجروح کرنے کی برطانوی کوششیں
- ۹۹ ہندوستان کے قدیم عربی مدارس
- ۱۰۰ مولانا محمد معقوب پٹیل، امیر میں مدرس تھے
- ۱۰۰ خان صاحب کے مدرسہ بریلی کا وجود نہ تھا
- ۱۰۱ مصباح العلوم بریلی ۱۲۸۹ء سے قائم تھا
- ۱۰۱ خان صاحب کے مدرسہ کا پہلا جلد ۱۳۲۱ء میں
- ۱۰۱ مدرسین لال خاں کیا کیا کرتا تھا
- ۱۰۱ تمام محسنین ملت بریلویت کی زرد میں
- ۱۰۲ سودی عرب کے خلاف شرمناک فتنے
- ۱۰۲ درس گاہ دہلی مولانا حالی کی تقریریں
- ۱۰۳ درس گاہ دیوبند مولانا غفر علی کی تقریریں

- ۱۰۳۔ ۲۔ علماء گنج مراد آباد
۱۰۴۔ ۳۔ علماء دہلی
۱۰۵۔ ۴۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۰۵۔ ۵۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۱۰۶۔ مولانا محمد قاسم کی وفات پر سرسید کا بیان

بزرگان طریقت کا مجموعی رد عمل

- ۱۳۱۔ ۱۔ خانقاہ حضرت شاہ کرامت علی جوہری
۱۳۲۔ ۲۔ خانقاہ حضرت شاہ غلام علی مجددی
۱۳۳۔ ۳۔ خانقاہ حضرت حاجی امداد شرمہا جکی
۱۳۶۔ ۴۔ خانقاہ سر بند شریف، ہند
۱۳۸۔ ۵۔ خانقاہ بھر چوندی شریف، سندھ
۱۳۸۔ ۶۔ خانقاہ لمبھی شریف، سندھ
۱۳۹۔ ۷۔ خانقاہ مانکی شریف، سرحد
۱۳۹۔ ۸۔ خانقاہ ترنگ زئی شریف، سرحد
۱۴۰۔ ۹۔ خانقاہ موسیٰ زئی شریف، ذریہ
۱۴۱۔ ۱۰۔ خانقاہ رائے پور شریف
۱۴۲۔ ۱۱۔ خانقاہ مکان شریف رتڑ چتر
۱۴۳۔ ۱۲۔ خانقاہ اعران شریف، گجرات
۱۴۳۔ ۱۳۔ خانقاہ چورہ شریف
۱۴۳۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اور پیر جماعت علی شاہ صاحب

- مولانا طغر علی خاں بریلوی تکفیر کی زد میں
ڈاکٹر اقبال شریف مکہ کی مخالفت میں
استاذ بریلی شریف مکہ کی حمایت میں
ڈاکٹر علامہ اقبال پر فتنے کفر
قائد اعظم علامہ کے دیوبند کی عقیدت میں
قائد اعظم پر اس جرم میں فتنے کفر
بریلوی تکفیر کی تحریک گور بارہی
کوئٹہ قیضہ میں ہوتو حج فرض نہیں
امر حرمین کی پاکستان میں آمد
شجاعت علی قادری کا فتنے کفر
بن سعود کے صاحبزادے کی ہندوستان میں آمد
امام حرم کعبہ پر انگلستان میں فتنے کفر
مولانا احمد رضا کا صحابی رسول پر فتنے کفر
سید محمد کچھڑی پر فتنے کفر
احمد رضا اور رب کی تکفیر ایک ہی تھک کے دو نام

تکفیری مہم کا فکری جائزہ

- ۱۱۶۔ پیر مہر علی شاہ صاحب اور دیوبند
۱۱۶۔ مولانا فضل حق نے کسی کی تکفیر نہیں کی
۱۱۸۔ پانچ مراکز علم میں سے کسی نے گرفت نہ کی
۱۱۹۔ علماء فرنگی محل

- ۱۶۵ ۴۔ حضرت مولانا غلام محمد گھوڑی
۱۶۶ ۴۔ حضرت مولانا عبداللہ ٹونگی
۱۶۷ ۵۔ حضرت مولانا احمد حسن کانپوری

مقتدر قومی شخصیتیں

- ۱۶۸ ۱۔ مولانا محمد علی جوہر
۱۶۸ ۲۔ ڈاکٹر علامہ اقبال
۱۶۰ مولانا دیدار علی اور ڈاکٹر اقبال
۱۶۰ مولانا حسین احمد مدنی اور ڈاکٹر اقبال
۱۶۰ ڈاکٹر اقبال پر فتوے کفر
۱۶۱ مولانا دیدار علی کا فتوے کفر
۱۶۲ مولانا حشمت علی لکھنوی کا فتویٰ کفر
۱۶۳ ۳۔ چودھری افضل حق مرحوم
۱۶۴ ۴۔ سید حبیب روزنامہ سیاست
۱۶۵ ۵۔ قاضی عبدالحمید (سیرت کیمٹی)
۱۶۵ عامل بحث۔ عودالی المقصود
۱۶۶ کانگریسی رہنما کے لیے جلد تعزیت
۱۶۶ منظر الاسلام بریلی میں تعزیتی جلسہ
۱۶۶ شاہ فیض کے لیے ایصالِ ثواب
۱۶۹ شاہ فیض کے خلاف دعوتِ انقلاب

- ۱۶۶ پیر جماعت علی صاحب اور مولانا احمد رضا خاں
۱۶۷ ۱۴۔ خانقاہ ترنسہ شریف
۱۶۹ مولانا احمد رضا خاں کی کچھ پذیرائی نہ ہوئی
۱۷۰ ۱۵۔ خانقاہ سیال شریف سرگودھا
۱۷۰ خواجہ منیار الدین صاحب دیوبند شریف لے گئے
۱۷۲ خواجہ قمر الدین صاحب کا تحذیر الناس پر بیان
۱۷۳ خراجگان سیال شریف تحریکِ خلافت کے حق میں
۱۷۴ خانقاہ مردہ شریف سرگودھا
۱۷۵ ۱۶۔ خانقاہ جلال پور شریف۔ گجرات
۱۷۵ ۱۷۔ خانقاہ شرقپور شریف
۱۷۶ دیوبند میں چار ٹوری وجود
۱۷۶ شرقپور میں مشربِ عالی کی تبدیلی
۱۷۶ ۱۸۔ خانقاہ گڑاہ شریف
۱۷۹ ۱۹۔ خانقاہ سراجیہ کنڈیاں شریف
۱۸۰ ۲۰۔ خانقاہ اجمیر شریف
۱۸۲ جناب سائیں ترکل شاہ صاحب کا مراقبہ

غیر جانب دار علمی شخصیات

- ۱۸۳ ۱۔ حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی
۱۸۴ ۲۔ حضرت مولانا اصغر علی رومی

بریلویوں کے شوق تکفیر کا سیاسی جائزہ

- | | | | |
|-----|---|-----|--|
| ۱۸۳ | وقت کی ایک سیاسی ضرورت | ۱۹۶ | شیخ فضل حسین صاحب کی عنایات |
| | | ۱۹۷ | مولانا احمد رضا خاں کی خاندانی خدمات |
| | | ۱۹۸ | مولانا فتی علی خاں بیرو بازی کا شغل کرتے تھے |
| ۱۸۴ | ایک صدی پہلے کا پس منظر | ۱۹۸ | جنگ آزادی میں مسلمانوں پر ظلم شدید |
| ۱۸۵ | خلافت عثمانیہ کا زوال | ۱۹۸ | مولانا رضا علی خاں کی ۱۸۵۷ء میں آزادی |
| ۱۸۶ | ترکی خلافت کے خلاف ایک آواز | ۱۹۸ | بریلویوں میں اتنی بڑی جائداد کیسے ملی |
| ۱۸۷ | آل سعود نے آگے بڑھ کر زنجیر کاٹ دی | ۱۹۹ | ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ |
| ۱۸۸ | آل سعود اور شریف میں مخالفت | ۱۹۹ | ہندوستان میں مسلمانوں پر حکم جہاد نہیں |
| ۱۸۹ | علامہ شامی محمد علی پاشا کے زیر اثر لکھ گئے | ۲۰۰ | شیخ الہند مولانا محمود حسن کا نقشہ آزادی |
| ۱۹۰ | ہندوستان میں مولانا فضل رسول بدایونی | ۲۰۰ | مولانا احمد رضا کا انگریزی امداد لینے کا فتویٰ |
| ۱۹۱ | مولانا فضل رسول کی سرکاری خدمات | ۲۰۱ | اپنے کو خلفاء راشدین پر قیاس کرنے کی غلطی |
| ۱۹۲ | گیارہ روپے یومیہ تنخواہ لیتے رہے | ۲۰۲ | آزادی کی بات فخر تالیف قلب کہتے تھے |
| ۱۹۳ | بجائز میں مولانا احمد زینی دھلان | ۲۰۳ | عمل سیاست میں آپ نے کبھی حصہ نہ لیا |
| ۱۹۴ | غلام ہندوستان دارالاسلام ہے | ۲۰۴ | پوری محنت اہل السنۃ کو دھوکوں میں کھنسنے کی |
| ۱۹۵ | مولانا فضل رسول کے بعد مولانا احمد رضا خاں | ۲۰۵ | سیر فی تسلط کے خلاف آپ کے عمل کی تلاش |
| | | ۲۰۶ | بہی کے کچھ چھری سیال کا ہوائی فائر |
| | | ۲۰۷ | خلافت ٹوٹنے پر غافل صاحب کے مگرچہ کے انہر |
| | | ۲۰۸ | شریف کو اترو دمک خلافت کے وکیل رہے |

- ۲۲۹ ۸. تحریک خلافت کی مخالفت ۲۰۶ عفا محمد حسن نے ترکوں کے خلاف دستخط نہ کیئے
- ۲۳۲ ۹. ترکی سلطنت سے بغض ۲۰۶ مولانا احمد رضا نے خلافت کے خلاف قلمی جہاد کیا
- ۲۳۳ ۱۰. انگریزی حکومت سے اُمیدیں ۲۰۸ بیدار خلافت پر مصطفیٰ رضا خاں کا چلبلا انداز
- ۲۳۶ ۱۱. قرآن کریم کی آیات غلط لکھنا ۲۰۹ ڈاکٹر اقبال کی برادری خلافت پر دلسوزی
- ۲۴۱ ایک نظر قرآنی کا انکار بھی کفر ہے ۲۰۹ شریف مکہ نے خلافت کے خلاف بنادست کی
- ۲۴۰ ایک احتمال کا جواب ۲۱۰ استاد بریلی کو انگریز امداد دیتے تھے
- ۲۴۲ ۱. مولانا احمد رضا خاں ۲۱۱ حلیف افترنگ شریف کو کی تعریف
- ۲۴۳ ۲. مرزا غلام احمد ۲۱۲ انگریزوں سے ساز باز کرنے سے آخرت تباہ نہیں ہوتی
- ۲۴۴ ۱۲. انگریزی سیاسی پالیسی کی غیر متوازن حمایت ۲۱۲ استاد بریلی میں غدار شریف کو کس لیے دعائیں
- ۲۴۴ ۲۱۲ شریف کی حمایت میں کعبہ تک کی توہین کر ڈالی

ہندوستان کی سیاست ایک نئے رخ پر

- ۲۴۶ ہندو مسلم آبادی میں عدم توازن کی بحث ۲۴۶
- ۲۴۶ حضرت شیخ الہند کا دو قومی نظریہ ۲۴۶
- ۲۴۸ اقلیت اور اکثریت کا علاقائی جائزہ ۲۴۸
- ۲۴۹ انگریزی اقتدار کو سایہ رحمت سمجھنا ۲۴۹
- ۲۴۹ ہندوؤں کو دعوتِ مولات دینے کا الزام ۲۴۹
- ۲۴۹ بریلوی تحریف کا کھلا تحریری ثبوت ۲۴۹
- ۲۵۰ دیوبند انگریز دشمنی میں حد سے متجاوز ۲۵۰
- ۲۵۰ مولانا احمد رضا خاں کا صراطِ مستقیم ۲۵۰
- ۲۵۱ سیاسی امور میں شرف نسب کی بحثیں ۲۵۱

قادیانیوں اور رضا خانیوں کی شرکات

- ۲۱۵ ہر اسلامی تحریک کا تعاقب ۲۱۵
- ۲۱۶ مولانا عبدالباقی احمد رضا خاں کے خلاف ۲۱۶
- ۲۱۶ ۱. انگریزوں سے خاندانی و قادیانی ۲۱۶
- ۲۱۸ ۲. انگریزوں کی مدح و تعریف ۲۱۸
- ۲۱۹ ۳. جہاد کی ممانعت کا فتوے ۲۱۹
- ۲۲۰ ۴. ترکِ مولات کی مخالفت ۲۲۰
- ۲۲۱ ۵. باموریت کا دعویٰ ۲۲۱
- ۲۲۳ ۶. مسلمانوں کی تکفیر عام ۲۲۳
- ۲۲۶ ۷. اہم حرم کے چھپے ہمارے پڑھنا ۲۲۶

- ۲۵۳ شیخ الہند آہنی حزم کے انسان تھے
- ۲۵۳ شیخ الہند کا فتوے ترک موالات
- ۲۵۴ انگیزوں سے مدد لینے کا بریلوی فتوے
- ۲۵۵ حضرت شیخ الہند کے فتوے کا متن
- ۲۵۶ قومی مہمات میں بریلویوں کا کردار
- ۲۵۷ جملہ اصلاحی تحریکوں کی مخالفت
- ۲۵۸ مسلم سیکولیشن کا نفرت
- ۲۵۹ ۱۔ تحریک ملی گڑھ کی مخالفت
- ۲۶۱ ۲۔ تحریک مسلم لیگ کی مخالفت
- ۲۶۱ فتوے آستانہ دارہ شریف
- ۲۶۱ فتوے سید آل مصطفیٰ قادری
- ۲۶۲ فتوے مولانا حسنت علی خاں
- ۲۶۲ فتوے مولانا ابوالبرکات قادری
- ۲۶۳ قائد اعظم کے خلاف بدزبانی
- ۲۶۴ جمعیت العلماء اور مجلس احرار پر فتوے
- ۲۶۴ علامہ مشرقی کو مرتد اعظم کہنے کی خدمت
- ۲۶۶ گورنر پنجاب مشر ڈار کی حضور سپاس نامہ
- ۲۶۸ اکرام مشائخ کی خاطر نام نہیں دیئے گئے
- ۲۶۳ بات کا رخ بدلنے کی مہارت
- ۲۶۳ اسے کھوتوقی کپڑ پر لانے کی مذموم کوشش
- ۲۶۴ بات کے اچھے معنی لینے کا قرآنی حکم
- ۲۶۵ حدیث کی رو سے اچھا گمان کرنے کا حکم
- ۲۶۵ حدیث کی رو سے مراد متکلم کا اعتبار
- ۲۶۶ اچھے معنی اختیار کرنے کا فقہی قاعدہ
- ۲۶۸ علامہ دیوبند نے غاصب کو جرایا کا قہر نہ کہا
- ۲۶۸ علامہ سوز کی خود حضور نے خبر دی تھی
- ۲۶۹ حقیقت کی پہچان کی عملی راہ
- ۲۶۹ کفر و اسلام کے فاصلے قطعی ہیں
- ۲۷۰ متشابہات پر عقائد کی بنیاد نہیں
- ۲۷۱ مولانا احمد رضا خاں کا ذوق تحریف
- ۲۷۲ ایمان اور کفر کے باہین واسطہ نہیں
- ۲۷۳ مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ محنت
- ۲۷۳ مولانا احمد رضا خاں کی امانت دیانت
- ۲۷۵ نماز میں توجہ بدینے کی ممانعت
- ۲۷۵ نماز میں کشت و ابہام کا درود
- ۲۷۷ خیال آنے اور خیال لانے میں فرق
- ۲۷۸ تہمت بر مولانا اسماعیل شہید

زنا کے دوسرے بیری کا دعویٰ بہتر ہے ۲۷۸

اختلافات پیدا کرنے کا بریلوی ذہن

- ۲۸۸ دیوبندی چیزوں کے خیال سے شرک کا عمل بدتر ہے
- ۳۰۱ حضور کے خاتم النبیین ہونے کے اسرار و وجہ
- ۳۰۲ شانِ غایت کی علت العلل
- ۳۰۳ لزوم ختم نبوت زمانی پر مولانا کی تقریر
- ۲۸۹ { نمازیں اللہ سے دھیان پھیر کر اسے کسی دوسرے بزرگ سے باندھنا شرک ہے
- ۲۸۹ مولانا احمد رضا خاں کی تحریف
- ۳۰۴ صرف ختم نبوت زمانی عوام کا عقیدہ ہے
- ۲۹۰ صرف ہمت کے معنی (ماشیر میں)
- ۳۰۵ غایت مرتبی کا بیان
- ۲۹۱ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فتوے
- ۳۰۶ { غایت مرتبی میں نیابی آنے سے بقا ہر فرق نہیں پڑتا لیکن اسے بھی ختم نبوت زمانی لازم ہے
- ۲۹۲ { نمازیں حضور کا خیال آنے کے بارے میں علماء دیوبند کا عقیدہ
- ۳۰۷ شرط کے بغیر جزا کو نقل کرنا خیانت ہے
- ۲۹۲ شاہ شہید پر حجت کی ایک اور مثال
- ۳۰۸ مولانا احمد رضا خاں کے ہاتھ کی صفائی
- ۲۹۳ شرک کا شیعہ اور شام سے آندھی
- ۳۰۹ تین جگہوں سے عبارتیں لے کر ایک عبارت بنانا
- ۲۹۴ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا جھوٹ
- ۳۱۰ تحذیر اناس میں ختم نبوت زمانی کا بیان
- ۲۹۵ بربروی اپنے پیشوا کی اقتدار میں
- ۳۱۱ ختم نبوت زمانی کا انکار کفر ہے
- ۲۹۵ بڑے بھائی کے برابر درجہ ماننے کی تہمت
- ۳۱۲ مولانا محمد قاسم کا اپنا بیان کہ یہ کفر ہے
- ۲۹۶ درجہ ماننے اور بدعتی تنظیم سجالانے میں فرق
- ۳۱۳ سام اکھرمین میں درج شدہ عبارت
- ۲۹۸ مٹی میں ملنے کا معنی دفن ہونے کے ہیں
- ۳۱۴ عربی ترجمہ میں لفظ بالذات کو نکال دیا
- ۲۹۸ مولانا شہید کا عقیدہ "آپ مٹی میں غرق ہوئے"
- ۳۱۵ حضرت مولانا نانوتوی پر تہمت کی ایک اور مثال
- ۲۹۹ جسد نبوی کے مٹی سے ملنے کی بحث
- ۳۱۶ مولانا حضور کو حادث نہیں قدیم مانستے ہیں
- ۳۱۷ حضور کا وصف نبوت کے معنی صرف بالذات ہونا
- ۳۱۸ تحذیر اناس میں قدیم معنی مقدم ہونے کی شہادتیں
- ۳۱۹ حضور کی نبوت کے ذاتی ہونے کے معنی
- ۳۰۰ جو حضور کو آخری نبی نہ اسنے وہ مسلمان نہیں
- ۳۰۰ مسائل کے اصول و مل اور شریعت کے اسرار و حکم

تہمت بر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

- ۳۲۶ حضرت اپنی جہت میں نبی الانبیاء بھی ہیں
 ۳۲۷ سب انبیاء کرام حقیقتہً نبی تھے نہ مجازاً
 ۳۲۸ علامہ فاضل کی شہادت کہ حضور ہی داعی الی الشریعہ ہیں
 ۳۲۹ شیخ سعدی کی شہادت کہ حضور ہی اصل وجود ہیں
 ۳۳۰ علامہ زرقانی کی شہادت کہ حضور ہی نبی الانبیاء ہیں
 ۳۳۱ حضور کی ختم نبوت مرتبی پر مولانا روم کی شہادت
 ۳۳۲ حضور کی ختم نبوت مرتبی پر مولانا احمد رضا خاں کی شہادت
 ۳۳۳ مولانا محمد قاسم نانوتوی پر ایک اور الزام
 ۳۳۴ امتی کو محل میں نبی سے بڑھا دیا
 ۳۳۵ لفظ بظاہر کو حذف کرنے کی حیانت
 ۳۳۶ مولانا احمد رضا خاں کے کلام میں بظاہر کا معنی
 ۳۳۷ مفتی احمد یار صاحب کے کلام میں بظاہر کا معنی
 ۳۳۸ قدرت باری تعالیٰ کا بیان
 ۳۳۹ اشرافی ناما چاہی چیزوں پر بھی قادر ہے
 ۳۴۰ مولانا احمد رضا خاں کا عجیب ترجمہ قرآن
 ۳۴۱ شرک کا بخش نہ جانا متنع بالذات نہیں
 ۳۴۲ قاضی بیضاوی کی شہادت
 ۳۴۳ قدرت خداوندی پر سبکی معنیری کی شہادت
 ۳۴۴ قدرت خداوندی پر شرح موافق کی شہادت
 ۳۲۶ قدرت خداوندی پر امام رازی کی شہادت
 ۳۲۷ اشرک کی خبر میں خلاف ہو یہ محال بالذات نہیں
 ۳۲۸ مولانا گنگوہی پر اشرک کے بغض جہت بولنے کی تہمت
 ۳۲۹ خانصاحب کا دعوے کہ قومی کا قزو موجود ہے
 ۳۳۰ خانصاحب کو مولانا مرتضیٰ حسن کا چیلنج
 ۳۳۱ مولانا گنگوہی کا عقیدہ ان کے اپنے الفاظ میں
 ۳۳۲ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کا عقیدہ
 ۳۳۳ حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کا عقیدہ
 ۳۳۴ مولانا عبدالحق شاہ جہانپوری کا ایک اہم بیان
 ۳۳۵ حضور کو رحمة للعالمین نہ ماننے کی تہمت
 ۳۳۶ صفت اور خاصہ میں فرق
 ۳۳۷ رحمة للعالمین جو ہمیں سب انبیاء سے حضور اعلیٰ ہیں
 ۳۳۸ کیا قرآن کریم رحمة للعالمین نہیں؟
 ۳۳۹ شیخ سعدی کے ہاں اس لفظ کا استعمال
 ۳۴۰ حضرت مجدد الف ثانی کے ہاں اس کا استعمال
 ۳۴۱ بریلویوں کے ہاں اس لفظ کا استعمال
 ۳۴۲ تہمت بر حضرت مولانا غفریل احمد محد شہارنپوری
 ۳۴۳ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کا مولانا احمد فضل ایک موال
 ۳۴۴ نئے موضوع پر نئے دلائل
 ۳۴۵ انبیاء و اولیاء کے لئے شیطان کو مقبض علیہ بنانا

- ۳۵۹ مولانا احمد رضا خاں کی شہادت
- ۳۶۰ حضرت تھانوی کی عبارت کا اصل مطلب
- ۳۶۱ جواب کے پہلے الفاظ پر غور کیجئے
- ۳۶۲ نبوت کے تمام علوم لازمہ حضور کو حاصل تھے
- ۳۶۲ نقد الہی کی وضاحت خود حضرت کے قلم سے
- ۳۶۳ سہم اکھن کی عربی عبارت اور اس کا ترجمہ
- ۳۶۵ مولانا کی تعبیر کی ایک پہلی مثال
- ۳۶۶ مولانا تھانوی پر تہمت کی ایک اور مثال
- ۳۶۹ مولانا پر اشرف علی رسول اللہ مبارک کرنے کا الزام
- ۳۶۹ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی بے ادبی کا الزام
- ۳۷۰ حضرت شیخ عبد الغنی النابلسی کا بیان
- ۳۷۰ خواب اور تعبیر کے وسیع فاصلے
- ۳۷۱ علماء سرور کا علماء حق کے خلاف دواویلا
- ۳۷۲ علماء بدایوں پر گرفت
- تزویر الاصول لا صلاح الا کابر
- ۳۷۵ حضرت مجدد الف ثانی کی اصلاح
- ۳۷۶ ڈاکٹر اقبال کی حضرت مجدد سے عقیدت
- ۳۷۸ مولانا احمد رضا خاں کا حضرت مجدد پر طنز
- ۳۸۰ حدیث قدسی میں مدبر بیویوں کی تحریف
- ۳۸۱ حدیث کی اصلاح و تحریف
- ۳۸۲ حضرت مجدد الف ثانی کی ایک اور اصلاح
- ۳۴۲ شیطان کا محدود دائرہ علم
- ۳۴۲ حضور کے مطلق علم سے غلط تاثر
- ۳۴۳ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا اپنا بیان
- ۳۴۳ مولانا کی مراد علم ذاتی تھا جو بدوں عطاء الہی ہو
- ۳۴۵ حضور کے کمالات میں کوئی آپ کا مماثل نہیں
- ۳۴۶ حضور کے علمی کمالات کے بارے میں صحیح عقیدہ
- ۳۴۷ یہ وسعت میں نقد یہ فیصلہ کن ہے
- ۳۵۰ حضرت مولانا خلیل احمد پر تہمت کی ایک اور مثال
- ۳۵۰ اردو زبان سیکھنے کا الزام
- ۳۵۱ علماء دیوبند کا عقیدہ کہ کوئی شخص حضور کا استاد نہیں
- تہمت پر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی**
- ۳۵۳ کسی مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاق
- ۳۵۴ قرآن کریم میں عالم الغیب کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر
- ۳۵۵ آنحضرت کے لئے علم عید کا عقیدہ
- ۳۵۵ اطلاق عالم الغیب کا بنیادی اصول
- ۳۵۶ انبیاء و مرسلین کو دوزوں غریب پر مطلع ہونے
- ۳۵۷ مطلق غیب میں شرکت مقدار غیب میں امتیاز
- ۳۵۸ مخلوق کی اسامی صفات میں شرکت
- ۳۵۸ ۱. حضرت شیخ عبدالقدوس کی شہادت
- ۳۵۸ ۲. حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی شہادت

۴۰۳	صاحبزادہ جمیل احمد صفا کی ایک اور مہجول	۳۸۳	روح کے لامکانی ہونے کا بیان
۴۰۳	حکیم محمد اسحق صاحب کی دیوبند حاضری	۳۸۳	انبیاء و اولیاء کے لیے من گھڑت تخصیص
۴۰۴	حضرت کروالہ کی سہارنپور حاضری	۳۸۲	حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ایک اور اصلاح
۴۰۴	رضا خانیوں کی غلط تاویل	۳۸۵	حضرت مجددؒ کا مولود خوانی سے منع کرنا
۴۰۵	شجرہ موت مولفہ علامہ خالد محمود صاحب	۳۸۶	مولانا ابوالبرکات کا کلام مجدد میں تحریف کرنا
۴۰۶	مولانا محمد عمر بریلوی جامع مسجد نیا گنبد میں	۳۸۶	لاہور کے ماسٹر غلام نبی صاحب کا پہلا خط
۴۰۶	مولانا عبدالرحمن قصوری دیوبند میں	۳۸۸	رسالہ کی عبارت اور اصل عبارت میں فرق
۴۰۶	بریلوی مشائخ کی اصلاح	۳۸۹	منفی مدرسہ حزب الاخفاء لاہور کا جواب
۴۰۸	نوری کتب خانہ کی اصلاحی جرأت	۳۹۰	منفی صاحب کا دوسرا خط
۴۰۸	مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی اصلاح	۳۹۱	ماسٹر غلام نبی صاحب کا تیسرا خط
۴۱۱	مشائخ سیال شریف کے عقائد	۳۹۵	آئندہ اشاعت میں عبارت درست کرنے کا وعدہ
۴۱۲	بریلوی عوام کی پریشانی	۳۹۶	منفی صفا کی خدمت میں یاد دہانی کا خط
۴۱۳	مولانا فخر علی خاں اہل دل لوگوں میں سے تھے	۳۹۶	ماسٹر غلام نبی صاحب کا چوتھا خط
۴۱۳	پیر کرم شاہ صاحب کب اور کس طرح پھسلے	۳۹۹	منفی صاحب کا آخری جواب
۴۱۳	ذوق تحریف کی مار	۴۰۰	حضرت میل شیر محمد صفا شریقی کی اصلاح
۴۱۵	خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ	۴۰۱	حضرت میاں صاحب کی مسجد لابیوں کی ہے
۴۱۵	قرآن کا بیان کہ آسمان دو دونوں میں بنے	۴۰۱	دیوبند میں چار نوری وجود
۴۱۶	خان کا بیان کہ آسمان چار دونوں میں بنے		اصل صفحہ اور محرف صفحہ کا تقابلی مطالعہ

۴۲۷	مولانا مدنی کے خلاف فحش کلامی	۴۱۷	شیطان کیلئے گوشہ ہمدردی کیوں
۴۲۸	تمام اکابر دیوبند پر فحش کلامی	۴۱۷	شیطان کا عرصہ قبول و تلبیس
۴۲۹	خان صاحب کا پہلو دار الفاظ لگانے کا انداز	۴۱۸	مولانا احمد رضا کا عقیدہ دربارہ ابلیس
۴۲۹	خان صاحب کے حق کی کج سمجھ	۴۱۹	شیطان سے حسن عقیدت کیوں
۴۳۰	حضرت مولانا خلیل احمد خاں کی حق گوئی	۴۱۹	علم غیب میں شیطان کو انبیاء سے ملانا
۴۳۱	طلائے دیوبند کا کفری مضامین سے انکار اور تبری	۴۲۰	شیطان پر حضرات صالحین کو قیاس کرنا
۴۳۲	مولانا احمد رضا خاں کا پہلا موقف	۴۲۰	ثبوت حاضر و ناظر میں ابلیس کی مثال ملانا
۴۳۲	مولانا احمد رضا خاں کا دوسرا موقف	۴۲۱	قرآن کریم میں فاضل دیوبند، یونیکادکر
۴۳۲	مولانا احمد رضا خاں کا تیسرا موقف	۴۲۱	شیطان اور رسول ایک قطار میں (توبہ)
۴۳۵	صاحبزادگان بریلی کا غلط اصرار	۴۲۲	شیطان شرک سے پاک ہے
۴۳۵	قاضی غلام یاسین ڈیرہ دی پر اثرات	۴۲۲	رابطہ شیطانی کی چلتی پھرتی تصویریں
۴۳۶	مولانا سلطان محمود مظفر گڑھی پر اثرات	۴۲۲	فاحشہ عورتوں کے حق میں فتویٰ
۴۳۷	خواجہ غلام فرید کے الفاظ میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری	۴۲۳	فاحشہ عورتوں کی شہرینی پر فاحشہ
۴۳۸	حضرت خواجہ صاحب پر مناظرہ سہیل احمد کے اثرات	۴۲۳	نہان میں اس فحش کے اثرات
۴۳۸	حضرت مولانا زمان شاہ صاحب بہرائی کے تاثرات	۴۲۵	اہم المؤمنین کے خلاف فحش کلامی
۴۳۹	مولانا کریم الدین ازبکس تحصیل بیکوال	۴۲۶	اثنہ تہائے کے بارے میں فحش کلامی
۴۴۰	مفتی مظہر اللہ خطیب ہمدرد سرخ پوری کا تاثر	۴۲۷	مولانا تھانوی کے خلاف فحش کلامی

تقریظ

جانشین حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند (ٹہیا)



یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی پر تاریخ شاہد ہے کہ ان دونوں قوموں نے اسلام کی تعلیماتِ حقہ کو مسخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے میں نہ ماضی میں کبھی گریز کیا اور نہ آج کر رہی ہیں، ان کے اس باطل پسندانہ پرمعنہ عمل قبیح کا یہ طبعی نتیجہ تو نکلا ہی تھا اور وہ نکل کر رہا کہ علم و دانش سے بے بہرہ دیگر قوموں میں بھی کسی معقول وجہ کے بغیر اسلام دشمنی کا جذبہ ابھرا، اور وہ بھی یہود و نصاریٰ کی ہم نوا بن گئیں جس سے اسلام دشمنی کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو گیا۔

لیکن قدرت نے اس خیر و شر آمیز دنیا کا دستور طبعی یہ ہی قرار دیا ہے کہ ہر شر میں خیر کا پنہاں پہلو، اپنے وقت پر ضرور ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ اس اسلام دشمنی نے بھی اسلام کے بارے میں اس خوش آئند حقیقت کو بین الاقوامی سطح پر پشت از بام کر دیا کہ مخالفین اسلام اپنے اپنے تسلیم کردہ اعتقادی نظامِ حیات کو چونکہ زندگی کے اکثر بیشتر گوشوں پر، معقول و مدلل ہدایت و رہنمائی سے کبیر خالی ہی نہیں پاتے بلکہ جہاں رہنمائی ملتی بھی ہے، وہ بھی عقل و شعورِ انسانی کیلئے اطمینان بخش نہیں ہوتی، اس لئے اپنی اس ذلت ناک تہمتی اور تہی دامن کو چھپانے، اور سلیم الفطرت

ارباب دانش و بینش کی توجہات کو اس کی طرف متوجہ نہ ہونے دینے کے لئے، یہ معاندین اسلام، یا تو خود ساختہ جھوٹی باتیں اسلام کی طرف منسوب کر کے اس کی صداقت و حقانیت کو دبانے یا مٹانے کی ناکام کوششیں کرتے ہیں اور یا خود مسلمانوں کے جہالت و غربت زدہ طبقات کی جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے، دولت و مناصب، اور معاشی سہولتوں کی فراہمی کا لالچ دیکر، انھیں غیر اسلامی رسوم و رواج کو عین اسلام باور کرانے کی شرافت و اخلاق سے عاری سازشیں برپا کرتے ہیں، جو بذات خود اپنے اعتقادی نظام حیات کے بائیس میں ان کے فکری افلاس کی ناقابل انکار دلیل ہے۔

اسلام کے برخلاف ان کی سازشوں کی داستان بہت طویل ہے لیکن دو عظیم سازشیں گذشتہ صدی کے مسلمانوں کے لئے زبردست مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔

پہلی یہ ہے کہ دولت و مناصب کی بارشیں برسا کر خود مسلمانوں کے جہالت زدہ طبقے کے ایک دین فروش کو انگریزوں نے اپنی خود ساختہ شیطانی نبوت سے سرفراز کیا، جس کو "قادینیت" کے نام سے عالم گیر شہرت دی گئی۔

اور دوسری یہ کہ مسلمانوں کے اسی جہالت و افلاس زدہ طبقے کو قطعاً

غیر اسلامی رسوم و رواج کو عین اسلام قرار دینے کا مدعی بنا کر، ملک گیر پیمانے پر اس کو ہم جہت حکومتی تائیدات سے نوازا گیا، جو "بریلویت" کے نام سے ملک بھر میں متعارف کرائی گئی۔

"قادینیت" کی سازش اسلام کی بنیادی "ختم نبوت" کے عقیدے

سے انحراف پر مبنی تھی، جس کے خلاف اسلام ہونے سے، بے علم مسلم عوام بھی بڑی حد تک واقف تھے، اور ساتھ ہی اُس کے عہد آغاز میں ہی ”حضرات علمائے دیوبند“ نے بروقت اس فتنے کو پہچان کر، مدعی نبوت کا ذبح، غلام احمد قادیانی، اور اس کے جاہل پیروکاروں کی تکفیر کا اعلان فرمادیا، جس سے یہ فتنہ زیادہ وسیع پیمانے پر نہیں پھیل سکا، پھر اس فتنے کے برگ و بار مزید واضح ہو جانے کے بعد، علمائے دیوبند کی جانب سے تکفیر قادیانیت کے اس اعلانِ حق کی پوری ملتِ اسلامیہ کی جانب سے عالمی پیمانے پر تائید کر دی گئی۔

لیکن اسلام کے نام پر، اسلام کے برخلاف، ملک گیر پیمانے پر دشمنِ اسلام، برطانیہ کا برپا کردہ ”فتنہ بریلویت“ نہ صرف زندہ ہے، بلکہ ملتِ اسلامیہ کی اکثریت کے ضروری دینی علم سے بے بہرہ ہونے کی بنا پر، اس کے زندہ رہنے اور پھیلنے کے امکانات بھی قوی تر ہیں، اس لئے علمائے حق نے اس کے دفاع کو اہم ترین دینی فریضہ قرار دیکر ہر دور میں اس کی ادائیگی پر سب سے اہتمام سے کی، اور آج تک کر رہے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مکرم و محترم حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب زید مجدہ کی ذاتِ گرامی سے اہل حق کو نوازا، جو تمام فرقہ خاندہ کے بارے میں عموماً، اور بریلویت کے بارے میں خصوصاً، مکمل و صحیح معلومات کے ساتھ، غیر معمولی ذکاوت و ذہانت، اور ہر باطل کے مقابلے پر مُسکت و دُندان شکن جوابات کی جانب مافوق العادۃ انتقالِ ذہنی کے بے مثال امتیازات کے حامل ہیں، اور راقم الحروف حضرت علامہ محترم کے ساتھ، اپنے قربِ تعلق کے

تجربات و مشاہدات کی روشنی میں، باطل کی سرکوبی کے باب میں، علامہ موصوف کو نہ صرف مفرد و بے مثال شخصیت قرار دینے میں کسی تردید کا خطرہ و خوف محسوس نہیں کرتا، بلکہ عصرِ رواں میں، تسبیحِ سنتِ علماء اسلام کیلئے ان کی ذات گرامی کو ایک عظیم نعمتِ خداوندی سمجھتا ہے۔

انہی خصوصی امتیازات کے ساتھ علامہ خالد محمود صاحب زید مجدہ نے پیشِ نظر کتاب ”مطالعہ بریلویت“ میں ”بریلویت“ کا عمیق ترین، دینی، علمی، فکری، اخلاقی اور تاریخی بنیادوں پر جائزہ لیا ہے، جسے عصرِ رواں میں ایک تاریخ ساز دینی خدمت کے عنوان سے یاد کیا جاسکتا ہے، اور ادارہٴ حافظِ بلکہ پودِ دیوبند کے ایس ٹی سرمایہ کے شائع کرنے کو اگر عظیم علمی احسان سے تعبیر کیا جائے، تو طالبینِ حق کی نگاہوں میں اسے یقیناً مبالغہ نہیں کہا جائیگا۔

حق تعالیٰ اس عظیم خدمت کو قبولیت و مقبولیت عطا فرما کر، حضرت مصنف کے حق میں ذخیرہٴ آخرت، اور عامۃ المسلمین کے لئے اسے انکشافِ حق کا ذریعہ فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

احقر
محمد رفیع

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مدظلہ

مہتمم دارالعلوم دفت دیوبند

۶ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ ، ۱۴ جنوری ۱۹۹۷ء یومِ پنجیس

بریلوی مسلک کی ایک جھلک

درطہ جہالت کے گہرے زخم

اشرفیہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے؛ پی ایچ ڈی
ڈاکٹر اسلامک سٹیڈی مینجسٹر

کھوئی گئی ملت بیضا کی آبرو
اور سنتِ مطہرہ کا پایہ جل گیا

بریلوی مسلک کا عوام میں عمومی تعارف

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى والله خير مما يشركون۔ اما بعد،
باش بریلی چند دستان کے ایک صوبہ بریلی کا ایک شہر ہے جہاں مولانا احمد رضا خاں پیدا ہوئے۔ انہوں
نے ایک مذہب ترتیب دیا اور اپنے پیروؤں کو اس پر پٹنے کی وصیت کی :
میرا دین د مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض
سے اہم فرض ہے۔ لے

اسی نسبت سے اس مذہب کو بریلوی مذہب کہتے ہیں۔ بریلویت کا صحیح تعارف وہ عقائد و نظریات
اور افکار و بدعات ہیں جو مولانا احمد رضا خاں سے ایک خاکہ مذہب کی صورت میں آگے چلے اور ان کے
پیروؤں نے ان کے التزام سے اپنے آپ کو باقی امت سے علیحدہ کانٹوں کی ایک باڑ پر لاکھڑا کیا اور
اب تک اسی درخت کے کڑوے پھل امت کے کام اور دین کو تلخ کر رہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے مذہب میں امتیازی مسائل یوں تو بہت ہیں لیکن وہ مرکزی کام ہی کے گرد
بریلویت کی پہلی اب تک گھومتی آئی ہے تین ہیں : (۱) تکفیر است یعنی اپنے مسلک کے سوا باقی کل مسلمانوں
کی تکفیر کرنا (۲) انگریزوں کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک آزادی کی مخالفت کرنا (۳) دیہات کے دم در دلیج
کو شرعی استناد دیا کر کے جملہ کو اپنے ساتھ ملائے رکھنا۔

پس جو لوگ صرف دم در دلیج اور چند بدعات پر کار بند ہیں لیکن دیگر فرقوں کو بھی مسلمان کہتے ہیں، کافر
نہیں کہتے، حج کے لیے جانیں تو دہاں کو کر مر اور مدینہ منورہ کے اماموں کے پیچھے ناز پڑھتے ہیں، ایسے لوگ بریلوی
ہرگز نہیں۔ اسی طرح جو افسران جیشہ انگریزی حکومت کے ماتحت رہے اور ہر تحریک آزادی کی مخالفت
کرتے رہے لیکن اپنے سواد و مردوں کو کافر کہنے کی بریلوی ہم میں شریک نہ ہونے وہ بھی بریلوی نہیں بریلوی
صرف وہی لوگ ہیں جو مولانا احمد رضا خاں سے اپنی نسبت جوڑتے ہوئے اپنے سوا باقی سب امت کو کافر سمجھیں۔
انگریزوں کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کی مخالفت کریں اور جالوں کے دم در دلیج کو شرعی استناد دیا کر کے

بدلت کو ہدیٰ قوت سے فروغ دیتے ہیں۔

بریلویت کی حیثیت یہی ہے مگر اس کو یہ لوگ اپنی مددی کثرت جملانے کے لیے ان لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے جو دوسروں کو کافر قرار دینے کی مخالفت کا ردائی سے قطعاً متفق نہ تھے مگر گروہوں میں عام رسم و معاش کی پابندی اور بدعات کے تلف کے باعث اپنے آپ کو بریلوی کہتے تھے۔ یہ لوگ بدعتی تو ہو سکتے ہیں لیکن بریلوی نہیں۔ بریلویت کا حار مولانا احمد رضا خان کی اصولی نسبت پر ہے۔ یہ بریلویوں کی جلد سازی ہے کہ وہ غیر بریلوی بدعتوں کو اپنے ساتھ شامل بنا کر ان کو بھی اپنے آپ کو بھی اور عام لوگوں کو بھی بریلوی اکثریت کا مخاطب دیتے ہیں۔

آئیے بریلویت کے عام تعارف کے لیے کچھ ان مسائل کا جائزہ لیں جو مولانا احمد رضا خان اور ان کے پیروؤں کے حقوق میں ان کا جماعتی نشان سجے جاتے ہیں۔ بریلویت کی دینی جماعتی سرگرمیاں (۱) ختم مایصال ثواب (۲) فور و مزادات اور (۳) جاہل پیروں کو غیر متشرع فقیروں سے مرعوب رکھنے کی جدوجہد تک مرکوز رہتی ہیں اور بریلویت کا تعارف زیادہ انہی حلقوں میں ملتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان تین حوزوں کے تحت بریلوی ضد و غل کا جائزہ لیں تاکہ اس روشنی یا اندھیرے میں بریلویت سے کچھ تعارف ہو سکے :

ختم اور ایصال ثواب

مرحومین کو ثواب پہنچانے کا عقیدہ برحق ہے۔ زندوں کے نیک اعمال کا ثواب حسب نسبت مرحومین کو پہنچا ہے لیکن یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ ثواب پہنچتا ہے اصلی چیزیں نہیں پہنچتی ہیں۔ نہ ان کی خوشبو اور لذت پہنچتی ہے۔ ان چیزوں کو ان کی اصلی شکل میں لگے جہاں بھیجنا کسی طرح ممکن نہیں۔ ایصال ثواب برحق مگر ان چیزوں کا وہاں پہنچنا کہیں ثابت نہیں نہ ان چیزوں کی ذیوی لذت وہاں پہنچتی ہے۔ مگر بریلوی مذہب یہ ہے کہ اصل چیزیں ہی پہنچتی ہیں اس لیے ختم میں وہ ان چیزوں کو خصوصی طور پر شامل کرتے ہیں جو مرحوم کو مطلوب یا مرغوب تھیں۔

اصل چیزیں ہی پہنچ دیا کریں

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنی وفات سے دو گئے مئرمونٹ قبل پر پمفٹ کھانوں کی ایک

فہرست تحریر فرمائی اور وصیت کی کہ یہ چیزیں بھیج دیا کریں :

احزہ سے اگر لطیف خاطر ملے ہر توفا تحفہ میں دو مین باران اشیا سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ سازہ اگر بھینس کا دودھ ہو۔ مرغ کی بریانی مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو۔ شامی کباب پراٹھے اور پلائی۔ فرنی۔ ارد کی پھریری وال مع اودک دوازم۔ گوشت بھری پکوریوں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برف۔ لے آخری وقت میں نیک لوگ توبہ و استغفار میں مشغول رہتے ہیں۔ ذکر و تلاوت کی فکر ہوتی ہے آخرت کی طرف دھیان ہوتا ہے مگر غاف صاحب ہیں کہ اس وقت بھی چٹ پنہ کھاؤں کی فہرستیں تیار فرمانے میں مصروف تھے میر تقی نے پُر غور کے بارے میں کہا تھا۔

جب مرے گا وہ بھوک کا روگی — روح نور شاہ کی روٹی میں ہوگی

دھیان شریف میں گیا رہیں نہ پرہیز قرار دینے کی نصیحت آپ پہلے کر آئے ہیں۔ یہ پرتکلف کھانے پینے کی وصیت باریوں نہر کی ہے۔ یہاں دوسروں کو بھیجنے کی گفتگو نہیں۔ وہ بات پہلے ہو چکی ہے یہاں ہی مراد ہے کہ یہ چیزیں مجھے بھیج دیا کریں۔

چنانچہ ایک صاحب وقت دفی دودھ کا برف خانہ ساز جو وصیت میں مذکور تھا قبر پر لے آئے تھے تاہم یہ پتہ نہیں چل سکا کہ وہ دودھ کہاں رکھا گیا۔ کفن کے ساتھ ہی رکھا گیا یا کسی کونے میں دھکیا گیا۔ اس واقعہ کو ساٹھ سال ہو گئے مگر آج تک بریلوی مذہب والوں نے اس دودھ کا پتہ نہیں دیا۔

نیا کفن بھگانے کی تدبیر

بریلوی مذہب کے ہائی مولانا احمد رضا خاں ایصال ثواب پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اصل چیز کا پہنچانا اور پہنچانوں بیان کرتے ہیں :

ایک بی بی نے مرے کے بعد غراب میں اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرا کفن ایسا غراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جلتے شرم آتی ہے۔ پر سوں فلاں شخص نے والہ ہے۔ اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا۔ صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا۔

لے دھیان شریف مرے ، لے دیکھے حاشیہ دھیان شریف مسئلہ سطرہ

معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں۔ تیسرے روز خبر ملی کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ لڑکے نے فوراً نیا عمدہ کفن پہلو کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا کہ یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔ رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا کہ خدا تعالیٰ جزائے خیر دے۔ تم نے بہت اچھا کیا کفن بھیجا۔ ۱۷

یہ سننے کی بات نہیں سوچنے کی بات ہے۔ آپ خود اپنے ضمیر سے فیصلہ لیں کہ والدہ کو کفن بھیجنے کے بعد دواوی اور دادا کو کفن نہ بھیج سکتے اور پھر ان سے آگے ہوا جہاد گزر چکے ہیں ان تک کفن نہ بھیجنے کی کتنی فکر اور تشویش صاحبزادے کو ہوتی ہوگی اس کے ساتھ ساتھ آپ یہ بھی سوچیں کہ ایک بیت کے ساتھ اگر کئی کئی کفن رکھ دیے جائیں تو کس پر کپڑے کو ضائع کرنا تو نہیں ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے کفن کے بارے میں کیا نصیحت کی تھی؟ بریلویوں کے اس عقیدے سے اموات واجداد کو فائدہ پہنچے یا نہ کفن مجددوں کو فائدہ ضرور پہنچے گا کہ ایک قبر کھولنے سے انہیں کئی کئی کفن ملنے لگیں گے۔ ایصالِ ثواب برحق ہے مگر اصل چیزوں کا بھینا یہ ایک عجیب حرکت ہے۔

انتہائی کمزور روایات کے سہارے اس قسم کی نقل و حرکت کسی طرح کا تجدید اور لائق تحسین نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اس ارشاد میں پوری طرح واضح ہے کہ اصل چیزیں وہاں کیسے بھی جاسکتی ہیں۔

قبر میں ذائقے پہنچتے ہیں

کھانے اور منھائیاں جن قبروں اور خوجوں میں ہوتی ہیں وہ برتن اور خوجے قوم حرمین کو نہیں پہنچتے لیکن بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ یہاں سے بھیجی ہوئی لذیذ اور مزیدار چیزوں کے ذائقے وہاں ضرور پہنچتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات ان لذتوں میں کھو کر پھر ختم کر ہی سارے دین کا مرکز بنالیتے ہیں۔ ان کے صوفی قہرمان صاحب لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ بالوشاہی، پیرے، بریانی، زردو کی دگیں، نان، قورمر، فرنی کے خوجے اٹھ کر عالم آخرت کو نہیں جاتے بلکہ ان چیزوں کا ذائقہ اور لذت پہنچتی ہے۔ ۱۸

ظہیر صاحب یہاں ایصالِ ثواب کو بحیر بھول گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عقیدے میں یہاں کا ثواب نہیں پہنچتا لذتیں اور ذائقے پہنچتے ہیں۔ وہاں لذت پہنچے یا نہ پہنچے، یہاں یہ لوگ کھانے کی چیزوں کا ذکر

بڑی لذت سے کتے ہیں اور عجیب و غریب فرتیں تیار کرتے رہتے ہیں۔

قبر میں لذت طلبی کی انتہا

لذتوں کا عقیدہ بریلویوں کو اس انتہا تک لے گیا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم تک کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ قبروں میں اس لذت طلبی میں منہمک ہیں۔ مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی قبر مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

لفظ پیش کیے جانے پر غور کیجیے کس قدر بے حیا تعمیر ہے! انبیاء کی برزخی زندگی کا عجیب نقشہ کھینچا ہے۔ قبر میں لذت طلبی کا تصور ان لوگوں کا عجیب عقیدہ ہے۔

جنسی لذتوں کی بات مضمناً آگئی ہے۔ معاف رکھیے ذکر چٹ پٹے اور لذیذ کھاؤں کا ہمارا انتخاب جڑواں احمد رضا خاں صاحب کا خاص موضوع تھا۔

وفات کے وقت کھاؤں کی فرست

مولانا احمد رضا خان نے وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے چٹ پٹے کھاؤں کی نہایت نفیس فرست تیار فرمائی تھی۔ اعلیٰ حضرت کا اس دنیا میں یہ آخری کارنامہ تھا۔ دودھ کا برف "اس فرست میں دودھ فوہ لکھا ہے۔ یہ اشارہ تھا کہ یہ زیادہ مطلوب ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ایک صاحب دودھ کا برف دفن کے وقت قبر پر لے آئے تھے۔

اس فرست میں یہ الفاظ مزید لائق توجہ ہیں۔ "فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں"۔ لفظ بھی بتاتا ہے کہ یہ فرست بطور تمہ تھی۔ کھاؤں کی اصل فرست کوئی امد ہوگی اور خدا جانے کتنی لمبی ہوگی۔ سنا ہے بریلوی اپنے خاص حلقوں میں وہ فرست بٹلاتے ہیں اور اس کی روشنی میں سارے سال کے ستم چلتے ہیں۔

بعد کے بریلوی اس فرست میں کوئی خاص اضافہ نہیں کر سکے تاکہ مولانا احمد رضا خاں ہی "اعلیٰ حضرت"

لے لفظ وفات احمد رضا خاں جمعہ سوم ۱۲۵۵ھ صاحب نے محمد بن عبدالباقی پر یہ جھوٹا باندھا ہے کہ انبیاء قبروں میں یہ کام کرتے ہیں ان کا کسی تقریر میں ہمیں یہ بات نہیں ملی

ہیں اور کوئی صاحب ان سے بڑے حضرت نہیں سکیں۔ ظہیر الحسن صاحب کی فرست میں صرف سات
فہرستیں مذکور ہیں جبکہ اعلیٰ حضرت نے تیرہ (۱۳) شمار فرمائیں۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ تیرہ کھانوں کی فہرست میں علویہ
کا ذکر نہیں۔

فہرست وصیت میں علویہ کا ذکر کرنے کی وجہ

مولانا احمد رضا خاں کے ہاں علویہ ایک مستقل عنوان تھا۔ اس لئے اسے فہرست مذکورہ وصایا
شرعیہ میں جگہ نہیں دی گئی۔ یہ مطلب نہیں کہ اعلیٰ حضرت موت کی دہشت میں علویہ کو بھول گئے
جب وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے ارد کی پھر میری دال میں اور ک مع لوازم کو نہیں بھولے
تو علویہ کو کچھ بھول سکتے تھے۔ ————— وجہ اس کی صرف یہ ہے کہ آپ جس علویہ کے
علویٰ تھے اس کی کچھ تفصیل درکار تھی۔ اس باب میں آپ عظیمہ فرما چکے تھے۔

علویہ ہندو و بھلی خور اند

کیڑہ دھڑو شال کر لیں۔ مصارف میں تخفیف کی نیت نہ ہو۔ ہاں خوش ذائقہ کرنے کیلئے
اضافہ ہو جائے تو حرج نہیں۔ راقم الحروف کے ہاں اور اس کے احباب کے ہاں نعمت مند و ذلیل و رنج

سوچی ۵۔ مار۔ شکر ۱۰۔ مار۔ روضن زرد ۵۔ مار۔ ناریل ۱۔ مار۔ کشمش ۱۔ مار۔ پشہ ۱۔ مار۔

مغز بادام ۱۔ مار۔ اوچی سفید ۴۔ پھانک ۱۔ چروچی ۱۔ مار۔ زعفران ۲۔ مار۔ کیڑہ نصف بوتل ۱۔

۱۔ حیات اعلیٰ حضرت ۲۰۲۔ سیکر رضویہ آرام باغ کراچی۔ (ترجمہ) علویہ پکستے اور صلیا کو کھائے۔ یہ نہیں

کہا کہ فریاد کو کھائے۔ اسے ہر علویہ صلیا کا حق ہے اس طبقے میں مولانا احمد رضا خاں جن میاں، حافظ غیل حسن، سرفا

مادر رضا خاں، حسنین رضا خاں صلیا رکھے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ اس علویہ کا حقدار کون

ہوگا۔ غریب اور ساکین کی کیا مجال کہ یہ علویہ چک سکیں۔ یہ صرف صلیا کے ہوتی تھا۔

۳۔ جب صلیا کھائے کھانا ہے۔ غزبانے نہیں تو ظاہر ہے کون خرچ میں تخفیف کی نیت کرے گا۔ اگر زرد

سے مدرس کے لئے مالی امداد لینا تو ان کے مقتدرین میں ویسے ہی ہمارے تھا۔ اسے علویہ میں صرف کر لیں تو کیا حرج

۴۔ راقم الحروف سے مراد مولانا احمد رضا خاں خود ہیں۔ جو یہ وصیت فرما رہے ہیں۔

شکر ۱۰ مار پر یہ حاشیہ دیا گیا ہے — ”برابر کی شکر سے علوہ میں شیرازی مکی ہوئی ہے“
 مغز بادام پر یہ حاشیہ دیا گیا ہے۔ — ”چار سیر بادام میں سے سوا سیر مغز نکلتا ہے“
 ”مولانا کے اس ارشاد پر کہ خوش ذائقہ کرنے کے لئے معارف میں اضافہ ہو جائے تو حج
 نہیں“ ایک حدیث یاد آگئی جسے حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے:-
 ”وقال صلى الله عليه وسلم شرار امتي الذين غذوا بالنعيم ونبئت عليهم
 احبا منهم وانما همتهم انواع الطعام وانواع الالباس ويتشدقون في الكلام.....
 وادعى الله تعالى الى موسى عليه السلام اذكر انك ساكن القبر فان ذلك يمنك
 من كثير الشهوات وقد اشتد خوف السلف من تناول لذیذ الاطعمة
 وتمسكوا بالنفس عليهما وراقوا ان ذلك علامة الشقاوة“
 (ترجمہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے بدترین
 لوگ وہ ہونگے جو نعمتوں میں پلٹے رہے اور مٹے تازے بفتے رہے۔ ان کی پوری
 توجہ طرح طرح کے خوش ذائقہ کھانوں پر اور طرح طرح کے لباس زیب تن پر مچھ
 رہی اور وہ بات کرنے میں وہ لگے جھلاکتے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام
 کو وحی کی۔ ”تو یاد رکھ کہ تو قبر میں آنے والا ہے یہ بات تجھے زیادہ لذتوں سے روک
 رکھے گی۔“ — اور سلف صالحین طرح طرح کے لذیذ کھانوں سے اور اپنے
 نفس کو ان کا عادی بنانے سے بہت ہی ڈرتے تھے اور بتلاتے تھے کہ یہ کسی
 انسان کے بد بخت ہونے کی علامت ہے۔

۱۰ رواہ ابن عدی فی الکامل ومن طریقہ البیہقی فی شعب الایمان من حدیث
 فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وی وی من حدیث فاطمہ ،
 بنت الحسین مرسلًا قال الدارقطنی فی العمل اندہ اشبه بالصواب ورواہ ابو نعیم
 فی الحلیۃ من حدیث عائشہ باسناد لا بأس بہ تہ احیاء علوم الدین
 جلد ۳ ص ۸۹

یہ کھانے جب ختم کے عنوان سے فقہ صلحا جہنم لگیں اور خود صلحا کی وصیت ہو کہ مصارف میں تخفیف کی نسبت نہ ہو۔ خوش ذائقہ کرنے کے لئے اضافہ ہوتا چلا جائے تو حرج نہیں تو ظاہر ہے کہ غریبہ بریلویوں پر کیا گزرے گی۔ جن کا مال خوش ذائقہ ہو ہو کر ان کے مولویوں کے پیٹ میں اُٹا جائے گا۔ رضا خانی غریب کے لوگ ختم کے اتنے دلدادہ ہو گئے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء باندھنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کیا۔

شوق ختم میں پیغمبر پر افتراء

جناب ظہیر الحسن صاحب لکھتے ہیں :

طاعی قاری نے فتاویٰ جری میں نقل کیا ہے کہ ایصال ثواب سنت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت ابراہیم کے وصال کے تیسرے دن حضرت ابوذر غفاری اونٹنی کا دودھ جو کی روٹی اور کچھ کھجوریں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے رکھ دیں۔ آپ نے ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، تین بار سورہ اخلاص اور دودھ شریف پڑھ کر دست مبارک دھلکے لے اٹھائے اور فرمایا کہ خداوند اس کا ثواب میرے عزیز ہمارے ہم کو پہنچا۔ اس کے بعد حضرت ابوذر سے فرمایا کہ اسے قسیم کر دو۔ اے ہم یہاں لعنت اللہ علی الکاذبین کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے۔ یہ حدیث ہرگز ہرگز کہیں ثابت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده في النار۔ ۱

ترجمہ : جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

حق نفس اور حظ نفس میں فرق

یہاں ہم ضروری کھانے پینے کی تردید نہیں کر رہے۔ یہ زندگی کا حق ہے جو اسے ملنا چاہیے لیکن حق نفس اور حظ نفس میں فرق ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب اور جناب ظہیر الحسن صاحب ان فقراتوں کے تیار کرنے میں حق نفس نہیں حظ نفس میں مبتلا تھے۔

سرکار بغداد حضرت پیران پیر کی نصیحت

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا :

جب تک تو اپنے نفس کو حظ پہناتا رہے گا اس کی قید میں ہو گا۔ اس کا حق پرادے لیکن
حظ نفس سے باز رہو۔ نفس کو اس کا حق دینے میں زندگی اور لذت پہنچانے میں ہلاکت ہے
اس کا حق کمانے پینے پہننے اور مکان میں ہے۔ اس کا سرور لذتوں اور شہوتوں میں ہے۔

اہل فقر و دسروں کو ہمیشہ توکل کی نصیحت کرتے ہیں مگر جس شخص نے ایک نیا مذہب بنا رکھا ہو
اور لوگوں کو ہلاکت کے میرے دین و مذہب پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اس سے یہ توقع کیے
کی جا سکتی ہے کہ وہ حق نفس اور حظ نفس میں فرق کرے۔ حضرت پیران پیر ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں :
اے منافقو! تم توکل کے متعلق سخن باتیں بنالینا کافی سمجھتے تھے حالانکہ تمہارے دل غلوک
خدا کو شریک خدا کر بیٹھے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں :

باز آئے تمہارے مذہب سے اور تمہاری پیروی سے۔ ہماری راہ تمہاری راہ الگ الگ ہے
ہماری اسی میں سلامتی ہے۔ ہم طریق سنت اور توحید و اخلاص کے ٹیلے پر رہنا چاہتے ہیں
تم بدعت و ریاد نفاق کے خندق میں پڑے ہو۔

حضرات پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کی نصیحت بھی آپ نے سنی لی۔ اب مولانا احمد رضا خان کی
نصیحت بھی پڑھ لیجیے۔ اہل اشد اور دسروں کا فرق ان میں واضح طور پر کھلے گا :

میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے
اہم فرض ہے۔

سرکار ہند حضرت مجدد الف ثانی کی نصیحت

حضرت امام بابائی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ :

بدعت اندھیدوں کو بڑھاتی ہے اور سنت کے ذر کو کم کرتی ہے۔ سنت کے کام

بڑھک اندھروں کو کم کرتے ہیں اور نور بڑھاتے ہیں۔ جو شخص چاہے سنت کا نور بڑھائے جو چاہے شیطان کی جماعت کو بڑھائے اور جو چاہے اللہ کی فرج میں شامل ہو۔ اس وقت کے صوفی اگر انصاف پر آئیں اور اسلام کی کزوری اور جھوٹ کا پھیلاؤ دیکھیں تو سنت کے علاوہ کسی چیز میں اپنے پیروں کی پیروی نہ کریں۔ سنت کی اتباع یقیناً نجات دینے والی ہے۔ ۱۷

سنی عقائد اور بریلوی مذہب میں فرق آپ پڑھ چکے ہیں۔ سنی عقیدے کے مطابق اہل چیزیں نہیں ان کے دینے کا ثواب پہنچتا ہے۔ بریلوی مذہب میں قرآن مجید پڑھنے کا ثواب پہنچتا ہے لیکن کھانا خود پہنچتا ہے جیسے کہ اہل کفن اس معاملہ کو مل گیا تھا۔

قرآن مجید پڑھنے کا ثواب

اس مسئلے میں سنی اور بریلوی دونوں متفق ہیں کہ مروجین کو قرآن مجید پڑھنے کا ثواب حسب نیت ضرور پہنچتا ہے۔ بریلوی مذہب والے قرآن مجید کے ثواب پہنچنے کے قائل ہیں لیکن کھانا یا کفن ان کے ہاں اصل ہی پہنچتے ہیں۔ کھانا پہنچانے کا ان کے ہاں طریق یہ ہے کہ اس کے ساتھ قرآن مجید پڑھا جائے قرآن کریم کا ثواب پہنچے گا لیکن کھانا خود پہنچے گا۔ مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کو دنیا سے جلنے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تمنا یا کھانے کے ساتھ پہنچاتے ہیں اسے فاتحہ کہتے ہیں۔ ادیلے کرام کو جو ایصالِ ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں۔ ۱۸

ثواب کا لفظ اس عبارت میں قرآن مجید کے ساتھ ہے۔ یہ ثواب تمنا بھی پہنچتا ہے اور ان کے ہاں کھانے کے ساتھ بھی۔ یعنی قرآن پڑھنے کا یہ ثواب اور کھانا دونوں مروجہ کو پہنچ جاتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں ادبیاد اللہ کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ کیا ادبیاد اللہ مسلمان نہیں ہوتے؟ یا مسلمان وہی ہوتا ہے جو بریلویوں کے سوا باقی سب مسلمانوں کو کافر کہے۔ ہاں خاں صاحب بریلوی نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ یہاں کو نہ صرف مراد ہے اور ایصالِ ثواب کو تعظیماً نذر و نیاز کہنے کی ابتداء اسلام میں کب سے ہوئی۔ کیا بریلوی حضرات انے کوئی تاریخی استناد مہیا کر سکیں گے۔

اہل میت کے کھانے کی شرعی حیثیت

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنے عزیزوں کو وصیت کی کہ فاتحہ ہفتہ میں دو مین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بیچ دیا کریں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بریلوی مذہب میں اہل میت کو کھانا تیار کرنے اور بیچنے کی عام ترویج ہے۔

یہ فاتحہ ہفتہ میں تین دفعہ ہو تو دوسرے دن کرنی ہوگی۔ اعزہ کو خان صاحب کی وفات کا آخر تین دن تک تو سوگ رہا جو گا اور ان دفن میں بھی ان کو کھانوں کی تیاری کرنی پڑی ہوگی۔ اب آئیے دیکھیں اس کی شرعی حیثیت کیسا ہے۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں:

كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة ۛ

ترجمہ: ہم دہا صاحب رسول اہل میت کے ہاں جمع ہونے اور ان کے ہاں کھانا تیار کرنے کو عاہیت کے دور کا نام سمجھتے ہیں۔

نور خانی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، صحابہ کرام نے اس اجتماع اور کھانے تیار کرنے کو بھی اسی کی فروع میں شمار کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ اعزہ ان کھانوں کی تیاری میں لگ جائیں اور دودھ کا ہٹ تک بھیجیں خود دوسروں کو انہیں کھانا میا کرنا چاہیے کیونکہ ان پر ایسا مال گزرا ہے کہ خود کھانا تیار کرنا ان کے لیے خاصا گراں ہے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد انا هم ما يشغلهم ۛ

ترجمہ: جعفر کے گم والوں کے لیے کھانا تیار کرو۔ ان پر ایسی اقدار ہے کہ وہ اسی میں مشغول ہیں۔

محدث جلیل طاعلی قادیانی اس پر لکھتے ہیں:

واصطناعه اهل الميت له لاجل اجتماع الناس عليه بدعة مكروه بل صح

عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کنا نعدہ من النياحة وهو ظاہر فی التحريم

قال الفزالی ویسکر الاكل منه قلت هذا اذ لم یکن من مال الیتیم والعائس

والا فهو حرام بلا خلاف۔

ترجمہ: اور گروہ والوں کا لوگوں کے اجتماع کے لئے کھانا تیار کرنا بدعت منکر وہ ہے بلکہ حضرت جبریل سے ثابت ہے کہ میت والوں کی طرف سے کھانا اُحلانے کو فوج خوانی میں سے سمجھتے تھے اور اس کا حرام ہونا ظاہر ہے۔ امام غزالی کہتے ہیں۔ اس کا کھانا منکر و تحریمی ہے یہ تب جبکہ مالِ قیم یا کسی غیر حاضر وارث کے مال سے نہ ہو ورنہ بلا فوج خوانی۔ اب آپ ہی سوچیں مولانا احمد رضا خان کے اعزہ پر اسی دن سے سترہ پر تکلف کھانوں کی تیاری کس قدر گراں گزری ہوگی۔ کیا یہی سنت ہے۔ کیا یہی بات نہیں جسے صحابہ کرام دور جاہلیت کی بات سمجھتے تھے۔ اَلیس منکر و جمل رشید۔

ختم میں ستر ہزار چھوہارے

اسلام میں ایصالِ ثواب کے لیے چیزوں کی کوئی خاص مقدار معین نہ تھی۔ بریلوی مذہب میں یہاں پر بھی کوئی حرف قائم کر لیا گیا۔ مولانا احمد رضا خاں کے حقائق مولوی عرفان علی صاحب نے مرتب کیے ہیں ان میں یہ مسئلہ سوال و جواب کے طور پر مرقوم ہے۔

مسئلہ ۷: میت کے سوم کا کس قدر وزن ہونا چاہیے؟ اگر چھوہاروں پر فاختہ دی جائے تو ان

کس قدر وزن ہو؟

الجواب: کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں۔ اتنے ہوں جن میں ستر ہزار عدد پورا ہو جائے۔
جواب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں جواب مذہبِ اہل سنت کے مطابق ہے کہ کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں اور دوسرے حصے میں بریلوی مذہب کا بیان ہے۔ غور کیجئے ایک چھوہارا اگر نصف تولے کا ہو تو بریلوی کے ہر نیچے میں ۱۰ سے ۲۷ سیر چٹانک چھوہارے ضروری ہو گئے۔ نیچے کے ہر ختم میں اتنے چھوہاروں کی دستیابی کیسے ہوگی اور پھر اتنے چھوہارے رکھے کہاں جائیں گے اور کہاں سائیں گے۔ یہ بھی سوچنے کی بات ہے۔ علینے یہاں تصریح نہیں کی کہ یہ ستر ہزار چھوہارے ہی بھیج دینے ہیں یا ان کا ثواب بھیجنا ہے۔ اگر اصل چھوہارے ہی بھیجنے ہیں تو انہیں دفن کرنے میں کیا دقت نہ ہوگی۔ بصورتِ دیگر انہیں کہاں رکھا جائے گا اور کیسے تقسیم کیا جائے گا۔

۱۔ مرقات جلد ۴ ص ۹۹ و یویدہ مافی آخر الجنائز من فتح القدیر جلد ۴ ص ۴۷۳ حیث قال و

یکره اتخاذ العیافۃ من الطعام من اهل المیت لانه شیع فی السرور لانی الشرور وھی

بدعة مستقبحة۔ فتاویٰ شامی جلد ۵ ص ۵۸۴، ۱ ص ۴۲۲۔ ۲۔ عرفان شریعت حصہ اول ص ۳

مختصر مجاہد ختم میں تو یہ ستر ہزار چھ ہاروں کا مسئلہ خاصی پریشانی پیدا کرے گا۔ اندیشہ ہے کہ دسے سے لوگ بھی بریلوی مذہب چھوڑ جائیں۔

بریلوی علماء نے اس خطرے کے پیش نظر اب چھ ہاروں کو جنوں سے بدل لیا ہے۔ کسی بڑے شخص کا ختم ہو تو ستر ہزار چھ ہارے پورے کر لیتے ہیں۔ چھوٹے کا ہو تو ستر ہزار جنوں سے ہی کام چلا لیتے ہیں۔ لیکن جنوں کے ساتھ بتلے ضرور جمع کرتے ہیں۔

سوم کے چنے بتاشے

مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :

سوم کے چنے بتاشے کہ بغرض ہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کے قصد سے ہوتے ہیں یہ اس حکم میں داخل نہیں نہ میرے اس فتوے میں ان کی نسبت کچھ ذکر ہے۔ یہ اگر مالک نے صرف محتاجوں کے دینے کے لیے منگائے اور یہی اس کی نیت ہے تو غنی کو ان کا بھی لینا ناجائز ہے۔ لے

اس سے پتہ چلا کہ صرف ستر ہزار چھ ہاروں سے کام نہیں چلتا۔ سوم میں چنے اور بتاشے اس کے علاوہ ہوتے ہیں۔ مولانا کے ہاں جب چنے بتاشوں کے ساتھ مل کر آتے ہیں اور اسی طرح ختم میں انہیں لایا جاتا ہے تو ان کا ستر ہزار چھ ہاروں سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ انہیں خواہ مخواہ ستر ہزار جنوں سے بدلنا سب سے بے حاصل ہے۔

شبِ برات میں حلوہ

میت کے سوم پر ستر ہزار چھ ہارے اور چنے بتلے کافی ہیں لیکن شبِ برات پر حلوہ ضروری ہے۔ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حلوہ سب میٹوں کو مرغوب ہوتا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو پھر اس کی شبِ برات سے تخصیص کیسی؟ پھر یہ سوم میں بھی ہونا چاہیے، لیکن کیا وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے وہاں چھ ہاروں اور جنوں بتاشوں پر کفایت کر لی۔

دنیا میں انسانوں کے ذوق مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی میٹھی چیزوں کو پسند کرتے ہیں اور کئی تلکین کو اور کچھ ددوں کو۔ بریلوی ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ختم میں وہ چیزیں آگے بھی جائیں جو مرحوم کو زیادہ مرغوب

تھیں اور دوسری طرف شبِ برات کا علوہ سب پر لازم کرتے ہیں۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ان کے منقہ احمدیہ صاحب گجراتی لکھتے ہیں :

رب فرماتا ہے لن تنالوا البر حق تنفقوا معا تحبون۔ شبِ برات کا علوہ اور

میت کی فائزہ اسی کھانے پر کرنا جو میت کو مرغوب تھی اسی سے مستحب ہے۔ ۱۔

معا تحبون کا ترجمہ جو تم پسند کرتے ہو کی بجائے یہ کرنا کہ جو تم کو پسند کرتے تھے ”عجب شاہن
اجتہاد اور عجیب استدلال ہے اور شبِ برات کے علوے کو اس ضابطہ سے ثابت کرنا کہ علوہ تمام میتوں کو
مرغوب ہوتا ہے عجیب مغربی ہے۔ مولانا احمد رضا خان اسے مرثیے کی پسند پر یا اپنی پسند پر نہیں چھوڑتے۔
مطلق فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ سب میتوں کو مرغوب ہوتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان اسے پسند کرنا کی اور دوسرے لکھتے ہیں۔

علوے کے پسند کرنے کی وجہ

نیا زکاویسے کھانے پر ہونا بستر ہے جس کا کوئی حصہ بھینکا نہ جائے جیسے زردہ یا علوہ

یا خشک یادہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علوہ کر لی گئی ہوں۔ ۲۔

سب مجتہدین جمع ہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر اجتہاد کر رہے ہیں۔

۳۔ ایں خانہ ہم آفتاب است

غذا مرغن اور غیر مرغن میں فرق

ختم کے موقع پر بڑی اور چھوٹی چیزوں کا فرق اعلیٰ یا ادنیٰ چیزوں کا فرق قیمتی اور سستی چیزوں کا فرق
کیا اس کی کوئی شرعی حیثیت ہے ؟

جاہلوں میں دیکھا جاتا ہے کہ جہاں کھانے پر تکلف ہوں اور عمدہ ہوں بریلوی علماء ختم لمبا پڑھتے ہیں
اور فاتحہ میں وقف طویل کرتے ہیں اور جہاں سادہ دال پی ہو وہاں نہایت مختصر فاتحہ پر کھایت کر لی جاتی ہے۔
اس طریق کی کیا کوئی شرعی حیثیت ہے یا یہ ختم پڑھنے والوں کا محض اپنا ذوق ہے ؟ مولانا احمد رضا خان
کی وصیت میں یہ ارشاد بھی ملتا ہے :

فاتحہ میں طویل وقفہ نہ کیا جائے۔ غذا مرغن ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ۴۔

ختم میں غذا مرض اور غیر مرض کا فرق کرنا عجیب فقہی مسئلہ ہے یا رضا خانی ذوق ہے، ہم اس مسئلے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔

ختم کے بریلوی آداب

بریلوی لوگوں میں ختم کے جو آداب رائج ہیں ان میں یہ امور نہایت ممتاز ہوتے ہیں (۱) کھانا ختم پڑھنے والے کے آگے رکھا جاتا ہے۔ اس کے بغیر مولوی صاحب کا دل نہیں لگتا۔ (۲) کھانا آگے رکھنے کو ضروری خیال کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس وقت کھانے کی جو پلیٹ سامنے ہوتی ہے اسے لے جا کر پھر ساری دیگ میں ملاتے ہیں تاکہ پوری دیگ ختم میں شمار ہو جائے۔ (۳) ختم کے کھانے پر برادری، اعزہ و درشتہ دار جمائے اور دوست سب اس طرح ملائے جاتے ہیں جیسے دعوت کی تقریب ہو۔ (۴) کچھ کھانا قبروں پر بھی لے جاتے ہیں جیسے دودھ مولانا احمد رضا خان کی قبر پر لے آئے تھے۔ (۵) ختم ایصال ثواب کے لیے کچھ دفتوں کی تعیین ہوتی ہے۔ عملی تعیین نہ ہو تو ذکر کی تعیین ضرور کی جاتی ہے۔ (۶) اولیائے کرام کو بھی لے کے لیے خاص خاص کھانے ملے کیے جاتے ہیں۔

کھانا سامنے رکھنا

بہتوں نے ایک حدیث وضع کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو حضور نے کھانے اور دودھ کو سامنے رکھ کر ان پر ختم پڑھا۔ (استغفر اللہ) یہ حدیث بالکل من گھڑت ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی اسے قبول نہیں کیا۔ کوئی شیعہ مولوی امداد حسین تھے جنہوں نے حنفیت کا بادہ اوڑھ کر مسائل ضروریہ خلاصہ مذہب حنفیہ نام کی کتاب لکھی اور اس میں اس قسم کی باتیں بیج کر دیں اور اپنی مجالس محرم میں کھانے سامنے لاکر ختم پڑھنے کی سند مہیا کر دی۔ یہ ایک ایسی زیادتی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں بھی اس کی تائید نہ کر سکے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ایصال ثواب کے لیے کھانا آگے رکھنا کیسا ہے، تو آپ نے فرمایا:

وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بے کار بات ہے مگر اس کے

سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں۔ لے

آئیے بریلوی حضرات کے اس سستہ مزدوریہ کا ذرا تفصیل سے جائزہ لیں۔ یہ بریلویت مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک کہاں تک درست ہے۔ یہاں بڑے واضح الفاظ میں کھانا ماننے رکھنے کو بے کار بات کہا ہے۔

کھانا آگے رکھنے کو ضروری سمجھنا

جو چیز بے کار ہو اسے ضروری سمجھنا جہالت ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ایصالِ ثواب کے لیے دوسرے دن کی تعیین کو ضروری سمجھنے کے بارے میں لکھا ہے:

انہی دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس اصول پر ہم کھانا آگے رکھنے کو ضروری جاننے والوں کو بھی اور کچھ نہیں تو جاہلِ مزدور کہہ سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جو جملہ اسے ضروری جانتے ہیں وہ کس جہت سے اسے ضروری سمجھتے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ اسے شرعی طور پر ہی ضروری سمجھتے ہوں گے۔ یہی بدعت کی حقیقت ہے کہ جو چیز شرع میں نہیں اسے شرع کا حکم سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

ختم کے کھانے پر اغنیاء کا جمع ہونا

جہاں کیختم کی مجلس ہوتی ہے عزیز رشتہ دار، برادری کے معزز افراد اجاب دست جمع ہوتے ہیں اور جو کھانا ایصالِ ثواب کے لیے تیار کیا گیا تھا اسے دعوت کے طور پر یوں کھا جاتے ہیں جیسے کوئی شادی کی تقریب ہو۔ وہ بریلوی علماء جو یقیناً زکوٰۃ کے ستم نہیں ہوتے، خاصے غنی ہوتے ہیں ختم کا کھانا شیر مادر کی طرح منع کرتے ہیں اور کہیں نہیں کہتے کہ ایصالِ ثواب صرف فقراء کا حق ہے۔ غنی کو اس کے کھانے کی اجازت نہیں۔ بلکہ جو روکے اسے انشاداً ہی کہا جاتا ہے۔ کاش یہ لوگ دیکھ لیتے کہ اس باب میں مولانا ابو رضا خاں کا فتویٰ کیا ہے؟

مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لیے ہے۔ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔

غنی نہ کھائے۔ لے

مولانا احمد رضا خاں کا ایک یہی فتویٰ ہے جس کی بریلوی کھل کر مخالفت کرتے ہیں اور جہاں ختم کی مجلس ہوا یہ درغریب سب پہنچ جاتے ہیں اور فقراء و مسکین کا حق کھیلے بندوں جہم کر جاتے ہیں۔

کھانا قبروں پر لے جانا

کھانا قبروں پر لے جانا اور وہاں قاریوں اور دوستوں کو کھانا شریعت میں قطعاً منوع تھا۔ فتاویٰ شامی میں ہے:

يَكُونُ اتِّخَادُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْأَسْبِوعِ وَفَقْلُ الطَّعَامِ الْمُنَاسِبِ فِي الْوَسْطِ ۝

ترجمہ: اور مکروہ ہے کھانا تیار کرنا۔ پہلے دن، تیسرے دن یا ہفتے کے بعد اور مختلف موقعوں پر کھانا قبر پر لے جانا اور قرآن عزائی کے لئے دعوت کرنا اور قاروں و صلحا کو ختم قرآن کے لئے جمع کرنا یہ سب مکروہ ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کو یہ بات معلوم تھی لیکن کھل کر نہ فرمایا کہ کھانا قبرستان میں لے جانا درست نہیں صرف یہ کہا کہ فاتحہ کا کھانا قبروں پر رکھنا منع ہے۔ معلوم ہوتا ہے بدعتی اس وقت کھانا قبروں پر بھی رکھتے تھے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

فاتحہ کا کھانا قبروں پر رکھنا تو دیا ہی منع ہے جیسے چراغ پر رکھ کر مٹانا اور اگر قبر سے جدا رکھیں تو حرج نہیں۔ ۱۰

دیکھیے کس صفائی سے قبرستان میں کھانا لانے کا جواز پیدا کر دیا کہ قبر سے ذرا فاصلے پر رکھیں تو کوئی حرج نہیں۔ پیش نظر ہے کہ غنا صاحب خود قبر سے ذرا فاصلے پر ہی ٹھہرتے تھے۔ یہ بریلوی مذہب کی بات تھی جہاں تک اسلام کا تعلق ہے علامہ نووی شرح منہاج میں لکھتے ہیں:

الاجتماع على المقبرة في اليوم الثالث وتقسيم العود والعود واطعام الطعام في الايام المخصوصه كالثالث والخامس والتاسع والعشرين والاربعين والشهر السادس بدعت ممنوعة۔ ۱۱

ترجمہ: قبروں پر تیسرے دن جمع ہونا گلاب اور عود کی تقسیم، تیسرے پانچویں نویں دسویں بیسویں چالیسویں اور ششماہی کے مخصوص دنوں میں دغریبوں کو کھانا کھانا بھی بدعت ممنوعہ ہے۔

ایصال ثواب کے لیے دنوں کی تعیین

۱۰ رد المحتار جلد ۲ ص ۸۴۲ ۱۱ احکام الشریعت جلد ۲ ص ۶۲ ۱۲ منقول از افق واسطہ ص ۱۵

علامہ نووی کے اس بیان سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ایصالِ ثواب کے لیے کچھ خاص باتوں کی تعیین ہرگز جائز نہیں۔ جہاں تعیین پابندی سے ہوگی لوگ اسے ضروری سمجھیں گے اور یہ طریقت پر افتراء ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالمطلب متقی کے شیخ حضرت علی متقی بدعاتِ تعزیت کی مذمت کرتے ہوئے تیجہ کی رسم کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان هذا الاجتماع في اليوم الثالث خصوصاً ليس فيه فريضة ولا فيه وجوب ولا فيه سنة ولا فيه استحباب ولا فيه منفعة ولا فيه مصلحة في الدين بل فيه طعن ومذمة وملازمة على السلف حيث لم يبينوا له بل على النبي صلى الله عليه وسلم حيث تركه حقوق الميت۔ بل على الله سبحانه وتعالى حيث لم يكل الشريعة... ليكون حراماً لنفسه لهذا الاجتماع له

ترجمہ: یہ تیسرے دن کا اجتماع نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ نہ اس میں کوئی فائدہ ہے نہ کوئی دینی مصلحت بلکہ اس میں سلف پر طعن، مذمت اور ملازمة مضمر ہے کہ انہوں نے اسے بیان نہ کیا تھا بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض آتا ہے کہ آپ نے میت کے حقوق بیان نہ کیے تھے۔ (معاذ اللہ)

ان تخصیص الذکر بوقت لم یرد به الشرع غیر مشروع۔ ۱۔
ترجمہ: بے شک ذکر کو کسی ایسے وقت کے ساتھ خاص کرنا جس کا ثبوت شرع سے نہ ہو ناجائز ہے۔
علامہ بیرونی جو سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں ہندوستان آئے تھے بیان کرتے ہیں کہ اموات کو ثواب پہنچانے کے لیے خاص دلوں کی تعیین واصل ہندوؤں کی رسم تھی۔ وہ مختلف ذاتوں کے مردوں کو مختلف دلوں میں گنا یا جینے کا عقیدہ رکھتے تھے۔

ہندوؤں کے ہاں مختلف میتوں کے بڑے ختم کے دن مختلف ہیں۔ برہمن کے لیے گیارہواں دن، کھتری کے لیے تیرہواں دن، دیش کے لیے جو کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں پندرہواں دن اور شودر جیسی اقلام کے لیے پانچواں یا اکیسواں دن مقرر ہے۔ ان کے ہاں ختم کو سراہہ کہتے ہیں۔ سراہہ کا کھانا تیار ہو جائے تو اس پر پٹت کہلا کر کچھ دیدہ بڑھاتے ہیں۔ ۲۔

جو علماء دلوں کی اس گنتی کو جمالت بھی سمجھیں پھر بھی اپنے لوگوں کو ہندوؤں کی پیروی سے نہ روکیں ان کے اس طرز عمل کے بارے میں اس کے سوا کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ علماء مسلمانوں کے ہاں ہندو متذیب کے لیے دروازے کھول رہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں اقرار کرتے ہیں :

شریعت میں ثواب پہنچانا ہے، دوسرے دن ہو یا تیسرے دن، باقی یہ تعین عرفی ہیں۔

جب چاہیں کریں۔ انہی دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے۔ ۱۔

جہاں یہ تعین عرفی نہ بھی جائے، لوگ اسے شرعی درجہ دینے لگیں یہاں تک کہ اس کے لیے حدیثیں وضع ہونے لگیں تو پھر یہ نری جہالت نہ رہے گی، بدعت بھی قرار پائے گی۔ تعین عرفی نہ رہے گی۔

اولیائے کرام کے لیے خاص خاص کھانے

یہ عقیدہ کہ حضرت پیران پیر گیارہویں کے ختم میں کھیری پسند کرتے ہیں، حضرت بوطی قلندر کے لیے ختم میں سمنی چلیبے، شیخ سعد کے لیے گھٹے چاہئیں، حضرت امام جعفر کے لیے کوئٹہ میں ملوہ اور پوریاں ہوں، شاہ مدار کو مالیدہ، بیجنا چلیبے، غلام بزرگ کو سری پائے پکا کر ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔ یہ ختموں کا کاروبار چلانے والوں کی محض اپنی تخصیصات ہیں جو انہوں نے ذاتی بدلنے کی فطری خواہش سے خود بخود کر رکھی ہیں۔ شرع میں ایصالِ ثواب کے لیے کیسے کھانوں کی کوئی تخصیص نہیں۔ مولانا احمد رضا خان نے بھی وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے جن چٹ پٹے کھانوں کی جو فرست تیار فرمائی ان کی تخصیص شرع میں کیسے وارد نہ تھی نہ یہ کیسے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے کبھی کھانوں کی ان انواع کو کہیں طلب کیا ہو۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

بعضے از زمان در وقت افطار شاعت اس فعل گویند کہ ما اس روز ہار بارائے خدا
نکامے دارم و ثواب آں را بہ پیراں نے بخشیم اگر دریں امر صادق باشد تعین از زائے میام
چہ در کار است و تخصیص طعام و تعین شیخ مختلفہ در افطار بارائے حیثیت۔ ۲۔

ترجمہ : بعض عورتیں اس کام کو برا کہنے پر کہتی ہیں کہ ہم یہ روزے خدا کے لئے رکھتی ہیں اور ان کا ثواب اپنے پیروں کو بخشتی ہیں۔ اگر وہ اس بات میں کچھ ہوں تو روزوں کیلئے ان دنوں کا تعین اثر کس لئے؟ بعض کھانوں کی تخصیص اور افطار میں طرح طرح کے شیعہ طریقوں کا تعین آخر کیوں ہے۔

قبور و مزارات

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اء الله خير بما يشركون اما بعد
ہر جان کے لیے موت مقدر ہے اور ہر کسی کو ایک دن موت کا پیالہ پینا ہے۔ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اور اس کے کچھ آداب و حالات ہیں۔ اسلامی آداب کے پہلو پر پہلو بریلوی مذہب کا بھی مطالعہ کیجیے:

دفن میت کا جو طریق اہل اسلام میں شروع سے چلا آتا ہے نہایت سادہ اور وقت کی مناسبت سے نہایت فطری ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

يا على ثلاثۃ لا تقو خور (۱) المصلۃ اذا مات (۲) والجنائزۃ اذا حضرت (۳) والایم
اذا وجدت لها كفوا۔ لے

ترجمہ: اے علی تین موقعوں پر تاخیر نہ کی جائے۔ ۱۔ نماز کا جب وقت ہو جائے۔ ۲۔ جنازہ جب حاضر ہو جائے۔ ۳۔ اور لڑکی کے لئے جب تجھے کفو (برابر کا رشتہ) مل جائے۔

مولانا احمد رضا خاں کی وصیت

مولانا احمد رضا خاں اپنی وصیت میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

حامد رضا خاں سات مرتبہ اذان دیں۔ تلقین کرنے والے قبر کے مواہد میں تین بار تلقین کریں۔

ہارا گھنٹہ تک قبر پر مواجد میں درود شریف باواز بلند پڑھا جائے اور مومن ہو سکے تو
تین شبانہ روز تک باواز بلند قرآن شریف اور درود شریف پڑھوائے جائیں تاکہ اس
نئے مکان میں دل لگ جائے۔ ۱۷

قبر میں سوال و جواب

احادیث سے ثابت ہے کہ قبر میں ہر شخص سے یہ تین سوال کیے جاتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟
تیرا دین کیسا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس وقت وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا
ہے یا آپ کی صورت مبارک دکھائی جاتی ہے یہاں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں لیکن بریلوی مذہب
میں ہے کہ وہاں مرنے والے کے پیر کی آمد ہوتی ہے اور مرید کے بجائے وہی فرشتوں کو جواب دیتا ہے۔

قبر میں پیر کی آمد کا عقیدہ

فیوضات فریدیہ میں ہے:

جان لو کہ اپنا شیخ جس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے مرنے کے وقت قبر میں آجاتا ہے
اور اپنے مرید کی طرف سے فرشتوں کو حق کے مطابق جواب دیتا ہے اور اسے نجات دلاتا
ہے۔ پس ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ شیخ کالی کو پکڑیں تاکہ شفیع ہوں۔ ۱۸

پس جن بریلویوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر میں تشریف لے جاتے ہیں،
انہیں اپنے عقیدے کی اصلاح کرنی چاہیے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر میں آنا کوئی قطعی بات نہیں۔
خود مولانا احمد رضا خان قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیے گئے سوال ماننا کنت تقول فی
ہذا الجمل کے سلسلہ میں کہتے ہیں:

نہ معلوم سرکار خود تشریف لے جاتے ہیں یا روضہ مقدسہ کا پردہ اٹھا دیا جاتا ہے قرابت
نے کچھ تفصیل نہ بتائی۔ ۱۹

پس بریلوی جس یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر میں تشریف لاتے ہیں اس کی بنیاد خود مولانا احمد رضا خاں نے ہلا کر رکھ دی ہے اور اس سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں حضور ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے، ورنہ وہ آپ کے قبر میں تشریف لانے کا احتمال بھی ذکر نہ کرتے۔

منکر و نکیر کو جواب

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ منکر و نکیر فرشتے جب سوال کریں گے کہ تو کس کی جماعت میں سے تھا تو وہ فرشتوں کو یہ جواب دیں گے :

نکیرین آگے مقدم ہیں جو چاہیں گے تو کس کا ہے ۔ ادب سے سر جھکا کر لوں گا امام احمد رضا خاں کا ۔
اس وقت جواب یہ چاہیے تھا کہ میں محمد رسول اللہ کی امت میں سے ہوں آپ میرے نبی تھے۔
مگر انھوں نے کہ بریلویوں نے وہاں مولانا احمد رضا خاں کا نام لینے کا عقیدہ بنا رکھا ہے۔

مزاروں پر چڑھاؤ

بزرگوں کے مزارات سجادہ نشینوں کے لیے کٹائی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ بعض جگہوں پر پہلے سے ٹھیکہ ہو جاتا ہے۔ نقدی کے علاوہ کھلنے پھینے کی چیزیں دن رات وہاں آتی رہتی ہیں۔ بدوشی کے بہانے بہت ساتیل وہاں جمع ہوتا ہے جسے سجادہ نشین آگے ہول سیل دکانداروں کو بیچ دیتے ہیں۔ بھل کے اس دور میں تیل کے چڑھاؤے برابر جاری ہیں۔ مجاور صاحبان بریلوی علماء کو عرسوں پر ہلا کر اپنی اس آمدنی سے حصہ دے کر اپنے سارے اعمال کی ان سے تائید کر لیتے ہیں حالانکہ ان چڑھاؤوں کا شریعت میں کوئی جواز نہ تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فتاویٰ عالمگیری اور دیگر کتب فقہ حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

اکثر عوام جو اولیاء اللہ کی نذر مانتے ہیں بالا جماع باطل اور حرام ہے۔
کاش کہ عرس میں شامل ہونے والے علماء جو کہتے رہتے ہیں کہ عوام کی اکثریت جو کرے وہی درست ہے وہ حضرت شاہ صاحب کے اس فتوے پر غور کرتے اور ایک نفع فانی کے لیے آخرت کے نفع باقی کو قربان نہ کرتے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب در مختار میں ہے :

احلہ ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یخذ من الدراہم والضعف والفتن
 ونحوہا للخصاخ الا دیار الکرام تقویاً الیہم وفیہم بالاجماع باطل لہ
 ترجمہ: جان کو اکثر عوام جو مر جاتے ہیں اور مر چکے، چراغ، تیل اور اس طرح کی چیزیں
 اور ایسے کرام کے مزارات پر ان کا قرب حاصل کرنے کے لیے (انہیں خوش کرنے کے لیے) لے جاتی جاتی ہیں
 یہ عمل بالاجماع باطل ہے۔

مزاروں پر بکری

بزرگوں کے نام پر جانوروں کو نامزد کر دینا اور چران جانوروں کو مزارات پر لاکر خدا کے نام سے ذبح کرنا
 کتب بڑا اعتقاد عملی ہے مگر بریلوی مذہب میں یہ سب کام جائز ہیں۔ اہل سنت ان تمام کاموں کو ناجائز جانتے
 ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

حیوانات مائدہ شایعے کے گندہ و بر سر قبر ہائے ایشان رفتہ آن حیوانات را ذبح کرے
 فائدہ در روایات فقہیہ اس عمل را داخل شرک ساختہ اند و در باب مبالغہ نمودہ لہ
 ترجمہ: حیوانات کو جو شایع کی نذر ملتے ہیں اور ان کے مزارات پر جا کر انہیں ذبح کرتے ہیں
 فقہ کی روایات میں اس عمل کو بھی شرک شمار کیا جاتا ہے اور اس سلسلے میں بہت سختی کی گئی ہے۔
 حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا فتویٰ:

”ہر کہ بر ذبح جانور تقرب بغیر خدا نماید ملعون است و خواہ در وقت ذبح نام خدا بگوید یا نہ
 چون شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلان است ذکر نام خدا وقت ذبح فائدہ نہ کرد۔ چہ
 اں جانور منسوب باں غیر گشت و نبضے در اں پیدا گشت کہ زیادہ از ضبط ہوا است۔
 ترجمہ: جو شخص جانور ذبح کرنے سے غیر اللہ کا قرب پاسے وہ ملعون ہے۔ خواہ ذبح کے وقت
 خدا کا ہی نام کیوں نہ لے۔ جب اس نے شہرت دے دی کہ یہ جانور فلان بزرگ کے لئے
 ہے تو ذبح کے وقت خدا کا نام لینے نے فائدہ نہ دیا کیونکہ وہ جانور اس غیر اللہ کے نام منسوب
 ہو چکا اور اس میں ایسی ناپاکی آگئی جو مردار کی ناپاکی سے بھی زیادہ ہے۔

لے در عنار بحاشیہ انشائی جلد ۲-۱۵، ۱۶ کے کتابات شریفہ دفتر سوم ص ۱۱۷ فقیر مزیدی ص ۵۱۱

مردار کی ناپاکی محض ناپاکی تھی اور جس پر بدوں تعلیم و تصرف خیر اللہ کا نام پکارا گیا اس میں شرک کی ناپاکی بھی ساتھ آگئی۔ سو حضرت شاہ صاحب نے بجا فرمایا کہ اس جانور کا خبث مردار کے خبث سے زیادہ ہے گو وقت فرج اس پر خدا کا نام ہی کیوں نہ لیا گیا ہو۔

ہاں خدا کا نام لینے سے اگر گزشتہ کاروائی اور نامزدگی سے توبہ مراد ہوتی اور غیر اللہ کے نام نامزد ہونے سے علانیہ رجوع کیا جاتا تو پھر مسئلے کی صورت بدل سکتی تھی لیکن اس صورتِ اولیٰ میں اس غیر کے نامزد جانور پر خدا کا نام لینا شریعت سے ایک اور کھلا مذاق ہے۔ جن علماء نے وقت فرج خدا کے نام لینے کا اعتبار کیا ہے۔ انکی مراد خدا کا نام لینے سے گزشتہ نامزدگی سے رجوع اور توبہ ہی ہو سکتی ہے ورنہ کون ہے جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے اس اہم مسئلہ میں اختلاف کرے۔

اس وقت اس مسئلہ پر بحث پیش نظر نہیں۔ صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ شرک و بدعت کے رو میں جو روش حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اختیار کی تھی۔ محدثین و ہلی اسی روش پر چلے حضرت صفی اسماعیل شہید کاسک بھی وہی تھا۔ جو انہوں نے اپنے شیخ اور شیخ الشیخ محرم حضرت شاہ عبدالعزیز سے علمی اور روحانی وراثت میں پایا تھا اور ان سب حضرات میں مقبضت ہی نسبت روشن تھی۔

نیت شروع سے اہل قبور کے حضور زندہ جانور نذر کر سہل کی ہو شریعت میں یہ پھر دروازہ نہیں رکھا گیا کہ وقت ذبح خدا کا نام لینے سے قبروں پر بکری نذر کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ وقت ذبح خدا کا نام لے کر ان بزرگوں کا ہر صورت میں شائع کے نام کی یہ نذر ماننا داخل شرک ہے۔

مزاروں پر لڑکیوں کا چڑھاوا

برطانیہ مذہب میں تو بزرگوں کے مزارات پر تو بصورت عورتوں کا چڑھاوا بھی چڑھتا ہے۔ ایصالِ ثواب کس چیز کا ہو گا۔ مزاراتِ اولیاء کے قریب کے مجردوں میں وہ لڑکیاں بیچ دی جاتی ہیں اور مردِ باطن باصفان مجردوں میں ان سے حاجت پوری کرتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں اپنے مذہب کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

حضرت سیدی عبدالوہاب اکابرِ اہلئے کرام میں سے ہیں۔ حضرت سید احمد کبیر بدوی کے مزار پر بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا۔ اس مجمع میں چلے آتے تھے کہ ایک تاجر کی

کنیز پر نگاہ پڑی۔ فوراً نگاہ پھیری کہ حدیث میں ارشاد ہے النطق الاولیٰ للہ والثانیۃ علیہ۔ پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہو گا۔ خیر نگاہ تو پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے۔ عرض کی ہاں۔ اپنے رخ سے کوئی بات چھپانا نہ چلے ہے۔ ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہیہ کی۔ اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہیہ فرماتے ہیں۔ معاذہ تاجر حضور ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا۔ انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔ ارشاد فرمایا عبدالوہاب اب دیر کا ہے کی۔ ظلل جھرے میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کر دو۔ ۱۷

مولانا احمد رضا خاں نے یہ نہیں بتایا کہ ان عورتوں کو اپنی حاجت پوری کر تا کون نظر آتا ہے وہ یہ دیکھتی ہیں کہ صاحب قبر ان کے ساتھ مشغول ہیں یا کوئی مرید باصفاء غمغہ لگا رہا ہے۔

مزاروں کے ساتھ حجرے

مذکورہ واقعہ سے یہ پتہ چلا کہ بریلوی مذہب کے مطابق مزارات کے ساتھ حجرے کس لیے ہوتے ہیں۔ یہ حجرے ان خاص مراقبہ نشینوں کے لیے تھے جو اہل اللہ کے قرب میں ریاضت و عبادت کے لیے مقیم ہوتے تھے۔ یہ ان کاموں کے لیے نہ تھے جو بریلویوں نے اب تجویز کر لیے ہیں۔

مزاروں سے آوازیں

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ اہل اللہ کی قبر سے کیسے غرقِ عادت کے طور پر کوئی آواز سنائی دے دے اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں۔ یہ بات لائق تسلیم نہیں کہ وہاں سے اس قسم کی آوازیں آتی ہیں اور وہاں آنے والی مستوراتِ بندگان کے احترام میں کنیزیں اور باندیاں ہوجاتی ہیں اور پھر ان کا مجرودوں میں

۱۷ ملفوظات حصہ سوم ص ۷۸۔ مرحوم کی ملک میں کسی چیز کو دینا عجیب فقہی مسئلہ ہے لیکن دین سید و شہداء اور قرض دیہہ کے احکام اسی دین سے منتقل ہیں۔ مرحومین جو برنخ میں پہنچ چکے ان کو تمسک کرنا ایک نیا مسئلہ ہے۔

جانا یا لے جایا جانا درست ہو جا سکتا ہے۔ یہ کس قدر عجیب اور غلیظ آواز تھی جسے مولانا احمد رضا خاں نقل کرتے ہیں: **عبدالوہاب اب دیر کا ہے کی فلاں حجرے میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پھوڑی کر دو۔**

کاش کہ وہ عورت اس مزار پر نہ جاتی۔ نہ سیدی عبدالوہاب کی اس پر نظر پڑتی نہ اس طرح حجرے آلودہ ہوتے۔ غیۃ المستملیٰ میں عورتوں کا مزارات پر جانا ویسے ہی منع بتلایا ہے۔

ظلم بلائے ظلم یہ کہ مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا، بریلویوں کی تمام مستورات ہیروں کے لیے بانڈیوں اور لونڈیوں کے حکم میں ہیں۔ "ایک دفعہ ایک سپر صاحب مولانا کے زمانہ خانے میں غلطی سے گس گئے اور پھر معذرت کرنے لگے۔ اس پر مولانا احمد رضا خاں نے مسئلے کی وضاحت فرمائی:

حضرت یہ سب آپ کی بانڈیاں (لونڈیاں) ہیں۔ آپ آقا (اللہ) اور آقا زادے ہیں۔ معذرت کی کیا حاجت ہے۔ میں خوب سمجھتا ہوں حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔ لے

اس تصریح کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت بھی کسی حجرے میں جا کر اپنی حاجت پوری فرما سکتے ہیں ورنہ اندیشہ ہے کہ ہاتھ آواز نہ لے: اب دیر کا ہے کی ہے؟ فلاں حجرے میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کر دو۔"

کاش مولانا احمد رضا خاں اس کینز اور اپنے گھر کی مستورات کے بارے میں بھی شریعت کے مندرجہ ذیل احکام پیش نظر رکھتے:

عورتوں کا مزارات پر جانا

ایک طرف تو مولانا احمد رضا خاں نے بزرگوں کی قبروں پر عورتوں کا آنا اور پھر قبروں سے اس قسم کی اکواڑوں کا تعلق بیان کیا ہے، اب دوسری طرف مولانا احمد رضا خاں کا یہ بیان بھی سنیے اور دونوں میں تطبیق کی کوشش کیجیے

عرض، حضور امیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کو جانا جائز ہے یا نہیں؟
ارشاد: غلیہ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر رحمت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے۔ اور کس قدر صاحب قبر کی طرف سے جس وقت گھر

سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔
 سولے روضہ افروز کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ ۱
 علامہ ابراہیم جٹ کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ مولانا احمد رضا خان کو بالآخر ان کی اتباع کرنی پڑی۔
 آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:

مزارات اولیاء دیگر قبور کی زیارت کو جانا باتباع غیہ علامہ عمیق ابراہیم طبعی ہرگز پسند
 نہیں کرتا۔ خصوصاً اس طوفان بے تیزی، رقص و مزامیر و سرود میں جو آج کل جہاں نے
 اعراض طیبہ میں برپا کر رکھا ہے، اس کی شرکت میں تو عوام رجال (مردوں) کو بھی پسند
 نہیں رکھتا۔ ۲

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ آج کل عرسوں وغیرہ میں کیا ہوتا ہے۔ یہی طوفان بے تیزی ہے جو
 کارکنوں کو آخر چھروں میں لے جاتا ہے اور وہ بہانے بناتے ہیں کہ ہمیں قبر سے اس کام کے کرنے کی اجازت
 ملی تھی۔

مولانا احمد رضا خان کو یہاں تک تسلیم کرنا پڑا:

اب زیارت، قور حور قوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ زفر لایا کہ ولی کو حرام ہے
 ادا ایسی کو حلال ہے۔ دیہی کو تو پہلے ہی حرام تھا، اس زمانے میں کیا تخصیص۔ ۳

مزاروں پر چھریاں

حضرت شاہ نظام الدین اولیا کے سجادہ نشینوں میں خواجہ حسن نظامی صاحب اردو کے بڑے نامور
 ادیب گزر رہے ہیں۔ آپ کے ادبی شاہ پارے ادبی رسائل کی جان ہوتے تھے۔ آپ ایک جگہ لکھتے ہیں اور
 مزاروں کے اندرون خانہ حالات سے پردہ اٹھ جاتا ہے:
 بچپن میں جس قسم کی چھریاں میں نے کیں ان کے خیال سے . . . ۴

اب آپ ہی خیال فرمائیں اگر کچھ لوگ مزاروں پر ہونے والے اس کاروبار سے روکتے ہیں تو
 انہیں بزرگوں کا نام ماننے والا کہہ کر کس طرح ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ آپ ہی بتائیں کیا یہی مذہب اہل سنت
 ہے جو ان لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے اور کیا یہی اصحاب مزارات کا طریقہ تھا جو ان رسوں کی شکل میں آج

جاری ہے۔ یہ حضرات اولیائے کرام تو زندگی بھر سنت کی شمعیں روشن کرتے رہے تھے۔ انہوں نے کمان کے غود غرض مریدوں نے ان کے مزارات کو مرکز تجارت بنالیا۔

اسلام کی شانِ اعجاز دیکھئے کہ اولیائے کرام کے مزارات پر ہر طرح کی رسوم و بدعات کے باوجود کل انبیاء و اولیاء کے سرتاج حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ النور ان تمام خرافات سے محفوظ ہے اور تو اور خود مولانا احمد خان صاحب لکھتے ہیں،

روضہ النور پر حاضری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضری پر بہت عظیم سعادت ہے۔ حج کے بعد جو روضہ پر سلام کے لیے حاضر نہ ہو اس نے بڑی جفا کی۔ یہاں کی حاضری عورتوں کے لیے منوع نہیں۔ ہاں جو کم کی صورت ہو تو فاصلے سے ہی سلام پیش کر دیں۔ غیر محرموں کے ساتھ آگے بڑھنا حرام ہے۔ مولانا احمد رضا لکھتے ہیں

زیارت روضہ النور کے وقت نہ دیوارِ کریم کو ہاتھ لگائے نہ چوڑے نہ اس سے چمچے نہ طواف کرے نہ زمین چوڑے کہ یہ سب بدعتِ قبیحہ ہیں

انہوں نے اس تصریح کے باوجود مولانا احمد رضا خان روضہ مبارکہ کے اندر دنی احوال کا تقدس قائم نہ رکھ سکے۔ روضہ منورہ کے اندر کے حالات کا نقشہ رضا خانی عقیدہ میں ملاحظہ کیجئے۔

روضہ مبارکہ کے اعمال

حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ جوتے ہیں اور (تلفذاً) عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ہزاروں سلام پڑھنے والے ہوں تو بھی ان کے سلام میں نزاع نہیں ہوتا اور درودِ مبارک برابر ایک سلام کی طرف متوجہ رہتی ہے۔

مگر بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبر میں اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں (استغفر اللہ) اور پھر ازواجِ مطہرات کے بارے میں پیش کئے جانے کی یہ تعبیر کس قدر بے حیا اندازِ فکر ہے۔ انہوں نے مولانا احمد رضا خان نے اس گستاخانہ تعبیر میں کچھ جھجک محسوس نہ کی۔

ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی

انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہروں میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ لے

مولانا احمد رضا خان نے ازواج مطہرات کی شان میں یہ گستاخی دریں کی ہے جہاں وہ سیدی عبد الوہاب کو حضرت سید احمد کبیر کے مزار سے یہ آواز سنا رہے تھے کہ فلاں حجر میں لے جاؤ اور اپنی حجاب پوری کرو۔ یہ گستاخی کی انتہا ہے۔ کس سیاق و سباق میں وہ اس بحث کو لے آئے "استغفر اللہ" بریلوی علماء نے مولانا احمد رضا خان کی صفائی پیش کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ غاوند پوری اگر آپس میں مشغول ہوں تو اس میں کیا گستاخی ہوگئی لیکن جب انہیں بتایا گیا کہ بیٹے کے لیے ماں کے ان حالات کا ذکر یقیناً گستاخی ہے تو وہ بہت ہوکرو گئے۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بریلویوں نے ایک ایسے شخص کو جو احادیث المؤمنین کی شان میں اس طرح گستاخی کرے اپنا مطہرت کیسے مان لیا؟ کیا انہیں پتہ نہیں کہ اولیاء اللہ کی قبروں سے اس قسم کے شور نہیں آتے کہ فلاں حجر میں لے جاؤ اور اپنی حجاب پوری کرو۔ پھر اس قسم کی باتیں بنانے والے کو انہوں نے اپنا بڑا حضرت کیسے تسلیم کر لیا؟ کیا یہ سب حضرت ہیں۔

اگر یہ سب حضرت نہ ہوتے تو اولیائے کرام کے مزارات پر اس طرح کے میلے کیوں لگاتے اور کسی کو اعلیٰ حضرت نہ ہلاتے تو ایسے میلوں کی سند کہاں سے لاتے۔ جن لوگوں کو کبھی کلیر شریف جانے کا موقع ملا ہو وہ جانتے ہیں کہ جس کے موقع پر وہاں کس طرح دور دراز سے طوائفیں آتی ہیں اور کس طرح بریلوی مذہب کی منڈی لگتی ہے۔

ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ سب بریلوی اس طرح کے ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو محض چند رسوں کے عادی ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بریلوی سمجھتے ہیں اور انہیں مولانا احمد رضا خان کا کوئی خاص تعارف نہیں۔ نہ ایسی گستاخانہ عبارتیں پر وہ مولانا کا ساتھ دیتے ہیں بلکہ بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ جب انہوں نے مولانا احمد رضا خان کی کتابیں دیکھیں تو بر ملا کہہ اٹھے کہ ہمارے قویہ عقائد نہیں۔ ہم قریونی اپنے آپ کو بریلوی سمجھتے رہے۔ یقین کیجیے بریلوی مسلمانوں میں پانچ فیصدی سے زیادہ نہیں گئے۔

لے ملفوظات حصہ سوم ص ۲۸۔ یہ عقیدہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی کے ذمہ لگانا خاں صاحب کا جھوٹ ہے۔

پیران عظام کی ذہنی غلامی

بریلویت کا تیسرا بنیادی اصول جس پر شرک و بدعات کا دائرہ کھینچتا ہے، عوام کو جاہل پیروں سے مرعوب کرنے کی کوششیں ہیں۔ مصیبت زدہ انسانوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر انہیں شرک و بدعت کے سیاہ اندھیروں میں کھینچا جاتا ہے۔ بعض پیروں کے حلقے انہیں اس طرح ذہنی طور پر مغلوب کرتے ہیں کہ سوچنے کی جملہ توانائیاں یکسر سلب کر لی جاتی ہیں اور پھر یہ حال ہوتا ہے ۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

جاہل پیروں سے مرعوب کرنے کی تدبیر

یہ بات غلط نہ رہی کہ بریلوی مولویوں نے عوام کو اس طرح مرعوب کر رکھا ہے کہ وہ غلط ترین لوگوں کو بھی خدائی طاقتوں کا منظر سمجھتے رہیں۔

بے شرع عورت پیروں کا دبدبہ

بریلوی علماء نے اپنے عوام کو صرف جاہل ٹنگوں سے ہی مرعوب کرنے کی داستانیں نہیں گھڑیں کچھ عورت پیروں کو بھی وہ اس مقام پر لے آئے۔ ایک عورت بغیر خاوند کے اور بغیر کسی محرم کے کسی کنوئیں پر پانی بھر رہی تھی۔ اسے یہ قوت نہ تھا کہ بغیر خاوند یا محرم کے اسے یہاں اس طرح بے حجاب نہیں ہونا چاہیے تھا مگر بریلویوں کا عقیدہ دیکھیے کہ وہ یہیں سے اسے دہلی میں تصرف کرتی بتلاتے ہیں۔

ایک بزرگ کسی کنوئیں پر پہنچے۔ سخت پیاسے تھے۔ دیکھا کہ کنوئیں پر ایک عورت کھڑی ہوئی تو دل پر ڈول پر ڈول نکال رہی ہے اور بہا رہی ہے۔ آپ نے کہا مائی میں سخت پیاسا ہوں۔ مجھے دو گھونٹ پانی پلاؤ۔ وہ بولی مٹھر جاؤ۔ آپ بہت دیر کھڑے رہے مگر اس نے پانی نہ پلایا۔ آپ نے فرمایا تو بڑی بے وقوف ہے کہ بے کار پانی بہا رہی ہے اور مجھ پیاسے کو نہیں پلاتی۔ وہ بولی کہ دہلی میں آگ لگی ہوئی ہے میں یہاں سے بھاڑی ہوں۔ میں تجھ ایک کو پلاؤں یا وہاں کے ہزار جلتوں کو بچاؤں۔ آپ کو سخت تعجب

ہوا۔ لے

معلوم ہوا کہ وہ بزرگ بالکل بے خبر تھے۔ صاحب کشف والہام نہ تھے مگر تھے بزرگ اور وہ بے شرم
 ٹنگنی بیاں سے دہلی تصرف کر رہی تھی اور بزرگوں کو پھر بھی پتہ نہ چل رہا تھا۔ بریلوی علما نے اسی قسم کی
 حکایات سے اپنے عوام کو ہر ٹنگ اور ٹنگنی سے مرعوب کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاہل ان کے چنگل
 سے نکلنے نہیں پاتے اور جب تک جاہل موجود ہیں بریلوی کہتے ہیں ہماری اکثریت ہے۔

اولیاء اللہ کے سونے لنگوٹے

بریلویوں کے ہاں اولیاء اللہ کا عجیب تصور کارفرما ہے۔ گویا سب اکھاڑے کے پہلوان ہیں۔
 ایک لنگوٹے پٹے سوتا ہاتھ میں لیے ٹنگ و دھڑنگ ٹنگ پھر رہے ہیں۔ صرف امیر کلال کی بات نہیں اس
 اکھاڑے میں سب لنگوٹے میں ہیں۔ مفتی احمد یار صاحب فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ کو حساب کا ڈر بھی نہ ہو گا کیونکہ اہل تو سونے لنگوٹے کے سوا پاس ہی کیا
 اور جو کچھ تھا بھی تو وہ محض اللہ کے لیے کھایا، اُنکے لئے سونے تو اُنکے لئے حساب کیا۔

مفتی صاحب نے ان لنگوٹا پوش ٹنگوں کی شان یہ بیان کی ہے:

”بروز قیامت انبیائے کرام اولیاء اللہ پر غبطہ (رشک) فرمائیں گے۔“

دیکھا گستاخوں نے کس طرح ٹنگوں کو نبیوں پر بڑھا دیا اور حیرت یہ کہ بات عام انبیائے کرام تک
 بھی محدود نہیں رکھی خود سید کائنات کا ان اولیاء کے کس بے رحمی سے مقابلہ کیا ہے۔

وہ امت کے دلی صلی اللہ علیہ وسلم امت کی نکر میں ہیں۔ اولیاء اللہ ان دونوں

غموں سے دور ہوں گے۔ یہ مراد ہے ولایہ کفر و کفر و کفر۔

مفتی صاحب کو شاید یاد نہیں رہا کہ خوف اللہ باتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ غم پھلی باتوں سے
 متعلق ہوتا ہے۔ ولایہ کفر و کفر و کفر (اور نہ وہ ٹنگیں ہوں گے) سے دلیل لے کر انہیں آنحضرتؐ پر فوقیت دینا اور
 حضورؐ کی فکر کو غم سمجھتے رہنا مفتی صاحب کی لائق رحم علی بے مائیگی ہے۔ ہمارے لیے تو یہ عقیدہ کافی
 ہے کہ کوئی دلی بھی کسی نبی سے بڑھ نہیں سکتا۔ چہ جائیکہ سید الاولیاء و الاخرین سے اور پھر لنگوٹا پوش ٹنگوں
 کو اس مقام پر لانا یہ بریلوی مفتیوں کو ہی زیبا ہو سکتا ہے۔ اہل السنۃ والجماعہ کا عقیدہ تو یہ ہے۔

”ولا یفضل احد من الاولیاء علی احد من الانبیاء۔“

لے مواظبہ فیہ حصہ دوم ص ۹۰۔ لے ایضاً ص ۹۱۔ لے شرح عقیدہ علما و یہ ص ۵۵۔

برائیوں کا عقیدہ ہے کہ تمہیں کوئی پیر بے عمل اور اندر سے بالکل خالی بھی دکھائی دے تو پھر بھی تم اس کی عقیدت مندی سے نہ نکلو۔ اس سے ڈرتے رہو اور اسے نذر لانے دیتے رہو۔ یہ اندر سے خالی پیر بھی تمہارے تختے الٹ سکتے ہیں۔ جب قوم کو ذہنی طور پر اس طرح مرعوب کر دیا گیا ہو تو پھر جاہل لوگ مزارات ادویہ کے حجرہوں میں ہونے والی ایسی حرکات اور اس قسم کی تحریرات کے باوجود بڑے حضرت کو مانتے رہیں تو تعجب کی کوئی بات ہے۔

اس من گھڑت اصول سے معلوم نہیں کتنے گھرا جڑے ہوں گے؟ کتنے جعلی پیروں اور بد کردار فقیروں کا کام چلا ہو گا؟ یہ اس وقت کا موضوع نہیں۔ ہم یہاں اعلیٰ حضرت کی وہ حکایت نقل کرتے ہیں جس پر بریلویوں کا مذکورہ بالا عقیدہ مبنی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا کہ ایک روپیہ دے۔ وہ نہ دیتا تھا۔ فقیر نے کہا روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان الٹا ہوں۔ اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے۔ اتفاقاً ایک صاحب دل کا گزر ہوا جن کے سب لوگ معتقد تھے۔ انہوں نے دکان دار سے فرمایا جلد روپیہ دے دے ورنہ دکان الٹ جائے گی۔ لوگوں نے عرض کی حضرت یہ بے شرح جاہل کیا کر سکتا ہے۔ فرمایا میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی معلوم ہوا بالکل خالی ہے۔ پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا۔ اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا۔ انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا کہ وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں۔ قرأت کیا تھی کہ شیخ کا دامن قوت سے پکڑے ہوئے تھا۔

اس عبارت سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ بریلوی مذہب کے پیر مولانا احمد رضا خاں کی مذکورہ گفتا عبارتوں کے باوجود انہیں بڑا حضرت کیوں مانتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہوں گے کہ شاید ان کا پیر کچھ ہو۔ وہ ان کی طرح کا نہ ہو۔ اور اگر وہ بھی خالی ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس کا پیر خالی نہ ہو۔ آخر کوئی تو ہو گا جو تختہ الٹ سکے۔ اہل اللہ کا کیا کام ہی تختے الٹنا ہے؟ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا احمد رضا خاں کی اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ بریلویوں کے ہاں شیخ کی خلافت خالی لوگوں کو بھی مل جاتی ہے جن کا باطن کچھ نہ ہو۔ ان کے ہاں یہ ضروری نہیں کہ مرید سلوک کی منزلیں طے کرے یا باطنی نور

سے آراستہ ہوا پھر وہ روحانی خلافت کا مستحق ہوتا ہے۔ حکایت مذکورہ میں اس بے شرح جاہل لکچر اندازے بالکل خالی تھا مگر پھر بھی وہ اپنے کامل شیخ کا غلیظہ آوردہ کامل شیخ بھی اتنا کامل تھا کہ اپنے خالی غلیظہ کے خالی مرید کو ایک روپیہ تو نہ دے سکتا تھا مگر ایک بے تصور دکاندار کا تختہ لٹنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

کامل پیر دل کے ہاتھ میں بھی خدائی طاقت نہیں

یہ بات تو جاہل پیر دل کی تھی۔ اب یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے خدائی تعریف کی طاقت اپنے کسی مقرب اور پیارے کو بھی نہیں بخشی۔ یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ بسا اوقات اپنے محبوبوں کی دعائیں قبول فرماتے ہیں لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ذرہ بھر خدائی اختیار نہیں رکھتا پیر مرہ علی شاہ صاحب گوڑویؒ نے اس موضوع کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔ آپ کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابوطالب کے واسطے ہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لادیں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ حب نبی کو مکمل اختیار نہیں تو دلی کو کس طرح ہو۔ یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیارات کے آپ مہطل ہو بیٹھے اور یہ بالکل بظرافت عقیدہ اسلام ہے۔ لے مگر بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ بعض ادبیا، خدا سے بھی کشتی لڑیتے ہیں گو پھر جاتے ہیں (معاذ اللہ)

خدا کے ساتھ کشتی

حضرت منظر کرمانشاہی نے فرمایا کہ فقیر وہ ہے جو اللہ کی طرف بھی محتاج نہ ہو۔ حضرت ابوالحسن خرقانی نے فرمایا کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور بسیں بچھا دیا۔ ۱۷۷

کیا کوئی ایسا فقیر ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بھی محتاج نہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو اللہ صمد کیسے ہو گا۔ صمد وہ ہے کہ سب اس کے محتاج ہوں اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ ایک فرد بھی ایسا مکمل آئے جو اس کا محتاج نہ ہو تو

اس کی شانِ صمدیت قائم نہ رہے گی۔ اعجازِ اللہ اور پھر اس کے ساتھ کشتی کرنے کا تصور عجیب بریلوی عقیدہ

خدا سے لڑائی لڑنا

مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں۔

خدا سے لیس لڑائی وہ ہے صلی نبی قائم ہے تو موصل ہے یا غوث سہ

معنی اور قائم حدیث کے الفاظ کے ہیں۔ موصل کا اضافہ مولانا احمد رضا خاں کی اپنی ایجاد ہے۔ تاہم —
— بندوں کے لیے یہ تجویز کہ وہ خدا سے لڑائی لیس بڑی سخت گستاخی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی سے کہے کہ اس کی طرف سے اسے لڑائی کی دھمکی ہے یا اور بات ہے لیکن بندوں کی طرف خدا سے لڑنے کی نسبت عجیب بریلوی عقیدہ ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ کوئی بندہ خدا سے لڑنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ کسی بندے کے لیے اتنی تجویز کہ وہ خدا سے لڑائی لڑے اللہ کے حضور میں سخت گستاخی اور بے ادبی ہے۔

مرید کی تمام حرکات پر اطلاع

مولانا سلام محمود پھلانی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک کوئی شخص مردِ کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے مرید کی تمام حرکات کو نہ جانتا جو جو یہ المست برحم سے لے کر جنت یا دوزخ میں پہنچنے تک ہیں یعنی ہر مرید کے انقلابات لیبی اور انقلابات صلیبی ازل سے ابد تک جانتا ہو۔ سہ
اولیاء اللہ مریدوں کی بیویوں کے پاس نہیں سوتے زبان کے ساتھ خلوت میں بیٹھے ہیں نہ انہیں اپنے پاس بٹھاتے ہیں۔ محرم اور غیر محرم کے اسلامی احکام پر ان کا پورا عمل ہوتا ہے۔
گر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ ہر مریدوں کی پرائیویٹ (PRIVATE) زندگی کا بھی پورا نظارہ کرتے ہیں۔ خاندان اور بیوی خلوت میں ہوں تو فرشتے توحیا کے باعث ایک طرف ہو جاتے ہیں لیکن بریلوی پراس وقت بھی پاس رہتے ہیں اور مرید کی بیوی کے پاس سوتے ہیں۔

مرید کی بیوی کے پاس سونا

۳۰ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۳۱ سے تخم الرحمن ص ۱۰۳، ۱۰۴ لاری کتب خانہ لاہور

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں،

سید احمد سلجاسی کے دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہم بٹری کی۔ یہ نہیں سہا یہی عرض کیا حضور وہ اس سوئی نہ تھی۔ سوئے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا۔ فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پٹنگ بھی تھا؟ عرض کیا ہاں ایک پٹنگ خالی تھا۔ فرمایا اس پر میں تھا۔ تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہوتا۔ ہر آن ساتھ رہتا ہے۔ برابر نگاہ کر لیتے، ۱۷

فرشتے بھی اس وقت حیا سے ایک طرف ہوجاتے ہیں اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان حکمک من لا یفارقکم الا عسا الذائق وحین یغضی الرجل الی اہلبہ۔ ۱۸ حضرت ملازم شامی لکھتے ہیں: الجمعۃ لا یفارقون الا شان الا عند الجماع والقتل کذا فی شرح البضائی وینبی ان یراد بالجمعۃ ما هو اعم من کرام الکاتبین والذین یحفظونہ من اجل ۱۹ غور کیجئے فرشتوں اور جنات تک کو تو ایسے موقع پر حیا جاتی ہے لیکن بریلوی پر ان کے عقیدہ میں ایسے موقع پر بھی پاس رہتے ہیں اور نگاہ کرتے ہیں۔

ظلم اور فسق کی انتہاء

پیر کو مرید کی برہمگی کے پاس سلائے کی تجویز کسی طرح پسندیدہ نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کے لئے قطب الاولیٰین حضرت سید عبدالعزیز دباغ کا نام غلط استعمال کیا ہے اور ان پر ایک بڑا جھوٹ باندھا ہے، ظلم کی انتہا کر دی ہے۔ حضرت نے یہ نہیں کہا تھا کہ ”اس خالی پٹنگ پر میں تھا“ یہ بات خانصاحب کی خانہ ساز اور ان کی اپنی ایک فاسقانہ مراد ہے بقول مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی، مولانا احمد رضا خاں کی طبیعت چلبلی تھی۔ اس چلبلی طبیعت کا نتیجہ ہے کہ اس طرح کی بات گھڑنے میں مولانا احمد رضا خاں کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے۔

۱۷ طوفانِ حسد دوم ص ۴۹۔ ۱۸ مشکوٰۃ ص ۳۹۱ من الزیدی۔ ۱۹ رد المحتار ملازم شامی جلد ۱ ص ۵۰۸۔

۲۰ فتاویٰ مظہری ص

مرید نے جب پوچھا تھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں دوسری بیوی کے جاگتے ہوئے ایک کے پاس گیا تھا تو یہ سوال ازراہ حیرت تھا۔ حضرت نے اس خبر غیبی پر ایک اور اضافہ فرمایا کہ چوتھے پلنگ پر کون تھا؟ اس میں صرف یہ اطلاع دینی مقصود تھی کہ وہاں ایک چوتھا پلنگ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقرب سے جب کوئی غیب کا پردہ اٹھائیں تو ایسی صورت حال پیش اس کے لئے مکمل جاتی ہے اور اسے ہی کشف کہتے ہیں۔ کشف یقیناً برحق ہے۔ بشرطیکہ روایت صحیح ہو۔

اس چوتھے پلنگ کو خواہ مخواہ زیر بحث لانا کہ اس پر کون سویا ہوا تھا اسے صرف کشفِ حال پر محمول نہ کرنا۔ اس پر خواہ مخواہ حضرت کو سنانا۔ مولانا احمد رضا خاں کے ذوقِ درونی کا پتہ دیتا ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں۔ ہمارا اعتراض صرف یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت عبدالعزیز دہلوی پر یہ جھوٹ باندھا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا ”اس خالی پلنگ پر میں تھا“ اور اگر اس چوتھے پلنگ پر کسی کو لانا ہی تھا تو یوں کہہ دیتے کہ حضرت کی مراد یہ تھی کہ ”احمد! اس چوتھے پلنگ پر جو اجنبی سو رہا تھا۔ اس کے وہاں ہوتے اور سوتے تو اپنی بیوی کے قریب گئے یہ درست نہ تھا“ کیا اس میں اصلاح کا پہلو نہ تھا؟ اس پلنگ پر کیا حضرت سید عبدالعزیز دہلوی جیسے بزرگ کو ہی سنانا تھا؟ بات بنانے میں کچھ تو حیار کی ہوتی۔ مولانا احمد رضا خاں اگر یہ سمجھ لیتے کہ حضرت عبدالعزیز دہلوی اپنا کشف بتلا رہے تھے کہ میں وہاں کے اس چوتھے خالی پلنگ کو بھی جانتا ہوں۔ اس پر کون سویا تھا؟ یعنی کوئی نہیں۔ یہ بات محض استفہامِ انکاری کے طور پر تھی۔ تو اس میں کیا حرج تھا؟ کشف کے برحق ہونے پر متنبہ کرنا۔ حضرت کے پیشِ نظر تھا۔ یہ بات باسانی بھی جاسکتی تھی کہ حضرت ایک اور خبر غیبی سے سائل کی حیرت میں اضافہ فرما رہے تھے مگر غافلانہ جیسے اپنے ذوقِ خاص سے اس واقعہ سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ میرے مرید کی بیویوں کے پاس سوتے ہیں اور یہ بات از خود بنائی کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ اس خالی پلنگ پر میں تھا۔ کیا یہ حضرت پر صریح جھوٹ نہیں۔ افسوس صد افسوس! ایسے عقیدے اور عمل پر۔ ہزار در ہزار افسوس۔ اس مذہب پر جو بزرگوں پر اس طرح کی تمہیں لگائے۔

خانصاحب گھڑا ہوا ڈرامہ

خانصاحب نے کہانی اس طرح گھڑی گویا چار چار پائیاں علیحدہ علیحدہ دو جگہ پر تھیں۔ ایک جگہ سید احمد سلجھالی اور ان کی ہم بستر بیوی تھی اور دوسری جگہ دوسری بیوی اور پیر صاحب کا پٹنگ تھا۔ یہ بات بھی صحیح نہیں، چاروں پٹنگ ایک ہی جگہ پر تھے۔ سو اس سوال کی کوئی صورت نہ تھی کہ جہاں وہ سو رہی تھی۔ کوئی اور پٹنگ بھی تھا، خانصاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ کہیں اور جگہ پر سو رہی تھی۔ یہ سوال خانصاحب نے اپنی ہی ذہنی تسکین کے لئے گھڑا ہے حضرت نے تو صرف پی پی پوچھا تھا کہ چوتھے پٹنگ پر کون سو رہا تھا، اور اس سے یہ بات عیاں تھی کہ چاروں پٹنگ اکٹھے تھے اور حضرت کو کشف معلوم ہو گیا تھا کہ چوتھا پٹنگ خالی تھا اور اسی کو بتانے کے لئے وہ پوچھ رہے تھے کہ چوتھے پٹنگ پر کون سو رہا تھا۔

پھر مولانا احمد رضا خاں نے یہ بات بھی نہیں کی کہ احمد اس رات دونوں بیویوں سے ہم بستر ہوئے تھے۔ خانصاحب نے اسے کیوں نہ بیان کیا؟ اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اس دوسری بیوی کے پاس پیر صاحب کو سلانا چاہتے تھے اور ثابت کرنا چاہتے تھے کہ ادھر یہ ——— ادھر وہ ——— لاجول ولا قوۃ باللہ ——— کیا عجیب ڈرامہ تصنیف کیا ہے اگر وہ دونوں بیویوں کے صحیح واقعات ذکر کر دیتے تو پھر پیر صاحب کی باری خالی رہتی اور مولانا احمد رضا خاں ہرگز یہ مسئلہ نہ بنا سکتے کہ پیر مرید کی بیویوں کے پاس سوتے ہیں۔

خانصاحب کی نرالی منطق اور نرالا علم

مولانا احمد رضا خاں نے اس صورت واقعہ کو ہی سچ کر لے لیا کہ انہیں کی اس سے جو نتیجہ

نکلا وہ انہی کے الفاظ میں سُن لیجئے :

کسی وقت شیخ مرید سے بُرا نہیں ہوتا۔ ہر آن ساتھ ہے۔ (ملفوظات ۲ ص ۴۹)
جو شخص بھی اس ڈرامے کو پڑھے گا۔ وہ اس سے یہ نتیجہ تو اخذ کر سکتا ہے کہ شیخ کسی شبہ کی

سے جدا نہیں ہوتا۔ اس ڈرامے سے یہ نتیجہ کیسے نکل آیا کہ وہ مرید سے جدا نہیں ہوتا؟ اور اگر یہی نتیجہ نکالنا تھا تو پیر صاحب کو اس بیوی کے ساتھ بتلاتے جو مرید کے پاس تھی۔ خانصا صاحب نے یہ نتیجہ غالباً اس لئے نہیں نکالا کہ کوئی شخص یہ نہ لوچے کہ ایک بیوی کے پاس ایک رات پیر اور مرید دونوں یکے ہو سکتے تھے؟

مولانا احمد رضا خاں نے یہ جھوٹ کہ اس پلنگ پر میں تھا۔ حضرت سید عبدالعزیز بن دماغ کے نام سے گھڑا ہے۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ ہم کتاب الابریز سے یہ واقعہ بھی پیش کر دیں تاکہ قارئین کرام مولانا احمد رضا خاں کے اس ظلم و جھوٹ کا از خود اندازہ کر سکیں اور جان لیں کہ خانصا نے حضرت کے ذمہ ایک فاسقانہ بات لگانے کی کس طرح جرات کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بزرگوں کے ذمہ وہ باتیں لگانا جو انھوں نے نہ کہی ہوں۔ خانصا صاحب کی ایک عادت تھی۔ آپ اس حکایت کو ذیل کے الفاظ میں پڑھ لیں۔ اس میں کہیں آپ کو یہ جملہ نہ ملے گا کہ اس چوتھے پلنگ پر میں تھا۔ چلنے لگنے کر بھی ڈھونڈیں تو اس میں یہ جملہ کہیں نہ پاسکیں گے۔ حضرت احمد السامی فرماتے ہیں :-

”حسب معمول جب زیارت کے لئے حاضر ہوا تو منزل کے طور پر فرمایا کہ کیا فرماتے ہیں علماء شریعت و دہریوں کو ایک گھر میں جمع کرنے اور دونوں سے صحبت کرنے کے متعلق؟ میں سمجھ گیا کہ میرے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ہذا عرض کیا کہ حضرت آپ کو کیسے خبر ہوئی فرمایا اور چوتھے پلنگ پر کون سویا تھا؟ میں نے کہا حضرت میں نے ہمیشہ سڑی کی ہر ایک سے۔ اس وقت کی، جبکہ دوسری سواری تھی۔ فرمایا نہ پہلی سواری تھی نہ دوسری۔ علاوہ ازیں اگر سو بھی رہی ہوں تو ایسا مناسب نہیں تھا۔ میں نے

کہا۔ حضرت بیشک منی یہ قول ہی ہے اور میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔“

اس میں کہاں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس چوتھے پلنگ پر میں تھا؛ لاحول و لا قوۃ الا باللہ

بھوٹ اور ظلم کی بھی کوئی انتہاء ہوتی ہے۔ — مولانا احمد رضا خاں نے یہ واقعہ غالباً اس لئے

تحریر نہیں کیا کہ ان کے نزدیک یہ قول مضیٰ بہ نہ تھا۔ وہ جائز سمجھتے تھے کہ اگر کوئی ذی روح کچھ نہ رہا ہو کہ کیا ہو رہا ہے تو اس کے سامنے ہمہتری درست ہے۔ خانصاحب کے ہاں مضیٰ بہ یہی ہے۔

بریلوی عورتیں پیروں کی باندیاں

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ ایک سید صاحب ایک مفطلے سے مولانا احمد رضا خان کے مذنا خانے میں چلے گئے تھے۔ سید صاحب نے جب معذرت کی تو مولانا احمد رضا خان نے فرمایا کہ مریدوں کی سب عورتیں پیروں کی باندیاں ہیں :

حضرت یہ سب آپ کی باندیاں (لوٹیاں) ہیں۔ آپ آقا (مالک) اور آقا زادے ہیں۔ معذرت کی کیا حاجت ہے۔ میں خوب سمجھتا ہوں۔ حضرت اعلیٰان سے تشریف رکھیں۔ ۱۷

مریدوں کی بیویاں شرعاً باندیاں نہیں ہوتیں۔ نہ ان سے ہانڈی والے معاملات جائز ہیں نہ ان کے پاس خلوت میں اپنی چادر پانی پر سونا جائز ہو سکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان کا یہ فتویٰ بالکل غلط ہے۔ جو مریدوں کی بیویوں کو اپنی باندیاں سمجھتے ہیں ان کے پاس سوتے ہیں وہ کبھی روحانی بزرگ نہیں ہو سکتے۔ بریلوی دوستو! کچھ تو سوچو! مولوی احمد رضا خان صاحب آپ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ قوم کی وہ بیٹیلیاں نہیں ان کی ماؤں نے آلود بنا تھا مولانا احمد رضا خان کے اس فتوے نے انہیں یکسر باندیاں بنا دیا اور انہیں بریلوی پیروں کے لیے حلال کر دیا۔ افسوس! افسوس!!

پیر کی بیعت کے لیے خادمہ کی اجازت ضروری نہیں

شیخ ادریس دہلوی کی بیویوں میں روحانی رابطے کے لیے خادمہ کی اجازت ضروری نہیں۔ مولانا احمد رضا خان کہتے ہیں :

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے مرید ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر بغیر اجازت ہو گئی تو کیا حکم ہے ؟
جواب : ہو سکتی ہے۔ ۱۸

جب خادمہ کی اجازت ضروری نہیں اور خاں صاحب نے پیروں کے پاس آنے جانے کے لیے کوئی پابندی ذکر نہیں فرمائی تو قاضی صاحب اس اجازت سے پیروہی حال ہو جانے کا جس کی خبریں آئے دن ہم ہم اجازت میں پڑتے رہتے ہیں کہ فلاں پر صاحب فلاں شہر یا گاؤں میں آئے ہوئے تھے۔ جاتی دفعہ وہ کئی ملکوں کو بانڈیاں بنا کر لے گئے کہ مرید کے گھر کی مستورات پر صاحب کے لیے سب بانڈیوں کے حکم میں ہیں۔

پیروں کی مجالس سماع

پھر یہ حضرات جب مجلس سماع منعقد کرتے ہیں اور نوحاستہ نوجوان بھی ان مجالس میں شریک ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات پڑھتے ہیں تو ان حالات میں ان مرید بانڈیوں پر کیا کرتی ہوگی جو مکانوں کی چھتوں سے درویشوں کو دیکھتی ہیں اور بعض درویش بھی ان کے دیکھنے کے تصور سے مزید محسوس ہوتے ہیں۔

اکابر اولیاء ان باتوں سے ہمیشہ محترز رہے ہیں۔ قوالی کے سحر و سحر اثر سے لوگوں کو اپنی زندگی کا یقین دلا کر کوئی نیکی نہیں۔ شیخ ابوالحسن ظفر فرماتے ہیں۔ کامل درویش کے نزدیک سماع اور کوسے کی آواز میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ ————— حضرت شیخ علی جوہریؒ لکھتے ہیں:۔

”میں عثمان جلالی بیاض علی اس کو دوست رکھتا ہوں کہ مبتدی سماع میں نہ پڑیں اور طبیعت کو پریشان نہ کریں کیونکہ اس میں بڑے خطرے ہیں اور بڑی آفت یہ ہے کہ عورتیں کسی اپنے نئے مقام سے سماع کے حال میں درویشوں کو دیکھتی ہیں اور نوجوان اور نوحاستہ ان مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں، جس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس آفت سے مجھ پر جو کچھ گزرا ہے۔ استغفار پڑھتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میرے ظاہر اور باطن کو آفتوں سے بچاؤ سکے۔“

یہ اہل حق کلام ہے اندازہ کیجئے بزرگوں کے نااہل جانشینوں اور جعلی پیروں نے اپنے گرد حوافض کے کیا کیا جابل بن رکھے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ ہمارے ملک مرید عورتوں کو بانڈیاں نہ سمجھتے ہوں گے

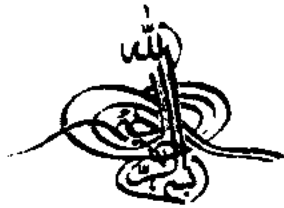
اہل سنت والجماعہ پر تیشہ تفریق

برطانوی دور کا ایک نسخہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے؛ پی ایچ ڈی

ڈاکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

قافلے دیکھو اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھو
 ملت در ماندہ کی سنبل سے بیزار بھی دیکھو
 فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیروں
 ان کی آزادی بھی دیکھو ان کی گرفتاری بھی دیکھو



ایسویں صدی کے آخر میں برصغیر پاک و ہند میں ایک تحریک اُٹھی، اس تحریک سے اسلام کے قلم میں ایسا شگاف پڑا کہ دیکھتے دیکھتے ہندوستان کے سوارِ اعظم اہل سنت والجماعت نے کے دو ٹکڑے ہو گئے، تکفیر کی ایسی آندھی مچ گئی کہ راہِ دیکھنا مشکل ہو گیا۔ اہل سنت کے دو طبقوں میں نہ صرف دینی اختلافات اُٹھے، بلکہ

لے تارخ میں اہل سنت کا عقائد ان مسلمانوں کے لیے آتا ہے جو خلفائے راشدین کی خلافت کو برحق مانتے ہوں، شیعہ اپنے تین خلفاء کو نہیں مانتے اور غلامی حضرت علیؓ کو مسلمان نہیں سمجھتے حضرت علیؓ نے افراط و تفریط دونوں کی خدمت کی اور فرمایا تم سوادِ اعظم کی پیروی کرو پس وہ تمام مسلمان جو خلفاء راشدین کو برحق اور ان کے عمل کو سنت مانتے ہیں، اہل سنت میں داخل ہیں۔ ۱۳۲۹ھ میں مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ بریل کا پہلا جلسہ تھا اس میں تاحی بنخلی الدین حافظ نے یہ اشارہ دیا مولانا وہاں موجود تھے ہیں اور کانِ اسلام اصحاب چاروں کہ چاروں نے ترتیب سے کی خلافت وہ صدیق و فاروق و عثمان و عبداللہ جو چاروں سب کا وہ ہے اہل سنت

کفر و اسلام تک کے فاصلے قائم ہو گئے اور وہی کچھ ہر ابو بٹش اٹھایا میں انگریز چاہتے تھے؟ پھوٹ ڈالو اور حکومت چلاؤ“ اس سے کون واقف نہیں

اس تحریک کے بانی | اس تحریک کے بانی مولانا احمد رضا خاں (متوفی ۱۹۳۱ء) گزرے ہیں، آپ کی نصف صدی کی جدوجہد

سے پاک و ہند کے اہل سنت مسلمان دو محکموں میں بٹ گئے اور ایسے بنے کہ آئندہ کہیں وہ ایک ہوتے نظر نہیں آتے، ملت اسلامی برصغیر پاک و ہند میں اس تفریق کے ذخوں سے چڑھ رہی ہے اور ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ بانی تفریق سے کچھ تفصیلی تعارف کیا جائے۔ ساری دنیا آخر جاہلوں سے تو آباد نہیں جو فرقہ بندی کو ہی گوشہ عافیت سمجھتے ہوں علم و فہم کا فیضان اب کچھ ایسے لوگوں کو بھی آگے لا رہا ہے جو تفرقہ کے کانٹے چننا چاہتے ہیں اور تماشہ دیکھتے ہیں کہ مسلمان محاذ تکفیر سے پیچھے ہٹ کر پھر ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں، قرآن و سنت کی روشنی میں پھر ایک ہو جائیں اور نیک ہو جائیں۔

تفریق اور اختلاف میں فرق | مسائل میں اختلاف ہو جانا کوئی نئی بات نہیں دلیل کے عام یا خاص ہونے یا

ناسخ و فسخ کی بحث چلنے سے مسئلے میں اختلاف ہو رہی جاتا ہے ایسے اختلاف اُمت کے لیے رحمت اور ستریت کی وسعت کا پتہ دیتے ہیں فقہاء و محدثین ایسے مسائل پر ہمیشہ بحث کرتے آئے ہیں اور ہر ایک نے اپنے مسلک کے رائج ہونے پر خوب علمی تحقیقات کی ہیں لیکن اسلاف ہم سے کسی نے ان اختلافات کو کبھی طبعی کا نشان نہیں بنایا، اختلاف میں تفرقہ دہلی پر رہتی ہے لیکن تفریق ہمہ نفرت اور علیحدگی پر۔ اختلاف میں مخاطب علماء ہوتے ہیں، ہمیشہ ملتی ہیں اور موارد و معاد پر غور ہوتا ہے، تفریق میں مخاطب عوام ہوتے ہیں۔ نفرتیں بڑھتی ہیں اور الزام تراشی پر زور ہوتا ہے تفریق کے علمبردار جانب مخالف سے تصفیہ کے درپے نہیں ہوتے فاصلوں کی نوکیلی باز بستے ہیں۔ عوام کو باہم ملنے سے روکتے اور نفرت دلاتے ہیں، یہی نفرت تفریق بنتی ہے اور اسی میں سے

شرف و فساد کی خاک چھنتی ہے۔ اختلاف میں کبھی مفاہمت کا مرحلہ بھی آجاتا ہے مگر تفریق کی کیر ہمیشہ اور طویل ہوتی چلی جاتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے محققہ
سوانح نگار

مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ خدمت

: مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ دو مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی

مستقل مکتب فکر سے مراد ہمیشہ کی تفریق ہے ایسے دو مکتب فکر جو آئندہ کبھی ایک نہ ہو سکیں مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ جدوجہد پر گہر کی شہادت ہے اس کا رونا پر ایک حلقے میں آپ مجدد سمجھے جاتے ہیں اس عہد کی خاطر آپ نے ہر تحریک آزادی ہند کی مخالفت کی یا یوں کہئے کہ ہر تحریک آزادی میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے آپ نے یہ ایک نیا عہد بنایا تحریک آزادی کا کوئی نعرہ نہ تھا جسے آپ نے ٹھنڈا نہ کیا ہوا اور دینی اختلاف کی کوئی لہر نہ تھی جسے آپ نے اور اونچا نہ کیا ہوا اختلاف تفریق میں بدلے اور آپ کی پچاس سالہ محنت سے اہل سنت مسلمانوں کے دو مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے۔

تجدید کے جھنڈے تلے تفریق ہونے لگی فتوے کفر میں علم و دانش کے چراغ بجھا دیئے گئے التزامات کے گرد فرقہ بندی کے قلعے قائم کئے گئے اور آپ کا دودھ تجدد اس عام دینی احساس اور غیرت ملی کو بھی لے کر ربا جو کسی درجے میں پہلے موجود تھی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں :

موجودہ صدی سے قبل مسلمان ہر خشیت سے اعلیٰ نظر آتے تھے ان میں

وینداری بھی مہتی غیرت اسلامی بھی۔ دنیا میں ان کا وقار بھی تھا اعتبار بھی۔

رعب و ہیبت بھی۔ قوت و شوکت بھی۔ کفار ان کے خوف سے کانپتے تھے۔

لے سوانح اعلیٰ حضرت ص ۷ مولانا قاری احمد علی دہلوی

یہ ہے اثر اس دورہ تجدید اور باہمی تفریق کا اللہ خیر حافظا و عوارضہ الرحمین
 مولانا بڑا نہ منائیں تو ہم عرض کریں گے۔ پچھلی صدی میں مسلمان ہزار کمزوریوں کے
 باوجود اس غموگن تکفیر سے نا آشنا تھے جس سے مولانا احمد رضا خاں نے انہیں آشنا کیا
 اس صدی میں مولانا کی پچاس سالہ جدوجہد مسلمانوں کی تیر کی بجائے تکفیر میں رہی نتیجہ سامنے
 ہے۔ دینداری۔ رعب و وقار اور غیرت و شوکت قوم کا سرمایہ حیات ہوتے ہیں،
 برطانوی استعمار نے مسلمانوں میں تقسیم در تقسیم کرائی اور دو مستقل مکتب فکر قائم کر لئے
 تو یہ سب اوصاف جاہلے رہے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی پچاس سالہ محنت

مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ
 خدمات آپ نے دیکھ لیں لیکن
 یہ نہ سمجھیں کہ سب علماء اسی منزل کی طرف جا رہے تھے جو برٹش حکومت چاہتی تھی۔
 برصغیر پاک و ہند میں ان علماء ربانی کی بھی کمی نہ تھی جو انگریزوں سے ترک موالات کر
 رہے تھے حضرت شیخ الہندؒ پورے عالم اسلام کو متہد کرنے کی محنت میں لگے تھے
 ترکوں سے ان کا رابطہ قائم ہو چکا تھا، یاغستان کے علاقوں میں آپ کے کارکن
 پھیلے ہوئے تھے آپ نے ۱۹۱۵ء میں مولانا عبید اللہ سندھی کو دہلی بھیجا کہ آپ ان
 کی دیرینہ محنت کو ترتیب دیں مولانا سندھی حضرت شیخ الہندؒ کے اس انتخاب پر فخر
 محسوس کرتے تھے آپ ایک جگہ لکھتے ہیں :

کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہندؒ جس جماعت کے نمائندہ
 تھے اس کی پچاس سالہ محنتوں کا حامل میرے سامنے غیر منظم شکل میں قریب
 حکم کے لیے تیار ہے اس کو میرے بیٹے ایک خادم شیخ الہندؒ کی اشد
 ضرورت تھی اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہندؒ کے انتخاب پر فخر
 محسوس ہونے لگا۔

حضرت شیخ الہندؒ کی پچاس سالہ مفتوں کا ثمرہ دنیا نے آنکھوں سے دیکھا آپ نے انگریزوں کے خلاف ایک عجیب روح چھونک رکھی تھی ان حالات سے ظاہر ہے کہ سب علماء ایک ہی ڈگر پر نہ چل رہے تھے۔ ایسے بھی تھے جن کے سینے میں قوم کے لیے ایک درد مند دل تھا وہ حالات پر پوری نظر رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یورپی استعمار کی ظالمانہ یلغار میں مرد مومن کا فرض کیا ہے نصب العین کی تکمیل میں قید و بند کی صعوبتیں ان کے سامنے پہنچیں تھیں شیخ الہندؒ کے قلب مومن پر حق تجلی ریز تھا آپ بہت دن اسلام اور تعمیر ملت میں مصروف تھے مولانا احمد رضا خاں کی تحریک تکفیر سے تحریک آزادی ہند میں بیچ و خم تو بہت آئے لیکن اہل حق کے پاسے استقلال میں لرزہ پیدا نہ ہو سکا۔

وہ جب گمراہی تھی کہ جس گمراہی یا دوسرے کتب عشق سے کہ کتاب عقل کی حلق پر جو دھری تھی سو وہ دھری رہی چلی سمت نیست اک ہوا کہ چمن سرور کا بل گیا گمراہ کا شاخ نہال غم جسے دل کہیں وہ ہری رہی

بعض لوگ جلدی میں سب علماء کو تکفیر ملت کا ملزم گردانتے ہیں یہ صحیح نہیں تعمیر ملت

تعمیر ملت اور تفریق ملت

اور تکفیر ملت دو علیحدہ علیحدہ محاذوں پر کام ہوا ہے تعمیر پر شیخ الہندؒ کے پچاس سال لگے تو تکفیر میں ہم پر مولانا احمد رضا خاں نے پچاس سال جدوجہد کی یہاں تک کہ دو مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے دیوبندی اور بریلوی اور اب تک یہ ہم چلی آ رہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے دور میں علماء حق اور علماء سوء کی خبر پہلے سے دی تھی۔ اِنَّ الشَّرَّاءَ شَرَّ رَا الْعِلْمَاءَ وَاِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خَيْرَ الْعِلْمَاءِ لَہ

(ترجمہ) بیشک بدترین لوگ بُرے علماء ہوں گے اور بے شک بہترین لوگ بھی علماء ہی ہوں گے

حضرت علی مرتضیٰؑ سے بھی روایت ہے؟

علماء هم شرم من تحت اديم السماء من عند هم يخرج

الفتنة وفيهم تعود له

(ترجمہ) ان کے علماء ان لوگوں میں سے جو آسمان کی چھت کے نیچے بدترین لوگ ہونگے
انہی سے فتنے نکلیں گے اور انہی کی طرف لڑیں گے۔

غم کے بادل اور گمناؤں نے ہو جاتے ہیں جب یہ تیشہ تکفیر سواد اعظم اہلسنت
پر چلتا ہے مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ جدوجہد سے جس جماعت میں تفریق ہوئی
وہ یہی سواد اعظم اہل سنت تھی، اسی جماعت کے دو ٹکڑے ہوئے جواب تک
حق کا نشان تھی۔

میں اگر سوختہ سماں ہوں تو یہ روز سیاہ خود دکھایا ہے میرے گھر کے چراغاں نے مجھے
مقام سے مخدوم صدر الدین شاہ گیلانی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
پاک پر لفظ بشر کے اطلاق اور آپ کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے میں گروہ کے
حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کاسک دریافت کیا آپ نے اپنی رائے ظاہر فرما کر
آخر میں لکھا:

میرے خیال میں فریقین از علماء کرام متنازع میں اہل سنت والجماعت سے

ہیں اور ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاسرار المعطر واجب اور ضروری

اعتقاد کرتے ہیں

بجیرہ منقطع سرگودھا کے سجادہ نشین جناب پیر کرم شاہ صاحب سے بھی دریافت
کر لیجئے موصوف لکھتے ہیں:

اس باہمی اور داخلی انتشار کا سبب الٹا کہ پہلو اہل السنۃ و الجماعۃ کا آپس میں اختلاف
ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں درنہل تنق

لے شکوہ مست لے ہمیں سوان حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ

ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت۔ قرآن کریم قیامت اور دیگر ضروریات دین میں کُلّی موافقت ہے۔
جناب مسود احمد صاحب اپنے والد مفتی محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی کے مسک کے بارے میں لکھتے ہیں :

اہل سنت والجماعت میں مختلف جماعتیں موجود ہیں مگر حضرت نے خود کو کبھی کسی جماعت سے وابستہ نہیں فرمایا حضرت کا مسک تائید حق تھا خواہ وہ کسی جماعت میں ہو یہ وہ معتدل رستہ تھا جس کی وجہ سے ہر کتب فکر کے لوگ حضرت کی بے انتہا قدر و منزلت کرتے تھے۔
اس سے پتہ چلتا ہے کہ برطانوی دور حکومت میں جس جماعت کے دو ٹکڑے ہوئے اور مستقل طہ پر دو مکتب فکر قائم ہو گئے وہ یہی سواد اعظم تھا اسی پر برطانوی استعمار کا تیشہ تفریق چلا اور اسی تفریق کے باعث دنیا میں قادیانیت نہایت رخص اور انکار حدیث جیسی باطل تحریکوں کو سر اٹھانے کا موقع ملا سواد اعظم پر تفریق کا تیشہ نہ چلتا تو ان میں سے کسی فتنہ میں جان نہ آتی۔

اہل اثنیۃ والبعثۃ کے دو ٹکڑے کیسے ہوئے ؟

مولانا احمد رضا خاں نے ان علماء اہل سنت کے خلاف کچھ الزامات تصنیف کئے جو تحریک آزادی ہند میں انگریزوں کے خلاف نبرد آزما تھے یہ اختلافات نہ تھے معنی الزامات تھے۔ اختلافات میں سمجھنا سمجھانا ہو سکتا ہے مگر الزامات میں صرف علیحدگی مقصود ہوتی ہے مولانا احمد رضا خاں اختلافات کی راہ سے مجاذب کفر پر نہ آ سکتے تھے۔ اس منزل پر پہنچنے کے لیے آپ نے الزامات کی راہ اختیار کی عبارات کے جوڑ توڑ کی تاریک راہوں سے اپنا سفر شروع کیا۔ حضرت مولانا محمد تقی خان فاضل دیوبند کی کتاب تحذیر انسان کے ص ۱۱۱ ص ۱۱۲ ص ۱۱۳ سے ٹکڑے لے

لے مباحثہ اہل سنت والجماعت کے مقدمہ فتاویٰ مظہری ص

کر ایک مسلسل عبارت بنا ڈالی اس نئی عبارت کے بغیر کفر کا فتویٰ مناسبتاً تھا پھر آپ نے تکفیر کی مہم سر کرنے کے لیے دور دراز کے سفر کئے الزامات پر کتابیں لکھیں عبارات کی کینچ تان میں نئے معنی پیدا کئے ان نئے معنی پر پھر حکم کفر حاصل کیا اور پھر ایسے داعط تیار کئے جو اس تکفیری مہم کو شہر شہر اور قریہ قریہ لے جائیں ۔ اسے اسلام کا اعجاز کہتے یا اہل حق کی الہی نصرت کہ یہ الزامات اب تک الزامات ہی رہے ان حضرات کی تمام تر محنت کے باوجود اب تک حقیقت نہ بن سکے کسی غیر جانب دار وسط پر انہیں حقیقت تسلیم نہ کیا جاسکا نہ اس بنا پر کسی حالت میں کوئی نکاح نسخ ہوا اور نہ ان وجود سے اب تک کوئی جائزہ رکھا رہا تاہم یہ ضرور ہوا کہ مجددوں میں جھگڑے اٹھنے لگے اور رسم و رواج مذہبی شکلیں اختیار کرنے لگے

الزامات اور اختلافات میں فرق

الزامات یہ ہیں کہ ایک فریق دوسرے فریق پر کوئی عقیدہ لازم کرے اور دوسرا اس کا اقرار نہ کرے کہ واقعی اس کا یہ عقیدہ ہے بلکہ انکار کرے اور جن بات سے اس نے الزام دیا تھا اس کے معنی کچھ اور بتلائے اور اگر وہ اقرار کر لے کہ واقعی اس کا یہ عقیدہ ہے تو پھر یہ اختلاف بن جاتا ہے محض الزام نہیں رہتا مثلاً ہم قادیانیوں کو کہتے ہیں کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہو وہ کہتے ہیں ہاں ہم مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی پیدا ہو سکتا ہے اب ہم میں اور قادیانیوں میں حقیقی اختلاف قائم ہو گیا لیکن اگر ایک فرقہ دوسرے کو الزام دے کہ تم نبی کا درجہ بڑے بجائی کے برابر سمجھتے ہو اور دوسرا کہے ہرگز نہیں جو نبی کا درجہ بڑے بجائی کے برابر بتلائے وہ مسلمان نہیں ہم اسے دائرہ اسلام سے باہر سمجھتے ہیں نبی کا درجہ سب مخلوقات سے زیادہ ہے تو یہ اختلاف نہ ہو گا محض الزام ہو گا ۔

مولانا احمد رضا خاں کے الزامات اختلافات نہ بن سکے جب آپ نے علماء دیوبند پر الزامات لگائے تو علماء دیوبند نے ان کا انکار کیا اور کہا کہ جو عقیدے تم ہمارے ذمے لگاتے ہو وہ ہمارے عقیدے نہیں ہیں اور اپنی عبارات کے مطالب کچھ اور بیان کئے سو یہ الزامات اختلاف نہ بن سکے۔ اور اب تک محض الزامات کے سہارے ہی اختلافات کی خلاف واقع رٹ لگائی جا رہی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے جب یہ الزامات تصنیف کئے تھے تو اس وقت یہ الزامات اور علماء دیوبند کی اصل جہالت صرف علماء مدارس کے سامنے ہی تھیں ان لوگوں کے سامنے بھی تھیں جو اپنی جگہ مستقل دائرہ عمل رکھتے تھے اور ان کا دارالعلوم دیوبند یا مدرسہ بریلی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مسلمانوں کی دینی اور قومی خیر خواہی میں بھی وہ پیچھے نہ تھے کہ ان کی خاموشی کسی لاپرواہی پر عمل کی جاسکے۔ مولانا احمد رضا خاں کے الزامات اور علماء دیوبند کی زیر بحث عبارات سب اردو زبان میں تھیں اور یہ حضرات اردو جانتے تھے ان حضرات نے مولانا احمد رضا خاں کے الزامات کو کچھ اہمیت نہ دی اور سب مسلمانوں کو بلا تفریق مسلمان ہی سمجھتے رہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے اعتراضات پر غیر جانب دار طبقے کی نگاہ میں الزامات ہی رہے کبھی اختلاف نہ بن سکے۔ اور غیر جانب دار حضرات نے انہیں کوئی اہمیت نہ دی تھی

الزام سے کچھ نہیں ہوتا اختلاف سے راہیں دو ہو جاتی ہیں، بنیادی اختلافات ہوں تو راہیں بنیادی طور پر ایک دوسرے سے جدا ہوں گی جیسے سنی اور شیعہ اور فروعی اختلافات ہوں تو راہیں صرف فروعی طوع پر مختلف ہوں گی جیسے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی۔ اصولی درجے میں سب ایک رہیں گے جہاں تک محض الزامات کا تعلق ہے اس سے کوئی حقیقت قائم نہیں ہوتی۔

مولانا محمد علی جوہر۔ مولانا میر حسن سیالکوٹی۔ مولانا غلام رسول عرف ریل بابا اترسری۔
 ڈاکٹر علامہ اقبال۔ حکیم اجل خاں۔ مولانا شوکت علی۔ ڈاکٹر انصاری۔ خواجہ حسن نظامی۔
 مولانا ظفر علی خاں۔ چودھری افضل حق۔ مولانا حسرت مہانی۔ حضرت میاں شیر محمد شہرپوری
 پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی۔ حضرت خواجہ سراج الدین موسیٰ زئی شریف۔ حضرت پیر
 مانگی شریف۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی۔ حضرت عبدالقادر قصوری۔ مولانا غلام
 گھوٹوی۔ مولانا ظہیر احمد گوی جیسے کئی حضرات تھے جنہوں نے اس ماحول میں آنکھیں کھولیں
 جب مولانا احمد رضا خاں کنیفر کی ہم شروع کر چکے تھے مولانا احمد رضا کے الزامات اردو
 زبان میں ان کے سامنے بھی آئے مگر ان حضرات نے خاں صاحب کے ان الزامات
 کی کبھی تصدیق نہ کی چند تفرقہ باز لوگوں کے سوا کسی نے انہیں حقیقت نہ جانا الزامات،
 الزامات ہی رہے اختلافات ذہن کے اور اب جب کہ اس ہم کو شروع ہوئے ستر
 سال سے زیادہ عرصہ ہونے کو ہے یہ الزامات جنوز الزامات ہی ہیں واقعات نہیں،
 اور علماء حق صرف مورد الزام۔ ان کا کوئی قصور ثابت نہیں ہو سکا۔ تقریباً دس سال
 پہلے بہار کے صحافی ارشد القادری نے تجویری اقرار کیا تھا کہ یہ ہم نصف صدی سے
 الزام کے درجے میں ہی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

علماء دیوبند نصف صدی سے سارے جہاں میں مورد الزام ہیں۔

الزام ثابت ہونے کے لیے آخر کوئی مدت ہوتی ہے جس میں وہ ثابت ہو جاتا ہے، یا
 داخل ناکل ہو جاتا ہے۔ ثابت ہو جائے تو مرتکب ملزم نہیں رہتا مجرم قرار پاتا ہے۔
 یہ کس قسم کے الزامات ہیں کہ ستر سال سے شائع ہو رہے ہیں بیان ہو رہے ہیں مگر اب تک
 تسلیم نہیں ہو سکے نہ اب تک ان کی وجہ سے کسی کرٹ میں کوئی نکاح فسخ ہوا نہ کوئی ورثہ
 تقسیم ہونے سے رک نہ ان کی بنا پر کسی کا دامنہ ارض حرم میں منوع ٹھہرا۔ اگر یہ واقعی
 کفر و اسلام کے فاسطے ہوتے تو اس طویل عرصے میں تاویل کے بادل ضرور چٹ چکے

ہوتے اور فیصلہ ضرور ہو جاتا علماء دیوبند اب تک صرف مورد الزام نہ رہتے غیر جانبدار
مراکز علمی روحانی مراکز اور دیگر قومی زعماء کا وہ عمل ملکی سطح پر مولانا احمد رضا خاں کے
الزامات کو رد کر چکا ہے اس کی کچھ تفصیل آگے آئے گی۔

دنیا میں اسن تحفیری مہم کا کیا اثر رہا، اور
لوگوں میں احمد رضا خاں کے متعلق کیا عمومی

مکفر المسلمین کا خطاب

اثرات قائم ہوئے اسے انہی کے ایک معتقد کی زبان سے سنتے :

ہے مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تری :

آج کا سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرنے سے جھکتا ہے عام طور پر امام
احمد رضا خاں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین (مسلمانوں کو کافر گردانے
والے) تھے بریلی میں انہوں نے کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی۔ آج
ایشیا میں جتنے بھی سائنسی ادارے ہیں وہاں امام احمد رضا پر کام تو درکنار
نام بھی نہ ملے گا لے

الیزان بمبئی کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے سنجیدہ انسان واقعی بریلوی کہلانے میں
عارضوں کو کتے ہیں مضمون نگار اس صورت حال پر بہت پریشان دکھائی دیتے ہیں
مگر اس میں پریشانی کی کوئی وجہ نہیں جیسا مولانا احمد رضا کا کام تھا اس کے مطابق انکی
شہرت ہوئی یہ نہ پہلے پردہ خفا میں تھی نہ اب ہے پہلے بھی یہی مشہور تھا کہ مکفر المسلمین
ہیں اور آج بھی دنیا انہیں اسی جہت سے یاد کرتی ہے علمی حلقوں میں نہ ان کا کوئی
کام ہے نہ نام۔ دوسروں کو کافر قرار دینے کے لیے صفحوں کے صفحے لکھتے چلے جانا
اور جارتوں سے کھیل کر ان میں نئے معنی پیدا کرنا آپ کا مخصوص فن تحریر تھا۔

یہ دھکی چھٹی بات نہیں مولانا احمد رضا خاں نے دوسروں پر جس قسم کے الزامات

لگائے اور ان کے لیے جزمان استعمال کی جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس سے بہت متنفر ہے مولانا احمد رضا کی اس قسم کی تحریریں غیر سنجیدہ زبان اور دوسروں پر کفر کے فتوے ان کے لیے کوئی کشش پیدا نہ کر سکے یہ حقیقت گوتلخ ہے لیکن ہے حقیقت اور اسے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں ان کے اسی معتقد سے سنئے :

یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجئے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرنا جاسکا جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو احمد رضا کو جانتا بھی نہیں ہے

تعلیم یافتہ طبقے میں شہرت اور قبولیت کے آخر کچھ اسباب ہوتے ہیں جہاں یہ سب اسباب منتفی ہوں وہاں نتیجہ یہی ہوگا جو مولانا احمد رضا کے بارے میں ہمارے سامنے ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ انہیں جانتا ہی نہیں۔

جاہلوں کے پیشوا کا خطاب } بریلوی طبقے کی علم و عرفان سے دہری
اس درجے میں مسلم ہند ہی ہے کہ اُنکے
اپنے حلقے اس پر چونک اُٹھے ہیں مولانا مظہر راشد دہلوی کے صاحبزادے
مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں :

علمی حلقوں میں اب تک مولانا احمد رضا خاں کا صحیح تعارف نہ کر لیا
جاسکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابالغ ہے چنانچہ ایک
مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک فاضل (پڑھے لکھے صاحب)
نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں۔ گویا
آپ جاہلوں کے پیشوا تھے !

یہ جنوری ۱۹۷۱ء کی تحریر ہے ماہنامہ المیزان نے مارچ ۱۹۷۶ء میں پھر
اسی افسوس کا اظہار کیا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا اب تک علمی حلقوں میں کوئی

لے المیزان احمد رضا نمبر ص ۲۸ لے فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۷۵ شائع کردہ
مرکز مجلس رضا

تعارف نہیں ہو سکا۔ سالوں پر سال گزرتے چلے جا رہے ہیں اور مولانا احمد رضا کے بارے میں یہی تصور قائم ہے کہ آپ جاہلوں کے پیشوا تھے بلکہ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے اس یقین میں اور اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

مولانا احمد رضا کی علمی حلقوں سے بید خلی { المیزان کی مذکورہ بالا تحریر جناب مسعود احمد صاحب

سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے مگر اس میں اس پر گراں قدر اضافے بھی ہیں موصوف لکھتے ہیں ہم اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں ذرا بھی نہیں جھجک رہے ہیں کہ بدترین و دانشمندانہ کی لائبریریوں سے لے کر طلباء و ریسرچ اسکالرز کی میزوں تک اگر نظر آئیں گی تو بیگانوں (دیوبندیوں) کی کتب ہی نظر آئیں گی۔ نصف صدی کے طویل عرصے میں امام احمد رضا کی یہ تصویر پیش کی جاتی رہی کہ تکفیر کی تلوار لے کر ہر کسی کو قابل گردن زنی قرار دینے والے فرد کا نام ہے امام احمد رضا۔ گویا امام احمد رضا اور سارے مسلمانوں کی تکفیر ایک عنصر کے دو نام ہیں۔ حرکت و عمل کی اس توانائی کے ساتھ امام احمد رضا کو علمی حلقوں سے بے دخل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے جو اب اپنے نقطہ عروج کو پہنچا چاہتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی کس پرسی کا یہ نقشہ بریلویوں نے ۱۹۷۶ء میں پیش کیا ہے۔ اس وقت مولانا احمد رضا کے دور کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا مولانا ظفر علی خاں ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور نے آستانہ بریلی کی یہ تصویر ۱۹۳۰ء میں کھینچی تھی۔ جب مولانا کے صاحبزادے حامد رضا خاں صاحب پنجاب آئے تھے تو روزنامہ زمیندار نے اپنے کالموں میں موصوف کا اسی صورت حال میں استقبال کیا تھا گویا نصف صدی سے پھر حالات جوں کے توں ہیں اور مولانا احمد رضا خاں

کی اس کس مہر میں اور اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور انہیں علیٰ ملقوں سے بے دخل کرنے کا منصوبہ حسبِ تصریح المیزان احمد رضا بنز اب اپنے نقطہٴ عروج کو پہنچا چاہتا ہے۔
مولانا حامد رضا کالاہور میں استقبال۔

مولانا حامد رضا بریلوی کے لاہور آنے پر روزنامہ زمیندار نے ان الفاظ میں آپ کا استقبال کیا تھا روزناموں میں ان باتوں کا اس طرح آنا پتہ دیتا ہے کہ اس وقت آسٹریلیا کے ہاے میں رائے عامہ کیا تھی اور پھر یہ کہ کسی دوسرے روزنامے نے اس وقت اس سے کوئی اختلاف نہ کیا آج بھی یہ نظم بہارستان کی بہار ہے۔

اڈھ کر حامد رضا خاں آئے بہت کا کھٹ ذات انکی ہے مجدد بات ان کی لاف کاٹ
پانچٹر کے کن سازوں سے لایا ہے اُدھار شرک اٹھی بھری کا یہ بڈھا نور باف
پیکر طاغوت ہے یا ہے رضائے مصطفیٰ باپ تھا اس لاش کا سر اور بیٹا اسکی ناف
شغلہ ان کا ہے کفر مسلمانانِ ہند ہے وہ کافر جو کہو ان سے ذرا بھی اختلاف
جب سے پھڑٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی دید کے قابل ہے انکا انکاس و انعطاف
زندگی اس کی ہے فٹ کے لیے پیغام موت کر رہا ہو جو بجائے کعبہ قبروں کا طواف گئے

لے لام کاٹ لکٹ لکٹ (تیرے لیے کفر کا فتویٰ ہے) کا مخفف ہے
لکٹ لکٹ کے ابتدائی حروف لام کاٹ ہیں لاف و گزاف کو بھی ابتدائی حروف کے اعتبار
سے لام کاٹ کہہ سکتے ہیں لاف گزاف فضول باتوں کو کہتے ہیں لام کاٹ بکلت کے معنی
مخادوم میں گالی گلوچ کرنا بدزبانی کرنا اور غش بکنا ہیں (علیٰ اُردو لغت ص ۱۲۸)
لے پانچٹر کے کن سازوں سے مراد انگریز ہیں۔ جو ہندوستان سے روٹی لاکر پانچٹر
کے کارخانوں میں کپڑا تیار کرتے تھے اور یہی بدیشی کپڑا پھر ہندوستان جا کر بکتا تھا۔
تے آنٹی گرہ اور گانٹھ کو کہتے ہیں شرک کی آنٹی سے مراد شرک کی تعلیمات ہیں۔ جو مرن احمد رضا
عیسائیوں سے لے کر مسلمانوں میں پھیلا رہے تھے۔

مولانا ظفر علی خاں اہل دل لوگوں میں سے تھے اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی سے عقیدت رکھتے تھے گولڑہ کے مولانا فیض احمد لکھتے ہیں :

مولانا ظفر علی خاں اہل دل ہونے کی کئی خصوصیات رکھتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم کی صحبت کا اثر لے کر جاتے تھے۔

مولانا ظفر علی خاں کی صحبت کا اثر تھا کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کو کبھی منہ نہ لگایا مولانا فیض احمد نے حضرت پیر صاحب کے معاصرین کی فہرست میں مولانا احمد رضا خاں کا نام تک نہیں لیا اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت پیر صاحب مولانا احمد رضا خاں کی تھوڑی سی تکفیر سے متفق نہ تھے۔

مولانا ظفر علی خاں نے آستانہ بریلی کی صحیح تصویر کھینچی ہے اور اب اسی کی نقاب کشائی اس سے تقریباً نصف صدی بعد ماہنامہ المیزان بمبئی احمد رضا نمبر نے کی ہے۔

آج کا سنجیدہ انسان اس طرف دُخ کرنے سے جھکتا ہے عام طور پر امام احمد رضا خاں کے متعلق مشہور ہے کہ کفرِ مسلمین تھے۔ بریلی میں انہوں نے کفرِ سازِ مشین نصب کر رکھی تھی۔

مشغلہ ان کا ہے تکفیرِ مسلمانانِ ہند ہے وہ کافر جس کو ہوا ان سے ذرا بھی اختلاف

صورتِ حال کی تحقیق { ماہنامہ المیزان کا احمد رضا نمبر اور مولانا ظفر علی دونوں اس پر متفق ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں عام تاثر

یہی ہے کہ آپ کفرِ مسلمین تھے۔ دوسروں کو کافر بنانا ان کا خاص موضوع تھا فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ المیزان احمد رضا نمبر اسے رائے عامہ کے نام سے نقل کرتا ہے اور مولانا ظفر علی خود بھی اس رائے سے متفق ہیں اب اس سے چارہ نہیں کہ تحقیقِ حال کیلئے

آستانہ بریلی کی طرف رجوع کریں۔

تحقیقِ حال کے لیے مولانا احمد رضا خاں اودان کے آستانہ بریلی میں باریابی { اور مسلمانوں کی تحریروں کی تلاش ہوئی کیا واقعی احمد رضا

اور سارے مسلمانوں کی تکفیر ایک ہی غصہ کے دو نام ہیں ؟ اس سلسلے میں آستانہ بریلی اودان کی تعلیمات ذیلی کی طرف رجوع کیا بات سچ نکل مناسب سمجھا کہ ہمارے قارئین بھی ان تحریرات کے توسط سے آستانہ بریلی میں باباب ہوں اور قبول ماہنامہ المیزان اگر واقعی یہ تاثیر ہے کہ بریلی میں کفر سازی کی مشین نصب تھی تو دیکھا جائے کہ اس کے گئے کتنی دور تک برسے ہیں۔ جوں جوں اس لٹریچر کو دیکھتے گئے یہ حقیقت اگلی گئی اور معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں اور سارے مسلمانوں کی تکفیر واقعی ایک ہی غصہ کے دو نام ہیں۔
زندگی چہرے کو بہت دھویا مگر سیاہی اترنے نہ پائی۔

مولانا احمد رضا خاں کا فیصلہ تفریق

مولانا احمد رضا خاں کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں تفریق تکفیر سے زیادہ عزیز تھی۔ کفر کا تعلق بندے اور خدا کے مابین ہے لیکن تفریق کے فاصلے خود بندوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ انگریز حکومت مسلمانوں میں تفریق چاہتی تھی۔ کفر سے انہیں براہ راست تعلق نہ تھا۔ مولانا کو بھی تفریق تکفیر سے زیادہ عزیز تھی۔ بلکہ یوں کہئے کہ تکفیر کا کڑا گھونٹ انہوں نے تفریق کی خاطر ہی بیا تھا۔

مشائخ حرم کعبہ زیادہ تر حضرت امام احمد بن حنبل کے متقلد اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی (۱۲۰۶ھ) کے مشرب پر ہیں۔ سعودی عرب عالم اسلام کا دینی مرکز ہے ان وہابی اماموں کے پیچھے لاکھوں مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور انہیں مسلمان سمجھتے ہیں موسم حج میں کوئی بد نصیب ہو گا جو مسجد حرام میں اور مسجد نبویؐ میں باجماعت نمازوں سے محروم نہ ہو گا۔ جو شخص ان تمام مشائخ حرم پر کفر کا فتویٰ دیتا ہو اور انہیں مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کفر کہتا ہو اس کے بارے میں کیا یہ تاثر غلط ہو گا کہ وہ ذات شریف اور تمام مسلمانوں کی تکفیر ایک

ہی حاضر کے دو نام ہیں، اسی طرح علماء دیوبند کو ہندوستان پاکستان اور بنگلہ دیش کے تعلیم یافتہ حضرات سب مسلمان سمجھتے ہیں۔ انہیں سعودی عرب مصر و شام اور دوسرے اسلامی ممالک میں اسلام کے جلیل القدر اسکالر سمجھا جاتا ہے اب جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ جو شخص وہابیوں اور دیوبندیوں کو مسلمان سمجھے وہ بھی مسلمان نہیں تو کیا ایسا شخص واقعی کفر المسلمین (سب مسلمانوں کو کافر کہنے والا) نہ ہو گا؟

ان تمام وہابی اور دیوبندی طبقوں کو بیک نوک زبان کافر قرار دینے سے کیا اس تاثر کی تائید نہ ہوگی کہ مولانا احمد رضا خاں مسلمانوں کی تکفیر میں واقعی بہت جری تھے وہابی اور دیوبندی تو ایک طرف رہے جو شخص ان میں سے نہ ہو لیکن انہیں کافر بھی نہ سمجھتا ہو مولانا احمد رضا خاں اسے بھی معاف نہیں کرتے جو شخص ان حضرات کے کفر میں شک بھی رکھتا ہو اس کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ درج ذیل ہے۔ اس فتوے میں بھی تکفیر کی بجائے تفریق کا پہلو زیادہ غالب نظر آ رہا ہے۔ یہ انداز مولانا احمد رضا خاں کے مقصد ورون خانہ کا پتہ دیتا ہے۔ ہندوستان میں انگریز حکومت یہی چاہتی تھی کہ مسلمان کیلے کٹے نہ بیٹھ سکیں۔ تکفیر اسی منزل تفریق کا ایک ذریعہ تھی۔

جو شخص وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر میں شک کرے اس کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کا فیصلہ تفریق ملاحظہ کیجئے اور انگریزی سیاست کی داد دیجئے۔

بلاشبہ اس سے بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا۔ اس سے نفص اس کی اہانت اس کا رد فرض ہے اور تو قیر حرام وہم اسلام۔ اسے سلام کرنا حرام۔ اس کے پاس بیٹھا حرام اس کے ساتھ کھانا پینا حرام۔ اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام اور قربت زنا خالص اور بیمار پڑ جائے تو اسے پوچھنے جانا حرام۔ مرحلے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام۔ اسے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام ہے۔ اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر ہے۔ اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا اور اس کے جنازے کی مشایعت حرام۔ اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام اسکی قبر پر کھڑا ہونا حرام۔ اس لیے دلعے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر ہے

یہ فتوے اس شخص کے بارے میں ہے جو وہابیوں دیوبندیوں کے کفر میں شک کر رہے
 یا انہیں مسلمان سمجھے، آج کتنے مسلمان ہیں جو حرم کعبہ میں جا کر بلا کسی فرقہ و ملائذ امتیاز کے وہاں کے
 دو بانی اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ انہیں کافر نہیں کہتے مولانا احمد رضا
 خاں کے اس فتوے کی رو سے وہ سب کے سب کافر ہو گئے اور ان کے نکاح ٹوٹ گئے اب
 آپ ہی فیصلہ کریں کہ جو لاکھوں مسلمان طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر کے کہ مسئلہ حج کے لئے
 آتے ہیں اور بقول بریلوی حضرات کے امام حرم کے پیچھے نمازیں پڑھ کر اپنے نکاح تڑوا کر کافر ہو کر
 واپس لوٹتے ہیں انہیں کیا طے؟ اور پھر یہ بھی فیصلہ کریں کہ کیا مولانا احمد رضا خاں اس طرح پورے
 عالم اسلام کو کافر ٹھہرا کر واقعی مکفر المسلمین نہ تھے؟ الیذان احمد رضا فہر کا یہ تاثر بالکل درست ہے کہ
 مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے، بریلی میں انہوں نے
 کسرازمین نصب کر رکھی تھی۔

مسلمانوں میں آپس میں فردعی اختلاف کتنے
 ہی کیوں نہ ہوں۔ جنازہ وغیرہ کے موقع پر ایک
 مولانا احمد رضا کا فتوے کفر

دوسرے کے ساتھ فردر شال ہو جاتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے ذوق تفریق نے
 نماز جنازہ کو ہی موضوع بنایا، فرماتے ہیں،

دوبانی۔ رافضی۔ قادیانی وغیرہم کفار مرتدین کے جنازہ کی نماز انہیں ایسا جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے۔
 یہ نہ سمجھیں کہ مولانا احمد رضا یہاں دیوبندیوں کو چھوڑ گئے شاید طبیعت میں کوئی نرمی آگئی ہو
 نہیں دوسرے مقام پر یہ کسر بھی نکال دی ہے۔ نکاح شادی کے موقع پر بھی برادری والے
 مل بیٹھتے ہیں مولانا احمد رضا کو یہاں بھی جوش آگیا فرماتے ہیں۔

دوبانی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑاوی۔ جملہ مرتدین کہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام
 جہان میں جس سے نکاح ہو گا مسلم ہو یا کافر اصلی۔ یا مرتد۔ انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا

خاص ہر گناہ اور اولاد و ولد الزنا۔ ۱۰

اسلام میں حیوان سے نکاح ہونے کی کوئی صورت بھی ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں تو مولانا نے یہاں حیوان کو کیوں مکمل نکاح فرمایا اور مخالفین کے لئے اسے باطل ٹھہرایا اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اپنے لئے وہ اسے ضرور جائز سمجھتے ہوں گے۔

مولانا احمد رضا خاں کا یہ خیال بالکل غلط ہے اسلام میں حیوان سے نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں، اسیدنا حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔

مَنْ وَجَدَ شَوْكَةً تَحْتَ عِلَاقِ بَيْعِمَةٍ فَاقْتُلْهُ ۝ تم جسے پر پائے سے نکاح کرتے پاؤ گے قتل کرو۔

مولانا احمد رضا کے پیرو تفریق بین المسلمین کی اس مہم میں اتنے دور جانکے ہیں کہ ان میں سے بعض کہ مسجد میں مسجد حرام کے اس حصہ میں جو سودی حکومت نے بڑھایا ہے اپنی نماز بھی نہیں پڑھتے جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہابیوں کی بنوائی ہوئی مسجد - مسجد کے حکم میں نہیں وہ گھر کے حکم میں ہے۔

ہیں اتنا تو معلوم تھا کہ یہ لوگ وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، مسجد حرام اور مسجد نبویؐ کی باجماعت نمازوں میں شریک نہیں ہوتے۔ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مکہ و مدینہ پر کفار کا قبضہ ہے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ یہ لوگ اس حصہ مسجد کو جو سودی حکومت نے بڑھایا ہے مکہ کے گھروں کے حکم میں سمجھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا کے اس فتویٰ سے یہ تعجب بھی زائل ہو جاتا ہے۔

عرض:- وہابیوں کی بنوائی ہوئی مسجد - مسجد ہے یا نہیں؟

ارشاد:- کفار کی مسجد شکر کے ہے۔ ۱۱

مکہ میں جمعہ و عیدین ترک کرنا فرض ہے | مولانا احمد رضا خاں کے معتقد مکہ و مدینہ میں جا کر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز

نہیں پڑھتے نمازیں اگر حرام نہیں سمجھتے تو کیسے پڑھتے ہوں گے یا وہاں گھروں میں پڑھ لیتے ہوں گے

۱۲ ملفوظات حصہ ۱۱ ۱۳ جامع ترمذی جلد ۱۱ ۱۴ ملفوظات حصہ

لیکن جمعہ کی نماز تو ایسے نہیں پڑھی جاسکتی اس کے لئے غلط فروری ہے اس صورت حال میں
کیا کیا جائے۔؟ مفسر السنین کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ ہو۔

ندان کی رو ہا ہیل کی نماز نماز ہے ندان کے پیچھے نماز نماز۔ بان فرض وہی جمعہ یا عیدین
کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نزل کے توجہ و عیدین کا ترک فرض ہے نہ
معلوم نہیں اس فتوے سے موسم حج میں کتنے لاکھوں مسلمانوں کی نماز جمعہ ضائع ہوتی
ہوگی اور کتنے ہجر کے نمازی اس حج کی حافری سے بے نماز ہو کر واپس لوٹتے ہیں
بریلویوں کی حالت زار قابل رحم ہے۔

مگر ہیں مکتب و چنین طاق کار لفظاں تمام خواہ شد
الغوس کہ مسلمانوں کی نماز تو نماز نہیں اس صورت حال میں جمعہ و عیدین تک
کا ترک فرض ہے لیکن ابلیس کی نماز نماز سمجھ رکھی ہے اور اس کے پیچھے نماز
پڑھنے کو کہیں سلام نہیں بتلایا۔

مولانا احمد رضا خاں نقل کرتے ہیں۔

شیطان بھی نماز پڑھتا ہے، میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ پر ابلیس نماز پڑھ رہا
ہے میں نے اس کی یہ نئی بات دیکھ کر کہا کہ تیرا کام تو نماز سے غافل کر دینا ہے تو خود
کیسے نماز پڑھتا ہے اس نے کہا شاید اللہ تعالیٰ میری نماز قبول فرمائے اور مجھے بخش دے نہ
شیطان کو نمازی کیوں مانا جا رہا ہے؟ خان صاحب کی یہ تدبیر محض اس لئے تھی کہ ان
کے پیروگوں کو نمازیوں سے متنفر کرنے کے لئے اس اصول کو کہ شیطان بھی نماز پڑھتا ہے دلیل
بنا سکیں اور کہیں کہ شیطان بھی نماز کسی دھوکے کیلئے نہیں بخشش کی امید پر پڑھتا ہے۔
شیطان کے اعمال میں نیکیوں کا وجود جمہور اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف ہے اور لوگوں کے
دلوں میں شیطان کی نفرت کم کرنے کی ایک غلط راہ ہے افسوس کہ شیطان کی نماز تو نماز مان لی لیکن

کہ مدینہ کے اماموں کی نماز نماز نہیں نہ ان کے پیچھے نماز نماز ہے۔ خان صاحب کے یہ
شیطانی عقیدے کی انتہا ہے۔

مولانا احمد رضا کے ذوق تفریق نے جنازہ وغیرہ کے
سب کے ذبیحے حرام ہونے کا فتویٰ | موقع پر مختلف مسلک کے لوگوں کے مل بیٹھنے کے
احتمالات بھی کمزور کر دینے محتاج و شادی کی تقریبات پر ان کے ملنے کے مواقع بھی کمزور فرمائے
اب کوشش فرمائی کہ عام سماجی زندگی میں وہ ایک دوسرے کے گھر کھانا بھی نہ کھاسکیں، اعلان
فرمایا کہ ان کے مخالف سب فرقوں کے ذبیحے ان کے پیروؤں کے لئے حرام ہیں گولا لکھ بار
ذبح کرتے وقت نام الہی لیں، فرماتے ہیں۔

رافضی تہرائی و بابی دیوبندی و بابی غیر متفقہ قادیانی چکڑالوی پنچری ان سب
کے ذبیحے حرام محض نجس و مردار قطعی ہیں اگرچہ لاکھ بار نام الہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار
بننے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں نہ

مولانا احمد رضا خاں نے ہندوستان کے مسلمانوں پر باہمی خوشی غمی شادی و تہام اور سماجی
سیل جول کے دروازے جس تفریق سے بند کئے ہیں اور اس منزل تک پہنچنے کے لئے جو
نیزہ تکفیر استعمال کیا ہے اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ آپ کے ان فتوؤں نے ہندوستان
میں اٹھنے والی جملہ اصلاحی تحریکوں کو مسطون ٹھہرایا کیوں کہ عام ملکی اصلاحی تحریکیں، عام سماجی اتحاد کے
بیز پر دان نہیں چڑھتیں۔ اسی طرح آپ کے ذوق تفریق نے آزادی وطن کے لئے مختلف طبقوں
کے مسلمانوں کا باہمی مل بیٹھنا بھی حرام کر دیا اور یہی فضا اس وقت انگریزی حکومت ہندوستان
میں دیکھنا چاہتی تھی۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا دیدار علی الدہلوی نے لاہور میں دارالعلوم
ہرمگیر فتوے کفر | حزب الاحناف کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا اس کے ایک فاضل
حزب الاحناف کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا اس کے ایک فاضل

مولانا ابو الطاہر محمد طیب دانا پوری مولانا احمد رضا خاں کے نقیب اور ان کے ذوق تفریق کے جانشین وارث تھے آپ نے اپنے سوا ہر طبقے کو کافر قرار دیا ہے اور خاص طور پر ان لوگوں کو جو ہندوستان کی تعلیمی اصلاحی یا سیاسی تحریکوں میں پیش پیش تھے نام لے لے کر کافر ٹھہرایا ہے۔

آپ نے ایک رسالہ قہر القادر کے نام سے مولانا احمد رضا خاں کے امتنا نہ بیت مارہرو شریف سے شائع فرمایا، دانا پوری صاحب کی دیکھئے۔ ایک ہی جگہ سب پر کفر کا گولہ پوری توانائی سے پھینکا ہے۔ زبان بھی ملاحظہ کیجئے اور فتوے کفر کی وسعت کی داد بھی دیجئے۔

کچھ ایسے دنیا کے بندے۔۔۔ پیٹ کے کتے۔۔۔ مولوی نمائیڈر تلاش کئے جو اپنے پیٹ اور لعنت کی روٹی کی خاطر اسلام اور مسلمانوں کو الٹی چھری سے ذبح کرنے لگے۔ دین فروش و دنیا فر مولوی نمائیڈروں میں۔

- ۱۔ اسماعیل دہلوی ۲۔ نذیر حسین دہلوی ۳۔ سر سید احمد خاں ۴۔ قاسم نانوتوی ۵۔ رشید احمد گنگوہی ۶۔ انہیا نیاں اور ایں جہانیاں میں ۷۔ اشرف علی تھانوی ۸۔ حسین احمد جودھیا ۹۔ عطارد اللہ سجاری ۱۰۔ ابوالکلام آزاد ۱۱۔ محمد علی جناح ۱۲۔ عنایت اللہ شرعی ۱۳۔ عبد الشکور کاکرودی وغیرہم مشہور و معروف ہیں نیز ۱۴۔ حسن نظامی ۱۵۔ شبیر احمد دیوبندی ۱۶۔ کفایت اللہ شاہ جہانپوری ۱۷۔ احمد سعید دہلوی ۱۸۔ ڈاکٹر اقبال ۱۹۔ عبدالمجید دیرابادی ۲۰۔ محمد علی جوہر ۲۱۔ عبدالغفار خاں سرحدی گاندھی۔

(پیسہ لکھا ہے)

پیر پنچر سر سید نے اپنے نورتن بنار کھے تھے جو پیر پنچر کے وزیران پنچریت اور میشران دہریت اور مبلغین زندگیقت تھے جن کے نام یہ ہیں۔

- ۲۱۔ نواب محسن الملک مہدی علی خاں ۲۲۔ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی خاں، ۲۳۔ نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین ۲۴۔ مولوی الطاف حسین حالی ۲۵۔ شمس العلام مولوی ذکاؤ اللہ ۲۶۔ مولوی مہدی حسن ۲۷۔ سید محمود خاں ۲۸۔ شبلی نعمانی

اعظم گرمی ۲۹۔ ڈپٹی نذیر احمد

بریلوی علامہ روزمرہ ایک شخص کو بھی برا بھلا کہیں تو ان کیلئے پورے مہینے کا نصاب تیار ہو گیا۔

مولانا ابوالطاهر دانا پوری کے اس تھوکی فتویٰ تکفیر سے نہ مولانا محمد علی جوہر بچے نہ مولانا حالی۔ نہ ڈاکٹر اقبال نہ قائد اعظم محمد علی جناح نہ اصرار نہ خاکسار نہ کانگریسی نہ مسلم لیگی۔ نہ آجہانیاں نہ ایں جہانیاں۔ یہ نظر عتاب صرف علامہ دیوبند پر ہی نہ تھی۔

گھائل تری نظر کا بنوع دیگر ہر ایک زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں

آزادی ہند سے کچھ سال پہلے مسلمان زیادہ تر مسلم لیگ کے گرد جمع تھے یہ قومی اتحاد بلا لحاظ مسلک مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر رہا تھا یہ جمع بندی مولانا احمد رضا خاں کے ذوق تفریق کے خلاف تھی رعاں صاحب ان دنوں آجہانی ہو چکے تھے تاہم ان کے ایں جہانی حضرات جن میں مولانا احمد رضا کے آستانہ بیعت مارہرہ کے گدی نشین مولانا احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں، منظر علی ٹوفرت مولانا شمس علی۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد عالم اعلیٰ حزب الاحناف ہند لاہور پیش پیش تھے۔ مسلم لیگ کے خلاف پوری قوت سے بنو قرا تھے، مولانا سید یدار علی شاہ صاحب نے ڈاکٹر اقبال پر کفر کا فتویٰ لگایا تو ان کے ابوالطاهر دانا پوری صاحب نے قائد اعظم محمد علی جناح کے بارے میں لکھا۔

بحکم شریعت مسٹر مینا اپنے ان عقائد کفریہ، قطعیہ، یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔

قائد اعظم کے خلاف یہ زور آزمائی محض اس لئے تھی کہ مرحوم مسلمانان ہند کی دینی رہنمائی کے لئے حکیم الامت مولانا شرف علی تھانوی اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے، قائد اعظم کی تمنا تھی کہ پاکستان کا پرچم پہلی بار حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے دست مبارک سے لہرائیں۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا۔

۱۔ قبر اقدار علی اکبر ایسا ڈرمہ مبلغ سیماں دہرہ جگمگ مٹی ایدلشن ثانی ۲۔ کتاب اہل السنۃ ۳۔

ان حالات میں بریلویوں کے لئے فردی ہو گیا کہ وہ دیگر جماعتوں کی طرح مسلم لیگ پر بھی ہنر آزمائی کریں۔

دانا پوری فاضل حزبہ الاحناف لاہور لکھتے ہیں :
مسلم لیگ کے خلاف فتوے | اپنی دین فروشوں میں سے چند دنیا پرستوں نے

ایک جماعت بنائی جس کا نام منظم لیگ بخلط سسی بر مسلم لیگ ہے۔ اس کا قائد ویلڈر محمد علی جینا ہے۔ جس کا قائد اعظم درحقیقت ایک بندہ زر لیڈر اپنی شکم پُری اور تن لباسی کے لئے پُنجوہیت و لاندہیت کا دام تزوین بچھائے ہوئے تھا اس کا نام سر سید احمد خاں علی گڑھی تھا جینا اس وقت اُسی کا قائم مقام ہے۔

سر محمد علی جناح کے نام کے ساتھ قائد اعظم نہ لکھنے کی وجہ مولانا امجد رضا خاں کے آستانہ بیعت (پیر خانہ) مارہرہ شریف سے پوچھی گئی، آپ نے ہدایت فرمائی۔
 ”کیا کوئی سچا ایماندار مسلمان کسی کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا۔“

ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی سنجیدہ انسان بریلویوں کی اس زبان کی تائید کر سکے گا یہ لوگ اگر نظر پاکستان کے خلاف تھے تو اس اختلاف کو اچھے الفاظ میں بھی بیان کیا جاسکتا تھا مایوں پر اُتر آنا کسی اچھے آدمی کا کام نہیں۔ نام بگاڑنا کبھی نیک لوگوں کی عادت نہیں رہی مسلم لیگ کو منظم لیگ کہنا مولانا امجد رضا خاں کی علمی تربیت کا اثر ہے۔

مولانا امجد رضا خاں مولانا خرم علی بھوری کی کتاب نصیرت السلیمین اور مولانا اسعد شہید کی کتاب تقویت الایمان کے سنت خلاف تھے، مسائل میں اختلاف ہوتا ہی آیا ہے لیکن آپ اپنے فوق خاص کی تکلیف کے لئے ناموں کو غائب بگاڑتے تھے۔ نصیرت السلیمین کو نصیرت السلیمین تقویت الایمان کو

تہراندار صلیب سلطان دیر بلڈنگ بیسی ایڈیشن ثانی۔

مسلم لیگ کی زریں بھیسہ دردی صغ شاخ کردہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف۔

تغویۃ الایمان لکھتے تھے۔ مولانا غلام علی کا نام بگاڑ کر اسے خرمنی کر دیا (یعنی وہ گدھا جس پر سواری کی جائے) آپ کے معتقد سوانح نگار لکھتے ہیں۔

آپ نے مصنف کا نام اس طرح بنا دیا کہ پڑھنے والے نہیں سے لوٹ گئے مولوی خرمنی (بھوڑی) خیر یہ تو مولانا احمد رضا خاں کی دل بچی تھی لیکن مسلم لیگ کو مظالم لیگ قرار دینے میں ان حضرات کے ذوق تفریق کا بھی بہت دخل تھا، مظہر علی حضرت مولانا شمس علی کی نوک زبان دیکھنے، حامیان کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ان مسلمان بھلانے والے مبران اور حامیان کانگریس میں حسین احمد جودھیا باشی و شیر احمد پٹوہڑی اور نائیمن الاسلام کنایت المڈشا جہا پوری کے متبعین و ماہیر دیوبند یہ مرتدین کی اور مسٹر ابو الکلام آزاد و عبدالغفار خاں سرحدی گاندھی کے متقلدین نیا چروہ محمدین کی اکثریت ہے۔

مسلم لیگ ہندوستان میں جمہوری حکومت قائم کر لینے کے بعد ان تمام کفر و مشرکین کے ان کفریات ملعونہ کی تبلیغ و اشاعت کی حمایت و حفاظت کرنا اپنا فرض اولین بتا رہی ہے۔

پھر اس ہجرت کے پنجاب کے مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات سید احمد نانم دارالعلوم حیدرآباد لاہور کا مسلم لیگ کے بارے میں فتویٰ ملاحظہ کیجئے۔ اس پر ابوالطاهر محمد طیب دانا پوری کی بھی تصدیق درج ہے۔ جنہوں نے مولانا الطاف حسین، ڈاکٹر اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کو ان انتہی میں شمار کیا ہے جن پر ان لوگوں نے کفر کا گور نہایت بے دردی سے پھینکا ہے۔ مولانا ابوالبرکات لکھتے ہیں۔

۱۔ لیگ میں مرتدین، منکرین فروریات دین شامل ہیں اس لئے اہل سنت و جماعت (بریلویوں) کا ان سے اتفاق و استماع نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ وہ تو برکریں لیگ کے لیڈروں (قائد اعظم وغیرہ) کو رہنما سمجھنا یا ان پر اعتبار کرنا نامناسب فقہین و مرتدین کو رہنما بنانا اور ان پر اعتبار کرنا

۲۔ سوانح اعلیٰ حضرتؒ مؤلفہ مانایاں قادری پبلی کمپنی

۳۔ احکام نوید شریعہ بر مسلم لیگ مصنفہ مولانا شمس علیؒ شاخ کردہ ماہرہ شریف

۴۔ " " " " " " " " " " " "

گو یا جس طرح ان چاروں کا نام لیا اس طرح ایک ایک ذرہ کو اس کا نام لے لے کر ماننا فرض ہے
 فتوے تکفیر کے زور کی بھی آخر کوئی حد ہوتی ہے اب اگر آج کا سنجیدہ انسان اس رنجیدہ انسان کو نہ
 سنے تو ایڈیٹر المیزان کو اس سے شکوہ نہ ہونا چاہئے بلکہ سوچنا چاہئے کہ اس حالت میں وہ سنجیدہ
 انسان کے ساتھ ہے یا رنجیدہ انسان کے ساتھ ہے؟ ان حضرات کو فتوے کفر میں اتنا انہماک تھا
 کہ آخری وقت میں بھی یہ کفر کے گولے ان کے منہ سے ہرستے تھے، مولانا احمد رضا خاں کے
 آستانہ بیت ماہرہ شریف کے اسماعیل حسین صاحب کی آخری وصیت سینے اور ان کی کفر بازی
 کی ہم پر سرزد ہونے، سنجیدہ انسان یہاں بھی سرکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔

گمراہی والے بد مذہبوں اور بد دینوں کے رد کو اپنا مقصد نظر ٹھہرائیں، خصوصاً وہابیہ دیوبند
 اور سنجیدہ کارڈ کہ یہ سب شریعہ دل سے زائد گندہ اور اسلام کو نقصان پہنچانے والے اور
 جہر کھودنے میں بدترین کفار ہیں۔

بریلوی زبان ہی ساتھ ساتھ ملاحظہ کیجئے، آپ اسی پر بس نہیں کرتے آگے چل کر لکھتے ہیں۔
 مخالفت شلا و بانی مدوی پنہری وغیرہ میں ان سب کو اپنا دشمن مخالفت جانیں ان کی
 بات نہ سنیں ان کے پاس نہ پیشیں بلکہ ان کی کوئی تحریر نہ لکھیں۔
 آخری بات ان کے مقلوں میں جیکمانہ تدبیر کہلاتی ہے۔ یہ نصیحت کہ دوسروں کی کوئی تحریر
 نہ لکھیں اس لئے کی جاتی تھی کہ ان حضرات کی اصل تحریریں دیکھ کر کہیں ان لوگوں کی آنکھیں نہ
 کھل جائیں کہ جو عقائد و نظریات ان کے کومرے لگائے جاتے تھے وہ تو ایسے عقیدے نہیں
 رکھتے اور الزامات ان لوگوں نے آج تک سر رکھے تھے یا دیکھے تھے وہ چند عبارات کے سچے ذرا
 کے سہا کچھ رد نہیں رکھتے۔ کہ کوئی ایسی محکم عبارات نہیں جنہیں کسی طبقے کے عقائد ٹھہرایا جاسکے اور محض
 ان پیچیدہ عبارات کے سہارے ان پر کفر کا بل بول دیا جائے یہ آخری نصیحت اس صدر تھل سے پہنچنے
 کی ایک تدبیر تھی۔

مولانا احمد رضا خاں نے بھی اپنی وفات سے ۲ گھنٹے ۷ منٹ پہلے یہ وصیت فرمائی جو ان کے وصایا شریف میں درج ہے۔

بھٹیڑیے تہارے چاروں طرف ہیں، چاہتے ہیں تمہیں بہکا دیں، تمہیں حق میں ڈال دیں۔ تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو۔ دور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے رافضی ہوئے۔ نیچری ہوئے۔ وہابی ہوئے۔ چکڑاڑی ہوئے۔ غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا یہ سب بھٹیڑیے ہیں تہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچائیے اس وصیت سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں ان کے معتقد نہایت اقلیت میں تھے اور چاروں طرف دوسرے لوگ تھے اور انہی کا غلبہ تھا۔ مولانا کو اپنی بھٹیڑیوں کو محفوظ رکھنے کی فکر تھی۔ اس وصیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں دیوبندی وہابی نہ تھے وہابی ان کے علاوہ کسی اور فرقے کا نام تھا مگر مولانا کی تکفیر کی تلوار سب پر برابر چسکتی تھی۔

مولانا کی یہ تکفیری مہم انہی تک محدود رہتی تو اسے نظر انداز بھی کیا جاسکتا تھا لیکن افسوس کہ ان کا حلقہ عقیدت اسی تفریق بین المسلمین کی محنت میں چُور اور اسی نشہ تکفیر میں برابر محو رہا۔ ان کے مولوی محبوب علی خاں کھنڈی کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے۔

مرتدین کے ساتھ میل جول۔ دوستی و اتحاد۔ بیاہ شادی کرنا۔ کھانا پینا۔ ان کے ساتھ نماز پڑھنا ان کے جنازے کی نماز پڑھنا حرام ہے۔ جو کوئی تم میں سے ان کافروں مرتدوں کے ساتھ دوستی و اتحاد رکھے گا وہ انہی میں شمار ہوگا

مولانا احمد رضا کا یہ تاریکی کر دار ہے اور یہی اس کا باعث رہا کہ آپ اب تک علی

لہ وصایا شریف ص

حلقوں سے بے دخل ہیں عام مسلمان اس باہمی تکفیر کو جو مولانا کی پچاس سالہ جدوجہد کا حاصل تھا
پہنہ نہیں کرتے متوکل تکفیر کے داعی کسی پڑ سے کھسے جلتے ہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے
جاتے المیزان احمد رضا نمبر نے درست لکھا ہے کہ نصف صدی سے مولانا احمد رضا
خاں کا تعارف ہی رہا ہے۔

مگر کیا امام احمد رضا اور سارے مسلمانوں کی تکفیر ایک عنقر کے دو نام ہیں۔ حرکت
عمل کی اسی توانائی کے ساتھ امام احمد رضا کو علی حلقوں سے بے دخل کرنے کا منصوبہ بنایا
گیا ہے، جواب اپنے نقطہ عروج کو پہنچا چاہتا ہے۔

المیزان بہت پریشان ہے کہ علی حضرت کے بے دخل ہونے سے ان کا کیا بنے گا
ان کے کارکن بھی تو آخر اسی نام سے سانس لے رہے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ پریشانی
اس مسئلے کا حل نہیں، اس کے لئے مولانا احمد رضا خاں کو تاریخ کے آئینے میں انارنا
ہو گا تا کہ صحیح صورتحال کا جائزہ لیا جاسکے،

مولانا احمد رضا کے حلقہ اثر میں سب سے زیادہ ہدف طعن مولانا اسماعیل شہید ہیں،
تکفیر کی سیاہ رات اور اسے مظلوم | ان کے زیادہ تر الزامات انہی کے گرد گھومتے ہیں، نماز میں حضور کا خیال آنے سے
نماز ٹوٹ جانے کی تہمت اور حضور کا درجہ بڑے بھائی کے برابر رکھنے کے الزامات انہی
کے ذمہ لگائے جاتے ہیں، مولانا احمد رضا نے سب سے زیادہ مواخذے انہی پر کئے
ہیں، بسن السبوح ۱۳۰۹ م میں شائع کی اس میں آپ نے پچھتر وجوہ سے مولانا شہید کی
عبادت سے کفر لازم آتا تحریر کیا ہے، پھر انکو کتبہ الشہایہ ۱۳۱۶ م میں شائع کی اس
میں بھی ستر وجوہ سے لازم کفر تحریر کیا مگر مظلوم کی آہ کا اثر دیکھنے کے ان تمام تاریک
راہوں سے گزرنے کے بعد پٹری سے اتر گئے اور فرمایا کہ مولانا اسماعیل کو کا فر نہیں

کہتا، لزوم اور التزام میں فرق ہے کسی عبارت سے کوئی بات لازم آئے یہ اور بات ہے اور یہ کہ لکھنے والے نے بھی وہی بات مراد رکھی تھی؟ یہ امر دیگر ہے، جو بات لازم سمجھی گئی اس کا کفر ہونا اور بات ہے اور قائل کا کافر ہونا اور بات ہے اس توجیہ سے کہ اس نے یہ کفر یہ معنی مراد نہیں لئے اسے کافر نہ کہا جائے گا۔

حاصل یہ نکلا کہ نماز میں حضور کا خیال آنے سے نماز ٹوٹ جانے کے الزام کی حقیقت کچھ اور ہوگی اور حضور کا درجہ بڑے بھائی کے برابر قرار دینے کی بات بھی کچھ اور ہوگی اس لئے علماء متاہلین انہیں کافر نہ کہیں، ہو سکتا ہے لکھنے والے کی مراد کچھ اور ہو، محض لزوم کی وجہ سے کسی پر حکم کفر نہیں دیا جاسکتا، لزوم اور التزام میں بڑا فرق ہے،

باقی سب پر کفر کی گولہ باری اور مولانا اسماعیل شہید کا استثناء، فتوے تکفیر کی زد میں ساری اُمت اور مولانا اسماعیل شہید کو کافر کہنے کی جرأت نہ کرنا حتیٰ کا اعجاز اور مظلوم کی آہ کا اثر ہے، اس عدم تکفیر اور استثناء نے سارے کفر پھر مولانا احمد رضا پٹوی لٹا دیئے ہیں اور اب مولانا احمد رضا سے اس بے کچھے سے نکلتا بہت مشکل ہو گیا ہے،

اس صورت میں بریلی سے جو ہم چلی تھی، اٹلی بریلی کو لوٹ آئی اسلئے بالنس بریلی کو

مولانا اسماعیل شہید نے اگر واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی ہیں تو وہ کافر کیوں نہیں؟ کیا حضور کی شان میں گستاخی کرنا کفر نہیں؟ علماء دیوبند تو تسلیم نہیں کرتے کہ مولانا اسماعیل نے حضور کی کوئی گستاخی کی ہو، اس لئے وہ انہیں کافر نہ کہیں تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن مولانا احمد رضا خاں تو بڑا بکتہ ہیں کہ انہوں نے حضور کی شان میں ستر سے زیادہ گستاخیاں کی ہیں اب انہیں ان کا کافر نہ کہنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ وہ حضور کی شان میں گستاخی کرنے کو کفر نہیں سمجھتے، اسے جائز سمجھتے ہیں اب ان کے وہ سارے کفر جو انہوں

نے مولانا اسماعیل شہید کے لئے دریافت فرمائے تھے کیا خود ان پر نہیں لوستے؟
 اکھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دلازمیں لو آپ اپنے دام میں جیتا د آگیا
 مولانا احمد رضا کے اس فیصلے سے کہ مولانا اسماعیل شہید پر حکم کفر نہیں، ممکن
 ہے ان عبارات کی مراد ان کے ہاں کچھ اور ہو، مولانا احمد رضا کے پورے حلقہ اعتقاد
 میں تہلکہ مچ جاتا ہے، ان کے پاؤں تھے سے زمین نکل جاتی ہے اور ان کی پیاس
 سالہ عمارت دھڑام سے پٹخے آگرتی ہے، علماء دیوبند کی تو صرف ایک ایک یاد دو
 عبارتیں ہوتی تھیں لیکن مولانا اسماعیل شہید کے خلاف تو کچھ ترسے زیادہ الزامات
 تھے اور انہیں ہی امام الطائفہ اور اس گروہ کا بڑا کہا جاتا تھا جب انہی کے بارے
 میں لازم اور التزام کا فرق قائم ہو گیا کہ ہو سکتا ہے ان کا مطلب مصنف کے نزدیک
 یکہ اور ہو، تو کیا یہ حق کا اعجاز نہیں کہ قدرت کے بسے شریک ہاتھ احمد رضا خاں
 کے قلم سے ہی یہ فیصلہ لکھ گئے:

”امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی کفر سے منع فرمایا ہے“
 پہلے حاکم بعد میں میرا دل رکھ لیا کیا یوں بھی ہو سکتا ہے کوئی اپنا گھر کہیں
 پھر نکلتے ہیں۔

ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں انکار رکافر کہنے سے کف نسان و زبان روکنا
 ماخوذ و مختار و مناسب ہے۔
 اور یہ بھی نکلتے ہیں:

لازم اور التزام میں فرق ہے، اقوال کا کفر کفر ہونا اور بات ہے اور قائل کو
 کافر مان لینا اور بات ہے ہم احتیاط برتیں گے۔

لے سخن السبوح عن عیب کذب مقبرہ منہ مطبع انوار محمدی کھنڈہ الکوثر الشاہد
 فی کھرت الی الی الی ۶۲ مطبوعہ عظیم آباد ۶۲ مطبوعہ عظیم آباد

اور پھر فتوے کے الفاظ میں لکھتے ہیں،

علمائے متاملین انہیں کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے، وهو الجواب وبہ نفعی

وعلیہ الفتاویٰ وهو المذهب وعلیہ الاعداد

مولانا احمد رضا کا یہ فتوے ان کے تکفیر امت کے گناہ و گنہگاروں کے حق کا اعجاز ہے، جو زبانیں ہر وقت اور ہر وقت و بیان میں علماءِ حق کے خلاف کفریہ عقائد کے الزامات سے تر رہتی ہیں، ان کے لئے ایک لگام ہے اور خود مولانا احمد رضا کے عقاید کے خلاف تیغ بے نیام ہے جس کی ایک آئی سے یہ سارے الزامات خود ان پر لوٹ آتے ہیں۔ شہید مظلوم کی آہ دنیا میں بھی یہ اثر چھوڑ گئی، معلوم نہیں آخرت میں اس کی زد میں کتنے لوگ ہوں گے جن کی زبانیں اب بھی شہید مظلوم پر غلط الزامات سے آلودہ ہیں۔

رنگ جب عمر میں لائے گی تو بڑ جائیگا رنگ

یہ نہ کہئے سرخی خونِ شہید دل کچھ نہیں

کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا یہ فتوے پہلے دور کا ہوگا، ممکن ہے بعد میں انہوں نے اس سے توبہ کر لی ہو۔ یہ صحیح نہیں، مولانا احمد رضا کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے مصطفیٰ رضا خاں نے ان کے ملفوظات جمع کئے اور انہیں شائع کیا ان میں بھی یہی عدم تکفیر مقرر ہے کہ انہیں کافر نہیں کہا گیا بلکہ ملفوظات کے بیلوں کے ایڈیشن میں مولوی مصطفیٰ رضا خاں کا یہ حاشیہ بھی ہے:-

اسمعیل اور دہلیہ کے اقوال میں فرق ہے، ہم مشکلیں کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی، تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے کہ اس نے اس قول سے یہی سنی (جو اسلامی ہوں) مراد لئے ہوں۔

شاہ اسماعیل شہید حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے
مولانا اسماعیل شہید کا استنار بیعتیہ اور شاگرد تھے ان کے شیخ طریقت اور قائم تحریک
 جہاد حضرت سید احمد حضرت شاہ صاحب کے خلیفہ مجاز تھے، اس علمی و روحانی وابستگی
 سے مولانا اسماعیل شہید کو کافر قرار دینا کوئی آسان بات نہ تھی، بعض علماء جو حضرت مولانا
 اسماعیل دہلوی سے بعض مسائل میں اختلاف بھی رکھتے تھے، وہ بھی مولانا اسماعیل کو اعلیٰ
 درجہ کا مسلمان سمجھتے تھے، اس صورت حال میں ان کی تکفیر ان سب علماء کی بھی مخالفت
 تھی جس کی مولانا احمد رضا خاں میں جرأت نہ تھی،

ہم اس وقت صرف چار حضرات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں،

۱۔ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، آپ حضرت شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے اور
 اپنے استاد بجائی مولانا اسماعیل شہید سے بعض علمی مسائل میں اختلاف رکھتے تھے یاں ہمہ
 مولانا اسماعیل شہید کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتے تھے، جب آپ نے مولانا کے بالاکوٹ
 میں شہید ہونے کی خبر سنی تو سبق پڑھانا بند کر دیا، گھنٹوں بیٹھے روتے رہے اور فرمایا۔
 اسماعیل کو ہم مولوی ہی نہ جانتے تھے وہ است محمدیہ کا حکیم تھا کوئی شئی نہ تھی جس
 کی اہمیت اور لیت اس کے ذہن میں نہ ہو۔

۲۔ پیر سید مہر علی شاہ صاحب کا لازم والتزام میں فرق

جن مسائل میں مولانا فضل حق خیر آبادی حضرت مولانا اسماعیل شہید سے اختلاف رکھتے تھے
 پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑی ان میں سے کئی مسئلوں میں خیر آبادی حضرات کے ساتھ تھے
 حضرت پیر صاحب مولانا احمد رضا خاں کے ہم عصر تھے، خان صاحب سے سولہ سال بعد
 وفات پائی مگر آپ نے خاں صاحب بریلوی کو کبھی اپنے اجاب میں شمار نہ کیا، مولانا
 اسماعیل شہید کی تصدیق و تفسیل کی اور نہ ہی حسام الحق مین جیسی رسوائے زمانہ کتاب پر دستخط

آپ خیر آبادی اور اسماعیلی دونوں حلقوں کو مثاب (ثواب پانے والا) اور ماجر (اجر پانے والا) سمجھتے تھے آپ ان اختلافات کو اجتہادی قرار دیتے اور فرماتے کہ کوئی فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر و تفسیق نہ کرے۔

آپ کا علمی مقام مولانا احمد رضا خاں سے کہیں بلند تھا، لزوم والہ التزام کا فرق جس کی وجہ سے مولانا احمد رضا خاں حضرت مولانا اسماعیل شہید کی عدم تکفیر پر مجبور ہوئے دراصل حضرت پیر صاحب کا ہی پیش کردہ تھا، جس کے خلاف جانے کی مولانا احمد رضا میں ہمت نہ تھی حضرت پیر صاحب کے سوانح نگار مولانا فیض احمد حضرت پیر صاحب کی ایک کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں ذبح فوق النقدہ اور لزوم اور التزام کفر کے درمیان فرق پر محققانہ تبصرہ ہے ۔

بعد تعلیمی کی ممانعت کی بحث میں لکھتے ہیں۔

حضرت پیر بر علی شاہ صاحب کا سب سے بڑا احسان یہ تھا کہ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ کسی فرقہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے دوسرے فرقہ کی تکفیر اور تفسیق کرے حضرت نے اس طرح علماء نظام اور باطن کے درمیان ایک ایسا اشتراک قائم فرمایا ہے جس کے بعد اس اختلاف کی نوعیت صرف فروعی اور اجتہادی رہ جاتی ہے جس کی بنا پر کسی فرقہ کو دوسرے کے خلاف کہہنا شرعاً درست نہیں ۔

اس عبارت سے حضرت پیر صاحب کا مسلک واضح ہے مولانا احمد رضا خاں میں حضرت پیر صاحب کی کلی مخالفت کی ہمت نہ تھی اس لئے انہیں لزوم و التزام کا فرق تسلیم کرنا پڑا۔

۳۔ مولانا عبدالسمیع کا مسلک عدم تکفیر۔

مولانا عبدالمسیح رام پوری مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو تھے اور رسوم و بدعات میں ان کے ہم مسلک تھے مولانا احمد رضا خاں نے انہیں ایک جگہ اَحْأَانِیَ اللّٰہُ ذَا الْفَضْلِ وَالْجَلَالِ ہمارے بھائی اللہ کی راہ میں فضیلت اور مرتبہ والے، لکھا ہے، آپ انوار ساطعہ کے مصنف ہیں، آپ نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا تسلیم کرتے تھے نہ مولانا اسماعیل شہید کی تکفیر کرتے تھے، انوار ساطعہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوے کرتے تھے اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

مولوی اسماعیل صاحب دہلوی فرمے ہیں سید صاحب کے، وہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے اور وہ مولانا شاہ ولی اللہ کے اور وہ شاہ عبدالرحیم کے اور سید عبداللہ کے اور وہ سید آدم بنوری کے اور وہ عارف ربانی مجدد الف ثانی کے رحمہم اللہ واللہ ان سب پر رحمت فرمائے تھے اسلام میں یہ دعا صرف مسلمانوں کیلئے ہی ہو سکتی ہے۔

آپ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو بھی مرحوم لکھتے تھے مرحوم مسلمان ہی ہو سکتا ہے کافر کو مرحوم نہیں کہہ سکتے

ان حالات میں مولانا احمد رضا خاں میں ہمت نہ تھی کہ تمام اہل حق علماء کو بیک نوک زبان کافر قرار دیں، مولانا اسماعیل شہید کی خاندانی وجاہت اور ان کے بارے میں وقت کے دوسرے اہل علم کی رائے انہیں مجبور کرتی تھی کہ لزوم و التزام کے فرق سے وہ ان کے بارے میں اپنے الزامات میں گنجائش پیدا کریں،

علماء دیوبند چونکہ ان سے متاخر تھے اور انہوں نے اکابر محدثین دہلی کو بھی مدد دیکھا تھا اور وہ مولانا احمد رضا خاں کے ہم عصر بھی تھے اس لئے آپ نے ان پر اپنے الزامات

کے تیرپوری پیشگی سے پیوست کئے ، مولانا اسماعیل شہید کو حملہ تکفیر سے مستثنیٰ کرنے کی کچھ یہ وجوہ بھی تھیں۔

۴۔ قاضی فضل احمد مصنف انوار آفتاب صداقت

آپ رسوم و بدعت میں مولانا عبد السمیع اور مولانا احمد رضا خاں کے پررے موافق تھے لہذا ان کے رہنے والے تھے اور گورنمنٹ پشاور تھے، آپ بھی مولانا اسماعیل شہید کی تکفیر نہ کرتے تھے، آپ کی شدید مخالفت کے باوجود آپ کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے تھے اس پر چلتا ہے کہ آپ ان کو مسلمان سمجھتے تھے اور ان کے لئے رحمت کی دعا کرتے تھے، پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نے بھی انوار آفتاب صداقت پر اپنی تقریظ لکھی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بھی حضرت شاہ اسماعیل شہید کو مرحوم سمجھتے تھے،

قاضی صاحب اقرار کرتے ہیں کہ مولانا اسماعیل کے بیان میں جادو کا سا اثر محسوس ہوتا تھا آپ کے حق میں یہ الہی نصرت تھی، قاضی صاحب لکھتے ہیں مولوی اسماعیل صاحب کی تازہ تحصیل اور ملاقا زبانی اور وعظ گوئی اور خوش بیانی میں واقعی ایک تنبیہ کا عالم تھا۔

پہلے دو بزرگ جلیل القدر عالم تھے، دوسرے دو بزرگ مولانا عبد السمیع اور قاضی فضل احمد مذکورہ عالم نہ تھے مگر مولانا احمد رضا خاں کے ان سے عقیدہ مند تعلقات تھے اور ان چاروں

حضرات کا مولانا اسماعیل شہید کی تکفیر نہ کرنا ایسی بات نہ تھی جسے مولانا احمد رضا خاں نظر انداز کر سکیں، پھر مولانا اسماعیل کی خانہ دانی و جاہلیت پر سے ہندوستان میں مسلم تھی،

مولانا فضل حق خیر آبادی سے جن مسائل میں اختلاف تھا ان میں حضرت شاہ محمد اسحاق جانشین حضرت عبدالعزیز ممدٹ دہلوی حضرت مولانا اسماعیل کے ساتھ تھے ان حالات میں مولانا احمد رضا خاں کا آپ کی تکفیر کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔

اس پس منظر سے پتہ چلتا ہے کہ خان صاحب کا حضرت مولانا اسماعیل شہید کی تکفیر نہ کرنا

اس لئے نہ تھا کہ آپ مسئلہ تکفیر میں محتاط تھے جیسا کہ الامیران احمد رضا نمبر کے ایک مضمون نگار نے دعویٰ کیا ہے بلکہ اس لئے تھا کہ آپ میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور پیر سید مہر علی شاہ صاحب کی پوری مخالفت کی ہمت نہ تھی، مولانا احمد رضا کا شیخ شہید کی تکفیر نہ کرنا، اگر واقعی بنابر اجماع ہوتا تو ان کے حلقے کے لوگ ہر وقت حضرت شاہ اسماعیل اور حضرت سید احمد پر کفریہ الزامات لگانے میں مشغول نہ ہتے اور وہ تاویل جس کی بناء پر مولانا احمد رضا نے کہا تھا کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں، ان لوگوں کو بھی یاد ہوتی اور ان کی درسگاہوں میں اس کا سبق دیا جاتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بے لحاظ آنکھیں اور لہی زبانیں جہاں علماء دیوبند پر بغض کا لاد اگلتی ہیں، ان کی پہلی یورش مولانا اسماعیل شہید پر ہی ہوتی ہے، مولانا انور علی خاں مرحوم نے بجا کہا تھا،

یہ احمد پڑ ہے سب دشمن کی بارش کیوں اور کہیں علامہ شبلی کو گالی و اشکاف
کاٹ دی کیوں نجد کے خون نے زنجیر چاند یہ گناہ وہ ہے کہ جسے جوہ نہیں سکتا ٹٹٹ

علاوہ ازیں اس میں یہ وجہ بھی تھی کہ مولانا اسماعیل دہلی کی علمی سطوت دیوبندیوں | شہید اور شاہ محمد اسحاق پر دہلی کی علمی سلطنت تقریباً ختم ہو رہی تھی، انگریزوں کو دار السلطنت دہلی کے خلاف اب زیادہ جدوجہد کی ضرورت نہ تھی، محدثین دہلی کی علمی سطوت کے چراغ اب دیوبند میں روشن ہو رہے تھے برطانوی استعمار دہلی کی بجائے اب دیوبند کے خلاف صفت بند می چاہتا تھا، یہ وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں حضرت مولانا اسماعیل شہید پر کچھ ترسے زیادہ مواخذے کرنے کے باوجود انہیں کافر نہیں کہتے بلکہ مشورہ دیتے ہیں کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں لیکن علماء دیوبند جو تنبیہ میں مولانا شہید کی نسبت کہیں زیادہ نرم ہیں، ان کی صرف ایک ایک

عبارت کو بہانہ بنا کر ان علماء کو اس در پر قطعی کافر کہا جاتا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ٹھہرے۔

دہلی کی علی سلطنت دیوبند منتقل ہوئی تو جس طرح دہلی کی مسند حدیث پر حضرت شاہ عبدالعزیز نے انگریزی قلمرو کے ہندوستان کو دارالحرب کہا تھا، اب دیوبند کی مسند حدیث پر حضرت شیخ احمد مولانا محمود الحسن ہندوستان کو دارالحرب کہہ رہے تھے، مولانا احمد رضا خاں کے ذمہ برطانوی ہندوستان کو دارالاسلام ثابت کرنا تھا، آپ نے اس پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" رکھا، ان حالات میں انگریزی سیاست حملے کا رخ دہلی کی بجائے دیوبند کی طرف رکھنا چاہتی تھی

دیوبند برٹش انڈیا میں علم و فکر کی جو روح پھونک رہا تھا انگریز اس سے بہت خائف تھے شیخ احمد تعلیم کے قدیم و جدید حلقوں کو بھی ایک دوسرے کے قریب کر رہے تھے، علی گڑھ بھی دیوبند کے قریب آ رہا تھا اور اس بات سے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقے کے ذہن پر دیوبند کی چھاپ ہو، حکومت بہت پریشان تھی، یہ وہ وقت تھا جب انگریزوں نے محسوس کیا کہ دیوبند کے اعتماد کو کتنی سے پامال کیا جائے اور علماء دیوبند کو خود مسلمانوں میں ہی تنازعہ فیہ کر دیا جائے۔

اوپر سے تار ہلا اور مولانا احمد رضا خاں ان حضرات کے خلاف ایک تکفیری دستاویز تیار کر کے جہاز پہنچ گئے، وہاں پہنچنے میں حکمت یہ تھی کہ علماء عرب اردو نہ جانتے تھے ان سے علماء دیوبند کی اردو عبارت پر اپنے بیان کردہ مطالب کے ساتھ فتوے لینا آسان ہو گا۔ اور پھر اسے "فتوے علماء حرمین" کے پر شکوہ نام سے شائع کیا جاسکے گا، یہ حالات بتاتے ہیں کہ انگریزوں کی مخالفت کا رخ اچانک دیوبند کی طرف کیسے منتقل ہوا، مولانا شاہ اسماعیل شبیہ کو تو فتوے کفر سے مستثنیٰ کر دیا گیا اور دیوبند پر پوری شدت سے یلغار کر دی گئی ان دنوں دیوبند اپنی علی عظمت اور فکری ہیرو

ہندوستان کے قدیم عربی مدارس

کے باعث عربی مدارس کا مرکز تھا، مدرسہ بریلی کا کہیں نام نہ تھا نہ بریلی کی دیوبند کے مقابل میں کوئی حیثیت تھی، اہل سنت والجماعت کی تراش علی کے طلبگار انہی مدارس کی طرف رخ کرتے تھے جن کی کوئی علی سا کہ تھی، گولڑہ کے مولانا فیض احمد صاحب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذکر میں لکھتے ہیں،

حضرت قبلہ عالم جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ۱۲۹۰ھ میں ہندوستان تشریف لے گئے ان دنوں وہاں لکھنؤ، دیوبند، رام پور، کانپور، علی گڑھ، دہلی اور سہارنپور میں بڑے بڑے علمی مراکز قائم تھے، لکھنؤ میں مولانا عبدالحی متوفی ۱۳۰۴ھ مرجع خلافت تھے جن کی ذات محتاج تعارف نہیں، دیوبند میں مدرسہ کا افتتاح ۱۲۸۳ھ میں ہو چکا تھا، اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی زیر سرپرستی یہ مدرسہ کافی ترقی کر رہا تھا ان ایام میں وہاں مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی خلف مولوی ملوک علی صاحب مدرسہ اعلیٰ تھے جو امیر شریف بھی مدرس رہ چکے تھے، مولوی ملوک علی موصوف مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی ذوالفقار علی صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی وغیرہ علماء دیوبند کے استاد تھے، رام پور میں مولانا فضل حق خیر آبادی کے فرزند مولانا عبدالحی مدرسہ عالیہ نواب صاحب کے پرنسپل تھے۔

معلوم رہے کہ ان دنوں مدرسہ بریلی کی علمی دنیا میں کوئی اہمیت نہ تھی، نہ اس مدرسے کا کہیں نام تھا، یہ علماء دیوبند کے خلاف ایک تکفیری کارنامہ تھا، جس نے بریلی کو دیوبند کے مقابل لاکھڑا کیا تھا۔

مولانا احمد رضا خاں سے پہلے ان کے مسلک کا بریلی میں مدرسہ بریلی کی حیثیت کوئی مدرسہ نہ تھا، مولانا احمد رضا خود کسی مشہور درس گاہ سے فارغ نہ تھے، آپ نے کل تعلیم مرزا غلام قادر اور اپنے والد علی نقی خاں سے حاصل کی، مولانا

احمد رضا خاں سے بہت پہلے بریلی میں علماء دیوبند اپنا مدرسہ قائم کر چکے تھے، بریلی کے ایک رئیس جعفر خاں نے اس کے لئے زمین وقف کی تھی اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس دیوبند نے ۱۲۸۹ھ میں بریلی آکر اس مدرسہ کا افتتاح کیا تھا، اس مدرسہ کا نام مصباح العلوم ہے اور خوب کام کر رہا ہے،

مولانا احمد رضا خاں نے اس کتبہ بہت بعد بریلی میں اپنا مدرسہ بنایا جس کا پہلا سالانہ جلسہ ۱۳۲۹ھ میں ہوا، آپ اسے کوئی وسیع دارالعلوم نہ بنا سکے، مولانا ظفر الدین اور مولانا اس مدرسے کا کل سرمایہ تھے، مولانا احمد رضا خاں ایک خط میں اپنی اس حالت زار کا ذکر کرتے ہیں:-

افسوس کہ ادھر نہ مدرس ہے نہ واعظ — نہ ہمت والے مالدار ایک ظفر الدین
کہ ہر جائیں اور ایک لعل خاں کیا کیا بنائیں وحسبنا اللہ نعم الوکیل لے
لعل خاں کون تھا اصرار کا کام کیا تھا یہ بات مدتوں صیغہ راز میں رہی تاہم یہ
بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کوئی وسیع دارالعلوم نہ بنا سکے، نہ آپ کا تعلیمی
ذوق تھا نہ آپ نے اس کے لئے کوئی خاص محنت کی، ہاں جس نے بھی دین و ملت
کے لئے کوئی محنت کی آپ نے اس سے پنچہ آزمائی ضرور کی،

درگاہ دہلی کے محدثین عالمی شہرت رکھتے تھے،

مُحْسِنِ مِلّتِ بریلویت کی زوہدیں | حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عملی
سلطنت ہندوستان، مصر و شام اور بلخ و بخارا تک پھیلی ہوئی تھی، مولانا اسماعیل شہید اسی
درگاہ کی تائید یا دیگر تھے، مولانا الطاف حسین حالی نے دہلی مرحوم کے روشن ستاروں
کو خراج تحسین ادا کیا تو بریلویوں نے ان پر کفر کا گولہ پھینکا، مولانا ظفر علی مرحوم — نے
دیوبند کی خدمات کو سراہا تو ان لوگوں نے ان پر کفر کے گولے برسائے، ڈاکٹر اقبالؒ نے

ترکی خلافت کی حمایت اور شریف مکہ کی مخالفت کی تو ان لوگوں نے ان پر بھی کفر کا فتوے لگایا، قائد اعظم نے تحریک پاکستان کے لئے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی علمی عبقریت اور شخصی عظمت پر دستک دی تو انہوں نے کفر کا دہانہ اوھر کھول دیا، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے امام پاکستان آئے تو انہوں نے انہیں کافر بتلایا، اور شرمناک فتوے جاری کئے، صاحبزادہ ابن سعود ہندوستان گئے تو ان کا استقبال کرنے والوں کو بھی کافر ٹھہرایا گیا، امام حرم انگلستان آئے تو ان لوگوں نے یہاں بھی ان کی خلاف فتوے جاری کئے،

در سگاہ دہلی پر مولانا حالی کے تاثرات | مولانا حالی دہلی مرحوم کو یاد کرتے ہوئے محدثین دہلی کو خراج تحسین ادا کرتے ہیں۔

اے جہاں آباد اے اسلام کے دارالعلوم اے کتنی علم و ہنر کی تیرے اک عالم میں دھوم تھے ہنر و تجھ میں اتنے جتنے گردوں پر نجوم تھا افاغندہ تیرا جاری ہند سے تا شام و روم

زیب دیتا تھا لقب تجھ کو جہاں آباد کا

نام روشن تجھ سے تھا غرناطہ و بغداد کا

تیری طینت میں ودیعت تھا مذاق علم و دیں جیسے اُمّی تھیں تھے عالم نہ تھے ایسے کہیں بند میں جو تھا محدث تھا وہ تیرا عوشہ چیں تھی محدث خیزاے پائنت تیری سرزمین

تھا تعلقہ بھی مسلم تیری خاک پاک کا!

ہستی وقت تھا اک اک فقیہ اس ناک کا

شاؤ نادر تھا تصوف میں کوئی تیرا نظیر آب و گل کا تیرے تھا گویا تصوف سے خمیر تیرے کندروں میں بچکے سوئے ہیں وہ مہنر تھا کبھی انوار کے جن کے زمانہ مستنیر

آج جس دولت کا بازار جہاں میں کال ہے

تیرا قبرستان اس دولت سے مالا مال ہے

مولانا حالی پر فتوے کفر | مولانا احمد رضا خاں کے حلقہ عقیدت نے مولانا حالی کو معاف

نہیں کیا، حزب الاحناف لاہور کے مولانا ابوالطاہر محمد طیب دانا پوری نے جہاں ڈاکٹر اقبال اور قائد اعظم کو کافر لکھا ہے وہاں سر سید احمد خاں کے نورتنوں میں مولانا حالی کو بھی نشانہ بنایا ہے ان کے بارے میں لکھا ہے :-

اس بے دین قائل دحالی کو مرتد ماننا پڑے گا۔

مولانا ظفر علی کے تاثرات دیوبند کے بارے میں

مولانا ظفر علی خاں جو پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے خاص اراد مند تھے اور اہل دل بزرگوں میں سے تھے، دیوبند کی اسلامی خدمات کو ان لفظوں میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

شاد باش و شاد زمی اسے سر زمین دیوبند	ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
ملت بیضا کی عزت کو لگائے چار چاند	حکمت بطحا کی قیمت کو کیا تو نے دو چند
ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیسری خاک کو	کر لیا ان عالمان دین قیم نے پسند
جان کر دیں گے جو ناموس بس پیہر پر فدا	حق کے رستے میں کٹا دیں گے جو اپنا بند بند
کفر تپا جن کے آگے بارہا تنگنی کا پانچ	جس طرح جلتے تو سے پر رقص کرتا ہے پسند
اس میں قاسم ہوں کہ اندر نشہ کہ محمود الحسن	سب کے دل تھے ارجمند سب کی فطرت ارجمند

گر مئی ہنگامہ تیرا ہے حسینؑ احمد سے آج

جس سے پرچم ہے روایات سلف کا سر بلند

مولانا ابوالطاہر دانا پوری نے کفریہ مقاصد کی اشاعت کرنے والی جماعتوں میں مولانا ظفر علیؒ

مولانا ظفر علی خاں پر فتوے کفر

جماعت اتحاد ملت کو بھی نقیب کفر کے طور پر ذکر کیا ہے، تجانب میں دیکھتے ہیں :-

لے تجانب اہل السنۃ پھر یہ بھی لکھا ہے مشرعی کے اس مدرس میں بیسیوں کفر کے انبار ہیں، تجانب ص ۳۳۴

چند نام کے مولویوں کو اپنے کفری مقاصد کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنا آلاکار بنالیتے ہیں،
 مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ندوۃ العلماء، خدام کتبہ خلافت، کمیٹی، جمعیت علماء ہند، خدام الحرمین، اتحاد اہل
 مجلس اہل اسلام، مسلم لیگ، اتحاد کانفرنس، مسلم آزاد کانفرنس، نوجوان کانفرنس، نمازی فوج، جمعیت
 تبلیغ الاسلام، انبار سیرت، کمیٹی پی ضلع لاہور، امارت شریعہ بہار شریف، آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ۔
 مولانا احمد رضا خاں کے فرزند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے مولانا فخر علی خاں پر کفر کا
 فتوے لگایا تو اس پر جلد بریلوی زمار نے دستخط کئے جن میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی،
 مولانا امجد علی مصنف بہار شریف، مولانا مختار احمد میرٹھی کے نام سرفہرست ہیں، مولانا ابوالبرکات
 سید احمد ناظم اعلیٰ حزب الاحناف لاہور نے اس فتوے کو کفر کو القصور علی ادوار الحسب
 الکفر کے نام سے بریلی آب و تاب سے شائع کیا، مولانا ابوالبرکات نے مولانا فخر
 علی کے پیروں کا نام ”فرقہ گہاریہ زمیندار“ رکھ کر اپنی علمی اور اخلاقی بزرگی کو خوب ظاہر فرمائی
 ہے۔ مصروف لکھتے ہیں:

ایک تازہ فتنہ اور نکلا جو اپنے پہلوں سے زیادہ مہم بگم مٹی ہے۔ یعنی فرقہ
 گہاریہ زمیندار یہ تہ

مولانا ابوالبرکات کی چنگا حملہ کے گہاروں سے ضد ہو گئی تھی، انہوں نے روزنامہ
 زمیندار کی طرف رجوع کیا تو مولانا نے ایک اور فرقے کا اضافہ فرمادیا یعنی فرقہ گہاریہ زمیندار
 اس نام پر بیت سے گہاروں نے غیرت کھائی اور مولانا کو ختم پر بلانا چھوڑ دیا۔

شریف مکہ کی خلاف واکٹر اقبال کے تاثرات | شریف مکہ نے جنگ یدرہ میں انگریزوں
 کے خلاف بغاوت کی تھی، شریف ”نبا“ ہاشمی تھا اور ترک نوجوان بھی تھے، خدا کی شان دیکھئے
 اعلیٰ مسلمان ترک نوجوان قربانی دیتے خاک و خون میں لوٹ رہے تھے اور ہاشمی نسبت

رکھنے والا شریعت غیروں سے عزت اسلام کا سودا کر رہا تھا، بریلوی شریعت مکہ کے حق میں دعا گو تھے اور نہ چاہتے تھے کہ انگریز ہندوستان سے نکل جائیں، ڈاکٹر اقبال نے کہہ دیا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفیٰ خاک و خون میں مل رہا ہے ترک کی کوئی

مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے اپنے رسالہ الحجۃ الابرار کے ٹائٹل کی پیشانی پر شریعت کیا جس اذیت شمس زہرا اس کے شرف میں برکتیں ہوں، لکھ کر انگریزوں کا شرمناک ساتھ دیا، اب بریلوی شریعت مکہ حق میں تھے اور ڈاکٹر اقبال اس کے خلاف، انقلاب جہاد، ڈاکٹر اقبال نے آل سود کے حق میں بیان دیا تو بریلویوں کی ناراضقام اور بھی تیز ہو گئی،

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا دیدار علی شاہ خلیفہ
ڈاکٹر اقبال پر فتوے کفر | سید وزیر خاں نے ڈاکٹر اقبال پر فتوے دیا :

جب تک ان کفریات سے قائل اشعار مذکورہ تو بہ نہ کرے اس سے ملنا جتنا
 مسلمان ترک کر دیں ورنہ سخت گناہگار ہوں گے
 ابو محمد دیدار علی الخلیفہ فی سید وزیر خاں سے

ابوالاعلیٰ ہر دانا پوری فاضل حزب الاحناف لاہور لکھتے ہیں
 ڈاکٹر صاحب کی زبان پر ایسی بول رہا ہے کہ
 ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنی فارسی اور اردو نقیوں میں دہریت اور الحاد کا نہروست
 پرو پیگنڈا کیا ہے، ۳۰

مولانا عبد الجید سالک نے اس پر بجا لکھا تھا۔
 اگر ہمارے علماء کے نزدیک اقبال جیسا مسلمان بھی کافر ہے تو پھر مسلمان کون ہے ؟
 اس موضوع کی کچھ تفصیل آگے آئے گی ۵

۳۰ دیکھئے روزنامہ زمیندار ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء، ترجمان اہل السنۃ ۲۴، ایضاً ۳۴، ۳۵

۵ ڈاکٹر اقبال ۱۲۹، از عبد الجید سالک، ۵ دیکھئے کتاب ہندام ۱۸۸

علماء دیوبند کے بارے میں قائد اعظم کے تاثرات | قائد اعظم کے تاثرات حضرت

تھانویؒ اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے بارے میں بہت عمدہ تھے، حضرت مولانا تھانویؒ کے بارے میں قائد اعظم کہا کرتے تھے کہ ہندوستان کے سارے علماء کا علم ایک طرف رکھیں اور تنہا مولانا تھانویؒ کا علم دوسری طرف تو مولانا تھانویؒ کا پلڑا جھک جائیگا مسلم لیگ کے جلسوں میں اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگتے تھے اور تحریک پاکستان میں عظمت اسلام کا نشان مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو سمجھا جاتا تھا یہ صورت حال بریلویوں کے لئے ناقابل برداشت تھی،

مولانا احمد رضا خاں کے نقیب خصوصی ابوالطاهر دانا پوری مسلم لیگ کی مخالفت کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں،

”لیگی لیڈروں کے افعال و اقوال سے ان کی گراہی مہر و زور سے زیادہ روشن ہے مرتد تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں میں شیخ الاسلام اہل حکیم الامت کہا جاتا ہے، اشرف علیؒ زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں“

قائد اعظم پر قوت کے کفر | ”بحکم شریعت مشرکینا اپنے ان عقائد کفریہ قفغیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو شخص اس کے ان کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اسے کافر نہ مانے یا اس کے مرتد ہونے میں شک کرے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد شر اللہام سب سے بڑا کینہ ہے تو بہرہ تو مستحق لعنت عزیز علامہ“

مولانا احمد رضا خاں کے آستانہ بیعت پیر خاندان مارہرہ شریف سے پوچھا گیا کہ سر محمد علی جناح کو قائد اعظم کہنا کیسا ہے؟ وہاں سے یہ جواب صادر ہوا:

کیا کوئی سچا ایمان دار مسلمان کسی کہتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کہتے کو اپنا قائد اعظم سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا ماشاء اللہ ہرگز نہیں ۱

قائد اعظم پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا، پاکستان بنا تو آپ نے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے گزارش کی کہ پاکستان کا پرچم پہلی بار اپنے دست مبارک سے لہرائیں چنانچہ کراچی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کے پرچم لہرائے اور دستور پاکستان کی اسلامی دفعات کے لئے آپ نے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی اور مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو منتخب فرمایا۔ رحمہم اللہ اجمعین،

تھوکتک خفیہ کی انتہا بریلوی تکفیر کی گولہ باری ہندو پاک تک محدود نہیں، پورا عالم اسلام اس کی پیٹ میں ہے، اسلامی ممالک کے اونچے علی حلقوں میں ابھی تک علما دیوبند بڑی عزت سے دیکھے جاتے ہیں، سعودی عرب اور مصر و شام کی درس گاہوں میں برصغیر پاک و ہند کی علمی سطوت دیوبند سے متعارف ہوتی ہے، مولانا احمد رضا خاں ان علی حلقوں میں بالکل بے دخل سمجھے جاتے ہیں، بریلویوں نے مولانا خاں مولانا ظفر علی خاں، ڈاکٹر اقبال اور قائد اعظم کو کفر والحاد سے بری طرح چھلنی کیا ہے اب مرکز اسلام پر ان کی ستم کشی دیکھئے؛

مکہ نجدی قبضے میں حج کسی مسلمان پر فرض نہیں نصف حدی سے زیادہ عرصے سے مکہ مکرمہ نجدی قبضے میں ہے

ایک فرض کی ادائیگی اتنے طویل عرصے تک ساقط رہے یہ بات کسی طرح قابل فہم نہیں کہ وہ مدینہ پھر کفر کے قبضے میں چلے جائیں، اس کی کسی حوسن کے ایمان میں گنجائش نہیں، مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے مصطفیٰ رضا خاں کا یہ فتوے کہ جب تک وہاں سے نجدی

حکومت کا استعمال نہ ہو، جس کسی مسلمان پر فرض نہیں ہوتا صحیح نہیں، تاہم ان کا یہ اعلان عام لوگوں کے لئے مژدہ جانفزا ہے جو باوجود محنت و ثروت جج نہیں کرتے ہیں اور اس کے اخراجات سے بچتے ہیں، بریلوی اگر وہاں پہلے بھی جائیں تو مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، عالم اسلام کی مرکزی مسجدوں کا جمعہ انہیں کبھی نصیب نہیں ہوا ان کا عقیدہ ہے کہ جب تک کہ معظمہ میں سعودی حکومت قائم ہے کسی مسلمان پر حج فرض نہیں ہوتا مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے تنویر الیوم کے نام سے اس پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے اس میں آپ لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں اور بعزم و یقین کہتے ہیں کہ

آج جب کہ حجاز مقدس میں ابن سعود نموس و نامسعود و مخذول و مطرود و مردود اور اس کے ہمراہ بیان نامحود کا خمس درود ہے اور حسب بیان سائل، فاضل و دیگر کثیر حجاج و افاضل امان مفتوح ہے، فرضیت ساقط ہے یا ادا غیر لازم ہے نہ پھر لکھتے ہیں۔

جب فن غالب ہی سقوط فرضیت یا عدم لزوم ادا کے لئے کافی ہے کہ فن غالب فقیہات میں ملحق بالیقین ہے تو یقین کامل تو اس سے بھی اعلیٰ ہے اب فرضیت حج یا لزوم ادا کا حکم کیونکر ہو سکتا ہے نہ

پھر آپ نے اپنی جماعت کو عمرہ واد کے لئے چھٹی یوں دے دی

جو اس مدت تک حج نہ کریں گے کہ بعون و کرمہ تعالیٰ فتنہ ملعونہ نجدیہ کا استعمال ہو اور نتیجتاً فتنہ سے پہلے ان کا وقت آجائے وہ آثم نہیں مریں گے نہ

ان لوگوں کی زبانیں ہر جگہ تکفیر مسلمین کا لاوا لگتی ہیں، مکہ و مدینہ کے موجودہ اماموں کو یہ بر ملا کافر کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز ناجائز بتلاتے ہیں، پاک و ہند کے ہر قریہ و شہر میں ان

سے تتریا لکھن بھڑا، التوار، ابو مراد، ایضاً، ایضاً،

کی یہ مشق تحفیہ جاری ہے اور جہاں بھی پاک و ہند کے لوگ آباد ہیں جیسے انگلستان اور بعض ممالک افریقہ وغیرہ وہاں بھی مولانا احمد رضا خاں کے پیرو اس کفر کی گولہ باری کو اسلام کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں، مولانا ظفر علی مرحوم نے بجا کہا تھا،

شفہ ان کا ہے تکفیر مسلمانان ہند ہے وہ کافر جس کو ہوانہ در ابھی اختلاف

۱۹۷۶ء میں حکومت پاکستان نے آئندہ

امام حرم اور امام حرم نبوی کی پاکستان میں آمد حرمین شریفین کو پاکستان آنے کی

دعوت دی، لاکھوں فرزند ان توحید نے پاکستان میں ان آئمہ حرمین زادما اللہ تشریفاً و تکرماً کے پیچھے نمازیں پڑھیں لیکن اس موقع پر بھی بریلویوں نے مخالفت کی اور فتوے دیئے کہ آئمہ حرمین وہابی ہیں اور وہابیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں،

سید شجاعت علی قادری کراچی میں اور مولانا ابو الخلیل لائپور میں بریلویوں کے مفتی تھے، ایک شخص غلام رسول نے ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۶ کو سید شجاعت علی صاحب سے دریافت کیا کہ مسجد نبوی کے امام عبدالعزیز بن صالح اور حرم کعبہ کے امام عبداللہ کی اقتدار میں نماز جائز ہے یا نہ؟ شجاعت علی صاحب نے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ جو پڑھی گئی ہے ان کا اعادہ ضروری ہے، ہم یہاں سوال و جواب دونوں ہدیہ قارئین کرتے ہیں؛

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد نبوی کے امام عبدالعزیز بن صالح اور مسجد حرام کے امام عبداللہ بن سبیل کی اقتدار میں اہل السنہ والجماعت کے عقائد رکھنے والوں کی نماز ہوتی ہے کہ نہیں اگر نہیں ہوتی تو اس کی کیا وجہ ہے، اگر ان کی اقتدائیں نماز نہیں ہوتی تو جن لوگوں نے ان کی اقتدائیں نماز جمعہ ادا کی ہیں ان کو اعادہ کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟ نیز حج کے موقع پر ان کی اقتدار میں اگر نماز نہیں ہوتی تو کیا صورت اختیار کی جائے، یٰمُؤْمِنُوا تَجِدُوا

استفتی غلام رسول ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

الجواب وهو الموفق للصواب ۲۰۶۱۶، ۷۹

صورت مسئلہ منہا میں معلوم ہوا کہ امام صاحبان مذکور دہائی عقائد رکھتے ہیں اور دہائی حضرات اہل سنت والجماعت کو مشرک قرار دیتے ہیں، ایسی صورت میں ان کی اقتدار میں اہلسنت والجماعت کس طرح نماز ادا کر سکتے ہیں، اگر تفصیل دیکھنا ہو تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، نیز اس کے بعد جو علماء اس کے مسلک کے قبیح رہے ہیں ان کی کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہے، اس صورت میں جو نمازیں پڑھی گئیں ظاہر ہے کہ ان کا اعادہ ضروری ہے، یہ میں نے اپنی معلومات کی بنا پر کہا ہے اور اگر یہ لوگ دہائی عقائد کے نہ ہوں شافعی یا حنبلی ہوں تو بھی ان کے پیچھے حنفی ائمہ کی موجودگی میں ان کی اقتدار افضل نہیں — فقط والسلام

مہر

ابو عبدالحیجہ سید شجاعت علی قادری

اسی قسم کے سوالات ایک شخص عبدالرسول ہاشمی نے مکان نمبر ۲۶ بلاک اے وہاڑی بازار بورہوالہ ضلع ملتان سے جامعہ رضویہ لائپزیگ سے بھیجے تھے، ان کا جواب بھی ہدیہ قارئین ہے

الجواب وهو الموفق للصواب

حرمین شریفین خلد صا اللہ تعالیٰ کے امام غیر مقلد نجدی ہیں، لہذا ان کے علاوہ سنی علماء جو دوسرے ملکوں سے حج کے لئے جاتے ہیں اکثر اپنی جماعت علیحدہ کر آتے ہیں لہذا وہاں کو شش کرنا کہ اہل سنت کا کوئی گروہ مل جائے تو ان کے ساتھ جماعت سے پڑھتے رہیں اور اگر کوئی سنی امام نہ ملے تو پھر اکیلا فریضہ بغیر جماعت ادا کرتے رہنا۔

واللہ تعالیٰ رسولہ الاعلیٰ علیہ السلام ابو الخلیل غفرلہ خادم لافاقیہ جامعہ رضویہ لائپزیگ ۲۵، ۱۱، ۷۵

ان شرمناک فتوؤں کے فوٹو رحمان میڈیکل ہال کچا کھوہ تحصیل غانیوال ضلع ملتان نے نشر عام کئے ہیں

لے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولی علی کو ایک لمحے کا عقیدہ اس لفظ مفرد میں مستور ہے،

بریلوی مفتیوں کی ہوس کا فر گسی

کا نیا شکار

ایمان خرمین شریفین کے خلاف

شرمناک فتوے



یہ دعویٰ کہ سنی علماء اپنی جماعت علیحدہ کراتے ہیں، درست نہیں۔ وہاں عدا علیحدہ جماعت کرنا جرم ہے پھر یہ دعویٰ صرف بریلوی علماء کی جماعت کا ہے انکے عوام کہیں ان کے ساتھ نہیں ہیں۔

ابن سعود کے صاحبزادے کی ہندوستان میں آمد | شاہ ابن سعود کے صاحبزادے ۱۳۵۹ھ میں سیر و تفریح کے لئے ہندوستان گئے تھے، ان دنوں ممبئی، ذکریا مسجد میں مولانا احمد یوسف امام تھے، آپ نے مصروف کا استقبال کیا تو مولانا حشمت علی خاں نے ان کے خلاف سل العوام العہدیر علی شیاطین البند یہ لکھ ڈالی، نجدیوں کو شیطان قرار دیا اور دیوبندی امام پر خدائی تواریفوت لی، حشمت علی صاحب اس کتاب میں لکھتے ہیں،

احمد یوسف مردود ابن سعود کے بیٹوں کا استقبال اور آداب بجالایا، حکومت نجدیہ و ابن سعود نجدی اور اس کے بیٹوں کی تعریف کی، نجدی مریدوں کی مدح و ثنا میں قصیدے پڑھے گئے۔

امام حرم کعبہ کی انگلستان میں آمد | امام حرم کعبہ ۱۹۷۸ء میں انگلستان تشریف لائے تھے ۱۵ مارچ بدھ کی شام مغرب کی نماز آپ نے جامع مسجد بانچسٹر و کٹوریہ پارک میں پڑھی، آپ کے نماز پڑھانے پر بریلویوں نے ایک اشتہار نکالا جس کا فوٹو شائع ہو چکا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کسی طرح بھی اب مکہ و مدینہ پر اسلامی قبضہ تسلیم نہیں کرتے، یہ رضوی میراث ہے جو اس جماعت میں مسلسل چلی آتی ہے، خود وہاں جائیں تو یہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھینگے وہ یہاں آجائیں تو یہ لوگ ان کے خلاف فتویٰ جاری کریں گے۔

لے منقول از صحابہ اہل السنہ ۲۶۸، ۱۰ میں ص ۲۵ پر والی حجاز کو ابن سعود و خذہ الملک المعبد کے الفاظ سے ذکر کیا ہے،

ایک صحابی رسولؐ پر فتوے کفر | مولانا احمد رضا خاں مشق تکفیر میں اتنے جبری تھے گویا یہ ان کی طبیعتِ ثانیہ ہو گئی تھی ان کی اس عادت سے بعض جلیل القدر اسلاف بھی بری طرح گھائل ہوئے حضرت عبدالرحمن قاری قبیلہ بنی قارہ میں سے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے علامہ علی نے آپ کو ثقات تابعین میں شمار کیا ہے آپ حضرت عمرؓ کے عہد میں بیت المال پر مامور ہے، حیرت کہ مولانا احمد رضا خاں نے انہیں بھی معاف نہیں کیا، موصوف لکھتے ہیں:

ایک بار عبدالرحمن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا، چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔ اسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے ——— سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی پہاڑ پر جا کر آواز دی

جب کسی کو بری عادت لگ جائے تو اپنے بھی اس سے محفوظ نہیں رہتے، مولانا احمد رضا کا یہی ذوق تکفیر تھا جس نے صحابی رسولؐ کو بھی معاف نہ کیا، پھر یہ مشق تکفیر ایسی چلی کہ آپ نے ایک چھوٹے سے مسئلے میں اختلاف کے باعث علماء بدایوں کو بھی بری طرح گھائل کیا، مولانا عبدالماجد بدایونی تحریک خلافت کی حمایت کر بیٹھے تو آستانہ بریلی نے ان پر بھی فتوے لگا دیے مولانا حشمت علی انہیں متقدم کہہ کر ان پر آوازہ کستے تھے، متقدم لیڈر سے بگڑا ہوا لقب ہے،

بمبئی کے مدنی اور ہاشمی میاں کے باپ سید محمد کچھوچھو | سید محمد کچھوچھو پر فتوے کفر

دھورانی کاٹھیا واڑ کی فاروقی مسجد میں دہاں کے دیوبندی مسلک امام کے پیچھے ادا کی، مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کی رو سے کچھوچھو صاحب مرتد بھی ہو گئے اور ان کا نکاح بھی ٹوٹ گیا، مولانا احمد رضا ان دنوں زندہ نہ تھے اس لئے ان کے منہ اور جانشین مولانا حشمت علی نے اپنے اس بزرگ پر تکفیر کے ہاتھ صاف کئے، موصوف لکھتے ہیں:

۱۔ تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۱۲۲ ۲۔ تقریب التہذیب ص ۳۱۵ ۳۔ ملفوظات مولانا احمد رضا جلد ۱ ص ۴۲
۴۔ مسئلہ تھا کہ جب کسی اذان ثانی مسجد کے اندر بھی جائے یا مسجد سے باہر، علماء بدایوں جمہور مسلمانوں کی طرح اس مسجد کے اندر کھائے جانے کے قائل تھے ۵۔ حاشیہ دوم البیہ ص ۱۱۱ متقدم

”مرتد دیوبندی امام نے خطبہ پڑھا، جمعہ پڑھایا، جس وقت وہ منبر پر چڑھا اسی وقت ایک سنی مسلمان نے پکار کے اعلان کر دیا کہ بھائیو! یہ امام دیوبندی و بانی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی، یہ سن کر مسلمانان اہل سنت اس مسجد سے باہر چلے گئے، مدرسہ مسکینہ دہرہ راجی کے صدر المدرسین مفتی عبدالعزیز خاں صاحب نعیمی فتح پوری نے بھی جو صفت اول میں پکھو چھوی صاحب کے متعلق ہی بیٹھے ہوئے تھے، پکھو چھوی صاحب سے کہا کہ حضرت یہ امام دیوبندی و بانی ہے یہاں سے تشریف لے چلے کسی اور مسجد میں سنی امام کی اقتدار کر کے نماز جمعہ ادا کیجئے، جب پکھو چھوی صاحب بالکل ہی خاموش بیٹھے رہے تو خود مفتی صاحب مذکور بھی سنی مسلمانوں کے ساتھ فوراً چلے آئے اور ناگانی شاہ کے تنکے کی مسجد میں سنی امام کے پیچھے جمعہ ادا کیا مگر پکھو چھوی صاحب نے اس اعلان کے بعد بھی اسی مرتد دیوبندی امام کی اقتدار میں جمعہ پڑھا۔ اس وقت کوئی اکراہ شرعی، خوف مجھ بھی تو ایسا ہرگز نہ تھا جو پکھو چھوی صاحب کیلئے نماز کی نقل بے معنی کو جائز کر دیتا، مرتد کی اقتدار شرعاً کفر و ارتداد اور ایسا کرنے والا حکم شریعت مطہرہ کافر و مرتد ہے“

مولانا احمد رضا اور ان کی جماعت تکفیر میں بہت جری ہے، امت اس تھوک تکفیر پر بہت نالال اور حیران ہے اور یہ بات اب اتنی کھل چکی ہے کہ مولانا احمد رضا اور سارے مسلمانوں کی تکفیر اب ایک ہی عنصر کے دو نام ہو کر رہ گئے ہیں، اس تکفیر نے امت کی مجموعی قوت کو جو نقصان پہنچایا ہے اس سے آج ہر چلنے والا دل زخمی اور دیکھنے والی آنکھ اشکبار ہے، عام مسلمان اس شغل تکفیر سے بہت تنگ آپکے ہیں، اختلافات تو برداشت ہو سکتے ہیں لیکن تکفیر مسلمین کی یہ ہم کسی کو پسند نہیں، انگریز جنہیں یہ پسند تھی اب پاک و ہند سے چائے ہیں، اس تھوک تکفیر کے بانی مولانا احمد رضا خاں تھے اور مولانا کابلی تعارف نصف صدی سے زیادہ عرصے سے چلا آ رہا ہے۔ المیزان کے مدیر لکھتے ہیں: —

”گو یا امام احمد رضا اور سارے مسلمانوں کی تکفیر ایک عنقر کے دو نام ہیں، حرکت و عمل کی اسی توانائی کے ساتھ امام احمد رضا کو علمی حلقوں سے بے دخل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے نہ مولانا احمد رضا کے بارے میں یہ گھر کی شہادت پہنچے بھی بدیہ قارئین ہو چکی ہے، حرکت سے مراد تھوکنے تکفیر کی تحریک اور عمل سے مراد اس کے تقاضوں کی تشکیل ہے، حرکت و عمل کی پوری توانائی مولانا احمد رضا خاں کا یہی تعارف پیش کرتی ہے،

یہ خیال نہ کیا جائے کہ تکفیر کا اتنا وسیع پروگرام بغیر کسی وجہ و بنیاد کے کیسے چل سکتا تھا آخر کچھ بات تو ہوگی جسے بڑھانے اور بگاڑنے والے اس دور تک لے گئے، یہ بات اپنی جگہ اہم ہے اور اس پر کسی دوسری جگہ گفتگو ہوگی لیکن اس سوال کے متوازی پھر ایک اور سوال بھی ابھر رہا ہے کہ اگر اس کی تہہ میں واقعی کوئی بات تھی تو اس پر صرف ایک گوشے میں ہی حرکت کیوں ہوئی آخر اور بھی علمی اور روحانی حلقے تھے اور دین و ملت کا درد رکھنے والے کئی زعماء بھی موجود تھے ان پر اس بات کا اثر کیوں نہ ہوا، اور وہ اس باب میں خاموش کیوں رہے؟ پہلے سوال کا جواب اس دوسرے سوال میں بہت واضح ہے، ان امولہ کے پیش نظر مناسب ہو گا کہ ہم اس تکفیری ہم کا ذکر انکری جائزہ بھی لیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے جب علماء دیوبند کے خلاف تکفیری ہم
تکفیری ہم کا انکری جائزہ شروع کی اور ان کی اردو عبارات کو موضوع کفر بنایا تو اس وقت ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ بریلی ہی دو مدرسے تھے کئی عظیم علمی مراکز اور بھی موجود تھے بہت سے اور علماء کرام بھی اپنی اپنی جگہ درس و افتاء کا مرجع تھے، مدرسہ دیوبند زیادہ پرانا نہ تھا اور مدرسہ بریلی تو کسی شمار میں نہ تھا۔

پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ۱۲۹۰ھ میں تحصیل علم کے لئے ہندوستان تشریف لے گئے تو اس وقت کے جن دینی مدارس کی شہرت تھی، ان کا کچھ ذکر ہم پہلے کہیں کر آئے ہیں

ان میں بریلی کا نام کہیں ملتا، مولانا فیض احمد لکھتے ہیں،

حضرت قبلہ عالم جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ۱۲۹۰ھ میں ہندوستان تشریف لے گئے ان دنوں وہاں لکھنؤ، دیوبند، رام پور، کانپور، علی گڑھ، دہلی اور سہارنپور میں بڑے بڑے علمی مراکز تھے، لکھنؤ میں مولانا عبدالحی متوفی ۱۳۰۴ھ مرجع خلافت تھے جن کی ذات محتاج تعارف نہیں، دیوبند میں مدرسہ کافتتاح ۱۲۸۳ھ میں ہو چکا تھا اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی سرپرستی میں یہ مدرسہ کافی ترقی کر رہا تھا، ان ایام میں وہاں مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی خلف مولوی ملوک علی صاحب مدرس اعلیٰ تھے جو امیر شریف میں بھی مدرس رہ چکے تھے۔

اس وقت کا علمی ماحول پتہ دیتا ہے کہ علماء کرام ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے کے باوجود ایک دوسرے کے بہت قریب تھے، ایک مدرسے کے مدرسین اور طلبہ دوسرے مدرسے میں جاتے اور آپس میں قطعاً کسی قسم کا بعد محسوس نہ کرتے تھے، مولانا احمد رضا خاں کی کچاس سالہ جد وجہ سے پہلے ہندوستان میں علماء کے مابین کفر و اسلام کے فاصلے نہ تھے، آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دیوبند اور بریلی میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کئے، اور ان کے پیروان کے تاریخی کارنامے کی وجہ سے انہیں ائمہ محضرت کہتے ہیں،

یہاں وہ سوال پھر سامنے آتا ہے اور اسی کے سمجھنے سے ساری دیوبندی اور بریلی کی بحثیں سمجھ میں آجاتی ہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ علماء دیوبند کی بعض اردو عبارات اگر واقعی کفر کی حد تک غلط تھیں تو ان اہم دینی مراکز نے ان پر کفر کا فتوے کیوں نہ دیا جو اس وقت امت اسلامی کا مرجع تھے، عبارات زیر بحث اردو میں تھیں اور ان مدارس عربی اور مراکز علمی کی اپنی زبان بھی اردو تھی، ان کے اکابر اپنی جگہ مرجع خلافت تھے، آخر انہوں نے ان عبارات پر حکم کفر کیوں نہ دیا۔؟ علماء دیوبند کی عبارات ان پر عائد کردہ الزامات کے بارے میں اگر اتنی صریح

تھیں کہ کسی اور معنی اور مفہوم کا قطعاً احتمال نہ تھا تو اس وقت کے مفتیان کرام ان "کفریات" پر کیوں نہ برے، ان کی ایمانی غیرت کہاں چلی گئی تھی؟ آواز اٹھی تو بریلی سے جس کا کسی علمی حلقے کی حیثیت سے کہیں تعارف نہ تھا، وقت کے اکابر اہل علم کا علماء دیوبند کی عبارات پر حکم کفر نہ کرنا کھلی شہادت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی تکفیری ہمہ میں ان کی شدت پسند طبیعت اور انگریزی حکومت کی اس پالیسی کو بھی بہت دخل تھا کہ تفریق ڈالو اور حکومت کرو۔

مولانا فضل حق خیر آبادی اگر مولانا اسماعیل شہید سے امکانِ نظیر جیسے مسائل میں اختلاف کرنے کے باوجود انہیں مسلمان کہہ سکتے تھے، بلکہ حکیم الامت کہتے تھے اور مولانا عبدالعزیز رام پوری حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے مسئلہ شش نظیر میں اختلاف کرنے کے باوجود انہیں مسلمان سمجھتے تھے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کسی علمی اختلاف کو کفر و اسلام کا موضوع بنالیتے، اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو اس کے پیچھے علم نہیں سیاست کفر مآقی، مولانا احمد رضا نے اپنی تکفیری ہمہ کے لئے نئی راہ نکالی، اختلافات کی بجائے الزامات سامنے لائے اور ان کی اساس پر حکم کفر جاری کیا، علماء دیوبند لاکھ کہتے رہے کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی، نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے، تم جاری باتوں میں اپنی معنی کیوں داخل کر رہے ہو مگر ان حضرات نے کوئی نہ سنی، برابر یکسر پیٹتے رہے کہ نہیں یہی تمہارا عقیدہ ہے اور یہی بات تم نے کہی ہے۔

جن علماء کی یہ عبارات تھیں ان کے مفہوم کا تعین بھی انہی کا حق تھا، یہ کہاں کا انصاف اور علم کا تقاضا ہے کہ عبارات تو کسی اور کی ہوں اور ان کی مرادات کا تعین کوئی اور کرے تصنیف و مصنف نیکو کند بیان کو یکسر غلط ٹھہرنا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔

یہ سوال اب ہر حال اپنی جگہ قائم ہے کہ علماء دیوبند کی بعض اردو عبارات اگر واقعی حد کفر تک غلط تھیں تو وقت کے دیگر مراکز علمی نے ان پر کیوں حکم کفر جاری نہ کیا اور جب مولانا احمد رضا خاں نے ان پر مواخذے کئے اور علماء حرمین سے جوار و نہ جانتے تھے ان اردو عبارات پر حکم کفر حاصل کیا تو اس وقت بھی ہندوستان کے ان اہم علمی مراکز نے مولانا احمد رضا خاں کی تائید کیوں نہ کی؟ اب تو یہ عبارات ڈھکی چھپی نہ تھیں، ہندوستان کے ان علمی مراکز اور

دیگر قومی زعماء نے علماء دیوبند کو ان عقائد کا نہ سمجھا جو مولانا احمد رضا خاں کے پیر و ان کے دوسے لگا رہے تھے، یہ صورت حال پتہ دیتی ہے کہ تفریق بین السلیب کی اس سازش کے پیچھے یقیناً بدیہی حکومت کا ہاتھ تھا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی اس کارروائی کے بارے میں کسی ملک کے اہم مراکز علمی اور قوم کی غیر جانبدار مقتدر شخصیات کے رد عمل کا کچھ جائزہ لیا جائے۔ جو حضرات مدرسہ دیوبند کے پڑھے ہوئے دتے، ان کا غیر جانبدارانہ موقف حقیقت حال کی بہت وضاحت کر سکتا ہے۔

طوالت سے بچنے کے لئے ہم پانچ مراکز علمی، بیس مراکز طریقت، پانچ اہم علمی شخصیات، پندرہ اہم علمی اور روحانی شخصیات اور دس اہم ملی شخصیتوں کا ذکر کریں گے، مولانا احمد رضا کی انتہا پسندی پر ان حضرات کا رد عمل حقیقت کی منہ بولتی تصویر ہے۔

پانچ مراکز علمی میں علامہ فرنگی محل، علامہ گنج مراد آباد، علامہ دہلی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، اہل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو خاص طور پر پیش نظر رکھتے، روحانی مراکز میں خانقاہ شاہ کرامت اللہ جو پٹورہ، خانقاہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی، خانقاہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی، خانقاہ سرہند شریف، خانقاہ بھرچنڈی شریف (سندھ)، خانقاہ بابھی شریف (سندھ)، خانقاہ مانگی (سرحد)، خانقاہ ترنگوٹی (سرحد)، خانقاہ سوسنی زئی (ڈیرہ اسماعیل خاں)، خانقاہ رائے پور اور پنجاب میں خانقاہ مکان شریف (درہ تھڑ)، خانقاہ اعوان شریف (گجرات)، خانقاہ چورہ شریف، خانقاہ تونسہ شریف (ڈیرہ خاڑی غل)، خانقاہ سیال شریف (سرگودھا)، خانقاہ جلال پور (گجرات)، خانقاہ شرقپور اور خانقاہ گولہ راد پٹنڈی، خانقاہ سرچہ کنڈیاں کا رد عمل مولانا احمد رضا خاں کی شتمیک کی کھلی تردید تھا، ان روحانی مراکز میں خان صاحب کی کوئی پذیرائی نہ ہوئی، یہ حضرات اردو دان تھے، اور علماء دیوبند کی اصل عبارات بآسانی دیکھ سکتے تھے، بعض خانقاہی آداب میں ان کا اختلاف علماء سے ہو تو ہو لیکن جہاں تک عبارات زیر بحث کا تعلق ہے، ان حضرات کے ہاں ایسے کوئی اہمیت نہ تھی، نہ یہ حضرات ان کی وجہ سے کفر و اسلام کے فاصلے کے قائل ہو سکے، سائیں

توکل شاہ صاحب رہائی پتہ خواجہ عبدالرحمن چھوڑ دی دہزارہ، اکابر علماء دیوبند کی معرفت مسئلہ علی کے قائل تھے بلکہ اُن کی روحانی عظمت اور طریقت و معرفت کلام بھرتے تھے، غیر جانبدار علمی شخصیات میں مولانا طیف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن محدث کا پٹنوی، مولانا عبداللہ ٹوکی، مولانا اصغر علی روحی، مولانا غلام محمد گھوٹوی کان عبارات پر کوئی گرفت نہ کرنا ان عبارات کی مرادات کا کھلا نشان ہے، اہم علمی شخصیات میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا حبیب الرحمن شروانی، حکیم اجل خاں، ڈاکٹر عطا اللہ قبال، مولانا ظفر علی خاں، مولانا شوکت علی، پتو دھری افضل حق، مولانا حسرت موہانی اور قاضی عبدالجبار صدیرت کیٹی کا رد عمل بھی پیش نظر رکھنے کے لائق ہے۔

ان حضرات نے مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کفر کو پیر کاہ کے برابر اہمیت نہ دی۔ وہ سمجھتے تھے کہ مولانا احمد رضا خاں کی اس مہم تکفیر کی فصل انگریزی حکومت ہی کاٹنے لگی۔ ان غیر جانبدار اردو دان حضرات نے علماء دیوبند کی ان عبارات سے قطعاً و ہرگز نہ سمجھی تھیں جو مولانا احمد رضا خاں کی الزام تراشی ذہنیت نے اختراع کی تھیں بالخصوص جب کہ علماء دیوبند ان مرادات کفریہ سے ہزار بار اظہار بیزاری کر چکے تھے، ان غیر جانبدار حضرات نے مولانا احمد رضا کی اس تکفیری مہم کو بالکل مدغراعتنا نہ سمجھا اور علماء دیوبند وقت کے ہر موٹہ پر علم و فضل کی پوری تابانی سے است کی رہنمائی کرتے رہے، ہندوستان میں کوئی علمی مشورہ یا موقف ایسا نہ ہو سکتا تھا جس میں علماء دیوبند کی رائے ذلی جاتی ہو۔

ہندوستان میں علماء فرنگی محل کی شہرت و عظمت مسلم تھی، ان علماء فرنگی محل لکھنؤ کا رد عمل

حضرات کی علمی خدمات متنازع تعارف نہیں، ان علماء کو علماء دیوبند سے بعض فردی مسائل میں چند اختلاف بھی تھے، مولانا احمد رضا خاں نے ان اختلافات سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان حضرات کو علماء دیوبند کی تکفیر پر آمادہ کرنے اور اپنا ہمنوا بنانے کی بہت کوشش کی، علماء دیوبند کی اردو عبارات بھی دکھائیں اور ہر طرح سے قائل کرنے کی سعی کی حضرت مولانا عبدالباری حضرت مولانا عین القضاۃ کے شاگرد تھے، علماء فرنگی محل میں اپنے بزرگوں کی یاد تھے، آپ نے مولانا احمد رضا خاں کو صاف لکھ دیا۔

ہمارے اکابر و علمائے فرنگی محل نے ایمان علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کی اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا۔

پیر مراد علی شاہ صاحب گولڑوی کے سوانح حیات میں مولانا عبدالباری کے بارے میں لکھا ہے ”جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا محمد قیام الدین عبدالباری فرنگی محل لکھنؤ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں اپنے دور کے علماء و مشائخ میں ایک اقبازی شان کے مالک تھے مولانا احمد رضا خاں نے دوام العیش میں ایک جگہ یہ سُرخِ قائم کی ہے خطبہ صدارت مولوی فرنگی محل میں ۵ ستمبر کا گزرا می کی ناز برداری اور الطاری الداری میں مولانا عبدالباری پر ایک سو ایک وجوہ سے حکم کفر لگایا ہے اس ساری مخالفت کا اصل باعث یہ تھا کہ فرنگی محل جیسے مرکز علم نے مولانا احمد رضا خاں کے ذوق تکفیر کی کیوں داد نہیں دی، خاں صاحب نے ان حضرات کو ہر چند تنگ کیا لیکن ان حضرات نے مولانا احمد رضا کی کچھ پروا نہ کی، حق پر ثابت قدم رہے، مولانا عبدالباری ایک مقام پر لکھتے ہیں،

جو متکبرانہ انداز مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ہم لوگوں کے ساتھ اختیار کیا ہے اس سے مرعوب ہو کر میں کچھ کرنے کو اپنے اوپر ناجائز سمجھتا ہوں بلکہ التکبیر علی المتکبر صدقہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی اعتنا کرنا نہیں چاہتا۔

یہ غیر جانبدارانہ شہادت مولانا احمد رضا خاں کی خالما زروش اور علماء دیوبند کے مظلومانہ موقف کی کھلی دلیل ہے اور یہ بھی بتا رہی ہے کہ حق کن کے ساتھ تھا۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی ان حضرات کے اکابر میں سے تھے، علم و افتاء کا مرجع تھے ۱۳۰۴ء میں وفات پائی، مثنوی مولانا عبدالحمی آپ کے فتویٰ کا مجموعہ ہے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے آپ کا زمانہ پایا ہے، آپ کے شاگرد

۱۔ منقول از الطاری الداری بغزوات عبدالباری حصہ اول ص ۱۱۱ حسنی پریس بریلی ۱۵ مہر منیر ص ۴۱۵

۲۔ الطاری الداری حصہ ۲ ص ۷

مولانا عین القضاۃ اپنے وقت کے نہایت جلیل القدر عالم تھے، آپ نے کئی بار حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے علی استفادہ کیا، مولانا عین القضاۃ مولانا احمد رضا خاں کی تکفیری ہم کے سخت خلاف تھے، حضرت مولانا نانوتویؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کی تحریرات میں کوئی بات قرآن و حدیث کے خلاف ہوتی تو مولانا عبدالحی اس پر فرور مواخذہ فرماتے، مولانا عین القضاۃ نے تو وہ زمانہ بھی پایا جب مولانا احمد رضا اپنی تکفیری ہم شروع کر چکے تھے، مولانا عین القضاۃ کے شاگرد مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے مولانا احمد رضا کی اس تکفیری ہم کا بڑی سختی سے نوٹس لیا اور ان لوگوں سے کھلے منظر سے کہے اور انہیں شکست فاش دی، مولانا احمد رضا کے خلاف یہ ان علماء کا رد عمل تھا جو دیوبند سے تعلق نہ رکھتے تھے اور ایک غیر جانبدار حیثیت کا مالک تھے۔

قلب الارشاد حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی علماء ہند میں
 علماء گنج مراد آباد | نہایت ممتاز شخصیت تھے، استاد العلماء اور شیخ وقت تسلیم کئے جاتے تھے، ہندوستان کے صوبہ بہار میں آپ کے علی اور روحانی کمالات کے گہرے اثرات ہیں، ۱۳۱۲ھ تک آپ عقیدہ مندوں اور طلبہ کا مرجع بنے رہے، مولانا احمد رضا خاں بھی آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے، موصوف کے سوانح نگار شاہ مانا میاں لکھتے ہیں،

اعلیٰ حضرت کو معاصرین علماء و شائخ میں حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ سے گہرا تعلق تھا، حکیم مولوی سید الرحمن خاں مرحوم بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت پہلی مرتبہ ۱۳۱۱ھ گنج مراد آباد تشریف لے گئے تھے، اس سفر میں آپ کے ہمراہ جو حضرات گئے، ان میں مولوی حکیم خلیل الرحمن خاں، مولانا شاہ وحی احمد محدث سورتی، قاضی خلیل الدین حسن اور مولانا احمد حسن کاپوری بھی شامل تھے لے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وقت کے تمام معروف علماء حضرت شاہ فضل الرحمن سے

گہری عقیدت رکھتے تھے، حضرت کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے احمد میاں شاہ ان کے خلیفہ کے مرجع عقیدت تھے، مولانا احمد رضا خاں ۱۳۲۲ء میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ علماء دیوبند کی عبارات میں اگر کچھ باتیں واقعی ایسی تھیں جو کفر کی حد تک غلط تھیں تو حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی نے ان پر کیوں گرفت نہ کی؟ انہیں ان حضرات کی عبارات میں وہ دکر یہ، معنی کیوں نظر نہ آئے جو مولانا احمد رضا خاں دیکھ پائے؟

حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے شاگرد اور خلیفہ حضرت مولانا شاہ تاج حسین صاحب بہمدی آپ سے اپنے ارادہ بیعت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند سے بھی اپنی عقیدت کا ذکر کرتے ہیں،

اب بیعت کا جو عزم ہوا کہ مجھ کو عقیدت اور غلامی حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے تھی، آپ کو کشف سے معلوم ہوا۔ آپ نے حضرت مولانا کی تعریف کی کہ اس کسبی میں ان کو ولایت حاصل ہو گئی اور مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کی بھی تعریف کی کہ ان کے قلب میں ایک نور الہی ہے جس کو ولایت کہتے ہیں۔

حضرت شاہ تاج حسین صاحب نے حضرت کے روحانی کمالات پر یہ کتاب حضرت کی زندگی میں لکھی تھی اور حضرت کے سامنے پیش کی تھی، آپ نے اس کے سرورق پر اپنے ہاتھ سے یہ دعائیہ جملہ لکھا تھا۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ فَإِنَّهُ لَا يَمْلِكُهَا إِلَّا أَنْتَ
ہر کہ ایس دعوات ورنہ نایہ انجام او بخر شود (ترجمہ) جو ان دعاؤں کا ورد کرے
خاتمہ بالخیر ہو گا۔

اس کتاب میں مولانا محمد قاسم اور حضرت مولانا رشید احمد کے مقامات ولایت کا بھی ذکر ہے۔

ان حضرات کی عبادات میں اگر کوئی بات واقعی حد کفر تک غلط ہوتی تو وقت کے اکابر و علماء و اولیاء ان کی شان میں ہرگز رطب القسان نہ رہتے، مولانا عبدالمجید ہزاروی کہتے ہیں کہ میں حدیث پڑھنے کے لئے گنگ مراد آباد حاضر ہوا تو حضرت شاہ فضل الرحمن نے ان سے پوچھا:

پڑھتے کہاں ہو؟ میں نے عرض کیا دہلی میں۔ آپ نے فرمایا کہ گنگوہ مولانا رشید احمد کی خدمت میں جا کر پڑھو لے

حضرت شاہ فضل الرحمنؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ پیر مہر شاہ صاحب کے استاد بھائی تھے، گولڑہ کے مولانا فیض احمد صاحب لکھتے ہیں:-

حضرت مولانا محمد علی مونگیری بہار کے ایک مشہور شیخ طریقت اور حضرت قبلہ عالم کے استاد بھائی تھے سہارنپور میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے شاگردان عظام میں سے تھے، رحمۃ اللہ علیہما

حضرت شاہ فضل الرحمن صاحب نے آپ کے بارے میں پیشگوئی فرمائی تھی:

ایک زمانہ ہو گا کہ کثیر خلقت تمہارے پاس آکر مرید ہوگی اور تم سے فیض ہو گا اور تعلیم پاویں گے۔

حضرت کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی، آپ اپنے وقت میں صوبہ بہار کے مرجع خلائق، شیخ طریقت اور جلیل القدر عالم دین تھے، شیخ طریقت حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بہت عقیدہ مند تھے اور انہیں حکیم الامت کہہ کر یاد کرتے تھے، مولانا احمد رضا خاں حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے ذکر میں لکھتے ہیں:-

یہ وہی نانوتوی ہے جسے محمد علی کانپوری ناظم ندوہ نے حکیم الامت کا لقب دیا ہے

اس صورت حال سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی جن اردو عبارت

۱/ لے تذکرۃ الرشیدیہ ص ۳۲ حصہ دوم، ۳۵ ہرمنیر ص ۲۴۳ حاشیہ، ۳۵ کلمات رحمانی ص ۲۲

۳۵ حاتم المرحومین ص ۱۵

پر حکم کفر لگایا تھا، ہندوستان کے مشاہیر اہل علم، اردو دان حضرات نے ان عبارات میں کفر کی وہ تصویر نہ دیکھی تھی جو مولانا احمد رضا خاں کو نظر آئی تھی، بلکہ وہ اہل علم حضرات ان عبارات کی وہی مرادات لائق اعتبار سمجھتے رہے جو ان عبارات کے لکھنے والوں نے خود متعین کر دی تھیں، مولانا احمد رضا خاں نے پھر مولانا محمد علی مونگیری کو بھی معاف نہ کیا اور پیر مر علی شاہ صاحب کے استاد بھائی پر کفر کا گولہ بہت بیدردی سے پھینکا۔

جوان کے علماء دیوبند کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کا فر ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے تو مولانا محمد علی کو کافر ٹھہرایا مگر پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری نے مولانا محمد علی کی شاگردی اختیار کی اور طلب علم میں ان کے پاس لکھنؤ پہنچے، پیر جماعت علی شاہ صاحب کے بنیہ جناب اختر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں،

سہارنپور سے آپ نے لکھنؤ کا سفر کیا اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب تامل بدوہ علیہ السلام کا تامل اختیار کیا، حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب خدار سید عالم تھے، ظاہری اور باطنی علوم کے محرم تھے اور شب زندہ دہر بزرگ تھے، تہ

اس تفصیل سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ علماء دیوبند کی عبارات میں کفر کی کوئی بات ہرگز نہ تھی ورنہ وقت کے یہ دیگر علماء ایمان اور مشائخ طریقت ہرگز خاموشی اختیار نہ کرنے، بجائے اس کے یہ حضرات ہمیشہ علماء دیوبند کے علمی اور روحانی مقامات کے قائل رہے، پس مولانا احمد رضا خاں کی تکفیری ہم سوائے اس کے کہ انگریزی حکومت کے اشارے پر ہوا اور کسی محل پر محمول نہیں کی جاسکتی۔

دہلی کی سند علی گڑھ پہلے کی ہی تھی، لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علماء دہلی کا رد علی اور ان کے جانشین حضرت شاہ محمد اسلم کی نسبت اب بھی حامل تھی دہلی میں عظیم علمی شخصیتیں موجود تھیں، اردو ان کی مادری زبان تھی، محمد ثنین دہلی کے انتساب سے یہ

نہ حسام اکھروی ص ۱۳۳، تہ سیرت امیر ملت ص ۱۲۸ شائع کردہ دار شریف علی پور سیدال

یہ حضرات مولانا اسماعیل شہید اور اکابر علماء دیوبند سے بیگانہ بھی نہ تھے، مسائل میں بعض اختلافات کے باوجود ان حضرات نے کبھی ان کے کفر و اسلام کے فاصلے قائم نہ کئے، مفتی صدر الدین اُزردہ، مولوی رشید الدین، نواب قطب الدین، مولانا امان علی، مولانا نواز شمس علی، مولانا محمد جان، مولانا عبد الحل، ملا سر فراز، مولوی رستم علی خاں اور ان کے اور حضرت شاہ محمد اسحقؒ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد کثیر تعداد میں دہلی میں موجود تھے، دہلی کے مدارس جیسے مدرستہ عبد الرب، مدرستہ حسین بخش، مدرستہ جامع مسجد فتح پوری، مدرستہ امینیہ وغیرہ مدارس ذاتیہ کامرہج تھے، مدارس دہلی کے ان علماء نے علماء دیوبند کی اردو عبارات میں کبھی کفر کے وہ معنی نہ دیکھے، جن کی نشاندہی مولانا احمد رضا خاں نے کی اور ان میں اپنے معنی داخل کر کے علماء عرب سے جو اردو نہ جانتے تھے ان اردو عبارات پر کفر کا فتویٰ دیا۔ علماء دہلی کا مجموعی رد عمل مولانا احمد رضا خاں کی پکھلت مشق تکفیر کی پرزور تردید کرتا ہے

جامع مسجد فتح پوری کے ایک صاحب مولانا مظہر اللہ صاحب تبحر کا تعلق مدرستہ فتح پوری دہلی سے نہ تھا آپ وہاں امام اور خطیب تھے ان کے صاحبزادے پروفیسر مسعود احمد نے مولانا احمد رضا خاں کے حق میں مدحیہ رسائل لکھے ہیں، مولانا مظہر اللہ بھی اس مشق تکفیر میں مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہ دے سکے تھے، آپ کے علماء دیوبند خصوصاً مفتی کفایت اللہ صاحب سے گہرے تعلقات تھے، مولانا احمد رضا خاں جن لوگوں سے سلام و کلام حرام قرار دے چکے تھے مولانا مظہر اللہ صاحب ان کی خدمت میں عافری بڑی سادت سمجھتے تھے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء ایک مستقل دینی ادارہ اور ہندوستان کی ایک مشہور
ندوۃ العلماء لکھنؤ اسلامی درس گاہ ہے، یہ دیوبند کی شاخ نہیں اس کی میٹنگ میں مولانا احمد رضا خاں بھی شامل ہوئے تھے۔

تاریخ اور ادب میں علماء ندوہ نے عظیم اسلامی خدمات سر انجام دی ہیں اس کے بانی مولانا شبلی نعمانی مؤلف سیرت النبیؐ ایک صاحب طرز ادیب تھے، مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند

کی جن اردو عبارات پر حکم کفر لگایا، وہ عبارات مولانا شبلی نعمانی کے سامنے بھی آئی تھیں، انہیں ان میں وہ کفریہ معنی کہیں نظر نہ آئے جو مولانا احمد رضا خاں انگریز کی عینک سے ان عبارات میں دیکھ رہے تھے اور ان اردو عبارات پر علماء عرب سے جو اردو دوا جلتے تھے کفر کا فتوے لے رہے تھے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے معجزات کی بحث میں مولانا شبلی نعمانی سے شدید اختلاف کیا تھا، مولانا تھانویؒ کی کتاب حفظ الایمان میں واقعی کوئی کفریہ مضمون ہوتا تو مولانا شبلی کے لئے جوابی کارروائی کا عظیم موقع تھا۔ مگر مولانا شبلی اردو دان تھے کسی عبارت کے ایسے معنی بیان کرنا جو مصنف کی مراد نہ ہوں ان کے علم و شرافت سے بعید تھا۔

علماء ندوہ نے علماء دیوبند کو ہمیشہ احترام کی نظر سے دیکھا ہے، مولانا شبلی کے نامور شاگرد مورخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ پر نیشنل دارالعلوم ندوہ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے سامنے حدیث میں زانوئے تلمذ تر کیا اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حلقہ عقیدت میں شامل ہوئے، علماء ندوہ کی غیر جانبدارانہ شہادت اس یقین کے لئے کافی ہے کہ علماء دیوبند کی اردو عبارات میں ہرگز کفریہ معنی نہ تھے، ورنہ علم و فضل کے یہ مستقل ادارے اس باب میں کبھی خاموشی اختیار نہ کرتے، یہ بات باور نہیں کی جاسکتی کہ یہ کفریہ معنی صرف مولانا احمد رضا کو ہی نظر آسکتے تھے،

مولانا احمد رضا خاں ندوۃ العلماء پر بھی برسے اودان کے حلقے کے لوگ اب تک مدوۃ العلماء لکھنؤ پر موصلا دھار برس رہے ہیں، مولانا ابوالطاهر محمد طیب دانا پوری لکھتے ہیں۔

۱۳۱۲ھ میں طائفہ ندوہ نے اپنا سر نکالا اور ان آیات و احادیث کریمہ کو تحریف منہوی کر کے بندہ جہوں، لالہ جہوں، بدوینوں، بے دینوں کے ساتھ دوستی و موافقت و

اتحاد و موالات پر ڈھالا لے

اگر وہ..... ان حرکات و کلمات کفر و ضلال کو معاذ اللہ حق و صحیح مانتے ہیں تو جو کفر کو حق ماننے وہ خود کافر ہے سہ

اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنیاد پر بحکم شریعت قطعاً یقیناً اسلام سے خارج اور کفار مرتدین ہیں سہ

مولانا احمد رضا خاں ندوۃ العلماء سے اس قدر نا راض تھے کہ آپ نے اپنے ایک بزرگ شاہ جی میاں قادری سے ندوہ کے خلاف بددعا کی درخواست بھی کی، مولانا شمت علی خاں اپنے ان دونوں بزرگوں کی بات چیت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

حضرت شاہ جی میاں نے، فرمایا کہئے مولانا؟ ندوہ کا اب کیا حال ہے؟ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ الحمد للہ ندوہ دم توڑ رہا ہے، آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے حضرت شاہ جی میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دعا تو ہم کرتے ہیں لیکن ندوہ پچھڑے گا تمہیں سے سہ

مولوی شمت علی کے یہ دونوں رضی اللہ عنہ "دم توڑ گئے" لیکن ندوۃ العلماء نے عظیم ترقی کی بین الاقوامی شہرت پائی اور آج مولانا علی میاں کیا بطور ایک مفکر کے اور کیا بطور ایک مصنف کے عالم اسلام کی نہایت بلند پایہ محترم شخصیت ہیں، اس ادارے نے علم و ادب کی عظیم خدمات سر انجام دی ہیں اور اس کا شمار دنیا کے عظیم ترین علمی اور تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے، شاہ جی میاں نے جس کے سامنے پیش گوئی کی تھی کہ "پچھڑے گا تمہیں سے" وہ خود دنیا کے سامنے

سہ بجانب اہل السنۃ ص ۴۴، ۴۵ ایضاً ص ۴۵، ۴۶ اہل الذلیلۃ رضا ص ۱۷ مولانا احمد رضا خاں کی پیش گوئی

بھی اسی طرح پادر ہوا ثابت ہوئی تھیں ایک متفقہ کو خواب کی تعبیر تاتے ہوئے فرمایا انشاء اللہ وہ بایہ کی دعوت بند ہوگی اور اہل سنت کی ترقی ہوگی و مٹھنات حصا دل ط ۱۲ اس کے چند سال بعد وہ بایہ پورے عرب پر چھا گئے اور بڑیوں کی یہ حالت ہو گئی کہ وہاں کھلے بندوں میں نماز بھی نہیں پڑھ سکتے، چھپ چھپا کر علیحدہ نمازیں پڑھتے ہیں مولانا احمد رضا نے اہل سنت کی اسی ترقی کی پیش گوئی کی تھی۔

عبرت بن کر کچھڑ گئے اور ندوۃ العلماء کے علم و فیض کی نہریں اب بھی پوری بدوائی سے جاری ہیں
 ندوۃ العلماء جیسے مستقل اور غیر جانبدار علمی ادارے کا علماء دیوبند کی زیرِ بحث اردو عباد
 پر کفر کی گرفت نہ کرنا کھلی شہادت ہے کہ اردو دان اہل علم نے ان کے وہی منی بکھے تھے جو ان
 کے مصنفین کی اپنی مراد تھے، انہوں نے ان میں وہ معنی نہ ڈالے تھے جو مولانا احمد رضا خاں نے
 وقت کے مخصوص سیاسی تقاضوں کے تحت ان کے بیان کہے تھے اور انہیں اختلاف قرار دیکر
 امت کو مستقل دو حصوں میں تقسیم کر ڈالا۔

مسلم یونیورسٹی علیگڑھ | سر سید احمد خاں نے دنیوی علوم میں مسلمانانِ ہند کے لئے ایک نیا باب
 کھولا۔ آپ کا فلسفہ تعلیم یہ تھا کہ انگریزی تعلیم اور عمرانی علوم کے ساتھ
 مسلمانوں کو اس لائق کیا جاسکے کہ وہ ملکی نظام اور تمدنی ضرورت میں حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر
 آسکیں اور جب بھی ملک آزاد ہو، مسلمان حکومت سنبھالنے کی ذمہ داریوں کے اہل ثابت ہوں،
 لیکن سر سید کے مذہبی خیالات علماء حق کی تحقیق پر مستقیم نہ تھے، خود ان کے دوست
 مولانا الطاف حسین حالی نے بھی ان کی تفسیر پر سخت تنقید کی ہے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
 اور سر سید کے مابین بعض اسلامی عقائد پر خط و کتابت بھی رہی، اس سال تصنیفۃ العقائد اسی سلسلہ
 کی ایک کڑی ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی سر سید کی بنیادی عقائد پر کڑی تنقید کی
 اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی عقائد کی تشریح میں سر سید اور علماء دیوبند کے درمیان
 گہرے اختلافات تھے، پھر سر سید بھی ایکلے نہ تھے، ان کے ساتھ جدید فکری نظریات رکھنے والے
 دوستوں کی خاصی تعداد تھی، "سر سید سکول" ایک مستقل فکری دائرے کا نام تھا۔ علماء دیوبند کی اردو
 عبارات جن پر مولانا احمد رضا خاں نے گرفت کی اگر واقعی حد کفر تک غلط ہوتیں تو سر سید اور ان
 کے اجاب کے لئے دیوبند پر برسنے کا عجیب موقع تھا، دیوبند اور علی گڑھ کے اختلافات پہلے
 سے موجود تھے، ان عبارات پر حکمِ کفر لیس جاتی پر تیل کا کام کرتا لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار
 نہ دیکھنے قادری انداز پر جلد صدمہ تام۔

نہیں کر سکتا کہ علی گڑھ کے اردو دان حضرات کو علماء دیوبند کی ان اردو عبارات میں کفر کے وہ
 کیڑے کہیں دکھائی نہ دیئے جو مولانا احمد رضا خاں کو نظر آ گئے اور انہوں نے ان پر ان علماء عرب
 سے کفر کا فتوے لیا جو اردو زبان نہ جانتے تھے، سرسید اور علی گڑھ کے علی حلقوں میں ان عبارت
 کے وہی معنی سمجھے گئے جو ان کے مصنفین نے مراد لئے تھے، ان حضرات نے باہمی اختلافات
 میں یہ غیر شریفانہ حرکت نہیں کی کہ ان عبارات میں اپنے معنی داخل کر کے انہیں علماء دیوبند
 کے ذمہ لگا دیتے اور انہیں بدنام کرتے، مولانا احمد رضا خاں نے جب یہ گستاخانہ کھیل کھیلا تو بھی
 حلقہ علی گڑھ نے ان کی تائید نہ کی۔ محدثین دہلی اور اکابر دیوبند کی عبقریت علی گڑھ میں بھی اپنا
 سکھ منوائے ہوئے تھی۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں دیوبند کا تعارف ان الفاظ میں ملتا ہے:—

ہندستان میں یہی ایک مدرسہ جو تمام مدارس کے مقابل ہر ایک پہلو سے ممتاز اور ہماری کوششوں اور
 تائید سے مستفیض ہونے اور پہچانے کی قابلیت رکھنے والا نظر آتا ہے۔
 حضرت مولانا اسماعیل شہید کے بارے میں سرسید احمد خاں لکھتے ہیں۔

آپ کے آئینہ خاطر نے معطلہ تائید الہی سے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی کہ اسرار ازل بے
 حجاب آپ پر منکشف تھے،

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی وفات پر سرسید کا بیان حق کی فتح کا جلی نشان تھا۔
 سرسید لکھتے ہیں،

مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل تھا، ان کا پایہ اس زمانہ میں شاید معلوماتِ علمی
 میں شاہ جہد العزیز سے کچھ کم ہو الا۔ اور تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا، مسکینی اور
 نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر ان کا پایہ مولوی محمد اسحاق سے بڑھ کر نہ تھا تو کم بھی نہ تھا،
 درحقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خلعت کے شخص تھے۔

پھر کیا ہوا؟ سرسید احمد خاں کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کا بھاری جھرمک فتوے سامنے آیا۔

عرض: بعض علی گڑھی کو سید صاحب کہتے ہیں؟
ارشاد: وہ تو ایک خبیث مرتد تھا، حدیث میں ارشاد فرمایا منافق کو سید نہ کہو۔
مولانا ابوالطاهر دانا پوری لکھتے ہیں:

چوتھوں پر شیخ کے کفریات قطعیہ یقینیہ میں سے کسی ایک ہی کفر پر مطلع ہونے کے بعد اس کے کافر مرتد ہونے میں شک کرے یا اس کو کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بگم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر مرتد اور بے توہمراہ مستحق عذاب ابدی ہے۔
علامہ دیوبند کے بارے میں علی گڑھ کا رد عمل بتا رہا ہے کہ غیر جانبدار نگاہ میں علماء دیوبند کی کوئی عبارت حد کفر تک غلط نہ تھی اور مولانا احمد رضا خاں کی اس غیر واقعی گرفت کے پیچھے یقیناً کوئی سیاسی ہاتھ تھا، علی گڑھ کے اسی رد عمل کا نتیجہ تھا کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن ماسنا سے رہائی کے بعد جب ہندوستان پہنچے اور آپ نے علی گڑھ کے نوجوانوں کو آزادی وطن کے لئے پکارا تو وہ پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

یہ غیر جانبدار چند علی حلقوں کا ذکر تھا علامہ فرنگی محل، علامہ گنج مراد آباد، علامہ مدارس دہلی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اردو خاں حضرات نے علماء دیوبند کی ان زیر بحث اردو عبارات میں کیوں کفر کی ٹونہیں پائی نہ ان عبارات کے کہیں وہ معنی ان کے حاشیہ خیال میں گذرے جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کے ذمے لگا کر امت کو مستقل طور پر دو حصوں میں تقسیم کر ڈالا۔

ان علی حلقوں کے علاوہ کچھ اور روحانی مراکز بھی تھے جو اپنے اپنے حلقے میں گہرے اثرات رکھتے تھے، یہ حضرات بھی اردو جانتے تھے اور ہندوستان کے عظیم علی اداروں سے

بھی تا واقعہ نہ تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم بھی مسلمانوں کا کوئی اختلافی مسئلہ نہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام و عزت پر لوگ جان چھڑکتے تھے، جب کسی ناہنجار نے کوئی گستاخی کی وہ کیفرِ کردار تک پہنچا اور مسلمانوں نے اُسے کہیں معاف نہ کیا۔

ان روحانی بزرگوں کا مولانا احمد رضا خاں کی موافقت نہ کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ علمائے دیوبند پر ان لگائے گئے الزامات کی کچھ حقیقت نہ تھی اور ان کے پیچھے انگریز حکومت کی سیاسی پالیسی کے سوا کچھ اور نہ تھا اور نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و شان کے خلاف کوئی ادنیٰ مسلمان بھی کوئی گستاخی گوارا نہ کر سکتا تھا، ان روحانی بزرگوں میں حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ جو پندریچ، اکابر خانقاہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی مجددی، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، خواجہ محمد عثمان خانقاہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ)، مولانا احمد خاں خانقاہ سر اجیہ کنڈیاں، خانقاہ مانکی شریعت صوبہ سرحد، حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندی شری پوری، حضرت خواجہ اللہ بخش نورسوی، حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری اور پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہم اللہ علیہم کا ردِ عمل مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کی مکمل تردید ہے۔ ان حضرات میں سے بعض اکابر تو کلیتہً علماء دیوبند کے موافق رہے اور جنہوں نے کچھ اختلاف کیا انہوں نے بھی علماء دیوبند کو ہمیشہ مسلمان سمجھا اور بعض مسائل کے اختلافات کے باوجود کبھی انہیں فروریاتِ دین کا منکر نہ کہا نہ ان کے ذمہ کوئی غلط بات لگا کر غیر اردو دان حضرات سے ان کے خلاف فتوے کُفر حاصل کیا۔ ان میں سے بعض بزرگوں کی شہادت ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

حضرت شاہ کرامت علی جو پندریچ ہندوستان خانقاہ حضرت مولانا شاہ کرامت علی جو پندریچ کے مایہ ناز روحانی بزرگ تھے، ہنگال میں

لاکھوں مسلمان آپ کے اور آپ کے خلفاء کرام کے ہاتھوں پر تائب ہوئے اور ایک خلقِ کثیر نے آپ سے روحانی فیض پایا، آپ نے حضرت مولانا اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحی دہلوی کی

نریات کی تھی اور اردو اپنی طرح سمجھتے تھے ان حضرات کی تحریریں آپ کے سامنے تھیں، ان میں کوئی پہلو اسلام کے خلاف ہوتا تو اتنے بڑے بزرگ کبھی خاموش رہ بیٹھتے آپ لکھتے ہیں، جانتا چاہیے کہ مولانا ایسٹل صاحب اور مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہما بڑے دیندار اور تابع سنت تھے اور ظاہر و باطن کے علوم میں یکے کامل تھے، لوگوں کو ہمیشہ توحید اور سنت کی راہ بتلاتے تھے اور شرک و بدعت کی برائی سناتے تھے، سارے ہندوستان اور بنگالے میں اسلام جو محض ضعیف ہو گیا تھا، انہی بزرگوں کی کوشش سے قوی و تازہ ہو گیا۔

آپ کے خلفاء کرام حضرت مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا خلیل احمد صاحب سے برابر ملتے رہے، آپ کے سلسلہ کے سالک حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے سلطنت میں ملتے رہے اور ان حضرات کی رائے علماء دیوبند کے بارے میں ہمیشہ نیا دست انداز رہی۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناؒ کے خلیفہ خانقاہ حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددیؒ | شاہ غلام علی (۱۲۴۰ھ) سے اس خانقاہ کی شہرت ہوئی آپ کے خلیفہ اعظم حضرت شاہ ابوسعید اور ان کے بیٹے حضرت شاہ احمد سیدان کے جانشین ہوئے، شاہ احمد سید کے بھائی حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کے استاذ تھے،

اس خانقاہ کی روحانی عظمت سارے ہندوستان میں مسلم تھی اور اس کے اثرات دہلی اور وسط ہند میں خصوصیت سے محیط تھے، علماء دیوبند کا تعلق اس خاندان کے بزرگوں سے شاگردوں کا تھا، علماء دیوبند کے عقائد اور تحریرات میں انبیاء کرامؑ اور

اولیاء اللہ اعظام کی منقصدت کا کوئی شاہد بھی ہوتا تو سب سے پہلے یہ حضرات ان کو ٹرکتے اور ان کا ان پر حق بھی تھا۔

کیا وجہ ہے کہ وقت کے علی اور روحانی مراکز کو ان علماء حق سے کوئی اختلاف نہ ہو اور مولوی احمد رضا خاں صاحب ان کے خلاف ایک پوری دستاویز تیار کر ڈالیں، ان حضرات کی علماء دیوبند سے ہم آہنگی بتلاتی ہے کہ انہیں علماء دیوبند کی زیر بحث عبارات میں کفر کے کیڑے کہیں دکھائی نہ دیئے تھے یہ مولانا احمد رضا خاں تھے جنہوں نے علماء دیوبند کی ایک ایک عبارت میں اپنے معنی داخل کر کے ان پر کفر کے الزامات لگائے اور پھر ان الزامات سے امت کو مستقل طور پر دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا۔

آپ چشتی صابری سلسلہ کے نہایت قوی النسبت خانقاہ حضرت حاجی امدا اللہ مہاجر کی روحانی پیشوا تھے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بالفعل شامل ہوئے پھر مکہ معظمہ ہجرت فرمائی، آپ ہندوستان کے کثیر تعداد علماء کبار کے شیخ طریقت اور مرشد عام تھے گولڑہ کے مولانا فیض احمد صاحب لکھتے ہیں

آپ بلاد عرب میں شیخ العرب والعجم کے لقب سے موسوم تھے، دیوبندی مکتب فکر کے اکثر بیشتر علماء کو آپ سے ارادت ہے۔

حضرت حاجی صاحب سے پیر مہر علی شاہ صاحب کو اجازت ہے اپنے پیر صاحب کو فرمایا۔

”میں چاہتا ہوں کہ آپ کی وجہ سے شمالی ہند میں میرے سلسلہ کی بھی ترویج ہو“

اس پر پیر مہر علی شاہ صاحب نے عرض کی:

آپ کی عنایت کا شکریہ۔ مجھے طوان کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی اگر ہو سکے تو اس قدر مہربانی فرمائیں کہ خدا کرے یہ ہو جائے۔

حضرت حاجی امدا اللہ صاحب کی رائے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت

مولانا رشید احمد گنگوہی کے بارے میں یہ تھی۔

جو لوگ اس فیر سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں، وہ مولوی رشید احمد سلمہ اور مولوی محمد قاسم سلمہ کو جو ظاہری و باطنی علوم کے تمام کمالات کے جامع ہیں، افیقر راقم اور اق کا قائم مقام بلکہ مجھ سے بدرجہا بلند سمجھیں گے۔

حضرت حاجی صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ان کی یہ رائے محض ذاتی نہیں، بلکہ اہل اہم تھی:

مولانا ضیاء القلوب میں جو کہ آپ کی نسبت تحریر ہے، وہ آپ سے نہیں لکھا گیا جیسا القار ہوا، ویسا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے۔۔۔ وہ شخص مُربر و پیچھے رہنے والا ہے جو تم مقدس و مقتداؤں کے زمن سے کہہ دل میں کینہ یا سودن یا بد عینہ لگی یا رنج و عداوت رکھے، گے۔

جب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی مخالفت شروع ہوئی اور طرح طرح کی باتیں ان کی طرف منسوب ہونے لگیں تو اس وقت بھی حضرت حاجی صاحب کی رائے حضرت مولانا رشید احمد کے بارے میں یہی تھی کہ آپ جامع کمالات ظاہری و باطنی کے ہیں، آپ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

اہل اللہ کی محبت و خدمت اختیار کریں، خصوصاً عزیز بنی جناب مولوی رشید احمد صاحب کے وجود بابرکت کو ہندوستان میں غنیمت کہہ لیں اور نعمتِ عظمیٰ کہہ کر ان سے فیوض و برکات حاصل کریں، مولوی صاحب جامع کمالات ظاہری و باطنی کے ہیں اور ان کی تحقیقات محض للہیت کی راہ سے ہیں، ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں، یہ وصیت تو مولوی صاحب کے مخالفین کو ہے۔

حضرت حاجی صاحب کی رائے بعض فردعی مسابلی میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے

کچھ مختلف تھی، مُرشد و مُرید کے مابین فردعی اختلافات رابطہ رُوحی میں مانع نہیں آتے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی عجبلی مسلک رکھتے تھے، حنفی دتھے لیکن آج دنیا میں کتنے قادری مشرب بزرگ ہوں گے، جو مسلکاً حنفی ہیں اور شاہ جیلاں کے فقہی مسلک پر نہیں ہیں، حضرت حاجی صاحب اختلاف رائے میں اپنی رائے بر ملا ظاہر فرماتے، حضرت مولانا رشید احمد بھی اپنا صواب دیکھنے میں حجاب نہ فرماتے، اور تعلقات کا لحاظ اپنا مؤقف بتلانے میں ہرگز مانع نہ آتا تھا، مذکورہ بالا تحریر میں حضرت حاجی صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی باطنی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ اس میں ہرگز شاہد نفسانیت نہیں ہے،

حضرت حاجی صاحب اگر بعض علی سائل میں ان حضرات کے خلاف رائے دے سکتے تھے، تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ان حضرات کی اردو عبادات میں کوئی بات ضروریات دین کے دیکھتے تو آپ اس پر خاموش رہتے۔

حضرت مولانا محمد قاسم یا حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی تحریرات میں اگر واقعی ایسی کوئی بات تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کے خلاف ہو تو حضرت حاجی صاحب نے اس پر کیوں نیگز نہ فرمائی، ان حضرات کی عبارات کسی کفر یا منوں میں اگر اتنی واضح اور مزید تھیں کہ جو شخص انہیں کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر سمجھا جائے، جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے دعوائے کیا ہے۔ نہ تو یہ کفر یا منی حضرت حاجی صاحب کو کیوں نظر نہ آئے، بلکہ آپ نے کشفی طور پر جب ان کے قلوب پر نظر کی تو انہیں کلمات روحانی سے مملو دھرا ہوا پایا۔ معلوم ہوا کہ وہاں ایمان ہی تھا اور کفر کے یہ سب الزامات ان حضرات کی انگریز دشمنی کا سیاسی جواب تھے۔ حضرت حاجی صاحب مدرسہ دیوبند کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں

مدرسہ عربیہ دیوبند جو اس وقت اپنی خوبی سے نہایت رونق اور شہرت پر ہے، فقیر کو اس سے ایک علاقہ خاص ہے بلکہ یہ مدرسہ اپنا ہی مدرسہ سمجھتا ہے، اس جہت سے

سب صاحب اس مدرسہ کو اپنا ہی مدرسہ سمجھیں گے

یہ نہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو سفت و بدعت پر اٹھنے والے اختلافات کا علم نہ تھا، مولوی عبدالمسیح صاحب رام پوری انوار سالحہ میں ان اختلافات کو بہت ہوا سے چٹکے تھے، حضرت حاجی صاحبؒ اس پر سخت ناراض ہوئے اور علماء دیوبند پر لعن و تشنیع کو بہت ناپسند کیا، مولوی عبدالمسیح صاحب انوار سالحہ کے دوسرے ایڈیشن میں لکھتے ہیں۔

یہ خیف شریعتہ اور طریقہ ہر طرح حضرت (حاجی اعاد اللہ صاحب) سے اعتقاد رکھتا ہے اس لئے تعمیل ارشاد حضور کی بجا آوری واجب بھی اور اس کتاب پر نظر ثانی کر کے جو عبارت لعن و تشنیع آئینہ تھی نکال دی گئی

افسوس کہ اس کتاب میں اس کے باوجود بہت لعن و تشنیع موجود ہے تاہم اس سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ یہ سب اختلافات حضرت حاجی صاحبؒ کے علم میں آچکے تھے، اور ان کے باوجود وہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کو ظاہری اور باطنی کمالات کا جامع یقین کرتے تھے اور دوسروں کو مشورہ دیتے تھے کہ ان حضرات کے وجود و بابرکت کو ہندوستان میں نعمت بکری سمجھیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے اس موقف کے باوجود پیر مہر علی شاہ صاحبؒ حضرت سے خلافت پانے میں بڑا عراز سمجھتے تھے، حضرت حاجی صاحبؒ کے خلفاء کی بڑی تعداد ہے تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت کی روحانی نسبت سب سے زیادہ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی کے ساتھ تھی اور وہی آپ کے اعظم خلفاء تھے۔

اول جس شخص نے علماء سے بیعت کی، جامع فضل و کمال مکمل افراد انسانی حضرت ابی الکیم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تھے اور تمام خلفاء حضرت ایشاں سے کمالات باطنیہ میں سبقت لے گئے۔

حضرت حاجی صاحب کا یہ موقع شہادت دیتا ہے کہ علماء دیوبند کی ان اردو جہالت میں ہرگز ہرگز وہ کھڑی سنی نہ تھے جو مولانا احمد رضا خاں نے ان میں ڈالے اور ان الزامات کے سہارے ان اکابر علماء پر کفر کے فتوے لگائے اور ان علماء سے جو اردو دہانت تھے ان کی تائید حاصل کی۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے بارے میں حضرت حاجی صاحب کی رائے سارے اختلاف کا فیصلہ کر دیتی ہے، بعض بریلوی یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب کو علمائے دیوبند کے عقائد پوری طرح معلوم نہ تھے اس لئے انہوں نے حسن ظن اور نیک گمان سے کام لیا ہے یہ مندرجہ گزشتہ نہیں، حضرت حاجی صاحب اپنے درجے کے صاحب باطن اور صاحب کشف بزرگ تھے، یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفر و اسلام تک کے فاصلے انہیں کسی درجہ میں بھی محسوس نہ ہوئے ہوں، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے بارے میں جناب پیر مہر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں :-

در مکہ معظمہ با حاجی امداد اللہ صاحب ملاقات حاصل گشت و ایشان صاحب کشف و معراج بود اندر ہر گاہ در کشف مزاج ما معلوم کردند کہ بسیار آزاد مزاج آدمی است با مرام تمام بتائید آئید فرمودند کہ در ہندوستان منقریب یک فتنہ ظہور کند شافرو در ملک خویش واپس بروید (ترجمہ) مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی بعد ان کا کشف و معراج ہوا کہ ناخوار جب ان کو ہمارے مزاج کے علم ہوا کہ یہ بہت آزاد مزاج آدمی ہے تو بڑے اصرار اور تلکید سے فرمایا کہ منقریب ہندوستان میں ایک فتنہ ظاہر ہو گا تم فرود اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔ اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی وہ فتنہ ترقی نہیں کر سکے گا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مسلک پر اس خانقاہ کی روحانی بنیادیں خانقاہ سرہند شریف | پورے ملک میں قائم تھیں، حضرت امام ربانی کا جرات مند اور مسلک

بدشاہوں تک کو معاف نہ کرتا تھا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اس خانقاہ کے روحانی دارلث خداور رسول کی گستاخوں جیسے دلخراش الزامات میں خاموش رہیں، علما دیوبند کی عبارات میں کہیں بھی کوئی کھری مضمون نہ تھا تو اس خانقاہ کے خلفاء کرام اس پر ضرور بیکر فرماتے، موجودہ سجادہ نشین کے والد مرحوم حضرت مولانا مقبول حسین شاہ صاحب مولانا احمد رضا خاں کے ہم عصر تھے آپہلے خان صاحب کے ان الزامات کو کوئی اہمیت نہ دی اور علماء دیوبند سے اپنے تعلقات برقرار قائم رکھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان روحانی مراکز میں مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کفر کا ہرگز کوئی وزن نہ تھا، مولانا احمد رضا خاں اس رد عمل پر اتنے ناراض تھے کہ ان کی تحریرات میں جگہ جگہ نقشبندی حضرات کے خلاف ایک دہی آہ نکلتی ہے۔

خانقاہ بھرچوٹی شریف (سندھ) سندھ میں قادری سلسلے کی یہ خانقاہ حضرت خواجہ محمد صدیق خواجہ غلام محمد دین پوری اور حضرت سید تاج محمد امروٹی ان کے اجل خلفاء میں سے تھے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی بھی ایسی ہیئت تھے، ان کے ذریعہ یہ خانقاہ علماء دیوبند سے یہی طرح متعارف ہو چکی تھی، علما دیوبند کے عقائد سرسری بھی حق سے متجاوز ہوتے تو یہ روحانی مراکز کبھی اس پر خاموشی اختیار نہ کرتے، ان روحانی پیشواؤں نے مولانا احمد رضا خاں کے فتوے تکفیر کو کچھ وقت نہ دی بلکہ علماء دیوبند کی عظمت ان کے ہاں اور روشن ہو گئی، یہ حضرات جانتے تھے کہ انگریزی سیاست علماء حق کو بدنام کرنے میں ہر طرح سے کام لے رہی ہے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ حضرت خواجہ تاج محمد امروٹیؒ کے خلیفہ مجاز تھے،

خانقاہ ہلکی شریف (سندھ) سندھ میں یہ روحانی مرکز مرجع خاص و عام ہے حضرت خواجہ حماد اللہ صاحب قادری کاروانی قضا بہت دور دور تک پھیلا ہے، حضرت خواجہ صاحب کے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے تعلقات اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ اس خانقاہ میں اکابر علماء دیوبند کی کیا عظمت مسلم تھی یہاں ہی مولانا احمد رضا خاں کی کوئی

پذیرائی نہ ہو سکی، ان حضرات کا رد عمل بتاتا ہے کہ علماء دیوبند کو پند نام کرنے میں صرف وہی لوگ آگے آگے تھے جو کسی درجہ میں کسی تحریک آزادی کے ہمنوائے تھے اور ان کا منشا تھا کہ کسی طرح انگریزوں سے گرانٹ لے کر ان سے سمجھوتہ کر لیا جائے۔

خانقاہ مانگی شریف (رحمہ اللہ) | صوبہ سرحد کا یہ روحانی مرکز تھا مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کفر کا اس خانقاہ پر کوئی اثر نہ تھا، صوبہ سرحد میں اب تک مسلک دیوبند کے عظیم اثرات ہیں، تقسیم ہند کے وقت جناب امین الحسنات اس خانقاہ کے سجادہ نشین تھے، آپ نے تحریک پاکستان میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا استقبال جس پر غلوں انداز میں کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے تکفیر کا ان پر کچھ اثر نہ تھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر صاحب مانگی شریف اصلاً علماء دیوبند کے ہمنوائے تھے مگر چونکہ مولانا حامد رضا خاں بریلوی اور ان کا آستانہ بیعت مارہرو شریف تحریک پاکستان کی خلاف تھے اور پیر صاحب مانگی شریف پاکستان کے حامی تھے اس لئے پیر صاحب مانگی شریف نے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا استقبال کیا تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ بات درست نہیں اگر یہ صرف سیاسی استقبال ہوتا تو جناب پیر امین الحسنات شیخ الاسلام کی امامت میں نماز پڑھتے، آپ نے قائد اعظم کی نماز جنازہ بھی حضرت شیخ الاسلام کی اقتدار میں ادا کی تھی، یقین کیجئے مولانا احمد رضا خاں کے فتوے تکفیر میں کچھ بھی جان ہوتی اور علماء دیوبند کی عبارات میں کہیں بھی کفری معنی ہوتے تو صوبہ سرحد کے پٹھان اہل ان کے یہ روحانی مرکز کبھی اس پر خاموش نہ بیٹھتے۔

خانقاہ ترنگ زئی شریف (رحمہ اللہ) | حضرت حاجی فضل حق ترنگ زئی نہایت بلند پایہ روحانی بزرگ گزرے ہیں آپ تحریک آزادی ہند کے نامور مجاہد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ کے ہنایت مخلص سیاسی کارکن تھے، اس قرعہ بی

قریبی تعلق سے آپ علماء دیوبند کے عقائد و افکار سے پوری طرح متعارف ہو چکے تھے، آپ نے مولانا احمد رضا خاں کا زمانہ پایا ہے اور ان کے فتویٰ کو کفر کو بھی دیکھا مگر اسے آپ کے ہاں قطعاً کوئی پذیرائی نہ ہو سکی۔ یہاں ایک شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو رہا ہے۔ کہ اتنے عظیم روحانی بزرگ جو حضرت شیخ الہند کے ایک اشارے پر جان تک کی قربانی فرمائے الہی کے حصول کا ایک سبب سمجھتے ہوں، انہیں حضرت شیخ الہند میں وہ کفریہ عقائد آخر کیوں نظر آئے جن کی وجہ سے مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ کفر اتنا شدید تھا کہ جو علمائے دیوبند کے کفر میں شک بھی کرے وہ بھی کافر ٹھہرے اور اس سے سلام و کلام تک حرام قرار پائے؟ بات چہر یہیں آکر ٹھہرتی ہے کہ مسلمانوں کی اس تکفیر کے پیچھے یقیناً انگریزی سیاست کا فرما تھی اور وہ روحانی مرکز جو انگریز حکومت کو دل سے نہ چاہتے تھے کبھی مولانا احمد رضا خاں کے ہنر نہ ہو سکے۔

حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب حضرت خاتقاہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خاں) خواجہ دوست محمد قندھاری کے خلیفہ ارشد

تھے۔ خاتقاہ موسیٰ زئی شریف نقشبندی سلسلے کا روحانی مرکز تھا۔ حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ہم عصر تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کے خلفاء میں ان کے صاحبزادے خواجہ سراج الدین صاحب جن کے نام پر خاتقاہ سراجیہ کنیاں موسوم ہے اور حضرت مولانا حسین علی ساکن واہی سچواں ضلع میانوالی بہت معروف ہیں۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے حدیث پڑھ کر وطن واپس لوٹے تو حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب سے بیعت ہوئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کو اکابر علماء دیوبند اور ان کے عقائد و نظریات سے تفصیلی تعارف ہو چکا تھا۔ آپ ان حضرات سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ سراج الدین صاحب نے حدیث حضرت مولانا حسین علی صاحب سے پڑھی۔

یہاں پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرات جو براہ راست دیوبند سے وابستہ نہ تھے
 یکایک علمائے دیوبند سے کیسے متفق ہو گئے، علماء دیوبند کی بعض اردو عبارات میں اگر کہیں واقعی
 ایسے عقائد لپٹے تھے جو کہ کفر تک غلط تھے تو دو دراز کے یہ حضرات جو نہ صرف علوم ظاہری
 رکھتے تھے بلکہ باطنی کمالات سے بھی مالا مال تھے۔ ان عبارات پر خاموش کیوں بیٹھے رہے۔ انہیں
 ان میں وہ کفری معنی کیوں نظر نہ آئے جو مولانا احمد رضا خاں نے دیکھ لیے اور انہیں ان علماء کو بتا
 کر جواد نہ جانتے تھے ان پر فتوے کفر حاصل کر لیا۔

قطب ربانی حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات (۱۲۲۵)
 خانقاہ رائے پور شریف کے خلیفہ اعظم حضرت شاہ عبدالرحیم بہارنپوری (۱۳۰۴ھ) کے
 فیض سے یہ خانقاہ آباد ہوئی۔ آپ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے
 ہم عصر تھے۔ بزرگ بزرگوں کو پہچانتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم کی وفات ہوئی تو حضرت شاہ صاحب
 نے اہمیدہ ہو کر فرمایا :

”آج میری پشت دو صد میں سے ٹوٹی ہے ایک مرگ مولوی محمد قاسم کی ہے دوم رحلت
 مولوی احمد علی صاحب بہارنپوری سے۔ یہ دونوں بزرگوار بے ریا، متبع شریعت، مفیض اکمل تھے
 مجھے ان کے باعث بڑی تقویت تھی۔ آپ کے خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم راہنپوری ہوئے۔ آپ
 علماء دیوبند سے بہت متاثر تھے۔ خود شیخ وقت تھے مگر ایک خاص دو عالمی اشارے پر آپ نے
 قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے بھی بیعت کر لی اور آپ سے چاروں مسائل فرقہ
 کی خلافت پائی۔ آپ حضرت خواجہ ملا والدین علی احمد کے مزار پر کلید شریعت حاضر تھے کہ ایک راز
 مزار مبارک سے آواز مسمیٰ۔

”ہمارے سلسلے کی نعمت اس وقت گنگوہی ہے مولانا رشید احمد کے پاس آپ وہاں جاؤ
 مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف فتویٰ کفر شائع کیا تو حضرت مولانا غلیل

حدث سہارنپوریؒ نے الہند علی المغنہ کے نام سے اس کا جواب لکھا، حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائپورؒ نے اس کی تصدیق و تصویب فرمائی اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت کے دیگر اولیاء کرام سب علماء دیوبند سے نیک گماں رکھتے تھے اور خاں صاحب کے فتوے کی ان کے ہاں یکہ اہمیت و تھی، آپ نے الہند کی تصدیق میں لکھا:

الذی کتب فی هذه المرسالة حق صريح وثابت في الكتب بنص صريح وهو
معتقدی ومعتقد مشائخی لے

دعرجم جو کچھ اس رسالہ میں لکھا گیا ہے حق ہے درست ہے اور کتابوں میں صاف طور پر موجود ہے ایسی میرا عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرے مشائخ کا تھا۔
آپ کے خلیفہ عظم حضرت شاہ عبدالقادر رائپورؒ اپنے قیام بریلی کے زمانے میں مولانا احمد رضا خاں کے لڑکوں کو پڑھاتے رہے ہیں۔
حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔
بریلی کے ایک سفر میں یہ بھی فرمایا کہ میرا کبھی یہاں جی نہیں لگا۔

اس روحانی مرکز کے بزرگ حضرت امام علی شاہ صاحب خانقاہ مکان شریف رتھر چھتر کی ولادت ۱۲۱۲ھ میں ہوئی آپ نقشبندی سلسلہ کے نہایت کامل بزرگ تھے، آپ کے خلفاء میں حضرت خواجہ میر صادق اور خواجہ امیر الدین دھرم کوئی بہت معروف بزرگ گزرے ہیں اس خانقاہ کے سجادہ نشین سید منظر قیوم بھی بہت کامل بزرگ تھے اور آپ نے ہی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقیہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی آپ مولانا احمد رضا خاں کے ہمصر تھے مگر آپ نے ان کے فتوے تکفیر کی کچھ پرواہ نہ کی علماء دیوبند سے آپ کے تعلقات بہت اچھے تھے اور آپ ان کا بہت احترام کرتے، آپ نے اپنے صاحبزادہ سید محفوظ حسین شاہ صاحب (موجودہ سجادہ نشین) کو دیوبند بھیج کر تعلیم دلانی، حضرت

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کا آپ کے ہاں بیت آنا جانا تھا۔

پنجاب کے اس روحانی مرکز کے بزرگ قاضی سلطان محمود خانقاہ اعوان شریف جگرات صاحب تھے مولانا احمد رضا خاں نے آپ کا رماز پایا ہے

مگر خاں صاحب کو آپ کے ہاں کوئی پذیرائی نہ ہوئی، آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا عبدالرحمن تھے جو حضرت شیخ الحدیث کے شاگرد اور حضرت مولانا مدنی کے ہم سبق تھے حضرت قاضی سلطان محمود صاحب کے سوانح میں ہے

مولوی عبدالرحمن صاحب ساکن پنڈی سرہاں ضلع کیمبل پور حضرت قاضی صاحب کے اجازت یافتہ خلیفہ تھے آپ دیوبند کے فارغ التحصیل بہت بلند پایہ عالم اور شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی کے ہم در کس تھے۔ آپ کے پیچھے صاحبزادہ محبوب عالم آپ کے جانشین ہوئے ان کے ذکر میں ہے۔

حضرت قاضی صاحب نے آپ کی تعلیم و تربیت اپنا ہی بیٹا بنا کر کی، حضرت صاحب نے آپ کو خود بھی پڑھایا اور آپ کی تعلیم کے لئے بہترین اساتذہ بھی رکھے مثلاً مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل دیوبند سید

ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند ان روحانی حلقوں میں ہمیشہ محترم رہا ہے، اکابر علماء دیوبند کی عبارات میں اگر واقعی کہیں کوئی کفری معنی ہوتے تو اہل اللہ کی یہ خانقاہیں کبھی دارالعلوم سے اس طرح وابستہ نہ رہتیں۔

نقشبندی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ نور محمد تیرائی سے یہ خانقاہ چورہ شریف خانقاہ آباد ہوئی آپ کے خلفاء میں آپ کے صاحبزادہ بابا طاووس محمد

چولہی (۱۳۶۶ھ) اور بابا فقیر محمد صاحب (۱۳۱۲ھ) بہت قومی نسبت بزرگ گذرے ہیں مولوی محمد قاسم (سوبرہ شریف) اور مولانا غلام رسول عرف سہل بابا بھی آپ کے خلیفہ تھے بابا طاووس

دین محمد صاحبؑ نے اپنے نبیرہ مولانا پیر احمد شاہ صاحب کو اپنا سجادہ نشین مقرر کیا، آپ نے مولانا احمد رضا خاں کا زمانہ پایا ہے مگر آپ نے ان کے فتوے کفر کو کوئی اہمیت نہ دی۔ آپ کے سوانح میں ہے۔

حضرت خواجہ دین محمد صاحبؑ نے پیر احمد شاہ صاحب کو اپنے مین حیات میں اپنا قائم مقام بنایا اور سجادہ نشین کیا، حضور نے آپ کو اپنے آخری تیرہ سال تک پاس رکھا، سفر و حضر میں آپ ساتھ رہے، متعدد کتب آپ سے پڑھیں۔ طریقہ بیعت افادہ واستفادہ آپ ہی سے کیا۔ آپ ہی نے آپ کو امر تسر اور دیوبند بھیجا تھا اور مین حیات میں دورہ حدیث کے لئے رجوع فرمایا تھا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اکابر علماء دیوبند کی تحریرات میں ہرگز غلط عقائد نہ لپٹے تھے درمیانہ روحانی مراکز حصول علم کے لیے کبھی علماء دیوبند کی طرف رجوع نہ کرتے۔ علی پور سیدال ضلع سیالکوٹ کے پیر جماعت علی شاہ صاحب اور ثانی صاحب (علی پور سیدال) حضرت بابا فیض محمد صاحبؑ کے چیلہ تھے پیر جماعت علی شاہ صاحب کو اپنے مشرب میں بہت سخت تھے لیکن آپ نے مولانا احمد رضا خاں کو کبھی تسلیم نہ کیا تھا، مولانا احمد رضا خاں دیوبندیوں کے کفر میں تردد کرنے والوں پر بھی کفر کا فتوے دیتے تھے لیکن پیر جماعت علی شاہ صاحبؑ نے کفر و اسلام کے اس فاصلے کو کبھی تسلیم نہ کیا بلکہ آپ نے اپنے صاحبزادے مولانا محمد حسین صاحب کو مفتی اقلیم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؑ کی شاگردی میں دیا تھا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے پوتے سید اختر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت سراج الملت (مولانا محمد حسین) فرمایا کرتے تھے کہ ”میں نے قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر حضرت مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے پڑھی ہے اور حدیث

۱۔ لودلا خیار ۲۔ مولانا جناب خادم حسین فرزند پیر احمد شاہ صاحبؑ

کی کتابیں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے پڑھیں۔ ”مدرسہ امینیہ میں آپ نے دورہ حدیث ختم کیا تو دستار بندی کے لئے حضرت مولانا مولوی محمد الحسن صاحب تشریف لائے۔ یہ وہ وقت تھا جب مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند پر کفر کے الزامات لگا رہے تھے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت تک ان خاتما ہی مراکز میں خاں صاحب کے فتوے کا کوئی اثر نہ تھا اور یہ بزرگ بعض مسائل کے اختلاف کے باوجود کبھی باہمی طور پر کفر و اسلام کے فاصلوں کے قائل نہ تھے۔

جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب مولانا احمد رضا خاں سے متفق ہوتے تو آپ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ایک ہی بیان پر سب اختلافات کے ختم ہونے کا اعلان نہ فرما دیتے۔ آپ کے اس اعلان پر لوگوں کے سب الزامات یکسر ختم ہو چکے تھے، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کہا تھا:

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو کافراؤں میں نہ سمجھتا ہوں، یہی میرا عقیدہ ہے، میں کیسے گستاخی کا ارتکاب کر سکتا ہوں۔

جناب سید اختر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم دین پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ اکھڑے ہو گئے اور آپ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صاحب کو گلے لگایا اور فرمایا آپ میرے بھائی ہیں۔ جلسے میں حضرت قبلہ عالمؒ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ علامہ شبیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں۔ خبردار ان سے کوئی گستاخی نہ ہو، میرے سامنے انہوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے۔

سیرت امیر ملتؒ ص ۶۳ دیباچہ افضل الرسل مولانا پیر محمد حسین صاحب علی پوریؒ میں بھی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی شگرت کا ذکر ملتا ہے (شاخ کوہ دربار علی پور سیدال) سیرت امیر ملتؒ ص ۱۴۰

پیرجماعت علی شاہ صاحب نے اپنے ماننے والوں کو یہاں ایک اصولی بات کی طرف متوجہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ علماء دیوبند پر جن عبارات کے بارے میں گستاخی کا الزام ہے، ان کی وضاحت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے اس بیان کی روشنی میں کی جائے اور ان سب کو حضرت علامہ عثمانی کے مذکورہ بالا بیان کے تابع کیا جائے، ان عبارات کی وہی مراد متعبر بھی جائیں جو علماء دیوبند خود بیان کرتے ہیں حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

قدح کردن در سخن بزرگاں بے مراد ایشان جہل است و نتیجہ نیک نداشت
بزرگوں کے کلام پر ان کی مراد کے خلاف اعتراض کرنا جہالت ہے۔ اس کا
نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے وضاحتی بیان کے بعد جناب پیرجماعت علی شاہ صاحب نے انہیں اپنا اسلامی بھائی قرار دیا آپ کا یہ فیصلہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ جن بزرگوں کی عبارات زیر بحث ہوں، ان کی صحیح مراد وہی متعبر بھی جائے جو وہ خود بیان کریں؛ تصنیف راصنف نیکو کند بیان دانشوروں کا مسئلہ اصول ہے، پیرجماعت علی شاہ صاحب نے علماء دیوبند سے اختلافات ختم کرنے کا جو مؤقف اختیار کیا ہے لائق صد تحسین ہے کاش کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو خان صاحب کی پیروی ترک کر کے جناب پیر صاحب سے موافقت کرتے، امت میں اتحاد بھی قائم رہتا اور خاں صاحب کی تفسیر حق بین المسلمین کی کوشش بھی ناکام ہو جاتی۔

پیرجماعت علی شاہ صاحب نے تحریک خلافت کی بھی حمایت کی تھی، حالانکہ مولانا احمد رضا خاں ترکوں کے خلاف فتوے دے رہے تھے کہ وہ خلافت کے اہل نہیں ہیں پیرجماعت علی شاہ صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کی مخالفت کی ذرا پرواہ نہ کی۔ بلکہ

ملہ ماخوذ از رسالہ بدیر مدینہ نقول الذکشف النظائر تالیف حضرت خواجہ محمد فرخ میرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ

بر ملا سرمایا:

میں سچ کہتا ہوں مجھے خلافت سے دلی ہمدردی ہے اور جس شخص کو خلافت سے

ہمدردی نہیں اس میں ایمان نہیں ملے

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خانقاہ چورہ شریف اور اس کے متوسلین پر مولانا احمد رضا خاں کا ہرگز کوئی اثر نہ تھا۔ بابا دین محمد چورہی کے بنیہ پیر احمد شاہ صاحب نے دورۂ حدیث دیوبند پڑھا تھا۔ اس دوران آپ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر بہت سے مقامات پر تشریحی نوٹ لکھے تھے۔ یہ کتابیں مدرسہ کی تھیں۔ اس لئے بعد کے آنے والے طلبہ بھی ان سے مستفید ہوتے رہے، ضلع گجرات کے مشہور عارف باللہ صفوۃ الایقان مولانا محمد عبداللہ صاحب ملکوی جب پہلی دفعہ حضرت پیر احمد شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کی:

حضرت! دیوبند میں بخاری شریف اور مسلم شریف پر اکثر مقامات پر آپ کے قلمی حواشی دیکھے اور ملاقات کو دل چاہا ملے

اب آپ ہی غور فرمائیں کہ دارالعلوم دیوبند کن کن اولیائے وقت کا مرکز رہا ہے اور یہ کہ ان بزرگوں کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کفر اور تفریق امت کے عقیدہ کی کاکوئی ایست تھی؟

بہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی شوکت تاراج خانقاہ تونسہ شریف (ڈیر غازی خان) ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دینی صلابت اور علمی

امانت کو بچانے کے لئے مرکز ہند دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مرزا مظہر جانسہاں دہلوی اور حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی جیسے پاکیزہ نفوس پیدا کر دیئے جن کا فیض اس نازک دور میں پورے ہندوستان کو دینی سہارا دے رہا تھا۔

حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی کے خلیفہ خواجہ نور محمد مہاروی کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی تھے، آپ کی وفات ۱۸۵۰ء میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے سات سال پہلے ہوئی۔ حضرت خواجہ سلیمان صاحب تونسوی نے پوری کوشش کی کہ جس طرح بھی ہر شمال مغربی ہندوستان میں زیادہ سے زیادہ دینی مدارس قائم کئے جائیں۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے پوتے خواجہ اللہ بخش تونسوی بجاوہ نشینی ہوئے، خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی کی وفات ۱۲۱۹ھ یعنی ۱۹۰۱ء میں ہوئی، آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمود صاحب تونسوی نے اپنے دور میں تونسہ شریف کے چھوٹے چھوٹے مدارس کو ضم کر کے ایک بڑا دینی مدرسہ قائم کیا۔ اب ایک جلیل القدر صدر مدرس کی ضرورت تھی۔ فاضل جلیل مولانا محمد حسین لٹھی لکھتے ہیں :

خواجہ نظام الدین نہایت علم دوست اور علم پرور بزرگ تھے اس لئے ان کے زمانہ میں مدرسہ نے مزید ترقی کی، آپ کے زمانہ میں صدر مدرس و مہتمم مولانا محمد صاحب تلمیذ حضرت شیخ الہند مولانا محمد الحسن دیوبندی مقرر ہوئے تھے

یہاں ایک صحیح الفکر آزاد ذہن سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ علماء دیوبند کے عقائد میں جو کثرت مولانا احمد رضا خاں کو نظر آئے تھے، وہ ان مشائخ تونسہ شریف سے کیوں چھپے رہے، ان حضرات میں کیا علمی بصیرت نہ تھی کہ ان کے عقائد کو سمجھ سکیں۔ یا انبیاء و اولیاء سے وہ عقیدت نہ تھی جس کا ڈھنڈورا مولانا احمد رضا خاں پیٹتے رہے اور اس سب کے باوجود خواجگان تونسہ نے مولانا احمد رضا خاں سے کچھ اثر نہ لیا۔ تونسہ شریف اور ان کے خلفاء کے حلقوں میں پنجاب کی یہ خانقاہیں اور دارالعلوم دیوبند دونوں اسلامی تہذیب و ثقافت کے قلعے تھے۔ اللہ شریف کے جناب محمد حسین صاحب لکھتے ہیں انگریزی حکومت اپنے ساتھ جدید علوم اور جدید تہذیب لائی تھی دوسری

رف عیسائی پادری عیسائیت کی تبلیغ میں معروف تھے، ان پیچیدہ اور نازک حالات میں دھم کی قیادتیں اُبھر کر سامنے آئیں، پہلی قیادت دینی قیادت تھی جس کے علمبردار علما و مشائخ تھے۔ علماء و مشائخ کی قیادت کی دو شاخیں تھیں۔

(ا) سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مشائخ۔ یعنی خواجہ محمد سلیمان تونسوی۔ ان کے جانشین و خلفاء۔ جنہوں نے مغربی پاکستان میں دینی خدمات سرانجام دیں۔

(ب) سلسلہ چشتیہ صابریہ کے مشائخ۔ یعنی حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ ۱۳۱۷ھ تا ۱۸۹۹ء کے خلفاء مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ جنہوں نے ۱۲۸۳ھ تا ۱۸۹۹ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔

ان تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ ان خانقاہوں اور مراکز میں بھی علماء دیوبند کا ہی نام چلتا تھا اور یہ حضرات علماء دیوبند کو نہ صرف علم و فضل میں ترجیح اسلام سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کے ہاں تصوف و روحانیت کے چشموں میں بھی ان حضرات کا فیض پوری روحانی سے جاری تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرات اس وقت مولانا احمد رضا خاں کے نام تک کو نہ جانتے تھے نہ ان سے انہیں کوئی کام ہوتا تھا جب کبھی انہیں کسی عالم یا مدرس کی ضرورت ہوتی وہ دیوبند کی طرف ہی رجوع کرتے تھے۔

پنجاب کی یہ قدیم خانقاہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے روحانی فیض سے آباد ہوئی خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی اسی خانقاہ کے خلیفہ مجاز تھے جناب خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی (۱۸۶۳ء — ۱۹۰۱ء) نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا زمانہ پایا ہے، آپ کے جانشین خواجہ محمد صاحبؒ ۱۹۲۸ء میں فوت ہوئے اس وقت مولانا احمد رضا خاں اپنی ہم شروع کر چکے تھے لیکن ان کی آپ کی خانقاہ تونسوی میں کوئی پذیرائی نہ ہوئی، خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی، خواجہ نظام الدین صاحب

قنوسی کے تعلقات علماء دیوبند سے برابر استوار رہے اور مشائخ تونسہ ہمیشہ علماء دیوبند کا احترام کرتے رہے ہیں۔

خانقاہ سیال شریف (دس گراہا) | کا آغاز ہوا۔ ان کے جانشین خواجہ محمد دین سیالوٹانی صاحب کے لقب سے معروف ہوئے، ان کے جانشین خواجہ ضیاء الدین تھے جو موجودہ سجادہ نشین خواجہ قمر الدین صاحب کے والد تھے، خواجہ ضیاء الدین صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کا زمانہ پایا ہے مگر مولانا احمد رضا خاں ان سے اپنے فتوے کفر پر دستخط نہ لے سکے خواجہ ضیاء الدین صاحب کے علماء دیوبند سے بہت احترام کے تعلقات تھے اور آپ ان کی بہت قدر و منزلت کرتے دارالعلوم دیوبند کی مالی امداد بھی فرماتے اس روحانی مرکز میں مولانا احمد رضا خاں کی کوئی پذیرائی نہ ہو سکی مولانا احمد رضا خاں تحریک خلافت کے شدید مخالف تھے اور ترکوں کو خلافت کا اہل نہ سمجھتے تھے لیکن خواجہ ضیاء الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف تحریک خلافت کے ساتھ تھے، آپ تحریک خلافت کے دور میں دیوبند بھی گئے، ان دنوں امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ آرائے صدارت تھے صاحب زادہ غلام نظام الدین صاحب مولوی لکھتے ہیں :

شاہ صاحب نے حضرت سے تلقین و ارشاد کی التماس کی۔ آپ نے گھنٹہ بھر تقریر فرمائی۔ پھر آپ نے دارالعلوم دیوبند کے لئے دو سو روپے کا عطیہ دیا۔ شاہ صاحب نے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند اور تمام عالم اسلام کی کامرانی کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت صاحب زادہ صاحب یہ بھی لکھتے ہیں

ادھر دوسری طرف اکابرین دیوبند عام طور سے صاحب نسبت تھے چشتیہ صابریہ علیہم السلام خانقاہ معلیہ کا سجادہ و حاکمیت، شائع کردہ اسلامک فاؤنڈیشن لاہور۔

سلسلے میں اکثر حضرات بیعت ہونے کے علاوہ خود بھی صاحب ارشاد تھے پس معلوم ہوا کہ اکابرین میں بنیادی اختلافات نہ تھے بلکہ رشتہ اخوت و مودت و مہمانی استوار تھا۔

حضرت خواجہ صاحب کے سہمد عوی حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب بانی جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے، آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب جب دیوبند تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: ”یہاں آکر میں نے اصلی حقیقت دیکھی ہے“ جامعہ محمدی کے جملہ ”الجامعہ“ میں ہے کہ دیوبند میں حضرت خواجہ صاحب کا شاندار استقبال کیا گیا۔ حضرت کی جانب سے مولانا ظہور احمد صاحب بگٹی مرحوم نے سب کا شکریہ ادا کیا اور آپ کی طرف سے فرمایا:

”میں نے صحیح حقیقت دیوبند میں دیکھی ہے۔“ (الجامعہ ص ۳۹) ۱۲ ستمبر ۱۳۳۵ھ

حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کی وفات پر ۱۶ صفر ۱۳۵۲ھ کو جامعہ محمدی ضلع جھنگ میں عظیم تعزیتی اجتماع منعقد ہوا۔ حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب نے جامعہ کے رجسٹر میں تعزیتی کلمات اپنے قلم سے رقم فرمائے اور اس جلسہ کی رپورٹ ماہنامہ الجمعیت دہلی کو ارسال کی۔ یہ آپ کے مسلک امتدال کی کھلی شہادت ہے۔ کچھ سوچئے مولانا احمد رضا خاں کے عالمگیر فتوے تکفیر کی رو سے مولانا محمد ذاکر اور جامعہ محمدی شریف کے کل کارکن۔ اساتذہ و طلبہ کیا کافر نہ ٹھہرے؟ یہ آپ ہی سوچیں کہ کل امت کی تکفیر کا بوجہ اپنے سر لینا سہل ہے یا مولوی احمد رضا خاں سے کنارہ کشی آسان ہے۔ آخرت کا خوف رکھنے والے پوری امت کی تکفیر کا بار گراں اٹھانے کے لئے کبھی تیار نہ ہوں گے۔ یہ مولانا احمد رضا خاں کی ہی جہت تھی کہ یہ سارا بار گراں اپنے سر لے لیا اور پھر ان کے پیرواس کی کو برابر پیٹتے جا رہے ہیں تاکہ اعلیٰ حضرت کے اس بوجھ میں اضافہ نہ ہو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان خانقاہوں کے اکابر نے مولانا احمد رضا خاں کی فخری امت کی کوششوں میں خاں صاحب کا بالکل ساتھ نہ دیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کی عبارات پر اعتراض کیا تو موجودہ سجادہ نشین خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی نے فرمایا۔

میں نے تحذیر الناس کو دیکھا ہے، مولانا محمد قاسم صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں، مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا ہے۔ وہاں تک معتزین کی کچھ نہیں گئی۔ تفسیر فرضیہ کو تفسیر واقعیہ سمجھ لیا گیا ہے۔

فقیر قمر الدین سیال شریف لہ

بیشرف خلیع جہلم کے سجادہ نشین جناب خواجہ محبوب الرسول صاحب لکھتے ہیں :

میں کیا اس پر اپنی رائے دوں اور پھر تحفۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم اہدایمان پر روشنی ڈالوں، میں ان لوگوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ

کی رحمت چاہتا ہوں اس سے زیادہ کیا عرض کروں لہ

کرٹ مونس ضلع سرگودھا کے سجادہ نشین جناب الحاج محمد حنیف صاحب بھی حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کی تائید کرتے ہیں۔

احقر کتاب تحذیر الناس معنفہ حضرت مولانا موصوف کا بغور مطالعہ کر کے حیران رہ گیا کہ مرزائی وغیرہ کس بے باکی سے مولانا نانوتوی کو اجرائے نبوت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستحقہ مانتے ہیں۔ حالانکہ تحذیر الناس کی عبارت سے کہیں سے بھی استنباطی استخراجا یہ چیز ثابت نہیں ہو سکتی لہ

یہ تصریحات بتلاتی ہیں کہ اُس وعدہ میں جہاں جہاں کوئی علمی یا روحانی محنت ہو رہی

لہ دخول کی آواز ص ۱۳۳ مؤلفہ حضرت شیخ کامل الدین آزاداری مطبوعہ سرگودھا۔

لہ دخول کی آواز ص ۱۳۳ تحریر ۲۱ ستمبر ۱۹۶۴ء۔ لہ ایضاً ص ۱۹۱ ثنائی پریس سرگودھا۔

تھی وہاں پر کوئی بھی مولانا احمد رضا خاں کی ہم کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھا اور یہ تاثر عام تھا کہ علماء دیوبند کی اس مخالفت کے نتیجے میں انگریزی سیاست کا قوی ہاتھ ہے۔

جب مولانا احمد رضا خاں تحریک خلافت کے خلاف خواجگان سیال شریف کی شہادت دوام العیش لکھ رہے تھے اور ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے کہ جس طرح بھی بن پڑے سلاطین ترکی کو خلافت کے لئے نااہل ثابت کیا جائے۔ اس وقت حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی ۱۳۲۸ھ/۱۹۲۹ء کن کا ساتھ دے رہے تھے۔ اللہ شریف کے جناب محمد حسین صاحب لکھتے ہیں:

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب ۱۳۳۰ھ/۱۹۲۰ء اور دوسرے علماء کے فتوے سے انگریز کے ساتھ ترک موالات اور لاتعاؤن کی تحریکیں ملیں تو مشائخ تونسوی میں سے خواجہ شمس الدین سیالوی کے دوسرے جانشین خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے ان تحریکات میں بھرپور حصہ لیا۔

تحریک خلافت میں خود عملی طور پر حصہ لیا اور اپنے تمام مریدین و خلفاء کو اس تحریک میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔

مولانا احمد رضا خاں اور ان کے آستاد بیت ماربرہ شریف نے جب تحریک خلافت کی مخالفت کی تو خواجہ صاحب سیالوی کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ عبداللہ نے اس قسم کے پیروں کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

تاہم نہ ترا چھ شدا احساس خلافت	اسے صاحب خلوت
حالات مگر خواجہ امیر نہ دیدی	واذ کس نہ شیندی
رقہ کہ ترانیت ازیں کار محبت	بلکیت عداوت
مظلم سر نہ کر شدا از ناؤ بے جالی	با حال پریشاں

خواجہ ضیاء الدین صاحب سیالوی کے خلیفہ مولانا محمد ذاکر صاحب جو خواجہ شمس الدین سیالوی کے مرید میاں عبدالرحمن کے پوتے تھے، حدیث کی تعلیم کے لئے دیوبند پہنچے تھے اور امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔

سیال شریف کے یہ مشائخ عظام اکابر دیوبند کے بارے میں بہت نیک گمان تھے، دیوبند کو علم کا مرکز سمجھتے تھے اور ضرورت کے موقع پر اسی مرکز علم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ میاں عبدالرحمن صاحب کے دوسرے پوتے مولانا محمد نافع صاحب حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد ہیں۔

حضرت خواجہ معظّم الدین مروروی خواجہ شمس الدین خانقاہ مولانا شریف... ضلع سرگودھا

صاحب سیالوی کے خلیفہ مجاز تھے (۱۸۸۲ء تا ۱۹۰۵ء)

ان کے جانشین خواجہ محمد حسین مروروی ہوئے جو ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے، آپ کے دور میں مولانا احمد رضا خاں اپنی مہم تکفیر شروع کر چکے تھے لیکن اس خانقاہ نے مولوی صاحب کا کوئی ساتھ نہ دیا بلکہ اس کے برعکس علماء دیوبند سے اپنے روابط اور تعلقات قائم رکھے آپ کے جانشین حضرت خواجہ سدید الدین صاحب ہوئے۔

خانقاہ مولانا شریف کے یہ سجادہ نشین شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن کے شاگرد خاص مولانا سلطان محمود صاحب پیلانوی کے شاگرد تھے۔ خواجہ غلام سدید الدین صاحب نے دورہ حدیث انہی سے پڑھا تھا۔ مولانا سلطان محمود صاحب امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے ہم سبق تھے۔ مولانا سلطان محمود ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت استاد نے سبق کے دوران ہم سے ایک سوال کیا۔ میرا خیال تھا کہ اس خاص موضوع پر میری تیاری حضرت شاہ صاحب سے زیادہ ہوگی مگر جب شاہ نے تقریر شروع کی تو میں حیران رہ گیا۔ مولانا پیلانوی کہتے ہیں۔

میرے ذخیرہ علمی میں جو سب سے قوی اور قیمتی دلیل تھی جس کے بارے میں مجھے ناز تھا کہ میری ہی ذہنی فتوحات کی وہاں تک رسائی ہے۔ شاہ صاحب نے اپنی تقریر کا

آغاز اسی خاص دلیل سے کیا اور پھر آئندہ ہر دلیل اس سے بڑھ چڑھ کر پیش کی —
 مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ میں شاہ صاحب کے علمی تجربے سے مبہوت ہو کر رہ گیا اور
 مجھے یقین ہو گیا کہ عزائمِ قدس کے لدنی چشمے تک شاہ صاحب کا ذہنی رابطہ ہے ورنہ کسبِ
 کوشش سے اس مقام ارفع تک رسائی ممکن نہیں لے

الی حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اس خانقاہ کے ارباب علم و ارشاد حضرت علماء دیوبند کے
 بارے میں کس قسم کے نظریات رکھتے تھے۔ یہ بات بلا ریب صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے
 فتوے تکفیر کی ان کے ہاں کوئی قیمت نہ تھی۔

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی کے
خانقاہ جلال پور شریف (گجرات) | خلیفہ خواجہ غلام حیدر شاہ صاحب اس خانقاہ
 کے مؤسس تھے۔ آپ کے جانشین پیر فضل شاہ مولانا احمد رضا خاں ہم عصر تھے۔ پیر فضل شاہ
 صاحب کے علماء دیوبند سے گہرے روابط تھے اور رہے اور مولانا احمد رضا خاں کے فتوے تکفیر
 کی اس خانقاہ نے کبھی تائید نہ کی۔

نقشبندی سلسلہ کے نہایت قوی نسبت بزرگ حضرت
خانقاہ شہر قیود شریف | میاں شیر محمد صاحب سے اس خانقاہ کا فیض چلا آپ کا
 سلسلہ بیعت و خلافت خانقاہ مکان شریف سے مربوط تھا۔ حضرت خواجہ امیر الدین صاحب
 نقشبندی صاحب کے خلیفہ ارشد تھے۔ آپ کی مسجد شہر قیود شریف میں پہلے بریلوی طرز پر
 نعت خوانی ہوتی تھی۔ آپ نے جب علماء دیوبند کی طرز اختیار کی تو اسے بند کر دیا۔ بریلویوں نے
 حسبِ عادت اس کے بارے میں مشہور کیا کہ یہ وہابیوں کی مسجد ہے مگر آپ نے اس کی کوئی
 پرواہ نہ کی۔ اپنے مشرب عالی پر برابر قائم رہے۔ آپ کے سوانح نگار صوفی محمد ابراہیم قصوی لکھتے ہیں

آپ نے اپنی مسجد میں نعت خوانی اور غزل خوانی بند کر دی
مشرّب عالی کی تبدیلی | اس سے پہلے آپ کی مسجد میں نعت خوانی اور غزل خوانی ہوا کرتی

تھی اور آپ سنا کرتے تھے اور خود بھی بہت شعر پڑھا کرتے تھے۔ آپ نعت خوانوں کو نعت کی کاپیاں لکھ کر دیا کرتے تھے۔ جب آپ کا مشرب عالی ہو گیا تو آپ کی مجلس شعر اشعار سے خالی ہو گئی اور آپ ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول ہی فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نظموں اور فطووں میں نہیں ہے بلکہ حال میں ہے۔ تم ایسے بن جاؤ ہر فعل ہر قول ہر حرکت پر عمل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو۔ بعض بے سمجھ کہہ دیتے کہ یہ مسجد وہابیوں کی ہے لہ

آپ کے پاس حضرت شیخ الہند کا ایک خط بھی تھا جو آپ نے بطور تبرک بڑی عظمت سے رکھا ہوا تھا۔ مشرب عالی کی تبدیلی پر آپ نے کھل کر علماء دیوبند کی تعریف کی آپ فرماتے تھے کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں یعنی ہر طرف نور ہی نور ہے۔ آپ کے کلمے میں ہے: ”مولانا مولوی انور علی شاہ صاحب صدر مدرس دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحب مہاجر لاہوری شہر قندھار شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب کو بڑی ارادت سے ملے آپ ان سے (مولانا لاہوری سے) کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحب خاموش رہے پھر آپ نے مولانا انور شاہ صاحب کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک میاں صاحب خود سوار کرانے کے لیے تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے میاں صاحب سے کہا: آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں آپ نے بندہ سے فرمایا شاہ صاحب بڑے عالم ہو کر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں اور حضرت میاں صاحب نے

فرمایا کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔

یہ بات لائق افسوس ہے کہ موجودہ گدی نشینوں نے کتاب ہذا کے نئے ادیشن میں کسی مصلحت سے یہ دوسرا حوالہ بالکل اڑا دیا ہے۔ کتاب پہلی دفعہ ۱۲۵۰ھ میں طبع ہوئی تھی۔

اس میں یہ عبارت موجود ہے، جو ہم نے نقل کی ہے۔ خالی جگہاں سے اس عبارت کا چر یہ اڑایا گیا ہے اس پیرے کی برابر نشانہ ہی کر رہی ہے علی دنیا میں یہ خیانت انتہائی افسوس کے لائق ہے۔ بزرگوں کی باتوں کو ملنے کی اس مجراۂ سازش پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ کتاب ہذا کے ۲۲ کے سامنے اس کا عکس دیکھیے۔

خانقاہ گولڑہ شریف

جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کے مسلک کا کچھ ذکر پہلے ۲

چکا ہے۔ آپ حضرت مولانا اسماعیل شہید اور مولانا فضل حق

صاحب خیر آبادی کے اختلافات سے نا آشنا نہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں آپ کے ہم عصر تھے لیکن آپ کے ہاں ان کے علم و فتوے کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ جب مولانا احمد رضا خاں حضرت مولانا اسماعیل شہید کے خلاف انکو کتبۃ الشہادیہ جیسی سخت کتاب لکھ رہے تھے۔ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب مولانا اسماعیل شہیدؒ کی مخالفت کی بجائے انہیں ان کی دینی خدمات پر مشکور اور اجر یافتہ قرار دے رہے تھے۔ آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں :

”اس مقام پر ارکان یا امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر نہ کرتا ہوں۔ یہ نہ تصویب یا تغلیط کسی کی فریقین اعنی اسماعیلیہ و خیر آبادیہ میں سے۔ شکر اللہ علیہم۔

راقم سطور۔ دونوں کو ماجور (اجر پانے والا) و مشاب (ثواب پانے والا) جانتا ہے۔

اس عبارت میں جناب پیر مہر علی شاہ صاحب نے حضرت مولانا اسماعیل شہید اور حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی دونوں کے ماننے والوں کے لیے رحمت کی دعا کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جناب پیر صاحب مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال ہرگز نہ تھے۔ آپ نے

اپنی کتاب فتوحات محمدیہ میں ایک جگہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ نقل کیا ہے اور آپ کا اسم گرامی اس طرح تحریر فرمایا ہے :

نقل فتوے جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ فیضہ (آپ کا فیض ہر جگہ پھیلا)
آپ اکابر دیوبند کی علمی عظمت کے پوری طرح قائل تھے۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بارے میں فرمایا :

وہ حق کی صفت علیم کے منظر تھے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قرآن عزیز کی تفسیر لکھی تو حضرت ایشیخ مولانا ابوالسعد احمد غلغل نے حضرت علامہ کو لکھا۔

آپ نے یہ تفسیر لکھ کر اہل اسلام پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے اور میں تہجد کی نماز پڑھ کر فرزند آپ کے لیے دواڑی عمر کی دعا کرتا ہوں کہ یہ علمی فیضان آپ کی ذات سے برابر جاری رہے۔
خانقاہ تونسہ شریف کی شاخ بلد کے جناب محمد حسین صاحب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذکر میں لکھتے ہیں :

مولانا محمد انور شاہ محدث کشمیری دیوبندی ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء اور مولانا اشرف علی تھانوی ۱۳۹۲ھ/۱۹۴۳ء آپ کے کمالات علمیہ کے مداح تھے اور آپ کا ذکر خیر بلند الفاظ میں فرماتے تھے اور پیر مہر علی شاہ صاحب بھی ان حضرات کا ذکر بڑے احترام سے فرمایا کرتے تھے اور ان کی علمی عظمت اور بلند مقامی کے معترف تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگ پیر سید جماعت علی شاہ اول سجادہ نشین علی پور شریف ضلع سیالکوٹ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فصوص الحکم تالیف شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی کا درس لیا۔

۱۔ فتوحات محمدیہ ص ۶۶ مطبوعہ سلطان علی ماغوذ از دارالعلوم مجریہ جون ۱۹۴۲ء ۲۔ تحفہ سعدیہ ص ۱۱۱

مطبوعہ لاہور - ۳۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی ص ۲۶۳ مطبوعہ سمن آباد لاہور۔

ناظرین کے لیے پھر دعوت فکر ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جو لٹھ لیے ساری عمر علماء دیوبند کے پیچھے پڑے رہے اگر ان حضرات کے عقائد میں واقعی کچھ وجوہ کفر تھے تو وہ حضرت پیر علی شاہ صاحب کو کیوں نظر نہ آئے۔ جہاں تک علم و معرفت کا تعلق ہے مولانا احمد رضا خاں کا حضرت پیر صاحب کے مقابلہ میں کہیں شمار ہی نہ تھا۔ معلوم نہیں کہ بریلوی حضرات اس باب میں حضرت پیر صاحب گولڑہ کے خلاف مولانا احمد رضا خاں کے ساتھ کیوں ہیں؛ انہیں چاہیے کہ جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب سے ہی سبق لے لیں جو حضرت پیر صاحب گولڑوی کے ساتھ تھے۔ اس سے واضح ہے کہ آپ بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب سے خوش نہ تھے بلکہ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب میں مولانا احمد رضا خاں کسی دینی حلقہ میں کبھی بھی کوئی علمی یا روحانی پیشوا نہیں سمجھے گئے۔

چھوڑ شریف ضلع ہزارہ | حضرت مولانا عبدالرحمن چھوڑوی سلسلہ قادریہ کے قومی نسبت بزرگ تھے۔ حضرت عبدالغفور انوند سوات، جناب سید فضل الدین صاحب گولڑوی اور خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی کے ہم عصر تھے، اور ان سے گہرے روابط تھے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمن کے حالات میں لکھا ہے۔

۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سکندریہ پور کے مدرسے میں پائی اور پھر سکندریہ پور کی مشہور درسگاہ مظاہر العلوم سہارنپور میں درس و تدریس کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

خانقاہ سراجیہ کنڈیاں شریف (میانوالی) | نقشبندی سلسلہ کی اس خانقاہ کا فیض دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔

اکابر علماء دیوبند یہاں بارہا تشریف لاتے رہے ہیں۔ اس خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا

محمد عبد اللہ سلیم پوری دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے شاگرد تھے۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم بھی دیوبند کے فاضل ہیں اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد ہیں۔

(۲۰) درگاہ اجمیر شریف

حضرت غواجر معین الدین چشتی سے دو سلسلے زیادہ معروف چلے چشتی نظامی اور چشتی صابری۔ بیشتر علماء دیوبند چشتی صابری ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے شیخ احمدیث حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے والد مولانا مملوک علی صاحب بدقول اجمیر میں صدر مدرس رہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے بھی یہیں سے تدریس کا آغاز کیا۔ مولانا احمد رضا خاں نے جب علماء دیوبند کے خلاف تحفیر کا آغاز کیا، اس وقت اجمیر میں حضرت مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس تھے۔ مولانا احمد رضا خاں نے آپ سے بھی اپنے فرقے تحفیر کی تائید لینی چاہی۔ آپ نے صاف انکار کر دیا۔ پھر خان صاحب آپ کے پیچھے پڑ گئے اور بات یہاں تک پہنچی کہ حضرت مولانا معین الدین اجمیری نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف ایک مستقل رسالہ لکھا۔ اس میں آپ نے اعلیٰ حضرت کی بہت غصہ ميات ذکر فرمائی ہیں۔ فضیلت کے تحت لکھے ہیں :-

خلقت آپ کی فضیلت سے بے حد بالاں ہے وہ کہتی ہے کہ دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا مگر درحقیقت یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیٰ حضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں آتی۔

حضرت مولانا معین الدین اجمیری تو علمائے دیوبند میں سے نہ تھے خیر آبادی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور غواجر قمر الدین صاحب سیالوی کے شیخ تھے آپ نے مولانا احمد رضا خاں کا ان کی تحریک تحفیر میں ساتھ نہ دیا بلکہ اس کے برعکس ان کی اس روش کی پُر زور مذمت کی

شہس العلماء حضرت مولانا اجیر میاں نے مولانا احمد رضا خاں کا یہاں کیا حشر کیلئے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں۔ ہم قارئین کو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا اجیری نے مولانا احمد رضا خاں کے شوقِ محفیر میں ان کا ساتھ نہیں دیا۔ بلکہ ان کے اس شوقِ محفیر کی پُر زور مذمت کی ہے۔ ایک سلیم الفطرت انسان یہاں یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ :

ان قوی نسبت روحانی بزرگوں کو علماء دیوبند کی عبارات میں وہ کیڑے کیوں نظر نہ آئے جو مولانا احمد رضا خاں نے دیکھ لیے اور ان علماء عرب سے جو اردو نہ جانتے تھے ان کی تصدیق حاصل کر لی؟ ملک کی وہ عظیم خفایا ہیں جو روحانیت کا مرکز تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں کی وہاں کوئی پذیرائی نہ ہو سکی اور یہ بات عام تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کی اس مہم کے پیچھے غیر ملکی سیاسی ہاتھ ہے جو مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہا ہے۔

ان خفایا ہوں کے علاوہ اور کئی روحانی شخصیتیں تھیں جن کے ہاں علماء دیوبند کی عظمت برابر مسلم تھی اور وہ اپنے حلقوں میں علماء حق کی خدمات کا برابر اعتراف کرتے تھے۔ مثلاً :-

۱۔ جناب سائیں توکل شاہ صاحب | جناب سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی نقشبندی

مجددی سلسلہ کے نہایت قوی بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کلمات سے بہت نوازا تھا۔ آپ

اپنی اس باطنی شان سے علماء دیوبند کو خوب پہچانتے تھے اور ان کی عظمت اور روحانیت کے پوری

طرح قائل تھے۔ آپ کے خلیفہ مولانا مشتاق احمد اپنی کتاب انوار العاشقین میں لکھتے ہیں :

حضرت عارف باللہ شیخی توکل شاہ صاحب مجددی نے عاجز سے فرمایا تھا کہ میں

نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا

رہے ہیں۔ مولانا محمد قاسم قوجہاں پائے مبارک حضور کا پڑتا ہے وہاں دیکھ کر

پاؤں رکھتے ہیں اور میں بے اختیار بھاگا ہوں کہ حضور کے پاس پہنچوں چنانچہ

میں آگے ہو گیا۔

آپ کی مجلس میں اگر یہ حکومت کے کسی ایجنٹ نے کہا کہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تو ہماری کذب کے قائل ہیں۔ آپ نے یہ سن کر گروں بھکالی اور تھوڑی دیر مراقبہ کر کے فرمایا: لوگو! تم کیا کہتے ہو مولانا رشید احمد کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ یہ ان لوگوں کا مشاہدہ ہے جنکی بصیرت چاروں طرف مسلم تھی اور ان لوگوں کے بارے میں مشاہدہ ہے جو اپنی جگہ علم و عرفان کے آفتاب اور مہتاب تھے۔

غیر جانبدار علمی شخصیات میں مولانا الطف اللہ علی گڑھیؒ، مولانا احمد حسن کانپوریؒ، مولانا عبدالمجید دہلویؒ، مولانا غلام محمد گھوٹویؒ اور مولانا اصغر علی دہلویؒ کے اسامہ گرامی یاد رکھنے کے لائق ہیں ان حضرات میں سے کسی نے مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہ دیا اور مسائل کے اختلاف کے باوجود ان حضرات اور علماء دیوبند میں کفر و اسلام کے فاصلے ہرگز نہ تھے۔

آپ نے ۱۳۱۳ھ میں مولانا احمد رضا کو ایک حضرت مولانا الطف اللہ صاحب علی گڑھیؒ مفصل خط لکھا تھا جس میں آپ نے انہیں منسل تکفیر سے منع فرمایا۔ آپ نے لکھا:۔

ذرا غور فرمائیے ہماری سختی اور تشدد نے ہمارے فرقہ اہل سنت اور بالخصوص احناف کو کیسا سخت صدمہ پہنچایا۔ آپ اس خط کے آخر میں لکھتے ہیں: ”مولانا خدا کے لیے غور کیجئے اور دشمنانِ دین کو ہم پر اور ہمارے پاک مذہب پر بننے کا موقع نہ دیجیئے۔“

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مولانا الطف اللہ صاحب کی نظر میں مولانا احمد رضا خاں دشمنانِ اسلام کو اسلام پر بننے کا موقع دے رہے تھے اور بے جا تشدد سے اہل سنت کے دو ٹکڑے کر رہے تھے۔

لے سیرت مولانا محمد علی نوگرہی معصفہ سید محمد حسنی مطبوعہ شاہی پریس لکھنؤ راجا غوث اذہم اسلات سنت و

۱۹۲۰ء میں تحریک موالات زوروں پر تھی۔ ڈاکٹر علامہ اقبال

حضرت مولانا اصغر علی روحی | ان دنوں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سیکرٹری تھے انجمن

میں سوال پیدا ہوا کہ گرانٹ وغیرہ کے سلسلہ میں حکومت سے ترک معاملات کی جائے یا نہ؟ جمہور مسلمانوں کی رائے عدم تعاون کے حق میں تھی۔ علامہ اقبال خود جمعیت علماء ہند کے فیصلے کے منظر تھے وہ تک موالات کے ہم خیال تھے۔

ڈاکٹر اقبال نے ۱۳ نومبر ۱۹۲۰ء کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے سامنے یہ رپورٹ پیش کی۔

ہمارے پاس متعدد فتوے موصول ہو چکے ہیں جن میں جمعیت علماء ہند کا ایک فتوے ہے جس پر ائمائیں علمائے کرام کے دستخط ہیں علماء فرائی علی، علماء دہلی، علماء مدرسہ الہیات کانپور کے فتوے بھی موصول ہو چکے ہیں ان کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود الحسن کا فتوہ بھی پہنچا ہے۔ یہ سب فتوے عدم تعاون کے حق میں ہیں۔ میں نے پیر عمر علی شاہ صاحب (گولڑہ) کو لکھا تھا لیکن ان کی طرف سے اب تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ عدم تعاون کے خلاف جو فتوے میرے پاس موصول ہوئے ہیں ان میں ایک فتویٰ تو حاکم علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج کلکتہ ہے۔ دوسرا فتوے مولانا اصغر علی روحی کا ہے جس میں انہوں نے عدم تعاون کی توثیق کی ہے لیکن سکولوں اور کالجوں کے متعلق لکھا ہے کہ جب تک کوئی اپنا انتظام نہ ہو جائے لاؤکول کو ان مدارس سے اٹھانا درست نہیں ہے۔

اس رپورٹ کے مطابق مولانا اصغر علی روحی اور پروفیسر حاکم علی کے سوا سب علماء ترک موالات کے حق میں تھے۔ مولانا احمد رضا خاں تحریک ترک موالات کے خلاف تھے اور نہ چاہتے تھے کہ کسی عمل سے انگریزوں کی حکومت کو کوئی نقصان پہنچے۔

پروفیسر حاکم علی صاحب اسلامیہ کالج نے اپنے فتوے کی تصدیق میں مولوی احمد رضا خاں بریلوی سے ایک فتویٰ حاصل کیا۔ پروفیسر صاحب خود بریلی تشریف لے گئے تھے۔ لاہور واپس آئے پراہنوں نے مولانا اصغر علی روحی سے استدعا کی کہ وہ بھی

مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے پر دستخط کریں لیکن چونکہ حضرات دیوبند مولوی اثر علی تھانوی پر اس فتوے میں سب وشم کیا گیا تھا اس واسطے مولوی اصغر علی صاحب نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

ان حالات سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر علامہ اقبال علمائے دیوبند کی قدر و منزلت کے پوری طرح قائل تھے۔ حضرت مولانا محمود الحسن کو شیخ الہند اور حضرت کے احترامات کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ وہاں یہ بات بھی نمایاں ہوتی ہے کہ وہ علماء جو اس سیاسی ماحول میں بعض مسائل میں مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال تھے وہ بھی مولانا احمد رضا خاں کے اس رویے کو جو موصوف نے علمائے دیوبند کے خلاف اختیار کر رکھا تھا نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور مولانا احمد رضا خاں کے فتوے پر دستخط کرنے میں عار محسوس کرتے تھے۔ مولانا اصغر علی رومی نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی

منہج گجرات قبرہ گھوڑ وال کے رہنے والے تھے۔ گھوڑ منہج ملتان میں محافظہ جمال الدین صاحب سے — مدرسہ نعنائیہ لاہور میں مولانا غلام محمد نے پڑھا۔ پھر مولانا احمد حسن کانپوری سے اور پھر مولانا عبدالحق خیر آبادی سے رامپور میں تعلیم حاصل کی۔ جامعہ عباسیہ بہاولپور میں شیخ اسحاق احمد رہے۔ پیر بہر علی شاہ صاحب کے خاص ارادت مندوں میں سے تھے۔ بہاولپور کے مشہور مقدمہ مزائیت میں محدث العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب اہل مناظر اسلام حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری اور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع کو عدالت میں شہادت دینے کے لیے آپ نے ہی دیوبند سے بلایا تھا۔ آپ کا خیال ہے کہ حضرت مولانا محمد صادق صاحب دیوبند گئے تھے۔ حضرت مولانا گھوٹوی نے ان اکابر دیوبند کا

لے اقبال ادراک من جامع اسلام مد

جس میں حقیقت سے استقبال کیا۔ اس نے مولانا احمد رضا خاں کے فتوے تکفیر کی دھیماں بکھیر کر رکھ دیں۔ مگر منظر الاسلام بریلی کے سنان جنگل میں اس وقت کوئی ایسا صاحب علم نہ تھا۔ جو مزائیت کے خلاف مسئلہ نکاح میں عدالت کو متاثر کر سکے۔ آپ خود ہی خود قمرالین کہ حضرت مولانا گھوٹو نے خان صاحب کے فتوے تکفیر کی کیوں تصدیق نہ کی؟ یہ معنی اس لیے کہ فتوے غلط تھا۔

حضرت مولانا عبداللہ ٹونکیؒ

مولانا محمد عبداللہ ٹونکی مسئلہ غلبہ و عید میں علمائے دیوبند کے ہم خیال نہ تھے۔ اس مسئلہ میں آپ کا حضرت شیخ الہندؒ سے ایک مناقشہ بھی ہوا۔ آپ نے بھی علمائے دیوبند کی تکفیر میں غاصبا حسب کی موافقت نہ کی۔ علماء دیوبند کی عبارات میں اگر کہیں واقعی کفری معنی ہوتے تو مولانا عبداللہ ٹونکی ضرور اسس موقع سے فائدہ اٹھاتے اور ان عبارات کی نشاندہی کرتے۔ اختلاف کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ انسان دو سروں کو کافر کہہ کر ہی دم لے۔ مولانا احمد رضا خاں کے ملحقہ کے لوگ پھر مولانا محمد عبداللہ ٹونکی پر بھی ٹوٹے۔ ان کے معنی مہدائے اور لکھتے ہیں۔

حقائد مولوی عبداللہ ٹونکی سراسر باطل و در باطل اور غلط و غلط میں مبتدی صاحب

نے باد صغ و دامانی خفیت اجتہاد سے کام لیا ہے۔

رسالہ ازالۃ الضلالہ جو خاص مولانا عبداللہ ٹونکی کے ہی رو میں لکھا گیا ہے۔ اس پر

مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی اور مولانا امجد علی غنوی کے بھی دستخط موجود ہیں۔

غیر جانبدار علماء کا یہ طرز عمل مولانا احمد رضا خاں کے غلط رویے کے خلاف ایک منہ بولی شہادت

ہے۔ وقت کے مسلم مراکز علمی اور روحانی کلبے لاگ طرز عمل آپ کے سامنے ہے مولانا احمد رضا

خاں کو اپنے قریب کے دور میں کہیں سے کوئی معقول حمایت حاصل نہ ہو سکی تھی۔

لے دیکھئے الطاری الطاری حصہ اول ص ۱۶۱

ان علی اور خاٹا ہی مرکز کے علاوہ بیسیوں ایسے حضرات تھے جو قوم و ملت کا درجہ بھی رکھتے تھے اسلامی کاموں میں حصہ بھی لیتے تھے اور علمی اصطلاحات سے بھی ناواقف نہ تھے۔ اردوان کی اپنی زبان تھی اور مولانا احمد رضا خاں کی تکفیر بھی ان کے سامنے تھی مگر انہوں نے مولانا موصوف کی تکفیری ہم میں ان کا ساتھ نہ دیا وہ علماء دیوبند کو برابر مسلمان سمجھتے رہے اور انہوں نے دیوبندی بریلوی تفرقے کو ہمیشہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ علماء دیوبند کی زیر بحث عبارات میں اگر کہیں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی بے لوثی اور گستاخی ہوتی تو نہ ان سے چھپی ہوتی اور نہ اس پر یہ حضرات کبھی خاموش بیٹھ سکتے تھے

ان حضرات میں مولانا محمد علی جوہر، حکیم اجل خاں، مولانا حبیب الرحمن شیروانی، ڈاکٹر علامہ نقی، مولانا شوکت علی، قاضی عبدالجبار (صدر سیرت کمیٹی) چودھری افضل حق، مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خاں اور جناب سید حبیب ایڈیٹر روزنامہ سیاست لاہور کی شخصیتوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حضرات کسی فرقہ وارانہ ذہن کے نہ تھے۔ دین و ملت کی خاطر جرأت اور قربانی ان کی تاریخ تھی ان حضرات کا مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہ دینا بتلا کہ ہے کہ علماء دیوبند کی زیر بحث عبارات میں ہرگز ہرگز کوئی کفری معنی نہ تھے۔ طوالت کے خوف سے ان دس حضرات میں سے ہم صرف پانچ کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

آپ شیخ طریقت مولانا عبدالباری سے بیعت تھے۔ مولانا عبدالباری

۱۔ مولانا محمد علی جوہر نے مولانا احمد رضا خاں کو کلمہ بھیجا :

ہمارے اکابر نے ایمان علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کی اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا۔ مولانا محمد علی پر مولانا احمد رضا خاں کی تکفیری ہم کا کوئی اثر نہ تھا۔ نہ مولانا محمد علی علماء دیوبند کی کسی عبارت کو کفریہ عبارت سمجھتے تھے۔ کراچی کے مشہور متذکرین حضرت مولانا حسین احمد مدنی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت مولانا مدنی نے عدالت میں جو ایمان افروز بیان

وہ اس پر آپ نے برسرِ عدالت حضرت مولانا مدنی کے پاؤں چوم لیے تھے۔

بریلوی حضرات نے مولانا محمد علی جوہر پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔

دوبند کے محدث کبیر حضرت علامہ ابو شاہ کشمیری لاہور تشریف لائے
۲۔ ڈاکٹر علامہ اقبال اور ڈاکٹر علامہ اقبال کی کوٹھی پر قیام فرمایا تو بریلوی حلقوں میں بیجان

پیدا ہو گیا۔ انجمن خدام الدین لاہور کے جلسے میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی تشریف لائے تو ان کے سامنے ڈاکٹر اقبال کی نیاز مندی اس بیجان میں آواز اٹھانے کا سبب ہوئی۔ انجمن حمایت اسلام لاہور سے قادیانوں کا اخراج علماء دوبند اور ڈاکٹر اقبال کی اپنی مہاس کا اثر تھا۔

بریلوی حلقوں اس پر خاموش نہ بیٹھ سکے تھے۔ لاہور میں مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ نمائندے ابو نعیم خاص مولانا میلانی الودی تھے۔ پنجاب میں تحریکِ تکیف کا حکم انہی کے سپرد تھا اسی مناسبت سے وہاں بریلویوں کو الودی کہتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کو بریلویوں کی مشن تکفیر سے سخت نفرت تھی۔ یہ مقام پر لکھتے ہیں:

گر خاک در الود اماند ترا اے کہے طافی تیز خب غشت

گوشت در معرہ رحبت آگہ بر قرطاس دل باید نوشت

آدمیت در زمین او بحر آسمان این دامنہ در الود نکشت

کشت اگر آب و خاک در دست ناکش ناخبرے آدم مرشت نے

(ترجمہ) اے وہ جو اپنے الود بے میں فری جتنا ہے گردش زمانہ اگر مجھے کبھی الود سے جانے

تو تجھے ایک برجستہ معرے میں بات کہتا ہوں جو روح دل پر کھنے کے لائق ہے کہ الود کی زمین میں انسانیت کی تلاش نہ کرے۔ قدرت نے یہ حادثہ الود میں بویا ہی نہیں۔

ڈاکٹر اقبال بہت غصے سے مطلق تھے۔ ان کے دینی احساسات بہت لطیف تھے۔ دین و ملت کے خلاف کوئی بات سننے کو فوراً تڑپ اٹھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی گستاخی الود بے الودی

پر خاموش بیٹھنا ڈاکٹر صاحب کے لیے ناممکن تھا۔ علماء دیوبند کی زیر بحث عبارات میں کہیں کوئی غلط بات ہوتی تو ڈاکٹر صاحب اس پر خاموش نہ بیٹھ سکتے تھے۔

ایک دفعہ آپ کو ایک غلط اخباری اطلاع ملی کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے برسر منبر کہا ہے کہ ملت کی اساس وطن پر رکھنی چاہیے۔ اب آپ کے لیے اس غلط بات پر خاموش بیٹھنا ممکن نہ تھا۔ ایک قطعہ لکھ دیا۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بولاجیت

سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

ڈاکٹر صاحب کو حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو آپ نے معذرت فرمائی اور کہا کہ اب

انہیں حضرت مولانا حسین احمد سے کوئی اختلاف نہیں رہا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو اقبال اتنی سی بات پر دیوبند کے خلاف بول اٹھا جب تک

الہینان نہ ہو گیا معذرت نہ کی۔ وہ اقبال حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی عبارت خطہ حسین

پر کیے خاموش بیٹھ سکتے تھے۔ اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بے ادبی اور گستاخی ہوتی

تو ڈاکٹر صاحب فوراً اس پر تڑپ اٹھتے۔ جس اقبال نے عقیدہ مسم نہوت کے تحفظ میں انجمن

حمایت اسلام لاہور کے دروازے قادیانیوں پر بند کر دیئے تھے۔ وہ دیوبند کی کتاب تحذیر الناس

میں ختم نہوت کے خلاف کوئی بات پاتے تو کیا وہ چپ رہ سکتے تھے؟ اس کتاب میں واقعی

کوئی بات غلط ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں کو یتیم مختلف مقامات سے اس کی عبارت جوڑ کر ایک

عبارت بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ ہم جانتا چاہتے ہیں کہ علماء دیوبند کی زیر بحث عبارات میں جو

”کفریہ“ معنی مولانا احمد رضا خاں کو نظر آنے انہیں ڈاکٹر علامہ اقبال کی باریک نظر کیوں نہ دیکھ سکی

ڈاکٹر اقبال کے ذہن پر علماء دیوبند کی چھاپ تھی۔ جب انہیں یہ غلط اطلاع ملی کہ مولانا حسین احمد نے قطع کی اساس وطن قرار دی ہے تو انہوں نے اسے صرف مولانا حسین احمد یا دیوبند کی غلطی نہیں بتوایا بلکہ پورے عجم کی فروگزاشت بتوایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ان کے ذہن میں دیوبند کی غلطی پورے عجم کی غلطی تھی اور دیوبند پورے عجم میں اسلام کا ترجمان تھا۔ یہ بات اسی ذہن سے منسلک تھی جس پر دیوبند کی معتبریت پوری طرح پیوست ہو۔ جمعیت علماء ہند کی قدرومنزلت بھی اقبال کے دل میں کیا تھی، اس کے لیے یہ جاننا کافی ہے کہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے بارے میں ڈاکٹر اقبال مرحوم کو جمعیت علماء ہند کے فیصلے کا ہی انتظار تھا۔ ڈاکٹر صاحب ایک متاثرہ لکھتے ہیں میں مذہب کو تمام چیزوں سے بالاتر سمجھتا ہوں اور علماء کلام کو اپنا — مانتا ہوں۔

اس لیے جمعیت علماء ہند جو فیصلہ کرے گی وہی میری رائے ہے (اقبال کے خطوط ص ۱۹)

مولانا احمد رضا خاں نے فتویٰ دیا تھا کہ جو شخص علماء دیوبند کے کفر میں شک کرے یا انہیں کافر کہنے

ڈاکٹر اقبال پر فتویٰ کفر

لے حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے ۸ جنوری ۱۹۳۸ء کی شب دہلی میں ایک تقریب کی۔ اخبار لائسنس اور وحدت نے اسکی غلط رپورٹنگ کر دی۔ اس سے اسے انقلاب اور زمیندار نے لے لیا۔ پھر ڈاکٹر اقبال نے اس پر تبصرہ شائع کیا کہ ڈاکٹر صاحب کو حقیقت معلوم بتائی گئی تو آپ نے روزنامہ احسان کے ایڈیٹر کو لکھا،

مولانا اس بات سے عافیت انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمان ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراض کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اعتراض کرنے کا نہیں رہتا.... مولانا کی محبت دینی کے احترام میں میں ان کے کسی حقیقت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔

(روزنامہ احسان ۲۸ مارچ ۱۹۳۱ء)

سے استرازا کرے وہ بھی کافر ہے۔ ڈاکٹر اقبال کی علماء دیوبند سے عقیدت مندی ہی ان کے لیے وجہ کفر نہ تھی۔ وہ سلطان ابن سعود کی حمایت میں بھی بیان دے بیٹھے تھے۔ یہ ان کے لیے دوسری وجہ کفر ہو گئی۔ اب بریلویوں نے ان کے اشعار میں کفریہ معنوں کی تلاش کی۔ آفتاب کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب نے ایک نظم لکھی تھی۔ جو دراصل گاتیری فستک ترجمہ تھی اور اس میں تاویل کی بہت گنجائش تھی۔ وہ ان کے ہاتھ لگ گئی۔ پھر کیا تھا بریلوی علماء حرکت میں آ گئے۔ ڈاکٹر اقبال کے مجدد شباب میں مولانا احمد رضا خاں وفات پا گئے تھے۔ اس لیے اب ان کی تکفیر کا سہرا آپ کے خلفاء کے سر پر تھا۔

سلطان ابن سعود کی قطبیر حجاز کی مہم نے ہندوستان کے مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ انگریز ان لوگوں کے ساتھ تھے جو سلطان ابن سعود کی مخالفت کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سعودیوں نے شریف مکہ سے اقتدار چھینا تھا اور وہ انگریزوں کا حلیف تھا۔ اس نے جنگ یورپ میں ترکوں کے خلاف انگریزوں کا شرمناک ساتھ دیا تھا۔ علامہ اقبال سلطان ابن سعود کی حمایت میں بیان دے کر کھل چکے تھے۔ ترکوں کی حمایت، علماء دیوبند کی عقیدت اور سلطان ابن سعود کی تائید قابل معافی جرم تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا،

اے آفتاب ہم کو ضیائے شعور دے
چشمِ خمد کو اپنی تجلی سے نور دے
ہے محل وجود کا سماں طراز تو
یزدانِ سنگنانِ نشیب و فراز تو

اسم پروردگار اور یزدان عرفاً خصوصاً ذات جناب
مولانا دیدار علی الوری کافتمی کفر

کے جنم لینے کو کہتے ہیں۔ اندیس صورت یزدان اور پروردگار آفتاب کو کہنا صریح کفر ہے۔ علیٰ ہذا
کے جنم لینے کا عقیدہ بھی کفر ہے اور توہینِ مونی علیہ السلام بھی کفر اور توہینِ بزرگانِ دین فتنہ۔ لہذا
جب تک ان کفریات سے قائل اشعار مذکورہ تو یہ نہ کہے اس سے طنا جلنا تمام مسلمان ترک
کردیں، ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔
ابو محمد دیدار علی الخلیف فی مسجد وزیر خاں
۱۲/۱
نہ روزنامہ زمیندار ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء پروردگار اور یزدان کو بقول ان کے خدا کے مخصوص صفت ہیں

مولانا حسنت علی لکھنوی کا فتویٰ کفر | ہم نہیں سمجھتے کہ ڈاکٹر صاحب ایسے عقلمند
رکھتے ہوتے کیسے مسلمان ہیں۔ ڈاکٹر صاحب

کے اسلام کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر ان اعتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب
مسلمان ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی اور اسلام گمراہ کیا ہے اور وہ اپنے اس گمراہے ہوئے
اسلام کی بناء پر مسلمان ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی زبان پر ابلیس بول رہا ہے لہ
جناب عبد المجید سالک لکھتے ہیں :

اس فتوے پر ملک سب میں شورش مچ گیا۔ مولوی دیدار علی (خلیفہ مولانا احمد رضا خاں) پیر
طرف سے طعن و ملامت کی بوجھاڑ ہوئی۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے زمیندار میں اس جاہلانہ
فتوے کی چٹھا کر دی۔۔۔ مولوی دیدار علی کی اس حرکت سے علماء کرام کے اجتماعی وقار کو سخت
نقصان پہنچا کیونکہ مسلمانوں کے تمام طبقات عالم عامی۔ قدیم تعلیم یافتہ اور جدید پڑھے ہوئے لوگ
علامہ اقبال کو نہایت مخلص مسلمان عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے اور حامی دین اسلام تسلیم
کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارے علماء کے نزدیک اقبال جیسا مسلمان بھی کافر ہے تو پھر
مسلمان کون ہے؟

اس وقت ہمیں اس فتویٰ کفر سے بچھڑ نہیں، بریلویوں کا شوق تیغ و زور کرنا پیش نظر تھا۔

خداوند کا لفظ ان کے ہاں خدا سے مخصوص نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خداوند عرب کہہ سکتے ہیں اور اسے
خداوند عرب کہہ کر مذاکرہ کر سکتے ہیں (مفوضات مولانا احمد رضا خاں حصہ اول ص ۱۳۷) اقبال پر چونکہ فتویٰ کفر دنیا
ظاہر اس لیے اس کے لیے کسی تاویل کی گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے کہ وہ علامہ دیوبند سے کیوں عینیت رکھتا
ہے اور سجدہ یوں کے حق میں اس نے کیوں بیان دیا ہے۔

۱۔ تجانب اہل السنۃ صدقہ مولانا حسنت علی ص ۲۴، ۲۔ ایضاً ص ۳۲، ۳۔ ذکر اقبال ص ۷۹

اس وقت ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علامہ دیوبند کی جن اردو عبارات پر مولانا احمد رضا خاں اور ان کے خلفاء مولانا دیدار علی اور مولانا حسنت علی کفر کے فتوے دیتے رہے۔ وہ عبارات آخر علامہ اقبال جیسے مخلص اور دہم دند ملت مسلمان کے سامنے بھی تو آئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو ان میں وہ ”کفریہ“ معنی کیوں نظر نہ آئے جو مولانا احمد رضا خاں کو نظر آ گئے تھے۔ ڈاکٹر اقبال جیسے غیر جانبدار حضرات نے ان عبارات کے وہی معنی مراد سمجھے تھے جو ان کے مصنفین کی مراد تھے ان عبارات کو کچھ گھنچ تان کر انبیاء کرام و اولیاء عظام کی بے ادبی اور گستاخی پر لانا، مولانا احمد رضا خاں کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے سجا کہا تھا۔

مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانان ہند ہے وہ کافر جس کو ان سے ہو ذرا بھی اختلاف

چودھری افضل حق مرحوم | چودھری افضل حق مرحوم اردو کے نہایت بلند پایہ ادیب تھے۔ زندگی اور محبوب خدا جیسی کتابیں آپ کے دینی اور

ادبی ذوق کی کھلی شہادت ہیں۔ آپ پہلے گورنمنٹ ہند میں ایک بڑے آفیسر تھے۔ پھر امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی جاذب شخصیت نے آپ کو پبلک زندگی میں کھینچ لیا۔ آپ سب آرام اور جہد سے ترک کر کے پبلک پریٹ فارم پر آ گئے اور پھر ساری زندگی دین و ملت کی خدمت میں گزار دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو والہانہ عشق تھا ”محبوب خدا“ کی سطر سطر معیت کی آئینہ دار ہے۔ مولانا حامد رضا خاں اپنے دورہ پنجاب میں چودھری صاحب سے بھی ملے اور انہیں انبیاء و اولیاء کی گستاخی کے نام پر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری سے متنفر کرنے کرنے کی بہت کوشش کی۔ علامہ دیوبند کی عبارات بھی دکھلائیں مگر چودھری صاحب مرحوم نے ان عبارات کے حاملین کو ان پر اعتراض کرنے والے جاہلین کو بہت قریب سے دیکھا ہوا تھا۔ وہ علامہ دیوبند کے عشق رسول سے ناواقف نہ تھے۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی دن رات کی رفاقت سے ان پر عیاں تھا کہ یہ حضرات خدا اور اس کے رسول برحق کے بے ادب اور گستاخ نہیں بلکہ باادب بھی جانتے تھے کہ اسلام کے لیے قربانی ان حضرات کا تاریخ رہی ہے۔

مولانا صاحب مرحوم کو علماء دیوبند کی زیر بحث عبارت میں وہ "کفریہ" معنی کہیں دکھائی نہ دیئے جو مولانا احمد رضا خاں نے ان میں ڈال رکھے تھے اور تحریف معنوی سے انہیں وہ کفر ثابت کر رہے تھے۔ ایک ایسا شخص جو کسی طرح دیوبند سے وابستہ نہیں۔ اردو عبارت سمجھنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔ خود بھی مصنف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسے والہانہ محبت بھی ہے اور علماء دیوبند کی تحریرات اور ان کے علماء کی شبانہ روز زندگی پر بھی اسکی نظر ہے اور سچائی کی خاطر اعلیٰ کا زمت اور زندگی کو قربان کرنے کا جذبہ بھی اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے پھر بھی وہ علماء دیوبند کو ہی اسلام کا صحیح ترجمان اور انہیں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فدائی سمجھتا ہے تو یہ بات یقینی قرار پاتی ہے کہ علماء دیوبند کی زیر بحث عبارت میں ہر گز کوئی کفری معنی نہ تھے اور محض الزامات کے سہارے ان کے عقائد کا تعین کرنا علم و دیانت اور اخلاق و شرافت سے بہت بعید ہے۔

مجلس احرار اسلام اور سید حبیب کے
سید حبیب ایڈیٹر روزنامہ سیاست لاہور
 موسم و بدعات میں مولانا احمد رضا خاں کے ہم مسلک تھے لیکن معرکہ تکفیر میں وہ بھی مولانا احمد رضا خاں کے ہمنوا نہ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ سید حبیب ہندوستان میں انگریزی عملداری کے حامی نہ تھے اور انہیں یہ بات پسند نہ تھی کہ انگریز حکومت کی خوشنودی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تفریق ڈالی جائے۔ سید صاحب موصوف بھی علماء دیوبند کی ان زیر بحث عبارت میں وہ معنی نہ دیکھ سکے جو مولانا احمد رضا خاں کو انگریزوں کی عینک سے نظر آ رہے تھے بلکہ آپ نے ہم درواج میں بریلوی ہونے کے باوجود علماء دیوبند کی عظیم اسلامی خدمات کا نہایت واضح الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔

جہاں تک تحفظ دین، تردید مخالفین اور اصلاح المسالین کا تعلق ہے، دارالعلوم دیوبند کے مدرسین و مبلغین کا حصہ سارے ہندوستان سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ مثال کے طور پر ان غیر محدود

کوششوں کو ملاحظہ کر لیا جائے جو آریہ سماج نے اسلام کے خلاف کیں تو آپ کو روز روشن کی طرح نظر آئے گا کہ ان کی مساعی کے مقابلے میں سب سے زیادہ نمایاں طور پر جو سید نہ سپر ہوا وہ مدرسہ عالیہ دیوبند ہے۔

قاضی عبد المجید قریشی صدر سیرت کیٹی
قاضی صاحب مرحوم نے سیرت کے
عنوان سے ایک ملک گیر تحریک شروع

کی تھی۔ پٹی ضلع لاہور میں اس کا دفتر تھا۔ اس کے تحت ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قریب میں سیرت اور میلاد کے جلسے ہوتے تھے۔ علماء دیوبند کو قاضی صاحب مرحوم سے بعض امور میں اختلاف تھا۔ اس لیے سیرت کیٹی کے جلسوں میں زیادہ تر بریلوی علماء ہی شرکت کرتے تھے قاضی صاحب مرحوم علماء دیوبند سے اختلاف کے باوجود مولانا احمد رضا خاں کی تکفیری ہمہ کے ہمنوا نہ تھے، نہ انہیں علماء دیوبند کی اردو عبارات میں کہیں وہ کفریہ معنی نظر آئے تھے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کا فر قرار پائے۔ مولانا احمد رضا خاں ان دنوں فوت ہو چکے تھے اس لیے سیرت کیٹی کی تکفیر کا سہرا اب ان کے خلیفہ مولانا حسرت علی خاں کے سر پر تھا مومن لکھنؤں پر حکم شریعت مطہرہ مسلمانوں کو سیرت کیٹی میں شامل ہونا اور اس کا ممبر ہونا حرام۔ حرام۔ حرام۔ جو لوگ سیرت کے اقوال کفریہ قطعیہ یقینیہ ہر اطلاع یقینی حاصل کر لینے کے بعد بھی ان کے قائلین کو کافر مرتد کہنے میں توقف کرتے ہیں یا ان کے کافر ہونے میں شک رکھتے ہیں وہ خود حکم شریعت مطہرہ کافر مرتد ہیں۔

عمود الی المقصود
 غیر جانبدار اردو وال حضرات کی کافی شہادتیں آپ کے سامنے آ چکیں۔ ان حضرات نے اگر علماء دیوبند کو مسلمان سمجھا اور ان کی زیر بحث عبارات کے وہی معنی مراد سمجھے جو خود ان کے توفیق بیان کرتے تھے تو اب اس میں شک نہیں ہونا چاہیے کہ مولانا احمد رضا خاں کی تکفیری ہمہ کے پیچھے یقیناً کوئی سیاسی ہاتھ تھا۔ ان کے

اس عمل سے امت کا شاید ہی کوئی فرد ہو جو الزام کفر سے بچا ہوا اور یہ صیح ہے کہ ”احمد رضاؒ
 سارے مسلمانوں کی تکفیر ایک غنصر کے دو نام ہیں“ المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۴

فتوے کفر کی بریلوی بہار آپ دیکھ چکے یہ حقیقت بھی آپ کے سامنے کھل چکی کہ غیر جانبدار
 زعمائے قوم جیسے محمد علی جوہر ڈاکٹر اقبال، مولانا ظفر علی خاں اور چودھری افضل حق وغیرہ نے بریلویوں
 کی مشق تکفیر کو کبھی اچھی نظر سے نہ دیکھا۔ تحریک خلافت اور مسلم لیگ کے کئی رہنما اس دار فانی
 سے رخصت ہوئے لیکن مولانا احمد خاں کے مدرسہ بریلی میں کبھی کسی کے لیے تعزیت نہیں ہوئی
 یہ شرف صرف کانگریسی رہنماؤں اور سنجیدی حکمرانوں کو حاصل ہے کہ بریلوی ایوانوں میں ان کے
 لیے فاتح خوانی کی گئی۔

بریلویوں کی فتوے کفر کی گولہ باری میں
 کانگریسی رہنما کے لیے جلسہ تعزیت

جو دنیوی لحاظ سے ذی شوکت اور صاحب مال ہوا اور مولانا احمد رضا خاں کی جماعت کو اس سے
 کوئی دنیوی فائدہ پہنچ سکتا ہو۔ ہم نے تلاش کی۔ ہندوستان کے کسی کانگریسی مسلمان کا ان سے
 پتہ پوچھیں جو وزیر رہا ہو حضور وہ مسلمان ہے یا نہیں؟ اتنے میں ۱۹۵۴ء کی ایک خبر نظر سے گزری
 کہ جناب رفیع احمد قدوائی جو ملکی معاملات میں ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کے زبردست حامی تھے
 اور مولانا ابوالکلام آزاد کے نہایت غلصہ پیرو تھے۔ انکی وفات پر مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ
 بریلی میں ان کے لیے جلسہ تعزیت کی رپورٹ یوں پیش کی :

بریلی ۱۹ اکتوبر دارالاحیاء منظر اسلام
 بریلی کے مدرسہ منظر الاسلام میں تعزیتی جلسہ

جس میں ایک تعزیتی قرارداد میں کہا گیا کہ یہاں کے اساتذہ و طلباء و اراکین کمیٹی مدرسہ ہندوستان
 کے ہر تعزیت وزیر خدامت و قوم کے مقتدر لیڈر مقرر رفیع الدین قدوائی کے بھانجک انتقال پر
 اپنے دلی تاثرات اور گہرے رنج و الم کا اظہار کرتے ہیں اور غم جانکاح میں جو ان کی وفات سے
 ملک و قوم کو پہنچا ہے برابر کے شریک ہیں اور خداوند کریم سے مرحوم کے واسطے دلعلم و مغفرت

اور مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور تمام پسماندگان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ خداوند کریم انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔

جناب قدوائی صاحب علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے سرسید کے حلقے سے تعلق رکھتے تھے مولانا ابوالکلام آزاد اور اکابر جمعیت علماء ہند کو مسلمان سمجھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کافتوی تھا کہ جو شخص علماء ہندو اور دیوبند کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

مدرسہ منظر الاسلام بریلی کے سب اساتذہ اور طلبہ نے ایک ایسے شخص کے حق میں دعائے مغفرت کی جو ان کے بڑے حضرت کے نزدیک مسلمان نہیں کافر تھا۔ پس اس دعائے مغفرت سے بقول ان کے یہ سب حضرات بھی اسلام سے باہر چلے آئے اور مولانا احمد رضا کا پورا مدرسہ ہی کفر کی دلدل میں جا چھنسا۔

پاکستان کے مولانا محمد عمر امجدوسی سے کسی نے اس کا جواب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ وزیر خوراک تھا۔ معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے نزدیک خوراک سب مسائل پر غالب ہے۔ یہ خوراک ہے جس کی وجہ سے حرام کے احکام حلال سے بدل جاتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کافتوی تھا کہ جو شخص علماء دیوبند کو کافر نہ کہے اس کے لیے دعائے مغفرت حرام ہے مگر ہوا کا رخ دیکھئے کہ وزیر خوراک کے لیے یہ دعائے مغفرت حلال ہو گئی۔

شاہ فیصل مرحوم تو وزیر خود ملک
شاہ فیصل کے ایصالِ ثواب کیلئے قرآن خوانی نہ تھے۔ آپ سودی عرب

کے نجدی حکمران تھے۔ آپ کے لیے دعائے مغفرت کیلئے جائز ہو گئی؟ آپ ۵، ۱۹ میں شہید ہوئے تو انگلستان میں بریٹریوں کی مرکزی انجمن تبلیغ الاسلام بریڈ فورڈ نے مرحوم کے لیے ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا۔ روزنامہ جنگ لندن کی حکیم اپریل کی اشاعت میں یہ خبر آئی:

بریڈ فورڈ ۳۱ مارچ (نمائندہ جنگ) جامع مسجد تبلیغ الاسلام ساؤتھ فیلڈ اسکور میں خطبہ

جمعہ سے پہلے ایک جلسہ میں شاہ فیصل کی شہادت کو عالم اسلام کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا گیا۔۔۔۔۔ نماز جمعہ کے بعد مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے مسجد میں قرآن خوانی کی گئی۔

بعض بریلویوں نے مولانا ارشد القادری سے جو ان دنوں انجمن تبلیغ الاسلام بریلہ فورڈ کے ملازم تھے، پوچھا کہ حضرت شاہ فیصل کو وزیر خوراک نہ تھے۔ آپ نے برجستہ فرمایا بھائی وہ تو شاہ خوراک تھے۔ سعودی عرب سے گرانٹ لینے کے لیے اتنا جملہ کر لینا جائز ہے۔ ضرورت کے موقع پر وہابیوں کے لیے دعوئے مغفرت کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ ہم نے عرب ملکوں سے امداد لینے کے لیے درخواستیں دے رکھی ہیں۔

بعض بریلویوں نے اس کی یہ وجہ بتائی کہ شاہ فیصل سنہ میں جب پاکستان گئے تو داتا صاحب کی نگری میں جا کر بریلوی ہو گئے تھے اس لیے ان کے لیے دعوئے مغفرت میں حرج نہ تھا۔ جب ان کو بتایا گیا کہ مرحوم سعودی عرب آکر پھر وہابی ہو گئے تھے۔ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے امام وہابی ہی رہے اور وہ وہاں ان اہل علم کے پیچھے ہی نمازیں پڑھتے تھے۔ ان کے آخر دم تک دارالافتاء ریاض سے لے کر رابطہ عالم اسلامی تک ہر شعبہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہی و خیل و کار فرما رہے تو یہ سُن کر وہ بریلوی اپنا سامنے لے کر رہ گئے۔ یہ بات کہ شاہ فیصل پاکستان جا کر بریلوی ہو گئے تھے، ایک شرمناک جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

ارشد القادری صاحب ۱۹۷۵ء میں ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے شاہ فیصل مرحوم کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ایک بہت اہم بیان دیا تھا جو روزنامہ ملت لندن کی ۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں اس طرح برسر عام آیا تھا۔

ورلڈ اسلامک مشن کے جنرل سیکرٹری شاہ فیصل مرحوم کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے

لے بریلویوں کے ذہن میں حضرت شیخ علی ہجویری کے روحانی اثرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اثرات سے بھی زیادہ ہیں (معاذ اللہ) کہ شاہ فیصل مدینہ منورہ کی فضا میں توحی پر نہ آ سکے اور داتا صاحب کی نگری میں آتے ہی بریلوی ہو گئے۔ بریلویوں کا اس پر استدلال اس سے بھی زیادہ عجیب ہے وہ کہتے ہیں کہ شاہ فیصل مرحوم نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں یہ آیت پڑھی تھی۔ وسیرى الله معكم ورسوله۔ پٹا انوہایت ۹۴، اور اب اللہ اور رسول تمہارے

ایک دعوت میں جہاں چند شرفاء بھی مدعو تھے۔ کہہ رہے تھے کہ شاہ فیصل کو پاکستان اور عالم عرب خواہ مخواہ اہمیت دے رہے ہیں۔ یہ نجدی و بابائی ہے جو قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ اس کی حکومت کا تختہ الٹ جانا چاہیے یا اسے ختم کر کے کسی دوسرے اچھے عرب کو لانا چاہیے۔

خدا کی قدرت دیکھئے کہ والی حرمین کے خلاف اس دور تک سوچنے والے ارشد مقتلوی صاحب خود ہی انگلستان سے رخصت کر دیئے گئے اور شاہ گو خود شہید ہو گئے لیکن شاہ فیصل بھی شاہ فیصل کے طریق پر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ہی پیرو ہیں۔

ہم خوش ہیں کہ جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈ فورڈ نے وہابیہ نجد کو مسلمان تسلیم کرتے ہوئے ان کے سرخیل شاہ فیصل کے لیے ایصال ثواب کیا اور اس کے حق میں مغفرت کی دعائیں کیں یہ انہوں نے نیکی کی ہے، برائی نہیں کی لیکن ہم یہ کہنے پر بھی مجبور ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے کی رد سے جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈ فورڈ کے سب ارکان اور مولوی شاہ فیصل کی دعائے مغفرت اور ایصال ثواب سے کافر ہو چکے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں اس شخص کے بارے میں جو وہابیوں کے کفر میں شک کر رہے لکھتے ہیں :

اس کے لیے دعا مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفرانہ

ہم اس بات سے خوش نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ کفران کی انگلستان کی جماعت پر کیسے لوٹ رہا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عدم تکفیر سے مولانا احمد رضا کی پیش کردہ وجوہ کفر کے بانس اٹے بریلی کی طرف مڑ گئے تھے۔ ہم یہاں صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ ان لوگوں کے کفر کے فتوے بھی ان کے اخلاص پر مبنی نہیں جہاں اقتدار کی چمک دیکھی، کانگریسی رہنماؤں کے لیے بھی بریلی میں تعزیت کے جلے ہونے لگے اور وہابی حکمرانوں کے لیے بھی مغفرت کی دعائیں ہونے لگیں مگر افسوس کہ اس باب استثناء کے باوجود

عام دہائیوں، آزادی پسند تحریکوں، علماء دیوبند و ندوہ اور زعمائے قوم پران کی مشق تکفیر
 اسی طرح جاری ہے اور کہ مدینہ پر اب تک یہ کافروں کا قبضہ بتلا رہے ہیں
 ان کے ملابہراتے جانے والے کے کان میں کہتے ہیں کہ وہاں جا کر ان کے اماں کے پیچھے ہٹنا
 نہ پڑنا۔ وہابی کافر ہیں اور ان کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔

مولانا احمد رضا کی اس تحریک تفریق نے مسلمانوں کو مسترد ایک دوسرے سے دور کر دیا ہے کہ کون پینچ
 کر بھی وہ ایک صف میں کھڑے نہ ہو سکے اور نہ سوچ سکے کہ کب سے کبھی کفر ہی ملے تو اسلام کہاں رہے گا
 ————— حق یہ ہے کہ بریلویوں کے اس شرابی تکفیر کے پیچھے اخلاق کا رفرمانہیں ————— یہ انگریز
 حکومت کا ایک سیاسی حربہ تھا جسے غاصب سے زیادہ مضبوط کندھانہ مل سکا۔ مرزا غلام احمد کی
 ایک آنکھ بھیگی تھی وہ نشانی پر نہ بیٹھ سکی —————
 مولانا حسین الدین اجیری لکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ صرف انبارِ عصر کی تکفیر پر اکتفا کریں۔
 آپ کی شمشیر تکفیر سے سلف صالحین کی گردنیں بھی محفوظ نہیں رہے
 ہماری سب رسمی اہل سنت مسلمانوں سے درخواست ہے کہ بلاوجہ اپنے آپ کو
 مولانا احمد رضا خان سے منسوب نہ کریں اور ان کا پوری امت کو کافر قرار دینے کا بوجھ
 اپنے سر نہ لیں۔

تفریقِ امت کا یہ المیہ ہے۔ اسے اس کے سیاسی پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔
 ان کا یہ شوق تکفیر نہ بلان زد خاص و عام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی کیلئے خطرناک
 نقطہ آلام ہے۔ ضرورت ہے کہ بریلویوں کے اس شوق تکفیر کا کچھ سیاسی جائزہ بھی لیا جائے۔

شوق تکفیر کا سیاسی جائزہ
تکفیریت کی المناک داستان

اشرف

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے پتی ایچ ڈی۔
ڈاکٹر اسلام کنسیٹیٹی مینجسٹر

ابلیس ہے بتاتیرے دل میں خدا بھی
اب تم ہی کو کس کی خدا دل کی خدا ہے
تم جس کے بتائے ہوئے رستوں پر چلے ہو
اس نعرہ تکفیر کی اس ہر سو دبا ہے

بریلویوں کے شوق تکفیر کا سیاسی جائزہ

الحمد لله وسلاو علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

برسرِ اقتدار لوگ پنجہ استبداد کی گرفت مضبوط کرنے کے لئے کیا کچھ نہیں سوچتے اور کیا کچھ نہیں کرتے۔ برصغیر پاک و ہند انگریز گرفت میں کیے چلا گیا۔ بریٹیسیٹ کام کرتے رہے اور دایاں ریاست ایک دوسرے کے خلاف لڑتے رہے۔ اندرونی جنگاریاں سلگتی رہیں اور غریب و حدت جتا رہا۔ اور صوبے اور ریاستیں ایک ایک کر کے بریٹیسیٹ ہاتھوں میں چلے گئے۔ انگریزوں نے اس آگ کی روشنی میں اپنے مستقبل کو دوزخ تک وسیع دیکھا۔

نکری طرز پر یہاں کی محنت مند قوم صرف مسلمان تھے انہیں اپنے ماضی سے جدا کرنا علماء حق سے ہر گمان رکھنا۔ ایک قوم نہ رہنے دینا۔ ہندو اثرات سے انہیں شدہ کرنا اور انگریزی تہذیب کا گردیدہ بنانا یہ وہ تاریک راہیں تھیں جن میں قاطعت کو اقتدار کے سلسلے میں مختلف پیرایوں سے کھینچا جا رہا تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کی تفریقِ ملت اور تفریقِ بین المسلمین کی کوششوں کے پیچھے بھی یقیناً بھانوی ہاتھ تھا۔ افسوس کہ بہت سے نادان و دست مولانا احمد رضا کی ہاں میں ہاں ملا کر تفریق کی آگ میں جل رہے ہیں۔ حالات کا رخ اس طرف کیسے ہو گیا؟ اسے جاننے کے لئے پچھلے ایک سو سال کی تاریخ سامنے ہونی چاہیئے۔

تحریک تکفیر کا سیاسی جائزہ

ایک صدی پہلے کا پس منظر | آج سے تقریباً سو سال پہلے ترک مسلمانوں کی سب سے
 بڑی سیاسی طاقت تھی۔ خلافت عثمانیہ سب اسلامی
 ملکوں کو سہارا دیئے ہوئے تھی۔ انگریز پہلے ہی ترکوں اور دوسرے مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے
 خلاف تھے۔ جنگ عظیم میں ترکوں اور جرمنوں کے مابین سیاسی مفاہمت مزید مخالفت کا باعث
 ہو گئی۔ انگریز جرمنوں کے خلاف تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ یورپ کی سیاسی قیادت ان کے ہاتھ
 میں رہے اور مسلمانوں کی قیادت ترکوں کے ہاتھ میں نہ رہے۔ جرمن اور فرانسیسی انگریزوں کے
 زیر سایہ رہیں اور ترک عالم اسلام کے قائد نہ رہیں۔ جرمنوں اور ترکوں کو عالمی سیاست میں
 پیچھے کرنے کا پروگرام بن گیا۔

اس مہم کو نمر کرنے کے لئے عربوں اور ترکوں میں اختلافات پیدا کرانے ضروری
 تھے۔ آل سعود اور ترکوں میں پہلے سے جھڑپیں چلی آرہی تھیں اور وہ ایک دوسرے کے
 خلاف تھے۔ اب حجاز کے عربوں کو بھی ترکوں کے خلاف صف آما کرنا ضروری ہو گیا۔
 ترک مرکز اسلام سے بے دخل ہو جائیں تو مسلم قیادت عالمی سطح پر ان کے ہاتھ سے
 نکل جاتی تھی۔

خلیفہ عبدالحمید ۱۹۰۹ء میں معزول کیے گئے۔ یہ ترکی کے
 خلافت عثمانیہ کا زوال | سیاسی اضمحلال کا آغاز تھا۔ اس کے بعد بلغاریہ ہاتھ سے
 گیا۔ پھر آسٹریا نے کئی ترکی علاقے دبا لیے۔ ۱۹۱۰ء میں انٹلی نے طرابلس میں جنگ چھیڑ
 دی۔ اس میں بھی بہت سے علاقے ترکوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ۱۹۱۳ء میں جنگ عظیم
 شروع ہو گئی۔ انگریزوں نے ۱۹۱۶ء میں عرب ممالک میں بغاوتیں کرا دیں۔ شام،
 حجاز، فلسطین اور عراق سب ایک ایک کر کے علیحدہ ہو گئے اور وہ عظیم سلطنت جو کبھی
 بلغاریہ سے بحیرہ عرب اور طرابلس تک پھیلی ہوئی تھی۔ انگریزی سیاست کے تحت

انتشار کا شمار ہو گئی۔ ہندوستان میں مسلمان بہت پریشان تھے۔ وہ سلطنت عثمانیہ کو اسلامی شرکت کی آخری نشانی سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمان سلطنت عثمانیہ کے گرد پھر جمع ہو جائیں۔ ہندوستان میں تحریک خلافت چلی۔ اس تحریک کا مقصد ایک طرف انگریزوں کو کمزور کرنا اور دوسری طرف حلیفہ عبدالحمید خاں کو مسلمانوں کی عالمی حمایت دلانا اور مسلمانوں کو باہمی تفرقے سے بچانا تھا۔

گولڑہ کے مولانا فیض احمد صاحب لکھتے ہیں :

عوام اور سیاسی لیڈروں کے علاوہ فرنگی محل۔ ندوہ۔ دیوبند۔ تونسہ شریف اور سیال شریف وغیرہ کے دینی اور روحانی مراکز کے علماء اور مشائخ بھی خلافت اسلامیہ کے تحفظ پر کمر بستہ ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ (پیر مہر علی شاہ صاحب) کے بعض اصحاب مثلاً حضرت مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاولپور مولانا بکرت علی پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور حکیم شمس الدین وزیر آبادی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری امرتسری وغیرہ نے بھی اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مولانا احمد رضا خاں نے فتویٰ دیا کہ ترک شرعاً خلافت کے اہل نہیں۔ خلافت عربوں کا حق ہے۔ اس ایک آواز کے سوا کوئی آواز انگریزوں کے حق میں نہ تھی۔ مولانا احمد رضا خاں نے دوام العیش لکھی اور ثابت کیا کہ خلافت ترکوں کا حق نہیں صرف قریش کا حق ہے آپ نے اعلام اعلام کلمہ کر ثابت کیا کہ ہندوستان انگریزی عملداری میں دارالسلام ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ کہ ہندوستان دارالحرب ہے غلط تھا۔ مولانا احمد رضا کے اس فتوے سے انگریزوں کی پوزیشن کافی مضبوط ہو جاتی تھی۔

ترک ناکام ہوئے تو ملک عبدالعزیز بن سعود نے شریف مکہ کو بھی نہ چلنے دیا ملک عبدالعزیز کے اس عمل سے انگریزوں کا پروگرام کہ کسی طرح حجاز بھی ان کے زیر نگین ہو جائے عمل میں نہ

آسکا کل سعود نے آگے بڑھ کر وہ زنجیریں کاٹ دیں جو انگریز حجاز کے گرد باندھنا چاہتے تھے۔ اب انگریزوں کے ہاتھ میں یہی تھا کہ آل سعود کو ہندوستان اور مسلم ملک میں مذہبی بنیادوں پر بدنام کیا جائے۔ مولانا ظفر علی نے آستانہ بریلی کے ان فتوؤں کا لازمی کھول دیا۔ ۷۰ کاٹ دی کیوں نجد کے خنجر نے زنجیر حجاز یہ وہ سنگین جرم ہے جو ہو نہیں سکتا معاف انگریزی سیاست کا اس وقت تقاضا تھا کہ ترکوں کی مخالفت کے ساتھ ساتھ آل سعود کے خلاف بھی ہم پلے اور پورے زور سے پلے اور پھر ترکوں اور سعودیوں میں بھی مخالفت کے فاصلے اور بڑھائے جائیں۔

آل سعود اور شریف مکہ کی مخالفت | شریف مکہ بغادت سے پہلے ترکوں کی طرف رخ کرتے تو شریفین کی طرف سے مزاحمت ہوتی تھی۔ شریفین نے سعودیوں کے مقابلے کے لیے محمد علی پاشا جزیہ مصر سے بھی مدد لی تھی اور سعودیوں کو بہت تنگ کیا تھا۔ حج تک کی بلنڈیاں ان پر عائد کر رکھی تھیں۔ بظاہر اس سختی کے موجب ترک تھے لیکن حقیقت میں یہ نقشہ عمل شریفین کا ہوتا تھا اور شریفین کے پس پشت ترک نہیں برطانوی استعمار کی سازش تھی انگریز شریف کو بیک وقت سعودیوں اور ترکوں سے لڑانا چاہتے تھے۔

آل سعود کے خلاف زبردست پراپیگنڈا کیا گیا کہ وہ عقیدۂ اہل سنت نہیں غوراج ہیں اور انی لگا ہوں پر مسلمانوں کا خون بہانا جائز سمجھتے ہیں۔ آل سعود پہلے بھی کچھ عرصہ حجاز پر قابض رہ چکے تھے۔ اس دور کے بعض وقائع اس انداز میں ترتیب دیئے گئے کہ آل سعود کو واقعی غوراج ثابت کیا جاسکے۔ انگریزوں کی شاطرانہ سیاست مسلمانوں کو تقسیم کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ بلند پایہ فقیہ اور محدث تھے لیکن توح اور سیاستدان نہ تھے۔ ان کی اطلاعات زیادہ تر محمد علی پاشا کے حلقہ اثر سے آتی تھیں۔ آپ نے بھی ان اطلاعات کی بناء پر سعودیوں کو غوراج کے ہم مسلک سمجھ لیا اور وقت کے

سیاسی پراپیگنڈے کے مدوجزر کا پوری طرح جائزہ نہ لے سکے۔ رد المحتار باب البغاة میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف جو عقیدے منسوب کیے گئے ہیں۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے صاحبزادے کی کتابوں میں ان کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا ہے ان کے خلاف پراپیگنڈا بہت سخت تھا۔ یہاں تک کہ علامہ شامی جیسے بزرگوں نے بھی ان خبروں پر اعتماد کر لیا اور پھر اسی لائن پر اور بہت سے علماء چلے گئے۔ اور جب تک حقیقت حال نہ کھلی انہوں نے اپنا موقف نہ بدلا۔

اس پس منظر سے یہ بات باآسانی سمجھ آ جاتی ہے کہ شریف سے بغاوت کرانے کے بعد انگریز اس کی حمایت میں سودیوں اور ترکوں دونوں کے خلاف تھے۔ وہ ترکوں کی مخالفت سے مسلمانوں کی سیاسی شوکت کو تاراج کرنا چاہتے تھے اور آل سعود کی مخالفت سے مسلمانوں میں شرک و بدعت اور غلیظ نظریات کی آبیاری چاہتے تھے۔ مسلمان روح اسلام سے بیگانہ رہیں تو مجموعی طور اس سے تفریق بین المسلمین کا مقصد پورا ہوتا تھا۔ انگریز اس سلسلہ میں حجاز اور ہندوستان دونوں محاذوں پر کام کرنا چاہتے تھے۔

سیاست کے اس موڑ پر ہندوستان میں مولانا فضل رسول
مولانا فضل رسول بدایونی | بدایونی (۱۲۳۱ھ تا ۱۲۸۷ھ) ابھرتے ہیں۔ آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے شاہ ولی اللہ حضرت مولانا اسماعیل شہید اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کی مخالفت میں قلم اٹھایا۔ مولانا اسماعیل (دہلوی) اور شیخ محمد بن عبدالوہاب (نجدی) کے درمیان فرضی رابطے بتلائے اور اس نسبت سے ان پر وہابی کا نام اور الزام قائم کیا۔ ہندوستان میں یہ لفظ وہابی کا یہ پہلا تعارف تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جو برطانوی ہند کو دارالحرب قرار دے چکے تھے۔ ان کے خاندان، خلفاء اور جانشینوں پر یہ لفظ پھر بڑی صفائی سے اتار لیا گیا۔

مولانا فضل رسول کے خاندان کے ایک مرید محمد یعقوب القادری نے اکل التاریخ کے دوسرے حصے میں مولانا کے سوانح حیات لکھتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں، 'مولانا معاش کی فکر میں سرگرداں تھے کہ انگریزوں نے قدردانی کا ہاتھ بڑھایا۔ موصوف لکھتے ہیں،

اس بڑھتی ہوئی ہمت اور چڑھتے ہوئے دلولہ نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی جانب سے فارغ البالی ہو۔ آخر اس جستجو پر بارادہ ریاست گوالیار گھر سے قصد سفر کیا۔

”کسی جگہ کوئی ایسا تعلق“ کے الفاظ بہت معنی خیز ہیں۔ والٹی گوالیار پر انگریزوں کی خاص عنایات تھیں۔ اس کے ذریعہ یہ تعلق بہت حوصلہ ہو سکتا تھا۔ انگریزوں کی قدردانی بلا مقصد نہ ہو سکتی تھی۔ قادری صاحب پھر لکھتے ہیں :

آپ کی خداداد قابلیت نے وطن کی چادر دیواری سے نکل کر شہرت و ناموری کے علمی سبزہ زاروں کی کلگشت شروع کی حکام وقت (انگریزوں) اور والیان ریاست (نواب اور راجے جو انگریزوں کے پولیٹیکل ایجنٹ ہوتے تھے) نے قدردانی اور مرتبہ شناسی کے لیے دست طلب بڑھانا شروع کر دیئے اور آپ کی خدمات کو سرکاری کاموں کی انجام دہی کے لیے مانگنا چاہا۔ آپ نے کچھ دنوں حکمرانوں اور اس وقت گورنمنٹ میں قائم تھا اور بطور مفتی کے علما کو عہدے دیئے جاتے تھے کو اپنے ”مسک انصاف جو“ کی روشنی میں فروغ بخشا۔

وہ مسک انصاف جو کیا تھا جس کے لیے مولانا فضل رسول بدایونی کو تنخواہ ملتی تھی؟

۱۔ اکل التاریخ جلد ۲ صفحہ ۳۵۷ آپ کی مولانا اسماعیل شہید اور حضرت شاہ محمد اسحق کی عبارتوں پر گرفت کرنے کی قابلیت مراد ہے۔ ۲۔ سرکاری خدمات یہی تھیں کہ ہندوستان کو دارالسلام ثابت کیا جائے اور جو علماء انگریزوں کے خلاف کام کر رہے تھے ان پر فتوے لگائے جائیں ۳۔ یہ فتوے انگریزوں کی سرپرستی میں دیئے جاتے تھے ۴۔ اکل التاریخ جلد ۲ صفحہ ۳۵۷

وہ مسلک مسلمانوں میں بدعات کا فروغ اور ہندوستان کے قافلہ آزادی کی حوصلہ شکنی تھی۔
 محمد شین دہلی کے خلاف پراسپیڈا کرنا اور مولانا اسماعیل شہید کے خلاف زہر اگانا تھا۔ مولانا افضل
 رسول کے ذمہ یہ خدمت بھی تھی کہ جس طرح ہو سکے ان محمد شین دہلی کا تعلق نجد کے سعودیوں سے
 جوڑا جائے تاکہ وہ طاقتیں جو عرب میں آل سعود کے خلاف ہیں۔ ہندوستان میں شاہ اسماعیل
 شہید شاہ محمد اسحق اور ان کے ہمنواؤں کے خلاف کام کر سکیں۔ اس طرح سرکار انگلشیہ کو
 مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید ہر دو جگہ میں حلیف میسر آسکیں گے۔

مولانا افضل رسول نے ان خدمات میں جو کتا ہیں لکھیں ان کے نام بتلا رہے ہیں۔
 کہ آپ مسلمانوں میں کس قسم کی فضا پیدا کرنی چاہتے تھے۔ یہ نام بتلاتے ہیں کہ آپ نے
 ان اختلافات کو واقعی محاذ جنگ بنا دیا تھا۔

(۱) سیف الجبار علی اعداء الابرار (۲) بوارق محمدیہ (۳) تصحیح المسائل

یعقوب حسین صاحب قادری آپ کی سرکاری خدمات کی یہ تنخواہ بیان کرتے ہیں۔
 ”نواب محی الدولہ صاحب نے کوشش کر کے سترہ روپے یومیہ مقرر کرادیئے۔ اس وقت
 سے یہ روپیہ اب تک گیارہ روپے روزانہ کے حساب سے ریاست فرخ نہاد سے برابر جاری
 ہے جس کی تعداد سرکاری سکھ سے دو سو ساٹھ روپے ماہوار کے قریب ہوئی۔“

گیارہ روپے یومیہ کی اس خدمت سے عوامی رابطہ کی مجلسیں بھی قائم کی جاتیں انہیں
 گیارہویں شریف کی مجلسیں کہا جاتا تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے خاندان کے لوگ اس انگریزی
 سیاست کی مخالفت کرتے تو انہیں نجد کے آل سعود سے جوڑ دیا جاتا اور پھر نہایت عمدگی سے
 انہیں دہلی کا نام دے دیا جاتا۔ یہ ہندوستان میں اس نام کی ابتداء تھی۔

مولانا احمد رضا کے ہاں بھی گیارہویں کا تعلق گیارہ روپوں سے تھا گیارہ ماہ سے نہیں کچھ چھوٹی صاحبہ بیٹے
 بچے کا رفتار پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شرعی منگائی اپنے پلنگ پر مجھے بٹھا کر

لے یہ کتاب حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلی کی کتاب فائدہ مسائل کے جواب میں ہے۔ نہ ضارحرم علیہ السلام

محمدین دہلی کا سعودیوں سے جوڑ بھانے کے لیے ان لوگوں نے یہ بات گھڑ رکھی تھی کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کی کتاب تقویتہ الایمان شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو ترجمہ ہے اور اب تک یہ لوگ عوام کو یہی بات بتلا رہے ہیں۔ مولوی امجد علی لکھتے ہیں :
 کتاب التوحید کا ترجمہ ہندوستان میں اسماعیل دہلوی نے کیا جس کا نام تقویتہ الایمان رکھا اور ہندوستان میں اسی کتاب (انے و با بیت پھیلائی
 وہابیوں کا بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر مشرک ہے۔

ہندوستان میں جو خدمات مولانا افضل رسول بدایونی
 حجاز میں مولانا احمد زینی دحلان کے پُر و تھیں۔ حجاز میں یہ خدمات مولانا احمد زینی

دحلان تنونی (۱۳۰۴ھ) بجالا رہے تھے۔ آپ سعودیوں کے بہت خلاف تھے اور ابھی تک حجاز آل سعود کے زیر نگین نہ تھا۔ زینی دحلان نے ”خلاصہ الکلام فی امراء البلد الحرام“ میں اپنے مہربان امراء کی حمایت میں اور سعودیوں کی مخالفت میں بہت کچھ لکھا ہے۔ علامہ
 لے یہ صحیح نہیں کہ تقویتہ الایمان کتاب التوحید کا ترجمہ ہے۔ تقویتہ الایمان میں قرآن کریم کی کچھ آیات اور حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث ایک خاص ترتیب اور نسبت سے باب وار جمع کی گئی ہیں۔ اس مجموعہ احادیث
 کا نام پہلے ”ردالاشراک فی علم الحدیث“ تھا۔ میرٹھ کے ایک قدیم کتب خانے میں اس کا ایک قلمی نسخہ حضرت شہیدؒ
 کی زندگی کا لکھا ہوا ملا ہے۔ یہ ۱۲۴۲ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے سرورق پر یہ الفاظ لکھے ہیں :-

”ردالاشراک فی علم الحدیث“ تالیف مولوی اسماعیل بلادر زادہ حضرت شاہ عبدالعزیز مہرم دہلوی رحمۃ اللہ

کتاب کے آخر میں حضرت مولانا اسماعیلؒ کا یہ شعر بھی لکھا ہے۔

سے گوید ایں بندہ ضعیف و ذلیل نام ادہست عاجز اسماعیل

حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کتاب کے پہلے باب کرا اس کے اردو ترجمہ اور تشریح کے بعد تقویتہ الایمان
 کے نام سے موسوم کیا تھا۔ پھر اس میں بعض ترمیمات اور اصلاحات بھی کی تھیں۔ کتاب کی عام اشاعت اس
 کے پہلے ایڈیشن سے ہی ہوئی ہے۔ اسے بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۹۳۔

رشید رضا مصری لکھتے ہیں کہ احمد زینی اپنے اولیاء نعمت کے اشاروں پر ان لوگوں کے خلاف بہت غلط باتیں مشہور کرتے تھے۔ جو ان کی مصلحتوں کے خلاف چلتے تھے۔

علامہ رشید رضا حجاز یا ہندوستان کے رہنے والے نہ تھے۔ آپ مصری تھے لہذا یہ بیان ایک غیر جانبدارانہ شہادت ہے زینی دحلان واقعی انگریزی مفادات کے مطابق چلتے تھے۔ براہ راست ان کا ہندوستان سے تعلق نہ تھا۔ ان کا ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینا پتہ دیتا ہے کہ وہ حجاز میں بھی ہندوستان کے انگریزی مفادات کے طرفدار تھے ڈبلیو نٹریجی کتاب ”ہمارے ہندوستانی مسلمان“ میں زینی دحلان کے اس فتوے کو نقل کرتا ہے سوال، کیا ملک ہندوستان جس کے حاکم عیسائی ہیں۔ جو اسلام کے تمام احکامات میں مداخلت نہیں کرتے مثلاً روزہ، نماز، عیدین کی نماز وغیرہ وغیرہ مگر اسلام کے بعض احکام کے چھوڑ دینے کو جائز سمجھتے ہیں۔ مثلاً وہ اس شخص کو جو مرتد ہو گیا ہو اور عیسائی بن گیا ہو اپنے مسلمان آباؤ اجداد کی جائیداد کا وارث قرار دیتے ہیں۔ دارالاسلام ہے یا نہیں؟ جواب، سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو واحد ہے اور خدا ہمارے رسول اور اسکی آل اور اس کے اصحاب اور اس پر ایمان لانے والوں پر رحمت فرمائے۔ اے اللہ میں تجھ سے نیکی کا راستہ چاہتا ہوں۔ ہاں بے شک کہ اس میں اسلام کی بعض خصوصیات جاری ہیں وہ دارالاسلام ہے۔

(دستخط) احمد زینی دحلان مکہ معظمہ شافعی مذہب کا مفتی

ہندوستان کو دارالاسلام ٹھہرانے کی کوشش | انگریزوں کی انتہائی کوشش تھی کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

کے اس فتوے کے خلاف کہ ہندوستان دارالحرب ہے کچھ علماء کھڑے کیے جائیں جو انگریزی عملداری کے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیں۔ حجاز میں یہ خدمت مولانا زینی دحلان سے

لی گئی لیکن حجاز ہندوستان سے بہت فاصلے پر تھا۔ وہاں زینبی دحلان کے فتوے کا زیادہ اثر نہ ہو سکتا تھا۔ ضرورت تھی کہ خود ہندوستان کے کچھ علماء یہ خدمت سرانجام دیں۔ ہندوستان میں یہ خدمت مولانا احمد رضا خاں نے سرانجام دی آپ نے اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام لکھ کر حریت پسند مسلمانوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی بہت کوشش کی۔ آپ کا حلقہ عقیدت ہر ہر تحریک آزادی میں انگریزوں کے ساتھ رہا۔ تاہم انگریزی سیاست کا تقاضا تھا کہ مولانا احمد رضا حجاز آکر مولانا احمد زینبی سے ملاقات کریں احمد زینبی آل سعود کے خلاف اور احمد رضا علماء دیوبند کے خلاف محاذ کھولیں۔ احمد نام کے یہ دونوں شخص حجاز میں طے بہت دیر تک یہ ملاقات ہوتی رہی۔ یہ ملاقات نہایت خطرناک تھی۔ جو آخر ہو کر رہی اور اس نے وہ گل کھلائے جن کے زخم آج تک مندمل نہیں ہو سکے۔ یہی پروگرام بنا کہ مولانا احمد رضا علماء دیوبند کے خلاف ایک تکفیری دستاویز تیار کریں اور مولانا احمد زینبی کے اثر سے بعض علماء حرمین سے اس کی تائید لی جائے اور پھر ہندوستان میں حسام الحرمین کے نام سے یہ تلوار چلا دی جائے۔ ہندوستان میں مولانا احمد رضا ان خطرات میں مولانا فضل رسول کے جانشین تھے۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے بعد
مولانا فضل رسول کے بعد مولانا احمد رضا خاں
 آئے جو برٹش انڈیا میں انگریزوں نے محدثین دہلی اور ان کے جانشین علماء دیوبند کے خلاف قائم کیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں ان اختلافات میں اوپر سے پھینکے گئے تھے۔ آپ نے اپنی قابلیت سے ان اختلافات کو ٹرنے کا میدان بنا دیا۔ پھر وہی الفاظ آپ کی زبان پر تھے جو قتل و قتال کے نقشے کھینچتے تھے۔ ایک مقام پر خود لکھتے ہیں۔

وہ رضا کے نیرے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں خار ہے۔ کے چارہ دل کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے۔

مولانا فضل رسول اور مولانا احمد رضا میں قدم مشترک دونوں کا مہر و کائنات بیعت تھا دونوں کو بزرگی اسی گدی سے ملی تھی۔ مسلمانوں کے دینی حلقوں میں مارہرو۔ بدایوں اور بریلی انگریزوں کی حمایت کے عین اسلامی مرکز سمجھے جلتے تھے اور ان تینوں جگہوں پر آزادی ہند کی تحریکات کے خلاف خدمات سرانجام دی جاتی تھیں۔ حکام وقت ان مراکز کا بہت خیال رکھتے اور انہیں بڑی مراعات حاصل ہوتی تھیں۔ مولانا اسماعیل شہید اور علماء دیوبند کی خلاف تینوں جگہوں سے ایک ہی آواز اٹھتی رہی اور جو علماء جہاد کا نام لیتے یا ہندوستان کو دارالحرب کہتے یا کسی تحریک آزادی میں پیش پیش ہوتے۔ ان پر ہر ایک قسم کے الزامات کی گولہ باری ہوتی، لیکن احمد رضا خاں ان خدمات میں اس طرح سبقت لے گئے کہ آپ نے الزامات کے ساتھ ساتھ کفر کے گولے بھی پھینکے اور اس بے دریغ انداز میں پھینکے کہ اب جو شخص علمائے دیوبند کے کفر میں شک بھی کرے اسے بھی کافر ٹھہرایا پھر ان سے تکفیر کی ایسی مہم چلی کہ ڈاکٹر اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح بھی بریلویوں کے نشانہ تکفیر سے گھائل ہو گئے۔ گھائل تری نظر کا یہ نوع و گہر ایک زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں

مولانا فضل رسول بدایونی کو دوسو ساٹھ روپے ماہانہ بدایوں اور بریلی میں زور آزمائی

عبدالقادر بدایونی اور ان کے بعد ان کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی لیتے رہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عملی طور پر جس نے مولانا فضل رسول کی جانشینی کی وہ مولانا احمد رضا خاں تھے اور وہی کو شان رہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مستقل طور پر دو مکتب بن جائیں اور مسلمان ایسے ٹہیں کہ پھر کبھی آپس میں ایک نہ ہو سکیں۔ آپ نے زندگی کے پچاس سال اسی جدوجہد میں صرف کیے۔ آپ کے معتقد سوانح نگار احمد قاری پہلی بھیتی لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال مسلسل اس جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ دو مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے۔ بریلوی اور دیوبندی۔

یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے ہاں الیکشن میں ہمیشہ ان امراء کی حمایت ہوتی تھی جو تاج برطانیہ کی حمایت میں پیش پیش رہتے تھے۔ اور اسی لیے بریلی کے انگریزی محکام مولانا احمد رضا کے لیے مناسب فضا بھی ہموار کرتے تھے۔ اس لحاظ سے مولانا فضل رسول بدایونی کا گیارہ روپے یومیہ وظیفہ بھی مولانا احمد رضا کا ہی حق بنتا تھا۔ علماء دیوبند اور دیگر حریت پسندوں کے مقابلہ میں معاذ کی قیادت آپ ہی کر رہے تھے۔ مولانا بدایونی کے بیٹے اور پوتے کو اسی لائن پر تھے لیکن قیادت ان کے ہاتھ میں نہ تھی۔ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ مولانا احمد رضا سے بے انصافی تھی۔ اس اندرونی صورتحال میں یہ ہوا کہ بدایوں اور بریلی ایک مسئلے کی آڑ میں ایک دوسرے کے خلاف پوری طاقت سے نبرد آزما ہو گئے۔

اذانِ جمعہ کے مسئلہ پر اختلاف | مولانا احمد رضا نے یہ موقف اختیار کیا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد سے باہر ہونی چاہیے۔ علماء بدایوں اسی موقف پر تھے جو پہلے سے عام چلا آ رہا تھا کہ جمعہ کی اذان ثانی امام کے منبر پر آنے کے بعد منبر کے سامنے ہو۔ اس اختلاف میں مولانا احمد رضا نے علماء بدایوں کے خلاف خوب غصہ نکالا۔ ان کے خلاف بدزبانی بھی کی۔ مولانا عبدالماجد بدایونی کو متکبر و غیر خطابات سے نوازتے رہے اور حالات یہاں تک پہنچے کہ مفتی سادات حسین بدایونی نے مولانا احمد رضا کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔

مارہرہ کے گدی نشین اس کشمکش میں مولانا احمد رضا خاں کے ساتھ تھے۔ مارہرہ کے میاں ہمدی حسین نواب حامد علی خاں والٹی رامپور سے اچھے تعلقات رکھتے تھے۔ انگریز و فساد نے ان کو ایک سلسلہ میں پرورد کھا تھا۔ نواب صاحب نہ چاہتے تھے کہ مولانا احمد رضا کو سزا ہو جائے۔ میاں ہمدی حسین نے نواب صاحب کے ذریعے مقدمہ خارج کرایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا عبدالماجد بدایونی نے تحریک خلافت کی حمایت کا اعلان کر دیا جس کی مولانا احمد رضا خاں مخالفت کر رہے تھے۔

انگریزی حکومت کی طرف سے مولانا احمد رضا کی حمایت | بریلی میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے

سجائی جناب اکبر علی مقیم تھے۔ مولانا اشرف علی کا ان کے ہاں آنا جانا ہوتا تو شہر کے تعلیم یافتہ لوگ آپ کی تقریروں کے لیے اصرار و اہتمام کرتے۔ یہ صورت حال مولانا احمد رضا کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھی۔ خان صاحب نے مشہور کر رکھا تھا کہ علماء دیوبند حضور پر صلوة سلام نہیں پڑھتے اور بزرگوں کو نہیں مانتے۔ مولانا اشرف علی صاحب کے بیانات و مواظبات ان الزامات کا عملی جواب ہوئے تھے حضور رسالت مآب کی محبت اور بزرگوں کی عقیدت حضرت مولانا تھانوی کے تقریروں کی جان ہوتی تھی اور اس سے خال صاحب کا کیا کرایا پراہنگینہ سب بیاد مشور ہو جاتا پلہا بریلی شہر حضرت کی تقریروں میں اٹھ پڑتا تھا۔ مولانا احمد رضا سے بن نہ پڑتی تو علمابدلیوں سے امداد طلب کرتے۔ بدایوں سے مولانا محب احمد بدایونی کو بریلی بلاتے اور انکی تقریریں کراہیت تھے۔ خود انہیں تقریر کرنا نہ آتی تھی۔ بدایوں کے عائد بریلی آکر وہاں کے حکام سے 'بات چیت' کرتے اور اس طرح انگریزی حکومت کے سایہ عاطفت میں مولانا احمد رضا خاں کے لیے فضا ہمار ہو جاتی۔ مولانا عبدالقادر بدایونی مفقوری اپنے رسالہ نذرانہ عرس میں لکھتے ہیں :

مولانا اشرف علی صاحب کے بیانات سے جو ملتی پیدا ہوتی حضرت مولانا محب احمد بدایونی کو اعلیٰ حضرت بدایوں سے بلاتے جواب ترکی بہ ترکی ہو جانا حکام بریلی کے ملاقاتی بدایوں کے عائد فردا بریلی پہنچ جاتے اور اعلیٰ حضرت کے لیے فضا ساز گار ہو جاتی ہے

حکام کا مولانا احمد رضا پہلے فضا ساز گار کرنا بڑا معنی خیز جملہ ہے۔ گھر کی شہادت بتلاتی ہے کہ انگریز حکام اپنے چوبداروں کے توسط سے مولانا احمد رضا خاں کے ساتھ تھے اور مولانا احمد رضا پر انگریزی حکومت کی عنایات عام تھیں۔ انگریز ان کے لیے فضا ساز گار نہ کرتے تو علماء دیوبند کے مقابلے میں ان کا کوئی مقام نہ رہتا تھا۔

شیخ فضل حسین کی عنایات | نواب کلب علی خاں آف رامپور سرکار انگلشیہ کے اولی

درجے کے خیر خواہ تھے۔ ان کے مشیروں میں شیخ فضل حسین کا نام بھی ملتا ہے۔ مولانا احمد رضا کے رامپور سے تعلقات انہی صاحب نے قائم کرائے تھے اور انہی کے ذریعہ مولانا کی سرکار میں پذیرائی ہوئی۔ تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ یہ شیخ فضل حسین مولانا احمد رضا خاں کے خسر تھے مولانا کا مقصد سوانح نگار شاہ مانا میاں قادری لکھتا ہے :

اعلیٰ حضرت کے خسر شیخ فضل حسین صاحب مرحوم ریاست رام پور میں نواب کلب علی خاں کے مشیروں میں 'ممتاز' درجہ پر فائز تھے۔ نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کی 'شہرت' سنی تو شیخ فضل حسین سے فرمائش کی اپنے "نامور داماد" سے ہم کو بھی ملایے (دیکھئے المیزان ۳۲) مولانا احمد رضا کی کس شہرت کے باعث حکومت میں آپ کی طلب ہوئی اور آپ کس بات میں نامور اور مشہور تھے اسے المیزان احمد رضا نمبر کی زبان سے سنئے :

امام احمد رضا خاں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکلف المسلمین تھے۔ بریلی میں انہوں نے کفر ساد مشین نصب کر رکھی تھی (المیزان عد ۲۹)

یہ بات کسی سے دھکی چھپی نہیں کہ انگریزی دور میں دلیان ریاست ہی دائرہ ہند کے ناہن ہوتے تھے اور انہی کے ذریعہ ملک میں برطانوی سامراج استحکام پکڑتا تھا۔ یہ دلیان ریاست ہر طبقے سے لوگ چنتے تھے اور ان کے چنے ہوئے و قادار پھر ہر شعبہ زندگی میں کام کرتے تھے۔ نواب رامپور کی طلب اور فضل حسین صاحب کی تمیل بے معنی نہ تھی۔ المیزان کے سپاس سال پھر انہی کاموں میں گلجہ جن کے لئے آپ کو نواب رامپور نے بلایا اور اپنے چنگ پر بٹھایا تھا۔

دلیان رامپور مذہبنا شیعہ تھے اور محدثین دہلی سے بہت تنگ تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی کی شہرہ آفاق کتاب اذالۃ السخفا اور حضرت شاہ عبد العزیز دہلی کی تحفہ اشاعرہ اور شاہ اسماعیل شہید کی منصب امامت کا دلیان رامپور پر کچھ اچھا اثر نہ تھا۔ انہیں ان کتابوں کا بدلہ لینا تھا اور

وہ لے کر رہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے پوری محنت کی کہ جس طرح بھی بن پڑے اہل السنۃ و الجماعۃ کا اعتماد و محبتیں دہلی پر نہ رہے۔ مولانا نے اسی کش مکش میں اہل السنۃ و الجماعۃ کو دو دھڑوں میں تقسیم کیا۔ علماء دیوبند کا تعلق محدثین دہلی سے اخلاص کا تھا اور مولانا احمد رضا خاں ان سے کیا آپرے عجزی سلسلے سے ناراض تھے۔

مولانا احمد رضا کی خانہ دانی خدمات

مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں کے بارے میں ان کے مولانا عبدالقادر مقتدری سے ٹیپے:

ضلع بدایوں میں ان کی بڑی جائیداد تھی، بسلسلہ انتظام جائیداد بدایوں میں مسلسل آمد و رفت رہتی تھی، مولانا انوار الحق صاحب عثمانی بدایونی سے مخلصانہ برادرانہ تعلقات تھے۔ رؤساء بدایوں و کثیرہ بزرگ کے خصوصی مشاغل مرغ بازی اور شیر بازی وغیرہ سے دلچسپی لیتے تھے

(رسالہ ندانہ عرس ص ۵۸)

مولانا نقی علی خاں رؤساء بدایوں سے مل کر شیر بازی کرتے تھے۔ یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ — عالم دین ہو کر شیر بازی کرنا کوئی اچھی حرکت ہے؟ کیا یہ اسی کا اثر نہیں کہ ان کے بیٹے مولانا احمد رضا خاں علماء بدایوں سے مل کر فرقہ بازی کا شغل کرتے۔ یہ شیر بازی، فرقہ بازی میں کیسے بدلی؟ والی راہ پود نے اس میں کیا کردار ادا کیا؟ اس وقت اس سے بحث نہیں۔ اس وقت صرف اس پر غور کرنا ہے کہ مولانا نقی علی خاں کو اتنی بڑی جائیداد کہاں سے ملی؟ اور کس محنت کے عوض؟ اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں مولانا نقی علی خاں کے والد مولانا رضا علی کی انگریز دوستی کو بھی نظر رکھنا ہوگا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بریلی میں جرنیل سمٹ بہاؤ دھال، آگتھاسادات نو محمد بریلی اور عام غریب مسلمان اسلام کی عزت اور وطن کی آزادی کے لئے سر و سرِ سر کی بازی لگائے تھے۔ اس وقت بریلی میں مولانا نقی علی خاں اور ان کے والد مولانا رضا علی خاں دونوں موجود تھے، انہوں نے تحریک آزادی میں کوئی حصہ نہ لیا، انگریزوں کے دوبارہ غلبہ پانے

پر بہت سے لوگ بریلی چھوڑ گئے، عام پکڑ دھکڑ جاری تھی، جنگ آزادی کے مجاہدین کے لئے اب وہاں رہنا مشکل ہو چکا تھا، بے گناہ لوگ بھی نشانہ انتقام بنائے جا رہے تھے۔ تحریک کا سردار بہادر شاہ ظفر لکھتا ہے۔

کبھی ایسا ظلم بھی ہے سنا کہ دیں بھائی لوگوں کو بے گناہ
مجھے دیکھا حاکم وقت نے کہا یہ تو لائق دل رہے

اس فضا میں صرف وہی لوگ انگریزوں کے ہاں معزز رہ سکے، جو اس ۱۸۵۷ء کی جنگ میں انگریزوں کے ساتھ تھے، جن لوگوں نے جنگ میں حصہ لیا وہ اور ان کے احوال و انصار سب بریلی چھوڑ گئے، مگر مولوی احمد رضا خاں کے دلوار ضاعلی خاں بریلی میں ذخیرہ میں مرفوض کار تھے۔ لوگوں کے اصرار کے باوجود آپ نے بریلی نہ چھوڑی۔ یہی تو مراجع خرواند کا موقع تھا۔ شاہ مانا قادری لکھتے ہیں۔

مسلمانوں کو گرفتار کر کے تختہ دار پر چڑھایا جا رہا تھا۔ مولانا رضا علی خاں صاحب اس زمانے میں بریلی میں ملکہ ذخیرہ میں قیام فرماتے، شہر کے بااثر بڑے بڑے لوگوں نے گھردل کو خیر آباد کہہ دیا تھا اور دیہاتوں میں جا کر دپوش ہو گئے تھے۔ مولانا صاحب نے باوجود لوگوں کے اصرار کے بریلی نہ چھوڑی۔۔۔ سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۷۱

لوگوں کا اصرار کرنا بنتا ہے کہ آپ بریلی کے نمایاں لوگوں میں سے تھے۔ ایک نمایاں شخصیت کا اس وقت اس طرح بے فکر رہنا اندرونی وفاداری کا پتہ دیتا ہے سوچنے کی بات ہے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی کو گو ایک مخاطبے میں بھی، کالے پانی کی سزا دی گئی ہو، علما کو تختہ دار پر چڑھایا جا رہا ہو اور مولانا رضا علی خاں اپنے ذخیرہ میں آرام سے بیٹھے ہوں آخر کیوں؟ مولانا نقی علی خاں کی بدایوں میں اتنی جان داد کہ اس کے انتظام کے لئے بدایوں سلسل آمدورفت رہے اس کی بھی تو آخر کوئی تاریخ تھی۔ اس تفصیل سے پتہ چلا کہ مولانا احمد رضا خاں کو نسباً و مہرباً باپ اور سرال دونوں طرف سے، انگریزوں کی خوشنودی حاصل تھی۔ سو فروری تھا کہ غلام ہندوستان کو آپ والا سلام

قراریں اور مسلمانان ہند کے لئے جہاد کی ممانعت کا فتوے جاری کر دیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ کام کر دکھایا اور حق یہ ہے کہ آپ نے انگریزوں کا حق خدمت ادا کر دیا۔ مسلمانوں کی ابدی تفریق بھی انہی کاموں میں سے ہے۔ جس کے لیے آپ کی محنت تھی۔ اپنے فتوے صادر فرمایا، ہندوستان بغضہ دار الاسلام ہے۔ ۱۷

اس موضوع پر آپ نے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا

جس کا نام اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام تھا۔ یہ رسالہ بریلی سے بار بار شائع ہوتا رہا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، جنہوں نے فتویٰ دیا تھا کہ غلام ہندوستان دار الحرب ہے، ان کی روح کس قدر مضطرب ہوگی، جب اسے خبر ملی ہوگی کہ اسی زمین کا ایک فرزند سودیشی حکمرانوں کی رضا جوئی کے لئے اسے دارالاسلام قرار دے رہا ہے۔ اسی پر لیں نہیں، مولانا احمد رضا نے پھر ممانعت جہاد کا فتویٰ جاری کیا اور اسی میں ہمیشہ کا علش یقین کیا، — آپ نے اس کا نام دوام العیش رکھا اور فرمایا۔ مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں ہے۔

غور کیجئے کیا یہ وہی فتوے حرمت جہاد نہیں، جس کا پرچار مرزا غلام احمد کے پیرو قادیان میں کر رہے تھے اور اس سے علماء دیوبند کی مخالفت مقصود تھی۔

اور تو اور ان کے مسلک کے جناب مسعود احمد صاحب بھی اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے، آپ لکھتے ہیں:-

بہر کیف ماسوائے چند علماء کے مصلحت وقت کے تحت سب ہی نے انگریزوں

کی حمایت میں عافیت سمجھی ہے

وہ کون علماء تھے، جنہوں نے اس وقت انگریزوں کی حمایت نہ کی اور قید و بند کی

صوبتوں کو پوری مومنانہ شان سے برداشت کیا، جناب مسعود احمد لکھتے ہیں۔

۱۷ احکام شریعت، مصنف مولانا احمد رضا خاں، حصہ دوم، ۱۷ دوام العیش کا منظر بریلی،

۱۷ فاضل بریلی اور ترکہ حالات ص ۳۷،

”۱۹۱۶ء میں مولانا محمد حسن نے ریشمی خطوط کے ذریعے آزاد مملکت کا خاکہ پیش کیا اسی مقصد کے لیے مولانا محمد حسن حجاز گئے، یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز عربوں سے مل کر حجاز پر ترکی اقتدار کا خاتمہ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ ترکوں پر علماء حجاز اور علماء ہند کی طرف سے کفر کے فتوے لگائے جا رہے تھے، مولانا محمد حسن نے حجاز میں ترکی دزیروں سے بات چیت کی مگر اسی اثناء میں شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف ایک محضر نامہ پر مولانا محمد حسن کے دستخط کرانا چاہے مگر وہ رد و پوش ہو گئے، جب باہر آئے تو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کیے گئے۔ ۱۹۱۷ء میں قاہرہ کے قریب ایک جیل میں نظر بند تھے“۔

مولانا احمد رضا کا انگریزوں سے امداد قبول کرنے کا فتوہ

مولانا احمد رضا خاں نے جب ہندوستان کو انگریزیveldاری میں دارالاسلام قرار دیا اور مسلمانان ہند کے لیے ممانعت جہاد کا فتویٰ جاری کیا تو ضروری تھا کہ اب انگریزوں سے امداد قبول کرنے کی راہیں پوری طرح ہموار ہو جائیں۔ مدارس عربیہ میں تعلیم دین کے لیے انگریزوں سے مالی امداد لینا عام مسلمانوں کی سمجھ سے بالا تھا۔ وہ سوچتے تھے، جو دین انگریزوں کے زیر سایہ پرورش پائے گا وہ کیا دین ہوگا؟ یہ کوئی راز کی بات نہیں۔ ظاہر ہے تفریق بین المسلمین، تکفیر ملت سب اسی تخم حنظل کے برگ و بار تھے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے مدرسہ دیوبند کے دستور اساسی میں یہ شرط رکھی تھی کہ تعلیم دین کے لیے حکومت کی مالی مدد سہر قبول نہ کی جائے۔ انگریزوں کو ضرورت تھی کہ ان اثرات کو ختم کیا جائے۔ یہ خدمت بھی مولانا احمد رضا خاں کے حصے میں آئی، آپ نے فتویٰ صادر فرمایا۔

تعلیم دین کے لیے انگریزی گورنمنٹ سے امداد قبول کرنا، جو نہ ممانعت شرع سے

مشروط اور نہ اس کی طرف بھڑکنا ہو یہ تو نفع بلے خاندان ہے جس کی تحریم پر شرع مطہرہ سے اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ دین پر قائم رہو، مگر دین میں زیادت نہ کرو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے سلاطین کفار کے ہدایا قبول نہ فرمائے بلکہ

مولانا احمد رضا کے فقہی ذوق کی داد دیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کبھی کسی دوسری سلطنت کے ماتحت نہ رہے تھے۔ انہوں نے کسی کافر بادشاہ سے کوئی ہدیہ قبول کیا ہو تو یہ برابر کی سطح پر دو حکومتوں کے درمیان ایک رابطہ تعلق ہو سکتا ہے اس وقت اس پر بحث نہیں، ہندوستان میں اگر انگریز مولوی صاحب کو مالی امداد دے رہے تھے اور وہ بھی ان کے دینی کاموں کے لیے تو یہ دو آزاد اداروں کے مابین کی کالروائی نہیں، حاکم و محکوم کے مابین ایک سیاسی رابطہ ہے جس کا مقصد دین کے نام سے مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے کی ہم کافورغ تھا۔ اس صورت حال کو دو آزاد اداروں کے رابطہ تعلق پر قیاس کرنا یا اس مع الفارق ہے۔ ہم اس وقت مولانا احمد رضا کے فقہی ذوق پر تنقید کرنا نہیں چاہتے۔ اس وقت موضوع بحث ان کا سیاسی ذوق ہے۔ انگریزوں کی یہ مالی امداد محض اس لیے تھی کہ مولانا ملکی آزادی کی نہ کسی تحریک میں شامل ہوں، نہ شامل ہونے والوں سے کوئی دینی تعلق رکھیں، بلکہ بزرگوں کی محنت کے عنوان سے ان پر بے ادبی اور گستاخی کے الزامات تصنیف کرتے رہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے ایک دفعہ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو بتایا تھا کہ وہ ملکی آزادی کے مخالف نہیں ہیں، یہ بات چونکہ واقع کے خلاف تھی تو ان کے معتقد مولوی منظر اللہ صاحب دہلوی کے صاحبزادے مسعود احمد صاحب نے اس کی تشریح میں بتایا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہ بات تالیفِ قلب کے لیے کہی تھی تاکہ علی بردارن کی دل شکنی نہ ہو۔ موصوف لکھتے ہیں :-

۱۔ الحجۃ المونرہ فی آیات التہذیب ۱۷۱ مصنف مولانا احمد رضا خاں۔

فاضل بریلوی نے تالیفِ قلب کے لیے فرمایا کہ مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں۔
اس عبارت کا اس کے سوا کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ آپ تھے تو ملکی آزادی کے
خلاف لیکن مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کا دل رکھنے کے لئے کہا کہ آپ ملکی آزادی
کے مخالف نہیں۔ حق یہ ہے کہ آپ کسی صورت میں بھی انگریزوں کو ناراض کرنا نہ چاہتے
تھے۔ ماہنامہ المیزان کے احمد رضا نمبر میں ہے۔

آپ نے عملی طور پر تو کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا۔ آپ کے شب و روز کے عملی
اور مذہبی مشاغل اس قدر تھے کہ کسی اور شغل کی اس میں گنجائش نہ تھی.....
تحریکِ خلافت کے خلاف آپ نے قلمی جہاد کیا اور اس کے مضمرات سے مسلمانوں
کو آگاہ کیا۔

تحریکِ خلافت کی اساس کیا تھی؟ مولانا احمد رضا خاں نے اس کی کئیوں مخالفت
کی؟ اسے سمجھنے کے لیے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ اس تحریک کی اساس کیا تھی بسود
احمد صاحب کے الفاظ میں پڑھیے:

تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات دونوں کی مشترکہ اساس انگریزوں کی مخالفت تھی۔
مولانا احمد رضا خاں انگریزوں کی مخالفت نہ کر سکتے تھے۔ برطانوی راج ان کے
لئے سایہِ رحمت تھا۔ آزادیِ وطن ان کے مذہبی مشاغل میں شامل نہ تھی۔ ان کے مذہبی
مشاغل بس یہی تھے کہ جو شخص دہائیوں اور دیوبندیوں کے کفر میں شگ کرے اس سے
ملنا تک حرام ٹھہرایا جائے چنانچہ دیکھتے ہیں:-

بلاشبہ اس سے دُور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا۔ اس سے بُنٹنا اس
کی اہانت اس کا رد و فرض ہے اور توقیرِ حرام و ہدمِ اسلام اور اسے سلام کرنا حرام

۱۔ فاضل بریلوی اور ترکِ موالات ص ۴۵ ۲۔ المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۶۸۔

۳۔ فاضل بریلوی اور ترکِ موالات ص ۲۴

اس کے پاس بیٹھنا حرام۔ اس کے ساتھ کھانا پینا حرام، اس کے ساتھ شادی،
بیابہت حرام اور قربت نہا خالص۔ اور بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام۔ مرنے
تو اس کے جنازے میں شرکت اسے مسلمانوں کا سائل و کفن دینا حرام۔ اس پر
نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر ہے

اس قسم کے دینی مشاغل کے باعث آپ کو کسی سیاسی کام میں حصہ لینے کی فرصت
دیتی تھی، آپ نے اپنی پچاس سالہ جدوجہد اسی کام میں لگائی، جس کی جھلک عرفان شریعت
کے اس فتوے میں ابھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ قاری احمد علی بھٹی لکھتے ہیں:
مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں بہمک رہے یہاں تک
کہ مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے۔ بریلوی اور دیوبندی ۷

اس پس منظر کے ساتھ مولانا احمد رضا خاں سے کسی سیاسی و سماجی یا دناہی کام کی توقع
رکھنا بالکل جھٹ ہے۔ تاہم ان کے بعض معتقدین ابھی تک اس تحقیق میں لگے ہیں کہ آپ
نے تحریک آزادی ہند میں کیا کردار ادا کیا؟ ادارہ المیزان نے ایک تجویز پیش کی جو فوس
ہے کہ سوال ہی ہی کر رہ گئی۔

آج ہم جن دنیا میں سانس لے رہے ہیں۔ وہ سائنسی اور تحقیقی دنیا ہے۔ یہاں
ہمیں باور کرنا ہو گا کہ ملک کی آزادی کے لیے بیرونی تسلط کے خلاف انہوں نے اور
ان کے رفقاء نے کونسی راہ عمل اختیار فرمائی؟ ۸

ہمیں المیزان کے اس مضمون نگار سے پوری ہمدردی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی
یہ راہ عمل معلوم کرنے کے لئے بہت دوڑے۔ کوئی راہ عمل ہوتی تو معلوم ہوتی مولانا احمد رضا
خاں کو فوت ہونے بھی اب نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے اور نصف صدی
سے ہی ان کے رفقاء و معتقد وہ راہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ ۱۹

حسرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر جو تھک کے بیٹھ جائے بے منزل کسانے
 بات بالکل صاف ہے کہ آپ نے ملک کی آزادی کے لئے نہ کوئی تحریک چلائی نہ کسی
 تحریک میں حصہ لیا۔ اگر کچھ کام کیا تو وہ تحریک خلافت کی مخالفت اور انگریزوں کی حمایت
 تھی اور مسلمانان ہند کے لئے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کو ناجائز بتلانا تھا۔
 مولانا کھلے بندوں قتلے صادر فرماتے ہیں۔

مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں

صرف ہی نہیں کہ جہاد و قتال سے روکا۔ تحریک عدم موالات تو ہجومی نہ تھی اس میں
 انگریزوں کے خلاف صرف اظہارِ ناراضگی تھا۔ آپ نے اس کی بھی پوری مخالفت کی۔
 انگریزوں سے اپنے دین کے لئے مالی وظیفہ لینا کوئی ضروری نہ تھا۔ کیا انگریزوں کا مالی
 تعاون اور وہ بھی بریلی میں دینی خدمات کے لیے کیا کسی غرض کے بغیر ہو سکتا تھا؟ مولانا
 احمد رضا خاں جب اسے نفع بے غاۃ کہہ رہے تھے تو ان کے احساس اور غیرت کی کیا
 حالت ہوگی اس کو وہی بہتر جانتے ہوں گے۔ حکومت برطانیہ علماء کو مالی وظیفے صرف
 اپنی اس پالیسی کو کامیاب کرانے کے لئے ہی دے سکتی تھی کہ وہ باہمی تفرقے سے
 حکومت کے پاؤں اور مضبوط کریں۔ حکومت اپنے اصول (DIVIDE AND RULE)
 و تفرقہ ڈالو اور حکومت کرتے جاؤ یہی تائید اور حمایت کے لیے ہی ایسے اداروں کی مدد
 کرتی تھی، جو مسلمانوں میں فرقہ وارانہ لگ بھڑکانے کی بھیتیاں نصب کریں۔
 مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:-

تعلیم دین کے لیے گورنمنٹ سے امداد قبول کرنا، جو نہ مخالفت شرع سے مشروط اور
 نہ اس کی طرف بھڑ ہو یہ تو نفع بے غاۃ ہے۔

اس قسم کی تحریرات میں مولانا احمد رضا خاں کی سیاسی تصویر بالکل صاف نظر آ رہی ہے۔

ماہنامہ المیزان کے مدنی میاں کا ہوائی دعویٰ

قلم پرپس کی آزادی کا دور ہے۔ لکھنے والا جو چاہے لکھ ڈالے پرس اُسے چھاپ ہی دے گا۔ پہلے دور میں لکھنے والے کتنی منفور رائے کیوں نہ رکھتے ہوں پھر بھی سوچتے تھے کہ پڑھنے والا کیا کہے گا؟ حیا کی چادر کھینچا کرتے ہوئے انہیں کچھ شرم ضرور محسوس ہوتی تھی، لیکن اب حالات وہ بھی نہیں رہے۔ آپ مولانا احمد رضا خاں کی سیاسی تصویر شیئے میں دیکھ چکے ہیں۔ اب ماہنامہ المیزان، ”بہشتی کے مدنی میاں کا ہوائی فائر بھی سُنیے اور ان لوگوں کی جرأت اور لوگوں کو بے وقوف بنانے کے شوق پر سرد دھتے۔“

اعلیٰ حضرت بریلوی صدر الافاضل پیر جماعت علی شاہ کے کارناموں سے واقف ہوں گے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جن کی مجاہدانہ یلغاروں سے انگریزی حکومت بکھلا اٹھی اور سامراجیت کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا ہوا۔

وہ رے عرقب عصر، جب تم یہ عبارت لکھ رہے، تمہارا ضمیر اگر کسی درجہ میں زندہ تھا تو تمہیں وہ اس وقت کیا کہہ رہا ہو گا۔ کچھ تو خیال کیا ہوتا! مولانا احمد رضا خاں اور انگریز کی مخالفت — یہ جماع صدیق اعلیٰ حضرت کی انگریزوں کے خلاف مجاہدانہ یلغار سرزمین ہند میں نہ کسی نے دیکھی، نہ کسی نے سُنی۔ آپ مدنی میاں کی بے چارگی کا اندازہ کریں اور ان حالات پر غور کریں جو مولانا احمد رضا خاں کی وفات کے نصف صدی بعد اس قسم کے بیانات کا موجب ہوئے اور یہ لوگ اعلیٰ حضرت کی مجاہدانہ یلغار تعینف کرنے پر کمر بستہ ہوئے۔ مدنی میاں کے چھوٹے بھائی ہاشمی میاں ترکی خلافت کی بربادی پر گرچہ کے آنسو بہاتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”۱۹۱۹ء میں خلیفہ عبدالحمید تخت خلافت سے اتار دیئے گئے اور اسی سال سنہوں کی طاقت بھی ٹوٹنے لگی اور جب اعلیٰ حضرت (احمد رضا خاں) دوبارہ ۱۳۳۸ھ میں

حج کر گئے تو آپ کو یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ علماء حرمین بھی خلافت کے ٹوٹنے سے متیم
اور ڈھیلے ہو گئے ہیں۔

تاریخ کے طالب علم بھی جانتے ہیں کہ جنگ یورپ میں انگریز اور ترک دو متحارب طاقتیں
تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں ترکی خلافت کے مخالف تھے۔ انگریزوں کی تعریف کرتے اور جنہاد
کو ناجائز بتاتے تھے۔ مولانا شریف مکہ جس نے ترکوں کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اس کے حق
میں دغا گو تھے۔ تاریخ سے کیسے آنکھیں بند کر کے محض فرقہ وارانہ دفاع کی خاطر پوری دھمائی
سے اس قسم کا کھٹا جھوٹ بولنا اور مولانا احمد رضا کو ترکی خلافت کا خیر خواہ بنانا ایسی شرمناک
حرکت ہے کہ کوئی شریف انسان اس کا ساتھ دے سکے گا۔ شریف مکہ جس نے ترکوں کے
خلاف بغاوت کے جنگ یورپ میں انگریزوں کا شرمناک ساتھ دیا تھا اس سے ہمدردی
کرتے ہوئے خلافت عثمانیہ کے ٹوٹنے کی سادی ذمہ داری سلطان ابن سعود پر ڈالنا ہاشمی
میاں کا ہی تاریخی کمال ہے۔ ان کی جماعت کے مسعود احمد صاحب بھی لکھتے ہیں۔ آپ ان
کے ضمیر کی بھی داد دیجئے۔ کس جرات سے تاریخ مسخ کر رہے ہیں۔

جب خفیوں کی خلافت ٹوٹ گئی۔ ابن سعود نے خلافت کے وکیل شریف کو گوار
بھگایا اور پورے حجاز پر قبضہ کر لیا۔

میاں برادران رمدی میاں اور ہاشمی میاں تاریخی معلومات میں عجیب شے بھلے۔ ان
کے خیال میں شریف مکہ ترکی خلافت کے وکیل تھے۔ بریلوی حضرات اس جھوٹ سے یہ تاثر دینا
چاہتے ہیں کہ ترکی خلافت کی تباہی مولانا احمد رضا خاں بھی شمناک تھے۔ ہاشمی میاں کو اور کوئی
کتاب میسر نہ تھی تو مسعود احمد صاحب کی کتاب فاضل بریلوی اور ترک موالات ہی دیکھ لیتے
ہم اس کی یہ عبارت پیش کر آئے ہیں۔

۱۹۱۶ء میں مولانا محمود حسن نے ریشمی خط کے ذریعہ آہود مملکت کا خاکہ پیش کیا۔ اس

مقصد کے لیے مولانا محمود حسن حجاز گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز عربوں سے مل کر حجاز پر ترکی اقتدار کا خاتمہ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ ترکوں پر علماء حجاز اور علماء ہند کی طرف سے کفر کے فتوے لگائے جا رہے تھے۔ مولانا محمود حسن نے حجاز میں ترکی دزیروں سے بات چیت کی۔ مگر اسی اثناء میں شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف جنگ پھیر دی۔ شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف ایک محضر نامہ پر مولانا محمود حسن کے دستخط کرانا چاہے۔ مگر وہ رد و پوش ہو گئے۔ جب باہر آئے تو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے گئے۔ ۱۹۱۷ء میں قاہرہ کے قریب ایک جیل میں نظر بند تھے۔

ہاشمی میاں کو یہ کتابچہ بھی میسر نہ تھا تو اس مابنامہ المیزان کو ہی دیکھ لیتے اور تصحیح اغلاط کے طور پر ہی اپنی غلط بیانیوں سے رُخ فرما لیتے۔ المیزان کے اسی نمبر میں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھا ہے۔

تحریک خلافت کے خلاف آپ نے قلبی جہاد کیا اور اس کے مضمرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔

جہاد کن کے خلاف ہوتا ہے؟ جنہیں انسان کا فرسجھے اور غلط کار ٹھہرائے۔ معلوم ہوتا ہے مولانا احمد رضا خاں تحریک خلافت کے سب حامیوں کو کافر یا کم از کم فسط کار ضرور سمجھتے تھے۔ انگریزوں کے کسی درجہ میں خلاف نہ تھے۔ جہاد کی ممانعت کا فتوے دیتے تھے۔ اور تحریک خلافت کے خیریت پسندوں کے خلاف خود جہاد کرتے تھے۔ ہمیں اس صورت حال پر تعجب نہیں۔ تعجب ہاشمی میاں کی تاریخ دانی اور غلط بیانی پر ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو عثمانی خلافت کے خیر خواہوں میں بتلایا اور شریف کو کو ترکی خلافت کے وکیلوں میں کھ مارا، جنوٹ کی بھی آخر کوئی مد ہوتی ہے۔

لے فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۳۷۷ المیزان احمد رضا نمبر ۲۶۸ ص ۷ دوام العیش ص ۱۱

مولوی احمد رضا خاں کو ترکی خلافت کا طرفدار بنانے والے نہیں جانتے کہ آستانہ بریلی ترکی خلافت کے ٹوٹنے پر کس قدر مسرور و شادان تھا۔ ہم یہاں اُن کی چند تحریریں ہدیہ قارئین کرتے ہیں جن کے نقطہ نظر سے خلافت عثمانیہ کی بربادی پر ان کے گھروں میں گھٹی کے چراغ روشن ہونے کا پتہ قلم ہے۔ ہم ۱۹۲۴ء میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کی وفات ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں ان کے صاحبزادے مصطفیٰ رضا خاں نے بربادی خلافت پر بہت خوش پیرائے میں لکھا۔ عبارت کی قافیہ بندی اور خلافت کے حامی اخبارات کا اس چیلے انداز میں ذکر کرنا ان کی اندرونی شادمانی کا پتہ دیتا ہے آپ لکھتے ہیں :-

خلافت کے بڑے نامی، گرامی، حامی، کامی، جہد و جہاد و جہد و ہمساز اخبار بھی آج کل وہ خبریں شائع کر رہے ہیں جن سے ان کی خود ساختہ خلافت کی رہی سہی جان پر بن گئی۔ نیم جان کے گلے پر چھری چل گئی۔ جہد کہتا ہے :-
 ”انگورہ کی روش قطعی غیر مصالحانہ ہے اور اس نے عزم باہجزم کیا ہے کہ حکومت آستانہ کا عدم وجود برابو سمجھے۔ لہذا جمعیت عالیہ علیہ نے قصہ کر لیا کہ وزیر اعظم کے تار کا کوئی جواب بھی نہ دیا جائے اور خیال کیا جائے کہ حکومت آستانہ صرف ولایت قسطنطنیہ کی انتظامی کونسل تک محدود ہے۔“

مسلمانو! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس عبارت کا ایک ایک فقرہ کس طرح خلافت کے دل پر تیز رفتور اور لفظ لفظ گلوئے خلافت پر خنجر کا کام کر رہا ہے۔
 غور کیجئے کیا یہ تحریریں کسی ایسے شخص کی ہو سکتی ہے جو خلافت کا غیر خواہ رہا ہو ان کا لفظ لفظ ترکی خلافت پر تیر برسا رہا ہے اور اس کی بربادی و ناکامی پر مسکرا رہا ہے۔
 یہ کس کو قتل کر کے آ رہے ہو ؟ یہ دیکھو سرخ چھینٹیں آستیں کی مولانا احمد رضا خاں زندہ گی بھر انگریزوں کی غیر خواہی اور ترکی خلافت کی مخالفت

لے تمہید و دام العیش ص ۱۰ مصنف مولوی احمد رضا و تمہید از صاحبزادہ مصطفیٰ رضا خاں مطبوعہ حسنی پریس بریلی

کرتے رہے۔ اس لیے کہ ”تحریک خلافت کی اساس انگریز کی مخالفت پر تھی۔
 واضح رہے کہ خلافت کی یہ مخالفت محض انگریز کی رضا جوئی کے لیے تھی۔ خلافت کے غیر خواہ
 کا اندازِ کلام دیکھنا ہر تو ذاکثر اقبال کا درد بھرا کلام دیکھئے۔ اس میں آپ کو اچھے مستقبل کی
 جھلک حوصلہ دیتی دکھائی دے گی۔ ۵

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے کہ خونِ صد ہزارِ انجمن سے ہوتی ہے سحر پیل
 شریف کو ہرگز خلافت کے وکیل نہ تھے۔ جیسا کہ ہاشمی میاں نے بنا رکھا ہے۔ اس
 شخص نے ترکوں کے خلاف انگریزوں کا شرمناک ساتھ دیا۔ ان کے خلاف بغاوت کی
 خلافت کے حامی اسے بڑا مفسد اور باغی جانتے ہیں۔ مگر بریلوی لوگ ہیں کہ اس کی تعریف
 کرتے ان کی زبان خشک نہیں ہوتی، مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے مولوی مصطفیٰ
 رضا خاں لکھتے ہیں :-

حضرت شریف زید مجدد (اس کی شان زیادہ ہو) و دامت معالیہ (اور
 ان کی ترقیات دائمی ہوں) و بوبرکت آتیمہ و لیلالیہ (اور ان کے دن اور
 راتیں مبرک ہوں) اب خود برسرِ حکومت آزاد ہیں اور بہت سے لوگوں
 نے انہیں خلیفہ مان لیا ہے۔

صاحبزادہ صاحب نے یہاں مولانا احمد رضا خاں کی پیروی کی ہے۔ شریف کو کے
 لیے دعائیں کر رہے ہیں۔ اُن کے والد صاحب انہیں وصیت کر گئے تھے :-
 میرا دین و مذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا
 ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۴ھ (دستخط) فقیر احمد رضا غفرلہ بقلم خود۔

مولانا احمد رضا خاں کے ہاں شریف کی یہ شان اور مرتبہ محض اس لیے تھا کہ اس نے

لے فاضل بریلوی اور ترک مولانا صاحب ۴۵ ۱۰ حجۃ واسرہ ۱۳۴۴ھ مطبعت عثمانی پریس بریلی ۱۳۴۴ھ وصایا شریف ص

مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب شریف مکہ اور انگریزوں کی تعریف میں لکھتے ہیں۔
 ”دُنیا کو اگر معلوم ہے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ شریف مکہ نے ترکوں کی غلامی سے
 نکل کر اپنی حکومت ان سے آزاد کرالی۔ شریف نے یہ کیوں کیا؟ کیوں نہیں ممکن
 کریں کیا ہو کہ ترکوں میں کوئی قوت باقی نہیں رہی تھی۔۔۔۔۔ جب ترکی قوم
 بھوکے سرد رہی تھی اور سلطنت اس کی خبر نہ لے سکتی تھی، جو بہ نسبت حجاز ان سے
 بہت زیادہ قریب اور ہاتھ کے نیچے تھے۔ ایسے سخت وقت اور اس سقیم
 حالت میں کہ حجاز میں قحط کی یہ کیفیت تھی کہ لحم میتہ (مردار گوشت) بھی باقی
 نہ رہا تھا اور لوگوں کو تلاش پر وہ بھی دستیاب نہ ہو سکتا تھا۔ نسا سے ہندوستان
 سے اناج کے جہاز بھر کر لے جاتے اور یہاں چار سیر بکتا تھا وہاں دس سیر کا
 فروخت کرتے بلکہ مفت بانٹتے تھے۔“

ترکی حکومت میں عرب اپنے ملکوں میں غلام ہرگز نہ تھے۔ جس طرح حضرت عمرؓ کے
 وقت ایرانی غلام نہ تھے۔ پرچم خلافت کے تحت سب مسلمان ملک ایک سے تھے۔ عرب دُنیا کی
 مانی ہوئی بہادر قوم ہیں۔ ان کے بارے میں یہ انداز فکر کہ انہیں ترکوں نے غلام بنالیا ہوا تھا۔
 انگریزوں کا تصنیف کردہ ہے اور بہت گھٹیا انداز فکر ہے۔ ملی وحدت کے تحت ماست
 حکومتیں غلام نہیں ہوتیں۔ مسلمان اُس وقت جزائی حدود سے بالا ایک عالمی قوت تھے۔
 ترکوں کے مرکزی اقتدار اور وحدت ملی کو دوسروں کی غلامی سے تعبیر کرنا اور پھر ان کی کس میری
 اور تنگ دامنی کو اس انتہا پہلے جانا کہ ان کے لئے انگریزوں کے سایہ رحمت کے سوا اور
 کوئی جائے پناہ نہ رہی تھی۔ یہ حالات پتہ دیتے ہیں کہ آستانہ بریلی اس وقت قادیان کی طرح
 برطانوی سامراج کی ایجنسی بنا ہوا تھا۔ آپ اس عبارت کے لفظ لفظ پر غور فرمائیں۔ یہ حقیقت
 از خود عیاں ہوتی جائے گی کہ رضا خانی اور قادیانی ہر دو ستر کیوں کے پیچھے ایک ہی قوت کا رُخ

لے جتا وہ ہر دو معلوم حسنی پرنس بریلی، نائٹس پر حضرت شریف نورنگ فی شرف لکھا ہے۔

تھی۔ دونوں کا مقصد حکومت برطانیہ کا استحکام اور مسلمانوں کی باہمی تفریق تھی مولانا مصطفیٰ رضا خاں انگریزوں کی حمایت میں جو دلائل دے رہے ہیں۔ ان کا تجزیہ کیا جائے تو ان میں عجیبانہ نہیں ملتی۔ ہمارے اگر ہندوستان سے اناج کے جہاز بھر کر لاسکتے تھے۔ تو ہندوستان اگر برطانیہ کے زیر حکومت نہ ہوتا تو کیا یہ کام ترک اور پھر ہندوستان کے مسلمان کیا خود نہیں کر سکتے تھے؟ ہندوستان کا اناج لاکھ جہاز میں تقسیم کرنا اور اس کی قیمت ترکوں کی مخالفت ٹھہرانا، انگریزوں کا کوئی قابلِ فخر کارنامہ نہیں جس پر یہ بریلوی حضرات فخر کر رہے ہیں۔ انگریز یہ اناج لندن سے نہیں لارہے تھے کہ اسے خدمتِ خلق شمار کیا جائے۔ نہ یہ بلا قیمت بخشش تھی۔ کہ اسے انسانی بہمدی قرار دیا جائے۔ دوسروں کی عبوری سے فائدہ اٹھا کر ان سے اپنے ہی بھائیوں کے خلاف بغاوت کرانا یہ کہاں کی شرافت تھی۔ یہ برطانوی سیاست کا وہ سیاہ باب ہے جس پر آستانہ بریلی کے سوا کوئی غیرت مند مسلمان کلماتِ تحسین نہ کہہ سکے گا۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم مولانا مصطفیٰ رضا خاں کے اس بیان کی نہ تائید کر سکتے ہیں اور نہ انگریزوں کی اس کارروائی کو کسی درجہ میں لائق مدح سمجھتے ہیں۔

مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے ترکی کی یہ حالت بتائی کہ قوم بھوکے مری رہی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ترکی اور حجاز ایک حالت میں تھے۔ عرب اگر واقعی غلام بنائے گئے ہوتے تو دونوں ملکوں کی حالت مختلف ہوتی۔ ہندوستان اور انگلستان کبھی ایک حالت میں نہیں رہے۔ کیوں کہ ایک غلام اور دوسرا فرما نہ ہوا تھا۔ اسلامی نظامِ خلافت میں حکومت تمام مائت ممالک میں خدا تعالیٰ کی نیابت میں کام کرتی ہے۔ وہاں جغرافیائی فاصلے اور نسلی امتیازات یکسر مٹے ہوتے ہیں۔ آستانہ بریلی کا ترکی خلافت کو مائت ممالک کے لیے غلامی قرار دینا خلافت کو توڑنے اور انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تھا اور حجاز کی حالت کو اس درجہ گری ہوئی بتلانا بھی اس لیے تھا کہ انگریزوں کی مداخلت کے لیے کوئی وجہ جواز پیدا کی جائے۔

انگریز پرستی کی انتہا تھی کہ مولانا احمد رضا خاں بغیر کسی وجہ کے بھی ترکوں کے خلاف بغاوت

کو جائز سمجھتے تھے۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں لکھتے ہیں :-

بعض غلط اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ شریف نے محض بے وجہ ترکوں کو نکالا۔

اور اپنے آپ حاکم بن بیٹھے اور انگریزوں سے ساز باز کر لیا۔ تو اس پر یہ کہنا کہ

انہوں نے اپنی آخرت کو برباد کر لیا کیا ستم ہے۔ کیا ترکوں کو نکال دینا کفر ہے؟

مسلمانو! کچھ خیال کرو۔ آستانہ بریلی کس دُشمنی سے کہہ رہا ہے کہ انگریزوں سے ساز باز

کرنے سے آخرت تباہ نہیں ہوتی۔ ہم پوچھتے ہیں تو پھر کیا انگریزوں کی مخالفت سے آخرت

تباہ ہوتی ہے؟ مولانا مصطفیٰ رضا خاں کس مطراق سے پوچھتے ہیں کہ کیا ترکوں کو نکال دینا

کفر ہے؟ مولانا کو کیا معلوم نہیں کہ شریف نے بغاوت کر کے ترکوں کے خلاف جنگِ قتال

کیا تھا۔ وہ کیا مسلمان کا مسلمان سے قتال نہ تھا؟ اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا

کہ مسلمان کو گالی دینا فحش ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ کیا اتنی بات بھی مولانا مصطفیٰ رضا

کو معلوم نہ تھی۔

تاریخ شاہد ہے کہ انگریز شریف کے ساتھ تھے۔ انگریزوں کے حکم سے ہی کعبہ پر گولیاں

چلیں۔ افسوس کہ آستانہ بریلی نے اس کی ذمہ داری بھی ترکوں پر ڈالی۔ مبادا انگریزوں کے

خلاف مسلمان نہ بھڑک اٹھیں۔ ترکوں کے خلاف بغض کی یہ انتہا ہے مصطفیٰ رضا خاں لکھتے ہیں :-

کوت کعبہ ترکی گولی سے ملی۔ ترکوں نے قلعہ سے شریف کے مکان پر گولہ باری

کی انہیں کے گولہ سے کوت کعبہ مخطر (خلاف کعبہ) کی یہ توہین ہوئی۔

ترکی کے شیخ الاسلام شیخ رابن شہید ہوئے، انگریزی مخالف کا نشانہ بنے۔ ہر قلب مومن

اس پر حزیں تھا۔ مگر افسوس کہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب نے اس پر بھی انگریزوں کی ہی تائید کی۔

شیخ رابن کے قتل کا ثبوت بھی شرعی درکار اور بالضرر ایسا ہوا بھی ہو تو اس کا

ثبوت لاؤ کہ وہ قتل قتل ناحق تھا بلکہ

لے حجۃ واہرہ منا لہ سبب المسلم فوق وقائد کفر لہ حجۃ واہرہ ملا لہ ایضاً ملا

آہ! اسلامی عزت کہاں گئی۔ ایک عالم کے قتل پر دوسرے عالم کی خوشی دیکھتے رہتے رہے۔ آستانہ بریلی کا انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کا جذبہ کس انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ شیخ الاسلام شیخ رابع کے قتل کو قتل برحق کہہ رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ انگریزوں کی حمایت کا یہ گناہنا انداز آپ کو کسی مسلمان کے ہاں نہ ملے گا۔ شریف مکر جس نے جنگ یورپ میں انگریزوں کا ساتھ دیا۔ اس کے حق میں آستانہ بریلی کے الفاظ کی لذت لائحہ کیجئے۔

حضرت شریف زید مجددہ ان کی بزرگی میں اضافہ ہو، ددامت معالیہ (ان کی بلندیاں ہمیشہ رہیں) و نورکت آیامہ و لالیہ (اور ان کے دنوں اور راتوں میں برکت ہو) اب خود برسر حکومت ہیں۔

شریف کے اس کردار پر مسلمان اس سے بین الاقوامی طور پر ناراض تھے۔ عالم اسلام میر جعفر دبنگال، صادق دکن، اور شریف دکن، سب کے کردار پر نفیرین کر رہا تھا۔ مگر آستانہ بریلی کے سامنے صرف شریف اور انگریزوں کی عزت تھی۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے شریف کی عزت کو بچانے کے لئے کعبہ شریف کے دروازے کے بارے میں جو شرمناک زبان اختیار کی ہے۔ اس کی نقل سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ”نقل کفر کفرنا شد“ کے طور پر یہ سطور ملاحظہ ہوں۔

شریف نے باب مکہ معظمہ پر اپنے گھوڑے کو سیٹی دے کر کب پشیاں پاخانہ کرایا؟ شریف نے باب کعبہ کب ڈھایا؟ شریف نے کیا ان میں سے کسی سے کہا کہ گدھو! تم تو کہتے تھے حرم میں جو داخل ہوا وہ امن والی ہے۔ اب ہتھاری امان کہاں گئی ہے

کعبہ مکہ کے ذکر کے ساتھ یہ زبان، نقطہ لفظ سے لکھنے والے کے اندرونی بغض کا پتہ دے رہی ہے۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں جب یہ الفاظ لکھ رہے تھے ان کی عزت کہاں سو گئی تھی؟

یہ سب کچھ کہیں ہو رہا تھا، یہ انگریزی سیاست کے کڑے پھل تھے جو حکومت کے مراحم خسران کے دیر سایہ انہیں کھانے ہی تھے۔ پھر جو شخص بھی آزادی کے لیے اٹھا۔ قادیان اور بریلی دونوں اس پر برسے اور دونوں نے برطانوی سامراج کے استحکام کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ حضرت نعمت اللہ شاہ ولی کے غلیظ شاہ ہدایت اللہ نے بجا پیشگی کی تھی۔

دو کس بنام احمد دست و انداز فرنگ از قادیان مرزا دگر آید از بریلی

ترجمہ۔ دو شخص جن کے نام میں احمد آئے گا انگریزوں کے حامی ہوں گے۔

قادیان سے آنے والا مغل خاندان سے ہو گا اور دوسرا بریلی سے اٹھے گا۔

قادیانیوں اور رضا خانیوں کے مشترکات

قادیانی اور رضا خانی دونوں تحریکوں کا سرچشمہ ایک تھا اور دونوں کے پیچھے انگریزوں کا فرمایا تھے توڑنے کی ان دو اصولوں پر بنا رہی تھی۔

① برصغیر پاک و ہند میں انگریزی اقتدار کو استحکام بہم پہنچانا، تحریکات آزادی کی نفی کرنا اور مسلمانوں کو کمزوری کا احساس دلا کر جہاد کے انگڑا پر لانا اور انگریزوں سے صلح پر آمادہ کرنا۔

② مسلمانوں میں تفرقہ پیمانی نہ لگانے اور دوسروں کو کافر سمجھیں اور ایسی طغیانی عمل میں لانا کہ یہ خاصے پھر کبھی نہ مٹ سکیں۔ قوم مستقل طور پر دو ٹکروں میں بٹ جائے۔

انگریزوں نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا۔ اس لیے ان کی فکری سیاست یہ تھی کہ جہاں تک ہو سکے اس قوم کو مفلوج کیا جائے۔ مرزا غلام احمد نے آسمانی دعووں سے انگریزوں کی غیر خواہی کی۔ مسلمان سمجھنے کی کوشش کرتے اور اصلاحی تحریکیں اٹھتیں تو مولانا احمد رضا خاں ہر اصلاحی تحریک کے پیچھے پڑ جاتے۔ انگریزی سیاست نے مسلمانوں کا عجیب حال کر رکھا تھا۔ مشہور مورخ مولانا عبدالحی لکھنوی علماء ہند کے تراجم و احوال میں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:-

دشمنی و خصومت میں بہت ہی زیادہ سخت تھے۔ اپنی ذات اور اپنے علم پر گھمنڈ کرتے تھے۔ ہر اصلاحی تحریک کے پیچھے پڑ جاتے تھے۔

علماء فرنگی محل میں حضرت مولانا عبدالباری ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ علماء فرنگی محل اگر چند ذیلی مسائل میں علماء دیوبند سے اختلاف رکھتے تھے۔ مگر وہ مولانا احمد رضا خاں کے تکفیری فتوؤں سے بھی متفق نہ تھے۔ مولانا احمد رضا نے ان پر بہت دباؤ ڈالا کہ کسی طرح وہ بھی ان کی جہنمائی کریں۔ مگر آپ نے ان کی پوری مزاحمت کی۔ مولانا عبدالباری ایک مقام پر لکھتے ہیں:-
جو منکبرانہ انداز مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ہم لوگوں کے ساتھ اختیار کیا ہے اس سے مرعوب ہو کر میں کچھ کہنے کو اپنے اوپر ناجائز سمجھتا ہوں۔ بلکہ التکبر علی المتکبر صدقۃ (منکبر سے منکبر کے ساتھ پیش آنا نیکی ہے) کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی اعتنا کرنا نہیں چاہتا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحی لکھنوی کی مذکورہ سابقہ رائے کہ مولانا احمد رضا کو اپنے علم پر بہت گھمنڈ تھا۔ صرف انہی کی رائے نہ تھی۔ مولانا عبدالباری کی رائے بھی مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں یہی تھی۔

مولانا غلام احمد قادیانی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی میں انگریز دوستی کی بنا پر اصلاحی تحریکوں کی مخالفت قدر مشترک تھی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رضا خانی اور قادیانی تقریبات کا مندرجہ ذیل عنوانوں کے تحت تقابلی مطالعہ کیا جائے۔

- ① انگریزوں سے خاندانی وفاداری ② انگریزوں کی تعریف ③ جہاد کی ممانعت
- ④ ترک موالات کی مخالفت ⑤ امامیت کا دعوے ⑥ مسلمانوں کی عام تکفیر ⑦ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز ناجائز قرار دینا ⑧ تحریک خلافت کی مخالفت ⑨ انگریزی حکومت سے امیدیں۔ ⑩ اور قرآن کریم میں تحریف لفظی کی کوشش۔

لے نوبہ انوار مجلہ ص ۷۷ الطاری الداری بہنوار عبدالباری حصہ دوم ص ۷۷ مطبوعہ حسنی پریس بریلی۔

قادیانیوں اور رضانیوں کی مشترکہ اسکس

① انگریزوں سے خاندانی وقاداری

سندھ کی جنگ آزادی میں مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے پچاس سوار اور پچاس گھوڑے سرکار انگلشیہ کو پیش کیے تھے کہ وہ برطانیہ کی حمایت میں اہل ہند کو کچلیں مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا مفتی علی خاں اور دادا مولانا رضا علی خاں ان دنوں بریلی میں بڑے سکون و اطمینان سے ذخیرہ میں تشریف فرما تھے۔ جرنیل بخت خاں سادات نوحہ بریلی اور عام غریب مسلمان اسلام کی عزت اور آزادی وطن کے لیے سرحد کی بازی لگا رہے تھے اور مولانا رضا علی انگریزوں کے سایہ اعتماد میں مطمئن بیٹھے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کے معتقد سوارخ نگار شاہ مانا میاں
رضاخانی نہ کرو عمل قادری مولانا احمد رضا خاں کے خاندان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

مسلمانوں کو گرفتار کر کے تختہ دار پر چڑھایا جا رہا تھا۔ مولانا رضا علی خاں اس زمانہ میں بریلی میں محلہ ذخیرہ میں قیام فرما تھے۔ شہر کے بڑے بڑے با اثر لوگوں نے گھروں کو خیر باد کہہ دیا تھا اور دیہاتوں میں جا کر زور پوش ہو گئے تھے۔ مولانا صاحب نے باوجود لوگوں کے اصرار کے بریلی نہ چھوڑی تھے۔

مسلم ہوا بڑے حضرت کے حکومت سے پورے اعتماد کے تعلقات تھے۔ مگر لوگ یوں ہی اصرار کر رہے تھے۔ یہ وہ وقت تھا کہ حکومت سے تعلقات رکھنے والے بڑے بڑے با اثر لوگ اپنے آپ کو غصے میں سمجھتے تھے۔ لیکن مولانا رضا علی کو برطانیہ سے بہت ہی گہرا اعتماد حاصل تھا۔ مولانا احمد رضا کی یہ قدی نسبت کا حال ہے۔ اب ذرا مہرہی نسبت کے بارے میں بھی سنیں۔

لے گوا فرج ٹوٹ مار کا مال اس محلے میں جمع کرتی تھی اور یہ جگہ ان کا مرکز بھی جاتی تھی۔ ”ذخیرہ“
 لے سوارخ علی حضرت ص ۲

اعلیٰ حضرت کے شہر شیخ فضل مین مرحوم ریاست راجپور میں قلاب کلب ملی خاں کے
ریاستی مشیروں میں ممتاز درجہ پر فائز تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں۔

قادیانی منکر و عمل

میں ایسے خاندان سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ

نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ ——— اول درجہ پر سرکار
انگریزی کا غیر خواہ ہے۔

میرا باپ سرکار انگریزی کے مراحم کا ہمیشہ امیدوار رہا اور عند الضرورت
خدمتیں بھی بجالاتا رہا۔

② انگریزوں کی مدح و تعریف

مولانا مصطفیٰ رضا خاں جانشین صاحبزادہ مولانا احمد رضا خاں

انگریزوں کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

رضا خانی منکر و عمل

جہاز میں قطکی یہ کیفیت تھی کہ لحم میتہ (مردار گوشت) بھی باقی نہ رہا تھا اور لوگوں
کو تلاش پر وہ بھی دستیاب نہ ہو سکتا تھا۔ نصار نے (انگریز) ہندوستان سے اناج
کے جہاز بھر کر لے جاتے اور یہاں چار سیر بکتا تھا وہاں دس سیر کا فروخت کرتے بلکہ
مفت بانٹتے تھے۔

مرزا غلام احمد نے، مئی ۱۹۰۷ء کو انگریزوں کی تعریف کرتے
ہوئے یہ اعلان کیا۔

قادیانی منکر و عمل

کیا تم سلطان روم کی عہداری میں رہ کر یا کٹر اور مدینہ میں اپنا گھر بنا کر شریہ لوگوں کے
عملوں سے بچ سکتے ہو؟ جنہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک ہفتہ ہی میں تم تھوڑے سے ٹکڑے

لے لیٹا منہ دے تبلیغ رسالت عہد ہفتہ مشائخ نور الحق صدر اول مشائخ عہد حجاز و اسیرہ

نکڑے کیے جاؤ گے۔

③ جہاد کی ممانعت کا فتوے

جب ہندوستان میں انگریزی عملداری کے خلاف تحریکیں اٹھ رہی تھیں اور مسلمان انگریزوں کی مخالفت کرنے کو جہاد سمجھتے تھے۔ تو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا احمد رضا خاں نے اُن کی روک تھام کے لیے ممانعت جہاد کے فتوے جاری کیے۔ تاکہ مسلمان جو مذہب کے نام پر انتہائی قربانی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں ان کے جوش کو ٹھنڈا کیا جائے۔

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-
رضا خانی فکر و نظر | مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں ہے

مولانا مصطفیٰ رضا خاں ایک مقام پر انگریزوں کے حلیف شریف کو کی حمایت کرتے ہوئے انگریزوں کے خلاف فتوے جہاد پر یوں طر کرتے ہیں :-

ہندوستان میں فرضیت جہاد کے فتوے دینے والے اور جوان میں شریک نہ ہوں
 انہیں نامرد بنانے والے شریف سے کیوں اتنے مخالفت میں ہے

اس عبارت کا لفظ نقطہ بار بار ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے حلقے کے لوگ انگریزوں کے ساتھ تھے اور مجاہدین آزادی پر آوازے کھتے تھے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے :-
قادیانی فکر و عمل | گورنمنٹ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی نیت سے

ہم نے کئی کئی کتابیں مخالفت جہاد میں لکھیں ہیں
 اے دوستو جہاد کا اب چھڑ دو خیال دیں کے لیے حرام ہے اس جنگ اور قتال

۱۵
 ۱۔ تبلیغ رسالت جلد ۱۰، حصہ ۱۲۳ اے و دام العیش ص ۱۳۰ مطبوعہ حسنی پریس بریلی اے حجۃ وابرہ ص ۱۴
 ۲۔ تبلیغ رسالت جلد ۱۰، حصہ ۲ ص ۱۰۷

۴) ترک موالات کی مخالفت

جہاد کی کمزور ترین صورت یہ تھی کہ انگریزوں سے موالات اور دوستی کا تعلق نہ رکھا جائے
ہندوستان پر ان کے شاطرانہ اور جابرانہ قبضے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور اس طرح ان
سے بائیکاٹ کیا جائے کہ انگریزوں کو محسوس ہونے لگے کہ لوگ انہیں نہیں چاہتے اور ان
کے حکومت پر جبری قبضہ سے نالاں ہیں۔ جو جہاد کے لیے تو قوت و بے چارگی کا سوال ہو سکتا
تھا۔ لیکن ترک موالات تو جہاد کی کمزور ترین صورت تھی۔ اس میں قوت و بے چارگی زیر بحث نہ
تھی۔ جو لوگ اس وجہ سے میں بھی اسلام کی حریت نہ رکھتے ہوں۔ اس کے دسے ان کے اسلام کی
کیا صورت ہوگی۔

مولانا احمد رضا خاں نے ترک موالات کی بھی پوری مخالفت کی۔
رضا خانی فکرو عمل | جناب مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:-

یہ وہ زمانہ تھا جب ترک موالات کے خلاف آواز اٹھانا خود کو انگریز حاکموں
کا حمایتی ظاہر کرنے کے مترادف تھا۔ مگر فاضل بریلوی نے اظہار حق و حق کو غالب
رکھنے میں طاقت کرنے والوں کی پرواہ نہ کی اور قیہا نہ شان کیا۔ فیصلے صادر فرما لے
کیا انگریز حق پر تھے؟ اظہار حق کی کیا یہی صورت تھی کہ فضیلت جزیات سے مضمون کھینچ
کھینچ کر انگریزوں کی حمایت کی جائے اور جس طرح بھی بن پڑے جندہ جہاد کو دایا جائے جب
یہ کہا گیا کہ کم از کم انگریزوں سے مالی مدد لینا تو چھوڑ دو۔ تو مولانا احمد رضا خاں نے کہا:-
قیسم دین کے لیے گورنمنٹ (برطانیہ) سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالفت شرع سے
مشروط اور نہ اس کی طرف منہر ہو۔ یہ تو نفع بے فائدہ ہے۔

لے فاضل بریلوی اور ترک موالات سے ۱۲ لے الحجۃ المومنین فی آیات المستعزۃ من عند احمد رضا خاں

قادیانی فکرو عمل | مرزا غلام احمد ترک موالات تو دور کنار موالات برطانیہ کے آسمانی داعی تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی زندگی ہی موالات پر مبنی۔
خود لکھتے ہیں :-

گورنمنٹ برطانیہ میری وہ تلوار ہے جس کے مقابلہ میں ان ملکا کی کچھ پیش نہیں جاتی بلکہ
مرزا بشیر الدین محمود نے بھی مولانا احمد رضا خاں کی طرح تحریک ترک موالات کے خلاف
بہت کام کیا۔ لکھتے ہیں :-
جماعت احمدیہ کی مذہبی تعلیم یہ ہے کہ حکومت کی فرمانبرداری کی جائے تو پھر جماعت
احمدیہ گورنمنٹ کی مخالفت کس طرح ہو سکتی ہے بلکہ

⑤ ماموریت کا دعوئے

قادیانی لوگ مرزا غلام احمد کو خدا کی طرف سے مقرر کردہ سمجھتے ہیں اور اسے مہدی اور مسیح
کہتے ہیں۔ بریلوی جماعت کے لوگ بھی مولانا احمد رضا خاں کو مامورین اللہ خدا کی طرف سے مقرر کردہ،
کہتے ہیں۔ اسلامی عقیدہ میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مامورین اللہ کے منصب پر
نہیں ہو سکتا جس کا ماننا فرض اور زماننا کفر بر آدمی مامورین اللہ کے انکار سے بے شک کافر ہو جاتا
ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لوگ دل سے نہ مانتے تھے ان کے بارے میں ہم یقینی طور
پر کہہ سکتے ہیں فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضاً لیکن کسی مامور یا مولانا کے مخالفین کو ہم
فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضاً نہیں کہہ سکتے۔ قرآن کریم میں یہ آیت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے مخالفین کے بارے میں وارد ہے اور یہ حکم یقینی طور پر صرف مامورین اللہ کے نہ
ماننے پر ہی لگ سکتا ہے اب اس باب میں رضا خانی عقیدہ دیکھئے۔ خان صاحب لکھتے ہیں :-
فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضاً ولاہل السنۃ من اللہ احمد رضا۔ آمین

ترجمہ دہادیوں کے دلوں میں روگ ہے۔ سوائڈ نے ان کا روگ بڑھا دیا اور ہل پست

کے لئے خدا کی طرف سے احمد رضا مقرر ہوا ہے۔ آمین

مولانا احمد رضا خاں اپنی کتاب خالص الاعتقاد کے خود مصنف ہیں اور یہ کتاب اُردو

میں ہے۔ اس میں آپ نے یہ فقرہ عربی زبان میں لکھا ہے اور اس کے آخر میں آمین کہی ہے۔ اگر

سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس فقرے کو ایک آسمانی الہام سمجھتے تھے۔ ورنہ اپنی زبان میں ہی

لکھ دیتے۔ قرآن کریم کی آیت کے ساتھ اپنے بنائے ہوئے فقرے کو بہ وزن بنانا اچھی بات نہ تھی

ختمِ نبوت پر عقیدہ رکھنے والا کوئی شخص اپنے آپ کو مأمور من اللہ نہیں کہہ سکتا۔ مأمور وہ ہوتا

ہے جس کے بارے میں آخرت میں پوچھا جائے کہ تم نے اسے قبول کیا؟ اور وہاں جواب دہ

ہونا پڑے۔

بریلوی لوگ مولانا احمد رضا خاں کو مأمور من اللہ سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبر میں

جب پوچھا جائے گا کہ تم کس کی جماعت ہو تو وہاں انہیں مولانا احمد رضا خاں کا نام بتانا ہوگا۔

سید الیوب علی بریلوی نے رضوی کتب خانہ بریلی سے ۱۹۶۷ء میں ایک رسالہ مدارج الصلح شائع

کیا تھا۔ اس میں ایک قصیدہ نغمۃ الروح بھی ہے۔ یہ کتاب حسنی بریلی بریلی میں طبع ہوئی۔ اس میں

مولانا احمد رضا خاں کے دعوت من اللہ احمد رضا مولانا احمد رضا خاں خدا کی طرف سے آئے

ہونے میں، کی پوری تصدیق ملتی ہے۔ نغمۃ الروح ص ۱۵ میں ہے۔

نیکیرین آکے مرقد پر جو پوچھیں گے تو کس کا ہے

ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا

(سلیس) قبر میں دو فرشتے منکر اور نکیر آکر مجھ سے پوچھیں گے تو کس کا آدمی ہے؟

میں وہاں سر جھکا کر بڑے ادب سے مولانا احمد رضا خاں کا نام لوں گا۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال ہوگا اور مومن

اس کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے گا۔ جس وقت کے بعد اور کوئی مأمور من اللہ پیدا

نہ ہوگا جس کے بارے میں آخرت میں سوال و جواب ہو سکے۔ یہ عقیدہ ہرگز درست نہیں کہ وہاں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں سوال ہوگا۔ نہ من الشہ احمد رضا کا عقیدہ درست ہے کہ مولانا احمد رضا خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے تھے۔

مرزا غلام احمد کا دعوے تھا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔
قادیانی فکر و نظر | "خدا نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ اگر ہزار بنی پر تقسیم کیے جائیں تو ان کی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔"

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ خدا کی طرف سے ہونے کا مطلق دعوے دراصل اپنی نبوت کا اعلان ہے اور جب قبر میں پوچھا جائے کہ تمہارا نبی کون ہے؟ تو وہاں اس مامور کا نام لینا ہوگا جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے کسی کو ہدایت بخشی ہو۔ وہاں مولانا احمد رضا خاں کا نام لینا رضا خانی فکر و نظر کی رد سے ہی درست ہو سکتا ہے۔

⑥ مسلمانوں کی تکفیر عام

یہ مرتبہ صرف پیغمبر کا ہے کہ اس کے ماننے اور نہ ماننے سے اسلام و کفر کے فاصلے قائم ہو جائیں اور کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ لوگوں کو کہے میرا دین و مذہب مانو، دین و مذہب خدا اور اس کے رسول کا ہے۔ اپنے ماننے والوں کے سوا باقی سب کی تکفیر کرنا یہ کسی کو زیبا نہیں۔ نہ یہ درست ہے کہ انسان اپنے فرقہ کے سوا باقی سب کو کافر کہے۔ علمی اور عملی اختلافات ہو سکتے ہیں لیکن ہر فرقے سے اختلاف کو کفر و اسلام کے فاصلے قرار دینا ایسی متحرک تکفیر ہے جس کی کوئی غیرت مند مسلمان اجازت نہ دے گا

مولانا احمد رضا خاں اپنے سوا باقی سب کی تکفیر کرتے ہیں۔
رضا خانی فکر و نظر | رافضی، تبرائی، وہابی، دیوبندی، وہابی غیر متقدم،

قادیانی، چکڑالوی، نجری، ان سب کے ذیحے محض نجس و مُردار قطعی ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار نام الہی لیں اور کیسے ہی مشقی پر ہیز گار بننے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں۔
غلامِ کلام ہے کہ یہ ملائے سب کے سب کافر و مرتد ہیں۔ باجماع امت اسلام سے خارج ہیں۔

دیوبندیوں کی نسبت صاف مرتد و فتنہ ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اس فتوے کی رد سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی، حضرت شاہ کرامت علی جوہر ری، مولانا عبدالباری، اور دیگر علماء فرنگی محل کشتہ، حضرت مولانا شاہ محمد علی مونگیری خلیفہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی، حضرت شاہ معین الدین اجیری اور دیگر علماء سلسلہ خیر آبادیہ، علماء دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، سرسید احمد خاں بانی علی گڑھ کالج، حکیم محمد جلیل خاں، مولانا حالی، ڈاکٹر انصاری، ڈاکٹر حسن نظامی، ڈاکٹر علامہ اقبال، قائد اعظم محمد علی جناح یہ سب حضرات جو علماء دیوبندیوں سے نہ تھے لیکن علماء دیوبند کو کافر بھی نہیں کہتے تھے۔ سب کے سب کافر ہو گئے۔ کیونکہ مولانا احمد رضا خاں کا فتوے ہے کہ جو علماء دیوبند کے کفر میں شک بھی کرے وہ بھی کافر ہے تو جو لوگ مراۃ کہیں کہ انہیں کافر کہنا غلط ہے۔ وہ بریلویوں کے نزدیک کیسے مسلمان رہ سکتے تھے اور بریلویوں کے اس فتوے کی رد سے آج کون ہے جو کافر نہ ہوگا۔ بریلوی جماعت کے مولانا ابوالطاهر محمد طیب داناپوری نے ایک ہی فقرے میں بات طے کر دی۔

ستی مسلمانوں (رضا خانیوں) کے سوا یہ تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطلقہ کفار و مرتدین نام ہیں۔

۱۔ احکام شریعت ص ۱۲۱ ۲۔ حام الحرمین ص ۳۳ ۳۔ عرفان شریعت جلد ۱ ص ۱۲۱
۴۔ جناب اہل السنۃ ص ۱۱ بریلی الیکٹرک پریس طبع ۱۳۳۵ خاتم شدہ از پبلیشیت

ڈاکٹر علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کے بارے میں لکھتے ہیں :-
 ڈاکٹر صاحب کے اسلام کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر ان اعتقادات کے
 باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی اور
 اسلام گھڑ لیا ہے۔

بحکم شریعت مسٹر جینا اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ غیبیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از
 اسلام ہے۔ جو شخص اس کے کفروں پر مطلع ہونے کے باوجود اس کو مسلمان جانے
 یا اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے
 وہ بھی کافر و مرتد اور شر اللہ نام اور بے توبہ مرآت مستحق لعنت عزیز علامہ

قائد اعظم کے جنازہ کے وقت اتفاق سے مولوی سردار احمد (لاہور)، مولوی ابوالبرکات
 (لاہور) اور مولوی محمد عمر چھروی (لاہور) کراچی پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے قائد اعظم کی نماز
 جنازہ میں شرکت نہ کی اور چودھری ظفر اللہ خاں قادیانی کی طرح علیحدہ کھڑے امت کے لئے
 تماشا بنے رہے۔ انہی دانا پوری صاحب کی تحریک تکفیر کی ایک اور جھلک دیکھئے :-

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس^۱ و ندوۃ العلماء و خدام کعبۃ و خلافت کمیٹی^۲ و جمعیتہ علماء ہند
 خدام الحرمین^۳ و اتحاد ملت و مجلس احرار و مسلم لیگ^۴ و اتحاد کانفرنس^۵ و مسلم آزاد
 کانفرنس^۶ و نوجوان کانفرنس^۷ و غازی قوت و جمعیت تبلیغ الاسلام^۸ اقبال و سیرت
 کمیٹی^۹ پٹیالہ لاہور و امارت شرعیہ بہار و آل پارٹیز کانفرنس^{۱۰} و مومن کانفرنس^{۱۱} و
 جمعیت المؤمنین^{۱۲} و جمعیت الانصار و روحی و صنفی و آل جمعیتہ المنصورہ و کپڑا پہنے
 والے جمعیتہ الادریس^{۱۳} و جمعیتہ القریش و سبزی فروشوں کی جمعیتہ الراعین^{۱۴} و پٹانوں کی
 افغان کانفرنس^{۱۵} و مبین کانفرنس^{۱۶} وغیرہ کمیٹیاں اسی مقصد کے لئے انہیں کفرہ نیا چہ
 (نچری کافروں) نے گھڑی ہیں۔

بریلویوں کو مسلمانوں کی اس تکفیر عام سے کیا ملا؟

سی آئی ڈی سے کہہ نہ دو اب لگی آڑ میں ہاتھ تھے خاندان حکومت سے رہبری
کب تک عجمیہ و خلیفہ سے فیضاب کس نے سکھا دیے تھے اب کافر کی
مرزا غلام احمد کا بیٹا دوسرا خلیفہ بشیر الدین محمود لکھتا ہے۔

قادیانی منکر و نظر | کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں

ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا۔ کافر اور دائرہ اسلام
سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد میں ہے۔

مرزا بشیر الدین محمود ایک دوسرے مقام پر اپنے باپ کے بارے میں لکھتا ہے۔

آپ کا ایک بیٹا (فضل احمد) فوت ہو گیا۔ جو آپ کی ربانی طور پر تصدیق نہ کرتا تھا

..... جب وہ مرا تو آپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا احمد رضا خاں کے پیرو

دوسروں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔ قائمہ اعظم کی نماز جنازہ میں اگرچہ دھری طغرائے شریک نہ
تھے تو مولوی سردار احمد لاہوری بھی کنارے پر کھڑے تھے۔

④ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز ناجائز قرار دینا۔

مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مرکز اسلام ہیں۔ قیامت تک وہاں

کفار کا قبضہ نہ ہو سکے گا۔ نہ وہاں سے کبھی ہجرت کی ضرورت ہوگی۔ ہجرت کا سوال وہیں پیدا ہوتا

ہے جہاں کفر کا قبضہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ فتح مکہ کے بعد وہاں سے کبھی

ہجرت نہ ہوگی۔ مولانا احمد رضا خاں بھی کہتے ہیں:-

حرمین مطہرین... سے دین کا آغاز ہوا اور حکم احادیث میں کبھی وہاں شیطان کا دور دورہ نہ ہوگا۔

لے آئینہ صداقت معصوم مرزا محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے تہذیب ایمان ص ۲۱

مدینہ طیبہ کے حکام علماء، ائمہ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو بحیرہ کافر بتلانے والے اور اس طرح ان سب کو ایذا دینے والے کیا ان احادیث پر غور نہیں کرتے جن میں اہل مدینہ کے ساتھ بغض و بدخواہی کو بڑا کہا گیا ہے۔ مدینہ طیبہ کو جس طرح دوسری جگہوں پر فضیلت ہے اہل مدینہ کی بدخواہی اور ان کو کاغذ کہنا بھی بڑا گناہ ہے مولانا احمد رضا خان دیکھتے ہیں۔

مدینہ طیبہ کو جزیرہ عرب پر جس قدر فضیلت ہے اسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے اور حضور نبیہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیش نہ کرے گا۔ مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا جیسے نمک پانی میں جو مدینہ والوں کو ایذا دے اللہ تعالیٰ اسے مصیبت میں ڈالے اور اس پر خدا اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کا نفل قبول کرے نہ قرض لے۔ اسی اصول پر پھر آگے لکھتے ہیں۔

ہم اور تم سب مل کر مہر کر دیں کہ جو مسک علمائے حرمین طہیین زاد ہما اللہ شرفا و تقیما کا ہے فریقین کو مقبول ہو گا۔ اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں تو بہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی یہ فضیلت ہمیشہ کے لیے بیان کی تھی۔ آخری زمانے کے حالات بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ ان الایمان لبأذالی المدینۃ مدینک ایمان مدینہ میں پناہ لے گا، پس یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر نیکی تک کفار کا قبضہ نہ ہو سکے گا۔

مگر انوس کو انگریزوں کے خود کاشتہ پودے مکہ و مدینہ کو مرکز اسلام تسلیم کرنے سے پھر گئے۔ انہوں نے عقیدہ بنایا کہ آل سعود کافر ہیں، وہابی مرتد ہیں اور حرمین پر اب کفار کا قبضہ ہے۔ (معاذ اللہ) اس بات کو کہ وہابی کافر ہیں اور مکہ و مدینہ پر کفار کا قبضہ ہے صرف انگریزوں

لے انہی الاکید صلا مطبوعہ ربی طبع سرم لے ایضاً

کے دجنت ہی گوارا کر سکتے تھے۔ دنیا کے مسلمانوں پر اس غلط فہمی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ موسم حج میں سب ان کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور سب ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ ان امر سے مسائل میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم میں اور ان میں کفر و اسلام کے فاصلے بزرگ نہیں ہیں۔

مولانا احمد رضا خان نے جب اپنے عقائد میں تبدیلی کی

رضا خانی فکر و نظر | تو دہلیہ اور جیلو علماء اہل سعود کے بارے میں کہا۔
 وہ ان کی نماز نماز ہے، وہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے۔ تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے۔

جو شخص دہلیوں کے کفر میں شک بھی کرے۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں :-

مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت، اسے مسلمانوں کا مافصل کفن دینا حرام اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر۔ اس کا جنازہ اپنے کندھے پر اٹھانا اس کے جنازے کی مشابہت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام ہے۔

بریلویوں کے اس قسم کے فتوؤں سے پوری امت گھما مل ہے۔ پوری امت کی ٹیکینر

کرنے سے کوئی مدینہ کہاں تک مرکز اسلام سمجھے جاسکتے ہیں۔ یہ بات اہل خبرت پر فحشی نہیں۔ یہ لوگ وہاں جا کر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور ان عظیم مراکز اسلام کی باجماعت نمازوں سے محروم واپس لوٹتے ہیں اور نصف صدی سے ان میں سے کسی کو مکہ یا مدینہ کی نماز جمعہ نصیب نہیں ہوئی۔ مولوی محمد عمر صاحب اچھڑ دی اپنے ان لوگوں کی تعداد کے بارے میں لکھتے ہیں :-

میرے ہم خیال ساتھی پچیس کی تعداد میں تھے جنہوں نے ان کے پیچھے اقتدار نہیں کی۔ بلکہ قمع سے ثابت ہوا کہ اکثر مقلدین علیحدہ جماعت کو داتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارا

بھی یہی دعوہ رہا اور وہاں کے مشہین اخاف کو میں نے اپنے گھروں میں نماز گزارنے دیکھا۔ سوال کرنے پر یہی جواب ملا کہ نجدیوں کی اقتدار ہمارے علماء کے فتوے سے اذروے احادیث صحیحہ کسی صورت میں صحیح نہیں ہے۔
مردا غلام احمد لکھتا ہے۔

قادیانی فکرو نظر | خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے۔

اور قطعی حرام ہے کہ کسی کفر اور مکذّب یا مرتد کے پیچھے نماز پڑھو۔
مردا بشیر الدین محمود نے بھی لکھا ہے۔

ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔
غیر احمدی بچے کا جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

⑧ تحریک خلافت کی مخالفت

خلیفۂ وقت ابوالعزیز یعقوب بن سترکل نے ۹۲۳ھ میں عہدس کیا کہ خلافت کا صرف تقدس باقی رہ گیا ہے۔ طاقتور امراء خود مختار ہوتے جا رہے ہیں۔ خلیفہ نے قوت اسلامی بگاڑنے کی خاطر کل حقوق خلافت ترکی سلطان سلیم خاں کو تفویض کر دیئے اور خود خلافت سے دستبردار ہو گیا۔ ترک ان دنوں مسلمانوں کی عظیم قوت تھے اور بجا طور پر امید کی جا سکتی تھی کہ وہ مسلمانوں کا بکھر ہوا شیرازہ پھر کسی درجہ میں جمع کر لیں۔

سلطان سلیم خاں نے اہل حل و عقد اور علماء اذہر سے اس کی قانونی اور شرعی منظوری بھی لے لی اور خلافت عثمانیہ کا آغاز ہو گیا۔ آل عثمان نے چار سو سال تک قلم و اسلامی میں کام کیا۔ بڑے بڑے علماء کبار اس دور میں گزرے۔ کسی نے خلافت عثمانی کی قانونی حیثیت کا انکار نہ کیا اور یورپ کا یہ مرد بیمار سا لہا سال تک کفریہ طاقتوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ ترک گو قریش میں

لے متیاس خلیفۃ مسلمان اربعین صمد سوم ۱۳۳۲ھ کا شیرازہ اور خلافت مسلمانہ کے الفضل قادیانی مئی ۱۹۲۲ء

سے نہ تھے لیکن قریشی غلیف کی نامزدگی آل عثمان کو قانونی خلافت تفویض کر چکی تھی۔ ترکوں نے اپنے اس دور میں عظیم قربانیوں سے اسلام کی حفاظت کی اور اس پر تاریخ گواہ ہے اقبال مرحوم نے یہاں کہا تھا۔

ہے یہاں یورپ دشمنانہ کار کے افسانے سے پاسان مل گئے کعبہ کو منہ خانے سے

سہرنا یہ کہ ترکوں کی یہ شوکت اور مرکزی قوت ہرگز گواہ نہ تھی۔ وہ کبھی برداشت نہ کر سکتے تھے کہ مسلمان ایک مرکز پر جمع رہیں۔ اتفاق سے پہلی جنگ عظیم میں ترک جرمنی کے حلیف تھے۔ انگریزوں کو اب کھل کر سامنے آنے کا موقع مل گیا۔ انہوں نے حجاز (عرب) میں شریعت کو ترکوں کے خلاف بغاوت کا دھواں مسلمان ہند نے جب دیکھا کہ نصیب سے اپنا اثر و نفوذ حجاز میں بڑھا ہے ہیں۔ انہوں نے کئے والے خطرات کو محسوس کر لیا اور ہندوستان میں ترکی خلافت کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ انگریز ہندوستان اور عرب دونوں ملکوں کے علماء سے ترکوں کے خلاف فتوؤں کے طلب گار تھے۔ شیخ الہند مولانا محمد حسن نے ثابت قدمی دکھائی اور انگریز کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن عزم استقلال کا کوہ گراں اپنے مقام پر پوری ہمت سے ثابت قدم رہا۔

مولانا احمد رضا خاں نے اس کشمکش میں شریف کو کامیاب قرار دیا۔

رضا خانی فکر و عمل

شریف نے جنگ یورپ میں انگریزوں کی شرپر ترکوں کے خلاف بغاوت کی۔ آستانہ بریلی نے خلافت ٹھٹھنے پر اپنی کامیابی کے اعلانات شائع کیے۔ مولانا احمد رضا خاں نے شرعی دلائل سے ثابت کیا کہ ترک خلافت کے خدشہ نہیں اور یہ کہ چار سو سال تک مسلمانوں کو یہ لوگ ظالمانہ طور پر غلام بناتے رہے ہیں۔ شریف کو نے بہت جیت دکھائی کہ قوم کو ترکوں کی غلامی سے نجات دلائی تھے تاریخ کے اس نازک موڑ پر اقبال نے کہا

ہے جیتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفیٰ خاک و خوں میں مل رہا ہے تو کمان تحت کوش

مگر مولانا احمد رضا خاں نے ترکی خلافت کے خلاف ایک کتاب دوام العیش تالیف فرمائی۔ آپ نے لکھا کہ ترک خلافت کے حق دار نہیں۔

شرعی خلافت قریش میں منحصر ہے۔ دوسرا شخص غلیظہ نہیں ہو سکتا اور قریش جب تک دین قائم رکھیں گے ان کا مخالف ذلیل و رسوا ہو گا۔

ان کے صاحبزادہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے بڑے ترک و اعتنا سے اس کتاب کی تہنیتی اور انگریزی محکمہ اری میں اس کتاب کی وسیع نشر و اشاعت کی گئی۔ وہ ترک جن کی شریعت آباد چار سو سال تک اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرتی رہی تھی۔ انگریز کی شاطرانہ سیاست نے اس وقت اپنے بھائیوں سے ہی پھٹنے لگے۔ خلافت ٹوٹنے پر مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے بڑے طنز و اداسے لکھا۔

اخبار بھی آج کل وہ خبریں شائع کر رہے ہیں جن سے ان کی خود ساختہ خلافت کی رہی سہی جان پر بن گئی۔ نیم جان کے گلے پر چھری چل گئی ہے۔ مسلمانوں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس عبارت کا فقرہ فقرہ خلافت کے دل پر تیز تر اور نکتہ نظر لگائے خلافت پر غمخوار کام کر رہا ہے۔

مولانا مصطفیٰ رضا خاں خوش تھے کہ ان کے والد کی پیش گوئی کہ ترک ذلیل و خوار ہوں گے ان کی محنت سے پوری ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قادیانی فکر و عمل | مرزا بشیر الدین محمود نے اعلان کیا۔

پبلک کو مطلع کیا جاتا ہے کہ قادیانیوں کو رکھنے والے کسی احمدی کا یہ عقیدہ نہیں کہ سلطان شریکی خلیفہ المسلمین ہے۔

ہمارے نزدیک اگر ترکوں کے بادشاہ غلیظہ تھے بھی تو جس وقت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے مامور کیا اس وقت سے ان کی خوفناک باطل ہو گئی۔ جب کوئی انسان مامور ہو کر گئے تو پھر وہی خلیفہ ہوتا ہے۔

لے دھام العیش سے جے تہید دھام العیش سے مطبوعہ حسنی پریس بریلی سے الفضل قادیانی ممبر مجلس
جلد ۱۱ ص ۱۱۱ کے الفضل ۲۲ دسمبر ۱۹۱۲ء

یہی وجہ ہے کہ ترکیب خلافت کی ناکامی پر قادیانیوں نے اپنے مکانات پر پسراخ بھی روشن کیئے۔ الفضل قادیان کی رپورٹ ملاحظہ ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور خاندان مسیح موعود کے مکانات پر بھی چراغ روشن کیئے گئے۔ اس کے علاوہ تمام احمدی اصحاب نے اپنے اپنے مکانات پر عجب روشنی کی۔
 نہ خوش ہو دیکھ کر آوارہ پروانوں کی لاشوں کو
 کبھی اے شمع تیری لاش بھی محفل سے نکلے گی

قادیانی اور رضا خانی دونوں ملتے خلافت عثمانی کی ناکامی پر خوش اور شاداں ہوتے۔
 انگریز حکومت مطمئن تھی کہ ان کے ایجنٹ حق نمک ادا کر رہے ہیں۔
 کاسہ لیسان فرنگی کے نمک خوار قدیم جن بربادی اسلام مٹانے والے
 باندھ کر پٹکا نصاریٰ کی رضا جوئی کا گولیاں ترک جو اللہ پر چوٹے دلے
 ان دونوں کی یہ مخالفت صرف ترکیب خلافت سے اختلاف نہ تھا یہ ترکی سلطنت
 کو ہی کوئی وزن دینے کے لیے تیار نہ تھے۔

⑨ ترکی سلطنت سے بغض و نفرت

مولانا احمد رضا خاں صاحب جب حامیان خلافت کے ذلیل و رسوا ہونے کی امیدیں لگائے ہوئے تھے تو قادیان بھی انہی امیدوں کے سہارے جی رہا تھا۔ الفضل نے کھاتہ ہمدانی خواہش ہے کہ اگر بہادر عثمانی دستبردار ہونے پر مجبور ہوں تو پھر منصب برطانیہ کے حریت پسند صداقت شمار فرزندوں کے ہاتھ لگے۔
 قادیانیوں نے ترکوں کی بے بسی جن اناظر میں ترک کی ان کا حق صرف ترکی سلطنت سے بغض و نفرت کی غمازی کر رہا ہے۔ یہ قادیانیوں کی طرف سے فرزندان برطانیہ کو قبیضے کی

کلی دعوت تھی۔ افضل چر یہ بھی کہتا ہے۔

ان حالات کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ آل عثمان کی سلطنت رومہ یا زندہ رہنے کے قابل ہے۔

آستانہ بریلی بھی حالات کا یہی نقشہ کھینچ رہا تھا اور فردنجان برطانیہ کو اپنی جو صورت کا حل سمجھتا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے مصطفیٰ رضا خاں نے لکھا۔

ترکی کا بادشاہ شہنشاہ کا بادشاہ رہ گیا تھا۔ کسے معلوم نہیں کہ وہ دنیا ال پر انگریزی قبضہ تھا۔ کسے معلوم نہیں کہ خود قسطنطنیہ میں نصاریٰ نے متعلقہ تھے۔

... مجاز میں قحط کی یہ حالت تھی کہ لحم میتہ (مردار گوشت) بھی باقی نہ رہا تھا۔ اور لوگوں کو تلاش پر وہ بھی دستیاب نہ ہو سکتا تھا۔ نصاریٰ نے ہندوستان سے اناج بھر کر لے جاتے اور یہاں چار سیر کا بکنا تھا۔ ہاں دس سیر کا فروخت کرتے بلکہ مفت بانٹتے تھے۔

آستانہ بریلی ترکوں کی حالت زار بیان کہے پر تجویز سامنے لا رہا ہے کہ ان حالات میں انگریزوں کا وہاں تعارف کرنا مسلمانوں کے لیے واقعی سایہ رحمت ہے۔ ترک مجاز کو سمجھانے کے لائق نہیں رہے۔ اور اب یہ منصب برطانیہ کے صداقت شمار فرزندوں کے ہاتھ آنا چاہیے۔ قادیانیوں کی تجویز بھی یہی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قادیانیوں اور رشتہ خانیوں دونوں کا چہرہ فکر ایک تھا اور دونوں انگریزوں کو اپنا قبلاً حاجات سمجھتے تھے اور کسی سیاسی ایجنٹ تھے۔

⑩ انگریزی حکومت سے اُمیدیں

سلطنت غالب قومن کے کھیل کا نام ہے۔ محکوم قومیں ذرا بیدار ہونے لگیں تو حکومت کی ڈپلومیسی عمل میں اور مشینری حرکت میں آجاتی ہے۔ عزم و جزم کے لوگ قید و بند کا استقبال

لے افضل ۱۲ مارچ ۱۹۱۵ء کو لکھنؤ اور ۹ مارچ ۱۹۱۵ء کو لاہور سے۔

کرتے ہیں اور کاسہ لیان حکومت داد و دہش اور آئندہ امیدوں میں کھو جاتے ہیں۔
قرآن کریم کہتا ہے:-

ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة
و كذلك يفعلون۔ (۱۹ انفل آیت ۲۳)

ترجمہ: حکمران جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے بگاڑ دیتے ہیں۔ اس کے
عزیز و لوگوں کو عاجز کر دیتے ہیں اور یہی ان کی روش چلی آتی ہے۔
اقبال مرحوم نے بجا کہا تھا:-

آج ہندوؤں کا رجز آیت ان الملوك سلطنت اقوام غالب کی ہے اگ جادوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر پھر سُلا دیتی ہے اس کو حکمران کی ساتھی
برطانوی استعمار میں اہل ہند پر کیا گزری؟ ماسوائے چند علماء حق کے سب نے خاموشی
انتیہا کر لی یا انگریز حکومت سے سمجھوتہ کر لیا۔ جناب مسعود احمد صاحب اقرار کرتے ہیں:-
ماسوائے چند علماء کے مصطلات وقت کے تحت سب ہی نے انگریزوں کی
حمایت میں عافیت کھجی ہے۔

ہم مسعود صاحب کی اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے کہ اکثر علماء انگریزوں کے ساتھ ہو
گئے تھے۔ صحیح یہ ہے کہ اکثر نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ چند ضمیر فروش تھے جو انگریزوں کی
حمایت میں عافیت کھتے تھے۔ مسعود صاحب اس آئینے میں سب کو اتار رہے ہیں۔ ان کا یہ
غلط نقطہ نظر مولانا احمد رضا خاں کے نئے دفاع مہیا کرنا ہے۔

وہ علماء کن تھے جو عزم و استقلال کا نہاٹے رہے اور اپنے گرد ایسا حلقہ جمع کرنے
کی کوشش کرتے رہے۔ جن کی قربانیاں اور کشاکش سے کاروائی آزادی کچھ آگے بڑھتا رہا اس
پر مسعود صاحب سے ہی سنتے رہے۔

انگریزوں سے مل کر مجاز پر ترکی اقتدار کا خاتمہ کرنے کی مہم پورے کوشش کر رہے تھے۔ ترکوں پر علماء مجاز اور علماء ہند کی طرف سے کفر کے فتوے لگائے جاز ہے تھے مولانا محمود حسن نے مجاز میں ترکی دوزیروں سے بات چیت کی۔ مگر اسی اثناء میں شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف ایک محضر نامہ پر مولانا محمود حسن کے دستخط کرانا چاہے مگر وہ دُروپوش ہو گئے جب باہر آئے تو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کیے گئے۔ ۱۹۱۲ء میں قاہرہ کے قریب ایک جیل میں نظر بند تھے۔ ۱۹

مولانا احمد رضا خاں ان دنوں دوام العیش لکھ رہے تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ ترک خلافت کے حقدار نہیں۔ ترکوں نے عربوں کو یونہی غلام بنا رکھا ہے۔ عرب آزاد می حاصل کر کے رہیں گے اور ان کا قتلے یہ تھا کہ مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں ہے۔ ان کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے شریف مکہ کی مدح و ثنا اور خوشامد و دعائیں بہت شرمناک انداز اختیار کر رکھا تھا۔ ۲ ستانہ بریلی اس طریق سے انگریزوں کی حمایت کی خدمت بجالا رہا تھا۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ان دنوں شریف کی حمایت انگریزوں کی سیاسی خدمت تھی۔ امیدوں کی دنیا بھی عجیب ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی امیدوں سے اپنی حفاظت میں رکھے۔

مولانا احمد رضا خاں ان دنوں کن امیدوں سے تھے اے اپنی رضا خانی فکر و عمل کے الفاظ میں سینے شاعر تھے بات اگل دی۔

۵ کافی سلطان نعت گویاں ہے رفا انشاء اللہ میں وزیر اعظم ۱۹۱۵ء میں رضا ہم نعت خراؤں (ریٹیلوں) کو حکومت کی سرپرستی کافی ہے۔ انشاء اللہ کسی نہ کسی وقت ضرور وزیر اعظم بنوں گا۔

ہم نے تاویل کرنے کی کوشش کی۔ جو کہتا ہے شاعری کی وزارت غلطی مراد ہو۔ مگر معلوم

۱۹
۱ لے قاض بریلوی اور ترک موالات ۱۹۱۵ء دوام العیش ۱۹۱۵ء حوالہ بخشش حد سوم ص ۱۱

ہو کہ شاعری میں تو آپ اپنے آپ کو وزیر نہیں بادشاہ سمجھتے تھے جو شخص اپنے آپ کو بالفعل بادشاہ سمجھتا ہو وہ وزارت کی تمنا کیسے کرے گا؟ پس انشا اللہ کے ساتھ جس وزارت کی امید تھی وہ شریف کی حمایت اور انگریزوں کی خدمات کے صلہ میں ملکی وزارت تھی اور آپ اس امید میں اتنے گہرے چلے گئے تھے کہ بات خود ہی کھول دی۔
 ۷۔ کتنی درد انگیز ہے جوش جنوں کی داستان

آپ نے خود پھرٹ کر کہتے ہیں دیوانے کا حال
 مولانا احمد رضا خاں شعر کے ہر صنف میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتے تھے خود لکھتے ہیں۔
 ۸۔ ملک سخن کی شاہی تم کو در مناسم جس سمت چل دیتے ہو سکتے بٹھا دیتے ہیں
 (دعائیں) اے رضا شعروں کی دنیا میں تمہاری بلاہ شاہی ستم ہے جس سمت سخن میں بھی تم چلے تمہاری شاہی ستم بند رہی۔

مرزا غلام احمد قادیانی بھی انگریزوں کی خدمات کے صلہ میں مرزا قادیانی فکرو عمل | خسروانہ کے امیدوار رہتے تھے خسروانہ کی ایک تحریر ملاحظہ ہو۔

میں انگریزی حکومت کے ماتحت مہرٹ کیا گیا اور یہ سلطنت رومی سلطنت کے شاہ ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سلطنت کے میرے ساتھ شاہانہ اخلاق رومی سلطنت سے بہتر ظاہر ہوں گے۔

مرزا بشیر الدین محمود نے ان الفاظ میں سکھاری مہدوں کی طلب کی تھی۔
 گورنمنٹ خیال نہیں رکھتی کہ قادیان جماعتوں کو اعلیٰ مہدوں پر پہنچائے۔ اگر اعلیٰ مہدوں پر اس کی قادیان جماعت کے ارکان ہوں تو اس کے ماز بھی رہیں اور کبھی وہ حالت نہ ہو جو آجکل ہے۔

۱۔ حدائق بخشش ص ۷۷ اشتہار واجب والا تہذیبی تریاق القلوب ص ۳۳ طبع سوم
 ۲۔ الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۳۳ء

قرآن میں تحریف لفظی کر کے آیتیں غلط لکھنا

مولانا احمد رضا خاں

۱۔ قرآن کریم میں ہے..... یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم^۱
مولانا احمد رضا خاں نے اسے یوں لکھا ہے:-

قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم^۲ اور قل اپنی طرف سے ڈال دیا
۲۔ قرآن کریم میں ہے..... وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسوله امراً
ان یکون لہم الخیرة من امرہم^۳

مولانا احمد رضا خاں نے اس کے لفظ من امرہم کو من انفسہم سے بدل دیا اور لکھا:-
ان یکون لہم الخیرة من انفسہم^۴ اور ترجمہ بھی یہ کیا ہے انہیں کچھ اختیار ہے۔ اپنی
جانوں کا۔ (سو یہ کاتب کی غلطی بھی نہیں لفظ عمدہ ابد لے ہیں)

۳۔ قرآن کریم میں ہے..... لقد کان لکمہم فیہم اسوة حسنة..... ومن یتول فان
اللہ هو الغنی الحمید^۵

مولانا احمد رضا خاں نے اس آیت کے آخری حصے کو یوں کر دیا ہے:-

ومن یتول عن امرنا فان اللہ هو الغنی الحمید^۶
اور آخر میں فرمادیا کہ جو ہمارے حکم سے پھرے تو اللہ بے نیاز بے پرواہ ہے۔
یہ عن امرنا کا ترجمہ ہے۔ اسے کاتب کی غلطی نہیں کہا جاسکتا۔

۴۔ قرآن کریم میں ہے..... قد كانت لکم اسوة حسنة فی ابراہیم والذین معہ اذ قالوا قومہم^۷

۱۔ پ ۴ سورۃ النساء آیت ۵۹ لمة الضحیٰ فی اعفاء المحی ص ۱۵ / مطبوعہ ۱۳۱۵ھ ۳ پ ۲۲ سورۃ
ازاب آیت ۳۶ ۲ احکام شریعت ص ۲۸ ۵ پ ۲۸ المستخرجات ۶ ۶ لمة الضحیٰ فی اعفاء
المحی ص ۲۰ ۷ ایضاً ص ۲۰ ۸ پ ۲۸ المستخرجات آیت ۷

مولانا احمد رضا خاں نے اس پر بھی دائرہ زیادہ کر دی۔ واذا نادان دیکھو دلائل شکم لازید بکرم
اس کے ترجمہ میں بھی دائرہ کا ترجمہ کیا ہے۔ اور بے شک اگر تم شک کر دگے میں تمہیں زیادہ دلائل گاہے

مرزا غلام احمد قادیانی

اب دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی نے کس بے دردی سے قرآن کریم میں تحریف کی ہے۔

① قرآن کریم میں ہے عسی ربکم ان یرحمکم وان عدتہ وعدنا وجعلنا جہنم للکفرین
حصیرا۔ (پ ۵ اجنبی اسرائیل ع ۱) مرزا غلام احمد نے اس آیت کو اس طرح بدلا ہے۔

عسی ربکم ان یرحم علیکم وان عدتہ وعدنا۔ ظوشیدہ الفاظ علیکم قرآن پاک میں
نہیں ہیں مرزا صاحب کا اپنا اضافہ ہیں۔ انہوں نے یہاں عربی کو اردو محاورے میں ڈھالنے کی
کوشش کی ہے۔ اردو میں کہتے ہیں وہ تم پر رحم کرے پر کو یہاں علیکم سے واضح کیا ہے۔

② قرآن کریم سورہ حج میں ہے۔ دما رسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا
تمتی النقی الشیطان فی امتیتہ (پ ۱ ع ۵) آیت ۵۲ مگر مرزا غلام احمد نے اس میں سے
من قبلک اور الا کے الفاظ اڑا دیئے ہیں۔

③ پھر اسی سورہ حج میں ہے۔ یرد الی ارضہ العرک لکیلا یعلم من بعد علم
شیئا۔ (ع ۱ آیت ۶) مگر غلام احمد نے اس میں سے نقطہ من اڑا دیا ہے۔

④ سورہ توبہ میں ہے۔ انہ من یماددا للہ ورسولہ فان لہ نار جہنم
خالدا فیہا (ع ۸ آیت ۶۳) مگر غلام احمد لکھتا ہے۔ انہ من یماددا للہ ورسولہ
یدخلہ ناراً خالداً فیہا۔ یہاں ظوشیدہ الفاظ فان لہ نار جہنم کو بدل کر یدخلہ ناراً
کر دیا ہے۔

لے ذیل المدالاحسن الوافدۃ مطبوعہ بریلی کے براہین احمدیہ جلد ۴ ص ۵۵۵ دیکھئے ازالہ اوہام تقطیع خرد ص ۲۲۹
تقطیع کلاں ص ۲۵۵ ازالہ اوہام خرد ص ۲۵۵ کلاں ص ۲۵۵ حقیقۃ الوحی ص ۲۵۵

⑤ پھر اسی سورہ توبہ کی آیت وجاهدوا فی سبیل اللہ (ع ۳ آیت ۲) کو بدل کر جیسا احمد دا
فی سبیل اللہ کر دیا ہے کیا اسے کاتب کی غلطی کہا جاسکتا ہے؟

⑥ سورہ البقرہ میں ہے۔ هل ينظرون الا ان ياتيهم الله في ظلل من الغمام (ع ۲) ہیت ۱۱۱ مگر غلام احمد نے اس طرح بدل دیا ہے۔ یوم یأتی ربک فی ظلل من الغمام۔ اس میں
اس نے ان یأتیہم اللہ کے الفاظ یوم یأتی ربک سے بدلے ہیں۔

⑦ قرآن کریم سورہ حجر میں ہے۔ ولقد اتیناک سبعاً من المثانی (ع ۲ آیت ۸۸) مگر غلام احمد نے اسے اس طرح کر دیا ہے۔ انا اتیناک سبعاً من المثانی۔

⑧ قرآن کریم سورہ سجدہ میں ہے۔ انه لکتاب عزیز لا یأتیہ الباطل من بین
یہد بہ (ع ۵ آیت ۲۴) مگر غلام احمد لکھا ہے۔ والقرآن الحکمہ ملایاۃ الباطل من بین یدہ

⑨ قرآن کریم سورہ تحریم میں ہے۔ قد ازل اللہ البکۃ ذکراً و مولاہ مگر غلام احمد نے لکھا ہے
ازل ذکوراً و مولاہ اللہ البکۃ کے الفاظ نکال دیئے۔

⑩ قرآن مجید سورہ الرحمن میں ہے۔ کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال ذالاک اکرار مگر
مرزا غلام احمد نے اسے یوں کر دیا۔ کل شیء فان من علیہا کو نفع شیء سے بدل دیا۔

⑪ قرآن مجید سورہ انفال میں ہے۔ ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاً و اذ یکفر منکم سیاکلہ
مگر غلام احمد نے اسے یوں لکھا۔ یجعل لکم فرقاً و اذ یجعل لکم نوراً تمشون بہ کر دیا
اور کہا کہ یہ ایک آیت ہے۔

ایک احتمال کا جواب

ممکن ہے کوئی تحریف العقل کہے کہ مولانا احمد رضا خان اور مرزا غلام احمد نے قرآن پاک کی آیات
کو جہاں جہاں بدلے وہاں مضمون تبدیل نہیں کیا۔ صرف نلفظ بدلے ہیں۔ ہم عرض کریں گے قرآن

۱۔ دیکھئے جگہ مقدس ص ۱۹۲ کے حقیقت الہی ص ۱۵۴ تے برائین احمدیہ ص ۴۸۸ طبع چہارم کے برائین احمدیہ ص ۲۸۷
۲۔ ازلہ اولیٰ طبع اول خورد ص ۳۳۷ کے ایضاً ص ۱۳ کے آئینہ کمالیات اسلام ص ۱۹

کے ایک لفظ کا انکار بھی کفر ہے۔ تادمی میاشن (۲۵۴ ص) لکھتے ہیں۔

وقد اجمع المسلمون ان القرآن المتلو في جميع اقطار الارض المكتوب في المصحف بأيدي المسلمين مما جفد الفتان من اول الحمد لله رب العالمين، الى اخر، قل اعوذ برب الناس، انه كلام الله ووحى المنزل على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم وان جميع ما فيه حق وان من نقص منه حرفاً قاصداً لذلك او بدله بحرف اخر مكانه اذناد فيه حرفاً مما لم يشمل عليه المصحف الذي وقع الاجماع عليه واجمع على ان ليس من القرآن عامداً الكل هذا انه كافٍ

ترجمہ: تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم جو تمام دنیا میں پڑھا جا رہا ہے اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں الحمد شریف کے اول سے قل اعوذ برب الناس کے آخر تک لکھا ہوا دو وقتیں میں موجود ہے وہی کلام اللہ ہے اور یہ خدا کی وحی ہے جو اس کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری اور یہ کہ جو کچھ اس میں ہے وہ حق ہے اور اس پر بھی سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو اس میں سے قصداً ایک حرف کم کرے یا اسے کسی دوسرے حرف سے بدلے یا اس میں کوئی ایسا حرف بڑھائے جو اس قرآن کا جس پر سب کا اتفاق ہے نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ قرآن کا نہیں اور وہ پر سب کچھ قصداً کر رہا ہو تو وہ بے شک کافر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی فرماتے ہیں۔

من كفر بأية من القرآن فقد كفر به كلاً ومن كفر به فقد كفر بالله

ترجمہ جس نے ایک آیت کا بھی انکار کیا اس نے مارے قرآن کا انکار کیا۔ اور جس نے قرآن کا انکار کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا۔
حضرت عبداللہ بن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں :-
من جحد آية من كتاب الله من المسلمين فقد حل ضرب عنقه
ترجمہ: مسلمانوں میں سے جس نے قرآن کریم کی ایک آیت کا بھی انکار کیا وہ گردن زدنی ہے۔

رضا خانیوں اور قادیانوں کا عذر لنگ

مولانا احمد رضا خاں اور مرزا غلام احمد کے حامی یہ کہتے ہیں کہ خان صاحب اور مرزا صاحب نے قرآن کریم میں یہ تبدیلیاں جان کر نہیں کہیں۔ انہیں بھول پر کیوں نہ محمول کیا جائے۔ جواباً عرض ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو یہ عذر پیش نہیں کر سکتے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ مولانا کی قوت حافظہ کبھی غلطی نہیں کرتی تھی۔ احکام شریعت کے دیباچہ نگار لکھتے ہیں :-
جزئیات فقہ کی تلاش میں جو لوگ تھک جاتے تو عرض کرتے اسی وقت فرمادیتے کہ رد المحتار جلد فلاں کے صفحہ فلاں کی سطر فلاں میں ان لفظوں کے ساتھ جزئیہ موجود ہے اب جو کتابوں میں جا کر دیکھتے ہیں تو صفحہ و سطر و عبارت وہی پاتے ہیں جو زبانِ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔ اس کو تپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خداداد قوت حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ تھیں۔

اب آپ ہی غور فرمائیں جسے سب کتابیں اس طرح حفظ اور یاد ہوں۔ کیا وہ قرآن کریم کی آیات میں اس قسم کی غلطیاں کر سکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے متفقہ خاص گل محمد فیضی

کہتے ہیں :-

آپ کو چودہ سو برس کی ساری متداولہ اور غیر متداولہ کتب یا تھیں بلکہ ان کے صفحہ و سطر کی تلاش میں بھی کبھی خطا نہ ہوئی۔

جناب سید محمد کچھ چھوٹی کی شہادت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کی ان تہہ و بالا کو ان کی قوتِ حافظہ کی کمزوری پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ موصوف کہتے ہیں :-

اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ سطر اور بتائی ہوئی عبارت میں ایک نقطہ کا فرق نہیں ہے۔ جب قرآن کریم کے علاوہ دوسری کتابوں میں ایک نقطہ کا فرق نہیں پڑتا تھا تو قرآن کریم کی آیات میں یہ تبدیلیاں بھول سے کیے ہو سکتی تھیں۔ معلوم ہوا آپ یہ سب کچھ خدا کرتے تھے۔ اب آپ ہی سوچیں کیا یہ سب کچھ انگریز کے اشارے پر نہیں ہو رہا تھا جو بائبل میں تبدیلیوں کا جواب قرآن کی تبدیلیوں سے دینا چاہتے تھے۔

قادیانیوں کا بھی یہ عذر لائقِ پذیرائی نہیں کہ مرزا غلام احمد سے یہ غلطیاں محض بھول کر ہوئیں۔ قصداً نہ تھیں۔ اولاً یہ کہ نبی خدا کے بغیر بھلائے بھولتا نہیں۔ اسے منہ بھی کہتے ہیں ثانیاً قادیانیوں نے ان غلط لکھی آیات کو اب تک اسی حالت میں رکھا ہوا ہے۔ انہیں نئی اڈیشنوں میں درست نہیں کیا۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے دیکھو امتیروں نے اپنے پیغمبر کی اصلاح کر ڈالی۔

جہاں تک حدیث میں اپنی باتیں ملانے کا تعلق ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر موضوعِ دلیات کے بیان کی جرأت ہے اس میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا احمد رضا خان کچھ نہیں رہے۔ انکی تفصیل آپ کو ہمارے رسالہ ”علم حدیث محمدؐ جدید کی زد میں“ میں ملے گی۔ اس کے علاوہ جو چیز ان وہ شخصوں میں مشترک ہے وہ غش گوئی اور بازاری زبان ہے۔ جس کی ایک جھلک آپ رسالہ ”پڑھنا جا شرمنا جا“ میں دیکھ چکے ہیں۔

لے آزادی کی ان کہی کہانی ص ۱۳ مطبوعہ سرگودھا لے حیاتِ اعلیٰ حضرت جلد ۱۱ مطبوعہ کراچی

یہ چند جہات سے قادیانی اور رضا خانی سیاسی فکر و عمل کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دونوں اسس اشتراک میں یہاں تک بڑھے کہ قرآن کریم کی کھلم کھلا تحریف کثے میں بھی انہیں کوئی حجاب مانع نہ رہا اس کی ابھی ایک مختصر جھلک آپ ملاحظہ کر چکے اب قدر مشترک پر ایک نظر کیجیے :

قادیانی اور رضا خانی اصل الاصول

مذکورہ بالا جملہ وجوہ اشتراک کی اصل چار باتیں ہیں ① انگریزوں کی سیاسی پالیسی کی غیر متزلزل حمایت ② مسلمانوں میں تفرقہ کی مدد کو زیادہ سے زیادہ وسیع کرنا ③ تحریک آزادی کی مختلف پہلوؤں سے مخالفت ④ قرآن پاک کے الفاظ و معانی میں تحریف۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے۔ بریلوی حضرات خود بھی کسی حد تک اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ دوسری بات کی عملی تصدیق سے ان کا انحراف بھرا ہوا ہے باقی رہی تیسری بات۔ سر یہ ان کی پوری تاریخ ہے اور چوتھی بات ان کا دن رات کا مشغلہ ہے۔

انگریزوں کی سیاسی پالیسی کی حمایت

مناسب معلوم ہو سکے کہ پہلی بات کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا خاں کے استدلال پر در کیا جائے اور اس نکتہ پر بحث کی جائے جو مسعود احمد صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے دفاع میں اٹھایا ہے۔ مسعود صاحب کا موقف یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے تحریک خلافت اور تحریک حرکات مولانا کی اس لئے مخالفت کی تھی کہ ملک کہیں فرما آزاد نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس صورت میں مسلمان ہندو اکثریت کی دوسرے محفوظ نہ رہ سکتے تھے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ انگریزوں کے پاؤں ہندوستان میں اور مضبوط کیے جائیں تاکہ ہندو اکثریت مسلمانوں کو دبانے لے۔ مسعود صاحب کو مولانا کے انگریز فواز ہونے سے انکار نہیں سب صرف اسکی حکمت تلاش ہو رہی ہے

کے پس ان تحریکوں کی مخالفت ضروری تھی۔ جو انگریزوں کے خلاف ہوں اور ان کے اقتدار کو کمزور کرتی ہوں۔ جناب مسعود احمد صاحب مولانا احمد رضا خاں کے دفاع میں لکھتے ہیں۔۔
 ترک موالات کے نتیجے میں فوراً ہی بعد اور حصول آزادی کے بعد زندگی کے ہر شعبے
 میں جو عدم توازن متوقع تھا۔ بحث اس سے تھی اور اسی بنا پر اس کی شدید
 مخالفت کی گئی۔ جن متدین علماء نے مخالفت کی ان میں سرفہرست اعلیٰ حضرت
 بریلوی کا نام نامی نظر آتا ہے۔

اس شدید مخالفت نے واضح کر دیا کہ آزادی ہند کی ان تحریکات میں مولانا احمد رضا خاں
 انگریزوں کے سب سے بڑے حامی تھے اور ان تحریکوں کی مخالفت اس لئے کرتے تھے کہ
 کہیں انگریز بہادر ہندوستان سے چلے نہ جائیں۔

۵۔ اپنے متقاروں سے ملحقہ کس رہے ہیں جال کا
 طاروں پر محسوس ہے مینا د کے اقبال کا

بریلویوں کے اس موقف سے ثابت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں برطانوی اقتدار کو طویل
 کرنا چاہتے تھے اور اسے مسلمانوں کے لئے سایہ رحمت خیال کرتے تھے۔ ترکی خلافت پر شرعی
 بحثیں کہ ترک شرفا خلافت کے اہل نہیں اور چار سو سال سے جو ان کی خلافت چلی آرہی تھی سب
 ناجائز تھی۔ یہ باتیں سب اسی سیاسی مصلحت کے لئے تھیں۔ بذات خود یہ ایسے مسائل نہ تھے
 کہ ان پر اس قدر زور دیا جاتا۔ اسی طرح مولانا احمد رضا خاں کا انگریزوں سے مالی امداد لینے کی
 سعی کرنا یہ بھی اسی سیاسی پالیسی کے لئے تھا کہ انگریزوں کے پاؤں ہندوستان میں زیادہ سے زیادہ
 مضبوط کیے جاسکیں۔ انگریزوں سے امداد لینے کے جواز پر گفتار سے ہیے قبول کرنے کی عادی
 پیش کرنا یہ سب حرکات اسی سیاسی مصلحت کے لئے تھیں۔

عدم توازن کی بحث

تحریک خلافت میں صرف ہندوستان کے مسلمان ہی نہ تھے۔ آزاد قبائل اور افغان سب اس کے ساتھ تھے۔ یہ تحریک عالمی سطح کی تھی جس کا مرکز ترکی تھی۔ مسلمان ترکی کو اس قوت پر لانا چاہتے تھے کہ وہ ہندوستان میں مداخلت کر کے انگریزوں کو وہاں سے پساکر سکے۔ اگر ترکی اس قوت میں آجائے تو آزاد ہندوستان میں مسلم اقلیت کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ ہندو اکثریت پر ہر وقت ترکی خلافت کی تلوار نکلتی رہتی۔ جو ترک ہندوستان سے برطانیہ کو کھلانے کے لیے پہنچ سکتے تھے وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے لیے کیوں نہ آ سکتے تھے۔

یہ سب امور خلافت عثمانیہ کی قوت و شوکت پر موقوف تھے۔ انگریز ترکی کی اسی قوت کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ جو مسلمانوں کے لیے سہارا بن سکتی تھی۔ خود ترکی پر حکومت کرنا اس کے پیش نظر نہ تھا۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمد حسن ترکوں کی حمایت میں پیش پیش تھے اور مولانا احمد رضا خاں شریف مکہ اور انگریزوں کی حمایت میں کام کر رہے تھے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحریک خلافت میں مجموعی طور پر مسلمان اکثریت میں تھے۔ ہندوستان کے ہندو اس مجموعی تحریک میں اقلیت میں تھے۔ تحریک مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی اور ہندو انگریز دشمنی کے سہارے اس کے ہمنوا بن گئے تھے۔ یہ محض ان کی ایک تائید تھی جس کی مسلمانوں کے دلوں میں قدر تھی۔ خلافت خالصتہ ایک اسلامی موضوع تھا اور اس کے ہندوؤں کی تائید محض ایک امداد کے درجہ میں تھی۔ جو ایک ہمایہ قوم سے دوسری ہمایہ قوم کو مل رہی تھی۔

مولانا احمد رضا خاں اگر ترکی خلافت کے خلاف نہ اُٹھتے اور مسلمانان ہند ترکوں کے لیے ایک غلیظ قوت بن جاتے۔ تو تاریخ اسلام سقوط سمرنا کا داغ کبھی نہ دیکھتی۔ جب تحریک ناکام ہوئی ترک کمزور پڑ گئے اور انگریز پھر سے چھا گئے تو مولانا احمد رضا خاں کے حامی مولانا کے

سیاسی کردار پر پردہ ڈالنے کے لئے عدم توازن کی بحث لے بیٹھے۔
 ۷۔ سپہ جلا کے بعد میں دل مسدود کر لیا کیا یوں بھی چھوٹتا ہے کئی اپنا گھر کہیں
 اس میں شک نہیں کہ تحریک خلافت میں عمومی طور پر مسلمان اکثریت میں تھے اور ہندوستان
 میں بھی تحریک مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی شیخ الہند حضرت مولانا محمد الحسن نے ۱۹۴۷ء کے خطبہ
 مہارت میں کہا تھا۔

کچھ شبہ نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کے وطن اور ہندوستان کی سب سے زیادہ
 کثیر تعداد قوم (ہندو) کو کسی رنگی طریق سے آپ کے لیے پاک مقصد کے حصول کے
 لئے ترویج بنا دیا ہے اور میں ان دونوں قوموں کے اتفاق و اتحاد کو بہت
 منید اور مستح (تبیخ فیز) سمجھتا ہوں اور حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے جو کوشش
 اس کے لئے فریقین کے عائد کرنے کی ہے اور کر رہے ہیں اس کے لئے میرے
 دل میں بہت قدر ہے۔

حضرت شیخ الہند کا دو قومی نظریہ

حضرت شیخ الہند نے یہاں ہندوؤں اور مسلمانوں کو دو قومیں قرار دیا ہے۔ اس سے
 پتہ چلتا ہے کہ دو قومی نظریہ تحریک خلافت کے وقت میں بھی موجود تھا اور حضرت شیخ الہند
 اسی کے داعی تھے۔ یہ نظریہ کوئی بعد کی پیداوار نہیں۔ بشرطیکہ مقاصد کے لئے دو قوموں کا اتحاد
 بُری بات نہیں۔ اس کے باوجود دو قوموں کا قومی وجود اور ملی نظریات اپنی جگہ قائم رہ
 سکتے ہیں۔ ملکی امور میں اتحاد کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں قومیں اپنے اپنے ملی احساسات اور
 اور تقاضوں سے دستبردار ہو گئی ہیں۔

اقلیت اور اکثریت میں عدم توازن

بعض حالات میں ایک ملکی اقلیت اپنی بین الاقوامی اکثریت سے اپنی حفاظت کے سامان پیدا کر لیتا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے تحریک خلافت میں مسلمانوں کی عالمی اکثریت کے ساتھ ہندوستان کی غیر مسلم اقوام کی تائید و امداد بھی حاصل کر لی تھی۔ آپ نے ان کی اس تائید کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور اپنے اس خطبہ میں اس کا ذکر فرمایا۔ ہ وطن ہونے کی حیثیت سے دونوں قومیں صلح و آشتی سے رہیں اور ایک دوسرے کا ساتھ بھی دیں۔ تو اس میں کوئی وجہ تفرق نہ تھی۔ مسلمانوں کی عالمی اکثریت کے سامنے میں ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت اس کی مسلم اکثریت سے دب کر رہتی اور اگر اسلام کی تبلیغ کا کام بھی ساتھ ساتھ چلا رہتا۔ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اقلیت و اکثریت کے یہ فاصلے بہت حد تک اور سمٹ چکے ہوتے۔ اقلیت اور اکثریت کے اس میں الاقوامی توازن کا ایک جگہ جناب مسعود احمد صاحب نے بھی اقرار کیا ہے۔۔۔

اقلیت کا ہم نہ برب کوئی ملک اگر ملتا ہے تو کسی کی مجال نہیں کہ اس کو میزجی قعر سے دیکھ سکے۔ اس حقیقت کو تو ہم خود مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اگر پاکستان قری ہو تا ہے تو اس کی قوت کا اثر ہندوستان کے مسلمانوں پر از خود ہوتا ہے۔

اس حقیقت کی روشنی میں تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت اور مسلم اقلیت کے عدم توازن کی بات راہ نہیں پاتی۔ اگر تحریک خلافت کا نتیجہ ہو جاتی۔ تو آزادی ہند کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

یہی بات ملانے حق کے پیش نظر تھی اور اسی لئے وہ غیر مسلم اقوام کے اتفاق و اتحاد کو قدر کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ہندوستان میں اس وقت ہندو مسلم سوال پیدا کرنا دواہل انگیزیوں کی حمایت کے لئے تھا۔ ابتداء میں غیر مسلم اقوام اتنی بیدار نہ تھیں کہ مسلمان کو میزجی

لے پھیل رہی اور ترک موالات ملانے

تقریباً آزادی کی تقریباً تمام تحریکوں میں قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ ہندو مت کے
کا کہہ انگریز حکومت نے اٹھایا تھا۔ تاکہ مسلمان کسی طرح بھلائی اقتدار کے لیے ساری رحمت
سمجھ لیں۔ مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:-

تاریخ شاہ ہے جب اہل وطن آپس میں دست بگریبان ہوئے۔ زمین اختیار
کے قبضے میں چلی گئی۔ انگریز بہت ہشیار تھا اس نے تیغ سیاست سے کام
لیا جو کسی کو نظر نہ آئی۔ اس لیے ان کے اقتدار کو ساری رحمت سمجھا گیا۔
مسعود صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ وہ تیغ سیاست کسی کو نظر نہ آئی۔ وہ خود ایک جگہ
علماء حق کے آہنی عزم کا اقرار کہ چکے ہیں:-

ما سوائے چند علماء کے مصلحت وقت کے تحت سب ہی نے انگریزوں کی
حاکمیت میں عاقبت سمجھی ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ مسعود صاحب خود بھی اس تیغ سیاست سے گھائل ہو گئے خدا تعالیٰ
کو برباد کرے۔ آپ نے حضرت شیخ الہندؒ کے مذکورہ خطبہ کو نقل کرنے کے بعد اتفاق و اتحاد
کے الفاظ کو دعوت مراءات کے الفاظ سے بدل ڈالا۔ مراءات ایک شرعی اصطلاح ہے مسلمان
کا رشتہ صرف مسلمانوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ ملکی امور میں اتفاق و اتحاد کی راہیں سب کے ساتھ
کھلی ہیں۔ مسعود صاحب حضرت شیخ الہندؒ کی عبادت کو جذبات کے آہنہ میں اتار کر انگریزوں کی
کی تیغ سیاست سے پڑی طرح گھائل ہوئے اور بات یوں چلی۔
حیرت ہے کہ ایک ممتاز عالم ہندوؤں اور سکھوں کو دعوت مراءات دے رہے ہیں۔

بریلوی تحریف کا ایک نمونہ

حضرت شیخ الہندؒ کا خطبہ ایک دفعہ پھر پڑھیں گے آپ دیکھیں گے کہ اس میں مخالف مسلمان

میں مسعود صاحب نے اپنی اس عبارت میں انہیں ہندو اور سکھ بتا دیا۔ خطبہ میں غیر مسلم اقسام کے اتفاق و اتحاد کے الفاظ تھے۔ انہیں اعتقادی مسئلہ بنانے کے لئے مراعات سے بدل ڈالا۔ حضرت شیخ الہند نے اس اتفاق و اتحاد کا ذکر کیا تھا۔ موصوف نے اس کو دعوتِ دہلوانے کی تحریک، بتا دیا۔ یہ سب محض اس لئے کیا کہ علماء دیوبند جو انگریزوں کے خلاف سیاسی کام کر رہے تھے۔ ان کے خلاف ایک جذباتی فضا پیدا کی جائے اور مولانا احمد رضا خاں جو غیر مسلم اکثریت اور مسلم اقلیت کی بحث میں عدم توازن کا محکمہ اٹھا رہے تھے۔ ان کے لئے انگریزوں کی حمایت کا جواز پیدا کیا جائے۔ مسعود صاحب اس جوشِ مصیبت میں مولانا احمد رضا خاں کی برطانوی حمایت کو صراطِ مستقیم تک کہہ گئے۔

انگریز دشمنی نے علماء دیوبند کو عدل و انصاف سے متجاوز کر دیا تھا۔ فاضل بریلوی نے صراطِ مستقیم دکھایا ہے

کیا یہی صراطِ مستقیم ہے جس کی بریلوی حضرات پنجگانہ نمازوں میں خدا سے استغاثہ کرتے ہیں؟ صراطِ مستقیم تو وہ راہ ہے جس پر پہلے انعام یافتہ لوگ چلتے رہے۔ ہر خلاف میں سے کوئی انگریزوں کی حمایت میں نہیں چلا۔ انگریزوں کی حمایت کو صراطِ مستقیم بتانا اپنے ان پڑھ عوام کو اور گہرے کنویں میں گرانا ہے۔ کیا یہی مولانا احمد رضا خاں کا سیاسی کردار ہے؟

مولانا احمد رضا خاں کا صراطِ مستقیم

ممکن ہے کسی کو خیال گزرے، شاید مولانا احمد رضا خاں نے اختلافِ وطن کے لئے کوئی اور پروگرام پیش کیا ہو اور وہ صراطِ مستقیم ہو ایسا ہرگز نہیں۔ مولانا کے پاس اس سلسلے میں کوئی پروگرام نہیں تھا۔ آستانہ بریلی سے جتنے پروگرام نکلے سب منفی ہی منفی تھے۔ انگریزوں کی سلامتی سب میں قدرِ مشترک تھی اور یہی ان کے ہاں صراطِ مستقیم تھا۔ ان کے اس پروگرام

کے بڑے بڑے عزائم یہ تھے اور انہی کی گروہ انہیں بڑے دور و دھوپ سے یاد کرائی جاتی تھی۔

① مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔ ② ترک خلافت کے لائق نہیں۔ ③ انگریزوں سے اپنے دینی کاموں کے لیے امداد لینا ناجائز نہیں۔ ④ شریف کی ترکوں کے خلاف بغاوت ناجائز نہیں۔ ⑤ ترکوں کی مجاز پر حکومت جائز نہیں۔ ⑥ غیر مسلم اکثریت سے بچنے کے لیے انگریزی اقتدار کو طویل کرنے کے اقدامات ناجائز نہیں۔ ⑦ اپنے سوا دوسرے فرقوں کے لوگوں سے ملنا جُنا اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ناجائز نہیں کسی پہلو سے اہل وطن کا اتحاد ناجائز نہیں آستانہ بریلی میں شریف مکہ جس نے جنگ یورپ میں انگریزوں کا شرمناک ساتھ دیا اور ترکوں کے خلاف بغاوت کی تھی، کے لیے دعائیں کی جاتی تھیں اور اسے ترکی خلافت سے نجات دلانے والا قرار دیا جاتا تھا۔ انگریزوں کی مسلم بھدردی کی دل کھول کر تعریف کی جاتی تھی اور انگریز دشمن علماء کو حد اعتدال چھوڑنے والے قرار دیا جاتا تھا ان کے خلاف دینی لائن سے بڑے مسجع اور مریض فتوے تیار کیے جاتے اور اہل اسلام کے دل کر بیٹھنے کی جگہ رہیں ایک ایک کے مسدود کی جاتیں۔ یہ وہ صراطِ مستقیم ہے جو مولانا احمد رضا خاں نے اپنے پیروں کو دکھایا تھا۔

سیاسی امور میں شرف نسب کی بحیثیت

ہندوستان میں جب ذات پات کے اقتیاد پر ہندو مسلم سمیٹیں ہو رہی تھیں اور ہندو جوان امتیادات سے تنگ آئے ہوئے تھے کثیر تعداد میں مسلمان ہورہے تھے عین اس وقت مولانا احمد رضا خاں نے فتوے دیا کہ دنیوی معاملات میں خاندانی امتیادات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس دو دھامی تلوار سے ترک بھی گھائل ہوتے تھے کہ وہ قریش میں سے نہیں اور یہ پراپیگنڈہ بھی ہوتا تھا کہ ترک خلافت کے اہل نہیں۔ لائحہ کیجئے۔

”مصالح سلطنت و دین میں نسب کا کچھ اعتبار نہیں“ اہل سنت نے اس کا

رد کیا ہے کہ ضرور شرف و نسب میں کو اس میں اثر ہے یہ
 شرف نسب کی یہ بحث صرف شریف کو کی حمایت اور ترکوں کی مخالفت کے لیے تجزی
 گئی۔ شریف ہاشمی النسب تھا۔ مولانا اس کے شرف نسب کو سامنے لا رہے تھے اور اس کے
 انگریزوں کا بازو کرنے کو درست سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے بجا کہا تھا۔

۵۔ چننا ہے ہاشمی اموسس دین مصطفیٰ خاک و خوں میں مل رہا ہے تکرمان بخت کو ش
 مولانا احمد رضا خاں نے حامیان خلافت کی ناکامی اور رسوائی کی پیش گوئی کی خلافت کی
 کوششوں اور اس کے لیے قید و بند کی صعوبتوں کو ذلت و رسوائی سے تعبیر کیا۔ ایسا کرنا ان کے
 لیے کسی طرح درست نہیں تھا۔ بہر حال مولانا احمد رضا خاں نے لکھا :-

شرعی خلافت قریش میں منحصر ہے۔ دوسرا شخص غلیظہ نہیں ہو سکتا تھا اور قریش جب
 ہمک دین قائم رکھیں گے ان کا مخالفت و خلافت عثمانی کا داعی اذیل دوسرا ہو گا۔
 بزعباس جب دین کو اس کی سیاسی عظمت سے قائم رکھنے میں کمزور پڑے تھے تبھی انہوں
 نے خلافت ترکوں کے سپرد کی تھی۔ یہ عربوں سے خلافت چھیننا نہ تھا۔ خود ان کی خدمت کرنا تھا۔
 اگر قریش دین کو عصری تقاضوں کے مطابق اس کی شکوہ سے قائم نہ رکھ سکیں تو کیا یہ ناجائز ہے
 کہ یہ ذمہ داری کسی دیگر مسلم قوم پر ڈال دیں؟ ترک اس وقت مسلم ممالک میں بڑی قوت تھے۔
 بزعباس نے اگر یہ ذمہ داری ترکوں پر ڈال دی تھی تو یہ کوئی ناجائز کام نہ تھا۔ خلافت عثمانی
 قریش سے بننا تو نہیں۔ اپنی کے پروگرام کی تکمیل و تزیل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کی
 نظریں ترکوں کی ناکامی پورے عالم اسلامی کی ناکامی تھی۔

یہی ناذک وقت میں یہ بحث اٹھانا کہ ترک شرف خلافت کے اہل نہیں۔ انگریزوں
 کی دور رس نگاہ کا پتہ دیتا ہے۔

اقبال مرحوم ترکوں کی ناکامی کو مولانا احمد رضا خاں کی طرح ذلت و رسوائی نہیں سمجھ

رہے تھے۔ وہ اسے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا قاعدہ سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ لاکھوں
ستارے ناپید ہوتے ہیں۔ تب کہیں صبح کا روشن چہرہ نکلتا ہے۔
اگر دشمنوں پر کہ غم ڈالتا تو کیا غم ہے کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے عہد بیدار

آہنی عزم کے انسان

مسعود احمد صاحب نے لکھا۔ چند علماء کے سرامصلحت وقت کے تحت سب ہی نے
انگریزوں کی حمایت میں عافیت سمجھی۔ وہ لوگ کون تھے جو اپنے موقف پر عزم آہنی سے ڈٹے
رہے۔ جناب مسعود احمد صاحب کے یہ الفاظ پھر سنئے۔

۱۹۱۶ء میں مولانا محمود حسن نے ریشمی خطوط کے ذریعہ آزاد مملکت کا خاکہ پیش کیا۔
اس خاکہ کے لیے مولانا محمود حسن مجاز گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگریزوں نے شریف
مکہ سے مل کر مجاز پر ترکی اقتدار کے خاتمہ کرنے کی پھر پور کوشش کر رہے تھے۔
ترکوں پر علماء مجاز (مولانا احمد زینی و علان) اور علماء ہند (بریلوی علماء) کی طرف سے
کفر کے فتوے لگائے جا رہے تھے۔ مولانا محمود حسن نے مجاز میں ترکی وزیروں سے
بات چیت کی۔ مگر اسی اثناء میں شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔
شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف ایک ہفت نامہ پر مولانا محمود حسن کے دستخط کرانا
چاہے مگر وہ روپوش ہو گئے۔ جب باہر آئے تو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے
کیے گئے۔ سکندریہ میں قاہرہ کے قریب ایک جیل میں نظر بند تھے۔

حضرت شیخ الہند کا فتوے ترک موالات

مولانا احمد رضا خاں نے بہت کوشش کی کہ ہندو مسلم سوال پیدا کر کے برطانوی اقتدار کو اور

طیل کیا جاتے۔ لیکن علماء حق بھی خاموش نہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کا مانتیبت جہاد کا فتویٰ زیادہ کامیاب نہ ہو سکا۔ کیا ہندو اہل کیا مسلمان سب انگریزوں کے خلاف صف آوار رہے۔ ایک طرف حضرت شیخ الہند کا فتوے تھا اور دوسری طرف مولانا احمد رضا خاں انگریزوں کے حق میں فتوے دے رہے تھے۔ مسلمانوں کی کتنے فیصد اکثریت نے حضرت شیخ الہند کا ساتھ دیا۔ سودا احمد صاحب اقرار کرتے ہیں :-

”سنتھ میں کانگریس کے قوم پرست ہندو مسلمان اور تحریک خلافت کے داعی اپنے مشترکہ دشمن انگریز کے خلاف متحد ہو گئے۔ ہر شخص ترک موالات پر تڑپا ہوا نظر آتا تھا۔ مخالفت کی کسی میں جرأت نہ تھی۔“

تحریک خلافت کے بعد حضرت شیخ الہند نے تحریک ترک موالات شروع کر دی تھی۔ مولانا احمد رضا خاں اس تحریک میں بھی تاج برطانیہ کے حامی تھے۔ آپ نے پھر فتوے دیا کہ دینی تعلیم کے لئے انگریزوں سے مالی امداد حاصل کرنا بالکل جائز ہے۔ اسلام ان سے قطع تعلقات کی تعلیم نہیں دیتا۔

مولانا احمد رضا خاں کا فتوے

تعلیم دین کے لئے گورنمنٹ سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالف شرع سے مشروط اور نہ اس کی طرف منہج ہو یہ تو نفع بے غائلہ ہے۔ جس کی تحریم پر شرع مطہر سے اصول کوئی دلیل نہیں۔ دین پر قائم رہو۔ مگر دین میں زیادت نہ کرو۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے سلاطین کفار کے ہدایا قبول نہ فرمائے تھے۔

لے فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۵۷۷ لے الحجۃ المومنین فی آیات المحتجۃ ص ۱۸۱ مولانا احمد رضا خاں کے فقہی ذوق کی داد دیجئے۔ دوسرے حکمرانوں کے سلاطین کو اپنے ملک کے سلاطین قرار دیتے ہیں۔ تاکہ انگریزوں کے ہدیے اور نذرانے اپنے لئے جائز کر سکیں۔

اب ہم یہاں حضرت شیخ الہندؒ کا فتوے ترک مہالات بدیر قارئین کہتے ہیں جس کی بناء پر ہر شخص ترک مہالات پر نظر آتا تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ کا فتوے

۱۔ آج جب کہ شرق و غرب کے مسلمانوں پر قیامت خیز معائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ جب کہ اندیشہ ہے کہ خلافت اسلامیہ کا جہاز اڑتے طرفافوں کی موجوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ جب کہ ہر فرد مسلم کی روح موت کی دھمکیاں دینے والے حوادث سے لرز رہی ہے۔ بلکہ اگر عاقبت مبنی سے کام لیا جائے تو ہر ایک ایشیائی اور مشرقی ممالک ہندوستانی اپنی اخلاقی جرات اور آزادانہ مستقبل کو سخت خطرہ کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ علماء ہند کی تعداد کثیر اور ہندو مابہرین سیاست کا ایک بڑا طبقہ اس جدوجہد میں ہے کہ اپنے جائز حقوق اور درجی مطالبات کو پامال ہونے سے بچائیں۔ کامیابی ہر وقت خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن جو فرض شرعی قومی اور وطنی حیثیت سے کس شخص پر فائدہ ہوتا ہے تو اس کے ادا کرنے میں ذرہ بھر تاخیر کرنا ایک خطرناک جرم ہے۔

۲۔ میں اصل فطرت سے کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں اور میری طویل زندگی شاہد ہے۔ میرا مصلح نظر ہمیشہ مذہب رہا ہے اور یہی وہ مصلح نظر ہے جس نے مجھے ہندوستان سے مانا اور پھر مالٹا سے ہندوستان پہنچایا۔ پس میں ایک لمحہ کے لیے کسی ایسی تحریک سے اپنے کرمیٹھ نہیں پاتا جس کا تعلق تمام جماعت اسلام کی فلاح و فوز سے ہو یا دشمنان اسلام کے حربوں کے جواب میں خود اختیاری کے علم پر استعمال کی گئی ہو۔ مانا سے واپس آ کر مجھے علم ہوا کہ ہندوستان کے ارباب بست و کشاد نے آخری طریقہ کار اپنے فرض کی ادائیگی اور اپنے مذہب و حقوق

بریلوں کی طرف سے مختلف تحریکوں کی مخالفت

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے مراد آباد سے ماہنامہ السواد الاعظم نکالا اور ۱۹۱۱ء میں خلافت کیس کی قضا سامانیاں کے عنوان سے تحریک آزادی کے خلاف پر زور مضمون لکھے۔ مولانا احمد رضا خاں کی پوری جماعت آزادی پسند مسلمانوں سے ٹکراتی رہی۔ ڈاکٹر اقبال نے ترکوں کی حمایت کی اور قوم کو آزادی کا پیغام دیا۔ تو مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا دیدار علی نے ان کی بھی کفر کا فتوے دیا تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہرمیدان میں آزادی پسند مسلمانوں کا غلبہ رہا اور مولانا احمد رضا خاں کا فتوے ممانعت جہاد کا میاب نہ ہو سکا۔ انگریزوں کے پاس اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ملک میں ہندو مسلم سوال پیدا کر دیا جائے۔ ترکوں کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے ہندوستان میں ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ہندو عالمی سیاست کی بجائے ملکی سیاست میں کھو گئے۔ اس کے نتیجے میں مسلم اتحاد کمزور پڑ گیا اور ہندو مسلم اتحاد پر مسلم اکثریت کا دباؤ نہ رہا۔ یہ وہ وقت تھا جب قائد اعظم مسلم لیگ کو لے کر میدان میں آئے۔ ان لوگوں نے قائد اعظم کو بھی کافر کہا۔ حزب الاحناف ہند لاہور کے مولانا ابراہیم کات سید احمد نے مسلم لیگ کو کسی قسم کا چندہ دینا حرام ٹھہرایا۔ الغرض جو جماعت بھی ان مسلمانوں کے سامنے آزادی وطن اور انگریزوں کی مخالفت کا پروگرام لے کر آئی مولانا احمد رضا خاں اور ان کی جماعت نے اس کے ارکان پر تکفیر اور تردید کے گولے بے دریغ برسائے۔

۵۔ ناوک نے تیسرے میدان چھوڑا زمانے میں

تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آسپانے میں :

رضا خانی تحریک اس میدان میں کوئی نئی تحریک نہ تھی۔ اس سے پہلے مرزا غلام احمد اس میدان میں بہت اُسگے ٹکل چکے تھے۔ قادیانی اور رضا خانی تحریکیں ساتھ ساتھ چلتی رہیں اور ملک و ملت کے غیر خواہ ان دونوں اور ان کے اتحادوں (انگریزوں) کا تختہ مشق بنے رہے۔

تحریک خلافت، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، تحریک ترک موالات، علی گڑھ، دیوبند، ڈاکٹر اقبال، مسلم لیگ، قائد اعظم اور انہر ترین مکہ مدینہ کے بارے میں قادیانی اور رضا خانی نظریات و افکار تقریباً یکساں رہے اور عملی طور پر ان دونوں جماعتوں نے مسلمانوں میں انتشار پھیلانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔

مولانا احمد رضا خاں اور ان کی جماعت نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے خلاف جو کام کیا اس کی کچھ جھلک آپ دیکھ چکے۔ اب قومی اور ملی مہمات میں بھی ان کا کردار ملاحظہ فرمائیے۔

قومی مہمات میں مولانا احمد رضا خاں کا کردار

① مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

کسی قوم کی بقا اس کی آئندہ نسلوں کی تعلیم اور تربیت پر منحصر ہوتی ہے۔ مسلمان تاج ہند سے محروم ہوئے تو انگریز حکومت نے اپنے نئے نظام تعلیم سے ان کی نئی نسلوں کو ان کے تابناک باپوں سے بے دخل کرنے کی کوششیں تیز کر دیں۔ دوسری طرف ہندو اکثریت اپنے مخصوص تمدن میں مسلمانوں کو گھیرنا چاہتی تھی۔ مسلمان آزادی وطن کی جدوجہد میں دوسرے اہل وطن سے کٹنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ لیکن ان کے تمدن میں گھبرنا بھی نہ چاہتے تھے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ اپنے دینی اور تاریخی رشتوں کو قائم رکھتے ہوئے وہ عصری اور عمرانی علوم میں بھی آگے بڑھیں۔ تاکہ جب ملک آزاد ہو وہ حکومت کی ذمہ داریاں سنبھال سکیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لیے ایک اپنا تعلیمی لائحہ عمل طے کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔

بہی خواہان ملت نے باہمی مشورے سے ایک بڑے پیمانے پر مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ اس کا پہلا جلسہ ۱۹۰۶ء میں لاہور کو مقام ڈھاکہ رکھا گیا۔ انگریز مسلمانوں کی اس اجتماعی

فکر سے بہت پریشان تھے۔ اپنے مخصوص نظام تعلیم کے بغیر ان کا اس ملک میں تادیب و تنبیہ بہت مشکل تھا۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو کانٹیا وارڈ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی تعلیمی مجلس کا پہلا جلسہ ہونا گزشتہ میں ہوا جس کے صدر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد پرنسپل علی گڑھ تھے۔ اس کانفرنس میں ہر گھر گولہ رعایت فرقہ ممبر بن سکتا تھا۔

مولانا احمد رضا خاں نے کانٹیا وارڈ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں شرکت کو حرام قرار دیا اور اس کے لئے ایک مستقل رسالہ الدلائل القابریہ علی الکفرۃ النیاحہ تصنیف فرمایا۔ ہر دوق کا مکمل سامنے ملاحظہ کیجئے۔ مولانا کا فتوے ملاحظہ ہو۔

ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت کرنا حرام اور بد مذہبوں سے میل جول لگ ہے اور اس بڑی آگ دجہنم کی طرف لے جانے والا ہے۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں ایسے لوگ کام نہ کر رہے تھے جو براہ راست کسی تحریک آزادی میں پیش پیش ہوں۔ پھر بھی انگریزی حکومت کے خیر خواہوں نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی مخالفت کی اور نہ چاہا کہ مسلم نوجوان ایک زندہ قوم کی حیثیت میں کہیں ابھریں۔ ان لوگوں نے اس کانفرنس کے خلاف بیانات دیئے اور پوسٹر نکالے۔ جن مذہبی رہنماؤں نے اس کانفرنس کی شرکت حرام بتلائی ان میں سب ذہرت مولانا احمد رضا خاں کا نام ہے۔ فتوے کے آخر میں ان خسیہ فرمانان برطانیہ کے دستخط اور مہر ہیں جو ابن الوقت علماء کہلاتے تھے۔

۵۔ دل کے پھیر لے میں اُنھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چسداغ سے :

② تحریک علی گڑھ

برطانوی ہند میں جس قدر اسلامیہ سکول یا اسلامیہ کالج قائم ہوئے یا ان تعلیمی اداروں کو

۱۔ الدلائل القابریہ مکتبہ شائع کردہ مصطفیٰ خاں قادری

چوٹے والی انجمنیں بنیں۔ وہ سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی مسلم یونیورسٹی کا علمی فیضان
تھا۔ علی گڑھ نے مسلمانوں کے تہذیبی ورثے اور تاریخی رشتے کی اپنی باطنیک بڑی حفاظت کی
یہ سچ ہے کہ ملاحق کو بعض اہم مسائل میں سرسید سے بہت اختلاف تھا۔ لیکن وہ یر نہ چاہتے
تھے کہ علی گڑھ کالج اور یونیورسٹی کی بطور ایک تعلیمی ادارے کے مخالفت کریں۔ شیخ الہند مولانا
محمد حسن علی گڑھ کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ علماء دیوبند کی جماعت
عقبتی۔ آپ کو پوری فکر تھی کہ کسی طرح جدید اور قدیم علوم کے مرکز علی گڑھ اور دیوبند ایک دوسرے
کے قریب آسکیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے اس وقت کیا فترے دیا؟ ملاحظہ کیجئے۔

عرض الحسن علی گڑھی کو سید صاحب کہتے ہیں؟

ارشاد: وہ تو ایک غصیت مُرد تھا۔

پھر منظر مولانا احمد رضا مولانا شمس علی کا مصدقہ فترے ملاحظہ ہو۔

جس طرح بے دین بادشاہ اکبر نے نورتن بنائے تھے۔ جو اس کے وزیران حکومت

اور شیران سلطنت تھے اسی طرح پیر نیچر نے بھی اپنے نورتن بنا رکھے تھے۔ جو پیر

نیچر کے وزیرانِ نیچریت اور وزیرانِ دہریت اور متغینِ زندگی تھے جن کے

نام یہ ہیں۔ نواب حسن الملک۔ نواب اعظم یار جنگ۔ مولوی چراغ علی خاں۔ نواب

انتصار جنگ۔ مولوی مشتاق حسین۔ مولوی الطاف حسین مالکی شمس العلماء مولوی

دکاء اللہ۔ مولوی مہدی حسن۔ سید محمد خاں شبلی نعمانی اعظم گڑھی۔ ڈپٹی نذیر احمد

سید اور اس کے رفقاء کے متعلق بریلویوں کا یہ فترے آپ پہلے دیکھ آئے ہیں

جو شخص پیر نیچر کے کفریاتِ قطعیہ یقینیہ میں کسی ایک ہی کفر پر مطلع ہونے کے بعد

اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر مرتد ہونے میں توقف کرے

لے ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ سوم ص ۱۷۷ سجاواب اہل السنۃ ص ۱۷۷

وہ بھی حکم شریعت مطہرہ تفخایقاً کافر و مرتد اور بے توبہ مراد تو مستحق عذاب ابدی ہے۔

③ تحریک مسلم لیگ اور قائد اعظم

قائد اعظم نے جب تحریک پاکستان شروع کی تو مولانا احمد رضا خاں فوت ہو چکے تھے چونکہ علی گڑھ کے نوجوان اس تحریک میں پیش پیش تھے۔ اس لیے لازمی امر تھا کہ مولانا احمد رضا کے حلقہ کے لوگ مسلم لیگ اور قائد اعظم کی مخالفت کریں۔ چنانچہ اس مخالفت میں مولانا احمد رضا خاں کا آستانہ بیعت مارہرہ شریف ضلع ایٹہ اور مولانا احمد رضا کے خلیفہ رشل مولانا شمس علی خاں قادری مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم دارالعلوم حزب الاخوان لاہور سب برابر کے شریک ہوئے۔ جناب مصطفیٰ خاں قادری نے اس سلسلہ میں مارہرہ کے سجادہ نشین جناب اولاد رسول محمد میاں قادری جناب سید آل مصطفیٰ قادری مارہروی اور مولانا شمس علی خاں کے فتوے کی شائع کیے۔ ان کے آخر میں مرکزی انجمن حزب الاخوان ہند لاہور کا فتوے بھی درج ہے۔ اس پر مولانا ابوالبرکات سید احمد اور مولانا ابوالظاہر محوطیب دانا پوری کے دستخط ہیں۔ فتوے کے اس مجموعے کا نام —

الجوابات السنیہ علی دہاء السوالات الیگیم ہے

فتویٰ سجادہ نشین مارہرہ شریف

یہ سب اعراض و مقاصد صریح محرّمات شرعیہ پر مشتمل اور حرام قطعی اور منجور باشندہ و بال و نکال و کفر و ضلال ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے لیگ کی شرکت و رکنیت حرام و ممنوع ہے۔

فتویٰ سید آل مصطفیٰ قادری

لے بجانب اہل السنۃ ملہ لے الجوابات السنیہ ص ۷ طبع سلطان بیٹی

لیگ کا مقصد اول ہی چند در چند تباہ دینیہ و عمرات شرعیہ پر مشتمل ہے۔ لہذا جو جماعت ایسے خلاف اسلام و قرآن مقصد کی حامی و عامل ہو اس کی شرکت یقیناً حرام و سبب غضب رب انام ہے۔

فتوے مولانا حشمت علی خاں

”جب لیگ کے نزدیک تمام کلمہ گو اور مدعی اسلام منکرین ضروریات دین کفار و مرتدین دوہائی دیوبندی، بھی مسلمان ہیں تو ان کے ساتھ مؤاخات و برادری بھائی چاہہ قائم اور مضبوط کرنا لیگ کا مقصد چہاں ہے اور کفار و مشرکین و مرتدین و طغیان کو بھائی بنانا بحکم قرآن عظیم منافقت ہے۔۔۔۔۔ جو جمعیت اٹم و عددان و معصیت رسول پر مشتمل مقاصد کو بڑے کار لانے کے لیے قائم کی گئی ہو اس کا ممبر بننا اس میں شریک ہونا حرام ہے۔“

فتوے مولانا ابوالبرکات قادری

لیگ کی حمایت کرنا اور اس میں چندے دینا، اس کا ممبر بننا، اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے مولانا احمد رضا خاں کے پیر خانے نے مسلم لیگ کے خلاف مارہرہ سے ایک اور کتاب شاخ کی جس کا نام مسلم لیگ کی ذریعہ بخیرہ در ہے۔ اس کے آخر میں بریلویوں کے بڑے بڑے علماء کی تصدیق بھی ہے۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد نے انجمن حزب الاخاف ہند کے فتوے مبارکہ میں بھی اس کتاب کی تائید کی ہے۔ پہلی بحیثیت سے جناب عمر خاں رضوی نے اپنے علماء سے چند سوالات کیے جن میں سے پہلے دو سوال یہ تھے۔

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ۴۔

- ① مشر علی جناب جو ہیں تو کس مذہب اور کس عقائد کے ہیں؟
 ② ان کو قائد اعظم و سیدنا وغیرہ وغیرہ القاب سے خطاب کرنا؟

اب بریلویوں کا جواب ملاحظہ ہو۔

کیا کوئی چٹا ایماندار مسلمان کسی کتے اور وہ بھی دو ذغیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم سب سے بڑا میٹرا اور سردار بنانا پسند کرے گا۔ حاشا و ملاحظہ ہو گز نہیں۔ ایسوں کی قیادت و سیادت و رہنمائی کا نتیجہ اس کے سرا اور کیا ہو گا کہ۔

اذا کان الغراب دلیل قوم سیمہد یحمہ طریق الہا لکن لہ

ترجمہ۔ جب کو کسی قوم کا رہنما ہو تو وہ انہیں ہلاکت کی راہ پر ہی لے جائے گا۔

مسلم لیگ کی طرف سے جب کہا گیا کہ قائد اعظم ایک پیر شرکی حیثیت سے مسلمانوں کا کہیں لڑے ہیں تو مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا حسنت علی نے لکھا۔

کیا کسی بڑے سے بڑے کافر پیر شرک کے ایسے دھوم دھڑکے سے خلعت و شان ظاہر کرنے والے جلوس بھی لگی بیڈ بان نے کسی نکالے جیسے اٹھو۔ دہلی کراچی پٹنہ وغیرہ مقامات میں اپنے قائد اعظم صاحب کے نکالے کیا کبھی کسی کافر پیر شرک کو بھی ایسے تعظیم و احترام و احراز و اکرام کے مظہر پائے پیش کیے گئے۔

و بحکم شریعت مشر جناب اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ خبیثہ کی بنا پر قلعہ مرتد اور قلعہ از اسلام ہے۔ جو شخص ان کے کفر و پر مصلح ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر و مرتد اور مشر اللہ نام اور بے توبہ مراد مستحق لعنت عزیر ملامت ہے۔

بریلوی تحریکات کا یہ مختصر نمونہ آپ کے سامنے ہے۔ اسے ملاحظہ کیجئے اور مسلم لیگ

لے مسلم لیگ کی ذریں بخیرہ درمی صلیع شائع کردہ خانقاہ برکاتیہ دارہہ صلیع ایضاً
 لے احکام ذریہ شریعہ بر مسلم لیگ معتمد مولانا حسنت علی خاں صلیع سے بجانب اہل السنہ صلیع

پہلے کی تمام کمیٹی کی وادہ کیجئے۔ مسلم لیگ کے علاوہ جو سیاسی جماعتیں موجود تھیں۔ ان پر فتنے کفریہ
حضرات پہلے ہی دے چکے تھے۔

جمعیت العلماء و مجلس احرار و خیر ہم اشرار کہم فی انذار لیکن مسلم لیگ جاذبیت کا
جامہ پہن کر "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگاتی ہوئی مسلمانوں کو غلط راستے پر
ڈال رہی ہے۔ کیونکہ اس کے اغراض و مقاصد ہی اسلام کے لئے خطرناک ہیں۔
وہ ہے خاکسار قرآن کے بارے میں ان حضرات نے "قہر انقاد" کے سرحدیق پر یہ مبالغہ
کھدی تھی۔

یہ مبارک رسالہ مترجم مسٹر ضایت اللہ خاکسار کے گندے گستاخوں نے کفریہ
حقائق کے پردے کھولنے والا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے حلقہ عقیدت نے ہر اس جماعت کو مسترد کیا۔ جس نے کبھی انگریزوں
کے خلاف مسلمانوں کی سیاسی تنظیم چاہی اور ہر اس فرد پر فتنے لگایا جو کبھی مسلمانوں کے حقوق
کے لئے اٹھا۔ تردید کے انداز پر ہر ایک کے بارے میں مختلف رہے۔ لیکن یہ بات الی کے ہر عمل
میں ملحوظ رہی کہ کہیں انگریز اس ملک سے نہ نکل جائیں اور یہ سایہ رحمت اُن سے نہ اٹھ
جائے۔ صرف دیوبندی ان کے تیروں سے زخمی نہ تھا۔ انگریز دشمن ہر فرد اور ہر جماعت پر
ان کا یہی فتنے تھا۔

گماں تیری نظر کا بیج و گہر ایک زخمی کچھ ایک بسندہ درگاہ ہی نہیں
بریلویوں نے اگر کہیں زخمی کی تو صرف کانگریس کے بارے میں — آل انڈیا
کانگریس کے مشہور رہنما جنکب رفیق احمد قدوائی جو علی گڑھ کے تقسیم یافتہ تھے اور سرسید
سکول سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی وفات پر مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ منظر الاسلام بریلی
میں تعزیتی جلسہ کیا گیا۔ جس میں ان کے لئے دوائے مغفرت کی گئی۔ مدرسہ کے تمام اساتذہ اور

لے احکام ذریعہ شرمیدہ بر مسلم لیگ ص ۵۴

طلبہ شامل ہوئے اور سب نے جناب قدوائی صاحب کی وفات کو ملک و قوم کے لئے ایک
صدمہ جاکہ قرار دیا۔ اس جلسے کی رپورٹ لکھنؤ کے اخبار ”قومی آواز“ نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء کی
اشاعت میں جلی سرفنی سے شائع کی تھی۔

یا انہوں نے نئی برقی تہ سجدے گاندھی کے بارے میں کہ اس کے ایصال ثواب کے لئے چودھری خٹنا
کے مکان پر ۱۵ جولائی ۱۹۵۷ء کو مجلس قائم کی جس میں پیر ضامن نقوی صاحب نے بھی شرکت کی۔
قرآن خوانی ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس قرآن خوانی میں کابینی دوزار اور سلم ہمالک
کے سفرار بھی موجود تھے۔

بھاسل بریلویوں کی عام روش یہی رہی کہ ہر قومی اور ملی پروگرام کی مخالفت کریں اور جب
کبھی سیاسی قائدین کوئی تحریک چلائیں۔ وہ قوم میں اس سے بانیکاٹ کرنے کی روح فہم نکلیں۔
ان کی بڑی تبلیغ یہی رہی ہے کہ اپنے سوا ہر ایک کو کافر سمجھو اور کسی کو دوث زدور ابو الظاہر
دنا پوری لکھتے ہیں۔

تم سے دوث حاصل کر کے تمہارے نمائندے بن کر اسمبلیوں اور کونسلوں میں
جاتے ہیں اور وہاں پہنچ کر شارد اہل، خلع بل، وقف بل، شریعت بل، ذکوۃ
بل، بیت المال ایکٹ جیسے منافی شریعت و اسلام سوز قوانین باکپش کرتے ہیں۔
یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جب کسی کو دوث دینا جائز نہیں تو انگریزوں کی حمایت
کا اعلان کیوں ضروری ہو گیا۔ کیا یہ ان کے حق میں دوث دینا نہیں؟ ۱۹۵۷ء میں جب انگریز
خلافت عثمانیہ ٹرسٹ پر فتح کے جشن منارہے تھے۔ تو پنجاب کے تقریباً سب بریلوی پیروں
اور ان کے مولویوں نے مسٹر ڈار کو ایک سپانامہ پیش کیا تھا۔ یہ وہی انگریز محتاج نے
جیلا نالہ بارغ امرتسر میں گولی چلانے کا آرڈر دیا تھا اور لاقعداد نوجوانان وطن خاک و خون
میں لسنے تھے۔

لے دیکھئے کتاب ہذا۔ لے قبر النامہ ص ۲۷ لے روزنامہ حریت کراچی ۱۵ جولائی ۱۹۵۷ء

(نقل مطابق اصل ہے)

سپاسنامہ

بحضور نواب ہنر آرزو سربائیکل فرانسس جی ڈائر
سی۔ آئی۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ایں گورنر پنجاب۔

حضور والا! ہم خادم الفقراء نجادہ نشینان و علماء مع متعلقین شرکارہ حاضر الوقت
مغربی حصہ پنجاب نہایت ادب و معجزہ انکسار سے یہ ایڈریس لے کر خدمت عالیہ میں حاضر
ہوئے ہیں اور ہمیں یقین کامل ہے کہ حضور انور جن کی ذات عالی صفات میں قدرت نے
دلجوئی، ذرہ نوازی اور انصاف پسندی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ ہم خاکسارانِ باوقار
کے اظہارِ دل کو تو جسے سماعت فرما کر ہمارے گلاؤں کو چار چاند لگا دیں گے۔
پہلے ہم ایک بار پھر حضور والا کو مبارک باد کہتے ہیں کہ جس عالمگیر اور خوفناک جنگ کا
آغاز حضور والا کے عہدِ حکومت میں ہوا، اس نے حضور ہی کے زمانے میں بحیرہِ خوبی انجام
پایا اور یہ بابرکت و باشمعت سلطنت جس پر پہلے بھی کبھی سورج غروب نہیں ہوا تھا
اب آگے سے زیادہ روشن اور اعلیٰ عظمت کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوئی۔ جیسا کہ
شبِ بستان و مستحکم نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا ہے۔ واقعی برطانوی تلوار اس وقت نیام
میں داخل ہوئی جب دنیا کی آزادی، امن و امان اور چھوٹی قوموں کی بہبودی مکمل طور
پر حاصل ہو کر بالآخر چھائی کا بول بالا ہو گیا۔ حضور کا زمانہ ایک نہایت نازک زمانہ تھا اور
پنجاب کی خوش قسمتی تھی کہ اس کی عمانِ حکومت اس زمانہ میں حضور جیسے صاحب
استقلال، بیدار مغز عالی و فاعلِ حاکم کے ماتحت رہی۔ جس نے نہ صرف اندرونی امن ہی

کو قائم رکھا۔ بلکہ حضور کی دانشمندانہ رہنمائی میں پنجاب نے اپنا ایشیاء و فساداری اور جان نثاری کا وہ ثبوت دیا جس سے شمشیر سلطنت کا قابل فخر و عزت لقب پایا۔ بھرتی افواج، صلیبِ احمر کی اعجازِ دست گیری، قیام امن کی تدبیرِ تعلیم کی ترقی سب حضور کی بدولت ہمیں حاصل ہوئیں۔ حضور ہی ہیں جنہوں نے ہر موقع پر ہر وقت پنجاب کی خدمت و حقوق پر زور دیا۔ صرف حضورِ دالاجی کو ہماری مہیروادی مطلوب نہ تھی۔ بلکہ صلیبِ احمر نواں کے نیک کام میں حضور کی مہدم و ہمارا جناب لیڈی ڈائری صاحب نے جن کو ہم مروت کی زندہ تصویر سمجھتے ہیں، ہمارا ہاتھ بنایا اور ہندوستانی مستورات پر احسان کے ثواب دارین حاصل کیا۔ ہماری ادب سے التجا ہے کہ ہمارا دلی شکریہ قبول فرمائیں۔

حضورِ ازل جس وقت ہم اپنی آزادیوں کو خیال کرتے ہیں جو ہمیں سلطنتِ برطانیہ کے طفیل حاصل ہوئی ہیں، جب ان دُخانی جہازوں کو سطحِ ارض پر اٹھکیلیاں کرتے دیکھتے ہیں جن کی طفیل ہمیں اس مہیب جنگ میں امن و امان حاصل رہا۔ جب ہم تار برقی کے کرشموں پر علی گڑھ و اسلام آباد کالج لاہور، پشاور جیسے اسلامی کالجوں اور دیگر قومی درس گاہوں پر نظر ڈالتے ہیں اور پھر جب ہم بے تغیر برطانوی انصاف کو دیکھتے ہیں۔ جس حکومت میں شیر و بکری ایک گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں تو پھر ہر طرف احسان ہی احسان دکھائی دے رہا ہے۔

بہشتِ آں جا کہ آزار سے نہ باشد کسے را با کسے کار سے نہ باشد
 باوجود فوجی قانون کے جو غور و فتنہ پر داذلوں کی ضرورت کا نتیجہ تھا۔ مسلمانوں کے مذہبی احساس کا خیال رکھا گیا۔ شبِ برأت کے موقع پر انہیں خاص رعایتیں دیں۔ رمضان کے واسطے حالانکہ اہل اسلام کی درخواست یہ تھی کہ فوجی قانون ساڑھے گیارہ بجے شب سے دو بجے تک محدود کیا جائے۔ لیکن سرکاری حکام نے یہ وقت بارہ بجے سے دو بجے کر دیا۔ مسجدِ شاہی جو فی الامل قلعہ سے متعلق تھی، جو ابتدائی عہداری سرکاری میں داخلہ

ہوئی تھی۔ اہالیانِ لاہور نے اس مقدس جگہ کو ناجائز سیاسی امور کے واسطے استعمال کیا جس پر
 متواریانِ مسجد نے جو خود معذہ پر داذوں کو روک نہیں سکتے تھے۔ سرکار سے امداد چاہی۔ یہی
 وجہ تھی کہ سرکار نے ایسا ناجائز استعمال بند کر دیا۔ ہم تہر دل سے مشکور ہیں کہ حضور والہ نے
 پھر اس کو واکفہ کر دیا ہے۔ سرکار نے حج کے متعلق جو مہربانی کی ہے اس سے ہم نا آشنا
 نہیں اور مشکور ہیں۔ ہم سچ عرض کر رہے ہیں کہ جو برکات ہیں اس سلطنت کی بدولت
 حاصل ہوئیں۔ اگر ہمیں عمرِ خضر بھی نصیب ہو تو ہم ان احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔
 ہندوستان کے لئے سلطنتِ برطانیہ ابرہمت کی طرح نازل ہوئی اور ہمیں ایک بزرگ
 نے جس نے پہلے زمانہ کی خانہ جنگیاں اور بدعنوانیاں اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔ اس
 سلطنت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

ہو میں بد نظمیاں سب دورِ انگریزی عمل آیا
 بجا آیا، بہ استحقاق آیا۔ اور بر عمل آیا

ہم وہ احسان کبھی نہیں بھول سکتے۔ جب ترکوں نے ہمارے مشورے کیخلاف
 کوتاہ اندیشی سے دشمنوں کی رفاقت اختیار کی۔ تو ہمارے شہنشاہ نے ان کو اہ و کرم ہم کو
 یقین دلایا کہ ہمارے مقدس مقامات کی حرمت میں سر ہر فرقہ نہیں آئے گا۔ اس
 الطافِ خردانہ نے ہماری وقامیں نئی روح پھونک دی۔

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (احسان کا بدلہ احسان کے سوا نہیں ہے)
 ہم ان احسانوں کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ اب اس جنگ کے خاتمے پر صلح کا فہرٹس سلطنت
 ترکیہ کی نسبت جلد فیصلہ ہونے والا ہے۔ ممکن ہے یہ فیصلہ مسلمانوں کی امیدوں کے
 برخلاف ہو۔ لیکن ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اس فیصلہ میں سرکارِ برطانیہ اکیلی مختار کار نہیں۔
 بلکہ بہت سی طاقتوں کا بھی اس میں ہاتھ ہے۔ شہنشاہِ معظم کے دروازہ کو کشمیں
 ترکی کے حق میں کرتے رہے ہیں۔ ہم اس کے واسطے سے بہر حال مشکور ہیں۔ یہ امر سزا

ہے کہ یہ جنگ مذہبی اغراض پر مبنی نہ تھی اور اپنے اپنے عمل کا اور نتائج کا ہر ایک ذمہ دار ہے۔

رموز مملکت خویش خسروان دانند
گدلے گوشه نشینی، تو حافظا مخروش

مگر ہمیں پوری توقع ہے کہ ہماری گورنمنٹ اس بات کا خیال رکھے گی کہ مقام
مقدس کا اندرونی نظم و نسق مسلمانوں ہی کے ہاتھوں میں رہے اور ہم حضور سے درخواست
کرتے ہیں کہ جب حضور وطن تشریف لے جائیں تو اس نامور تاجدار ہندوستان کو یقین
دلائیں کہ چاہے کیسا ہی انقلاب کیوں نہ ہو، ہماری وفاداری میں سب موقوف نہ آیا اور نہ
آسکتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہم اور ہمارے پیروان و مریدان فوجی و غیرہ جن پر سرکار
برطانیہ کے بے شمار احسانات ہیں۔ ہمیشہ سرکار کے حلقہ بگوش اور جاں نثار رہیں گے۔
ہمیں نہایت رنج و افسوس ہے کہ نا تجربہ کار نوجوان امیر امان اللہ خاں والیہ کا بل نے
کسی غلط شہسے سے عہد ناموں کے اور اپنے باپ دادا کے طرز عمل کی خلاف ورزی
کر کے خدا تعالیٰ کے صریح حکم و ادعوا بالالعہد ان العہد کان عنہ مسئلہ دینی
وعدے کا انکار دیا۔ ضرور وعدے کے متعلق پوچھا جائے گا، کی نافرمانی کی، ہم جناب والا
کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم امیر امان اللہ خاں کے اس طرز عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے
ہیں۔ ہم اہالیان پنجاب احمد شاہ کے حملوں اور نادر شاہی قتل و غارت گری کو مجمل
نہیں سکتے۔ ہم اس اعلان کی جس میں اس نے سراسر خلاف واقعہ لکھا ہے۔ کہ اس
سلطنت کی مذہبی آزادی میں خدا خواستہ رکاوٹ واقع ہوئی تردید کرتے ہیں۔ امیر
امان اللہ خاں سرکار انگلینڈ کی بدولت بنا اور اس کی احسان فراموشی کفران نعمت سے
کم نہیں۔ ہم کو ان کو تاہ اندیش دشمنان ملک پر بھی سخت افسوس ہے کہ جن کی سازش
سے تمام ملک میں بدمعنی پھیلی ہے اور جنہوں نے اپنی حرکات ناشائستہ سے پنجاب

کے نیک نام پر دھتہ لگایا ہے۔ مقابلہ آخر مقابلہ ہی ہے اور کبھی غموش نہیں رہ سکتا۔ یہ حضور والا ہی کا زبردست ہاتھ تھا جس نے بے چینی و بد امنی کا اپنے حُسنِ تدبیر سے فی الفور قلع قمع کر دیا۔ ان بد بختوں سے ازواجِ بد بختی فاش فطیلاں ہوئیں لیکن حضور ابرہہ رحمت ہیں اور ابرہہ رحمت درخیز اور شہرِ زمین و فوں پر یکساں برستے ہیں۔

ہم حضور کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم ان گمراہ لوگوں کی مجنونا نہ اور جاہلانہ حرکات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؛ کیوں کہ ہمارے قرآن میں یہی یقین ہے۔
لَا تَغْدُوا فِي الْأَرْضِ - إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝

یعنی دنیا میں فساد اور بد امنی مت پیدا کرو اور یعنی بے شک خدا فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

حضورِ اندر! اگرچہ آپ کی مفارقت کا ہمیں کمال رنج ہے۔

غم سے کچھ کیوں نہ سردار ہمارا۔ لوہم سے چھٹا جاتا ہے سردار ہمارا
لیکن ساتھ ہی ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضور کے جانشین سراپا و ردِ میکلیگن باقائیم جن کے نام نامی سے پنجاب کا بچہ بچہ واقف ہے۔ جن کا حُسنِ اخلاق رعایا نوازی میں شہرہ آفاق ہے۔ جو ہمارے لئے حضور کے پورے نعم البدل ہیں۔ ہم اُن کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔ کہ ہم حسبِ سابق اپنی عقیدت و وفاداری کا ثبوت دیتے رہیں گے جنور اب وطن کو تشریف لے جانے والے ہیں۔ ہم دعا گو یاں جناب باری میں دعا کرتے ہیں۔ کہ حضور معالیٰ صاحبہ و جمیع متعلقین مع اخیر اپنے پیارے وطن پہنچیں۔ تا دیر سلامت رہیں۔ اور وہاں جا کر ہم کو دل سے نہ اتار دیں۔

اے ایں دعا از ما و از جملہ جہاں آمین بار استدعیان

کن کن بزرگوں نے اس تاریخی و ستاویز پر دستخط کئے، سب اس دنیا سے جا چکے ہیں۔ ہم نے اُن کے احترام کے پیش نظر ان کے نام یہاں نہیں دیئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرمائے۔

خیانات

اختلافات پیدا کرنے کا بریلوی زینہ

مولانا احمد رضا خان کی دیانت کی دلسوز داستان

اثر خالص

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم ایف پی ایچ ڈی

ڈائریکٹر اسلامک سٹیڈی مینچسٹر

منت پوچھ کر میں کتنی بلندی سے گرا ہوں
 دے مجھ کو دلاسا کہ اب میں ٹوٹ چکا ہوں
 الفاظ کا مفہوم بدل جائے جہاں پر
 اس صورتحال سے میں دوچار ہوا ہوں

زما بر صوفی و ملا شلاے
 کہ پیغام خدا دادند مارا
 دے تاویل شان در حیرت انداخت
 خدا و حبیبیل و مصطفیٰ را

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اصابہ

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نام بگاڑنے اور بات کا رخ بدلنے میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ اس مہارت سے جب دوسروں کی بات کے رخ بدلے جائیں تو اعلیٰ دنیا سے خیانت سے تعبیر کرتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے اس ذوق کی وجہ سے معاصر علماء کی عزت اور بات سے بر ملا کھیلے تھے اور یہ ان کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ جس بات کو بدلنا چاہیں اسے کھینچ کھینچ کر اس مفہوم پر لے آتا کہ اسے کفر کہنے سے چارہ نہ رہے ان کے بایں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اس میں وہ ایک عجیب خط محسوس کرتے۔ اپنی اس محنت اور کھینچ پھینچائی سے آپ تکفیر کی گھاٹی پر اس طرح آ سکتے کہ محسوس ہونے لگتا کہ واقعی آپ کفرستان سے بول رہے ہیں جہاں چاروں طرف کفر ہی کفر کے کانٹے لگے ہوں۔ جو بھی کوئی چیز ان سے لگی اس میں کفر کی کوئی نہ کوئی آلائش ضرور رکے رہے گی۔

کفر و دن کفر کے بالمقابل کفر فوق کفر کی کوشش | حضرت امام بخاریؒ نے تو ان احادیث پر جن میں بعض اعمال کفر کا بیان تھا باب کفر و دن کفر یا مذہب کفر کے وزن کو کم کرنے کی کوشش کی تھی اور بتایا تھا کہ بعض ایسے اعمال کفر بھی ہیں کہ ان کا کرنے والا کافر نہیں ہوتا نہ وہ ہلت سے خارج ہوتا ہے ان پر بھی شریعت میں صریح طور پر کفر کا لفظ وارد ہوا ہے سو ضروری نہیں کہ اسے حقیقی کفر کے معنی میں ہی لیا جائے۔ باب کفر و دن کفر اس کی ایک بہت اچھی تعبیر تھی مگر جو دھویا صدی میں مولانا احمد رضا خاں نے بساط تاریخ المذہب دی۔ امام بخاریؒ کے باب کفر و دن کفر کے بالمقابل کفر فوق کفر کا باب باندھا اور اس رسی کو اتنا طول دیا کہ اس کا ایک کنارہ علمائے

حزین کے ہاتھ میں دے کر ہندوستان چلے آئے اور حسام الحرمین کے نام سے ایسی تواریخ لکھائی کہ شاید ہی کوئی ہو جو اس تیغ تکفیر سے گھائل نہ ہوا ہو۔ مولانا احمد رضا خان اپنے ذوق تکفیر میں بھوکہ یوں تسکین پاتے ہیں :

مُكْفِرٌ مُنَوِّقٌ مُكْفِرٌ مُنَوِّقٌ كُفْرٌ كَانِ الْكُفْرُ مِنْ كُشْرٍ وَ دَفْرٍ

کماء امن فی مستند و مندر تتابع قطرة من ثقب کفر

اس ذوق تسکین کے لیے آپ نے جہان خدا اور اس کے رسولِ برحق پر ہتھان باندھے۔ اہلِ مُنت والجماعت کی شہرہ آفاق دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر پر بھی بُہت نشانے بٹھائے۔ آپ کی دیانت و امانت کی یہ تفصیل آپ کی بعض انہی چیڑھتیوں کی نشان دہی ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ علماء اسلام نے تکفیر میں بُہت بات کچے اچھے معنیٰ مراد لینے کا حکم | احتیاط فرمائی جہاں بھی کوئی ایسی بات سامنے آئی

جس کے کئی معنی یا محمل ہو سکتے تھے انہوں نے اسے بہترین معنی پر محمول کیا اور کھینچنا تانی سے کبھی اسے بُرے معنی نہ پہنائے۔ قرآنِ کریم اس نیک طبقے کے حق میں شہادت دیتا ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ

ترجمہ :- سو آپ خبر دے کہ جو لوگ کچھ کہتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس (پہلو) پر جو

سب سے اچھا دکھائی دے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد گرامی ہے کہ بات

کا وہی معنی لوجوہدایت کے پہلو سے مطلقاً رکھے۔

لے گا کئی تیری نطنہ کا بنوعِ دگر ہر ایک زخمی کچھ ایک بسندہ درگاہ ہی نہیں

لے آپ نے اس مذہبِ گمشدہ میں علامے حرمین کو اس لیے استعمال کیا کہ وہ اردو زبان سے ناواقف تھے۔ مترجمین کے فریب

انہیں مغالطہ و اجاسکتا تھا چنانچہ آپ نے اس طرح علامے دیوبند کی بعض اردو عبارت پر حکم کفر حاصل کیا بعد میں حضرت

مولانا غلیل احمد صاحبِ محدث سہارنپوری نے علامے حرمین کو موردِ تضحال سے آگاہ کیا تو ان حضرات نے حسام الحرمین کے الزامات کی

مخت تردید فرمائی اور علامے دیوبند کے حق میں فتوے اردو متخالف فرماتے حضرت محدث سہارنپوریؒ کی اس تحریر کا نام

المہند علی المہند ہے جو بار بار چھپ چکی ہے۔ علامہ حنفی بخشِ جبرہ سوم ص ۱۷۷ کپ ۲۲ سورہ الزمر ۱۲

فخلو به الذی هوا هیاء والذی هوا هدی والذی هوا تقی لہ

ترجمہ :- سو گمان کرو جو زیادہ مناسب ہو۔ زیادہ ہدایت کے قریب ہو۔ اور زیادہ خوف

خدا پر مبنی ہو۔

کوئی شخص اپنی بات کی کوئی اچھی توجیہ اختیار کرے اور بُرے احتمال کی دشگاہ الفاظ

میں تردید کرے تو اس کے حذر کو قبول نہ کرنا اور خواہ مخواہ اس پر کفر کے معنی چسپاں کرنا اچھے اور شریف لوگوں کا کام نہیں۔

جو شخص کوئی بات کرے تو اس سے مراد وہی لی جانی چاہیے جو وہ خود

بیان کرے وہی بتا سکتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اختلاف معنی کی

مراد متکلم کا اعتبار

صورت میں اعتبار مراد متکلم کا ہی ہو گا وہی بتائے گا کہ اس کلام سے اس کی مراد کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انصاری صحابی کا مکان مدینہ شریف کی آخری سرحد پر

تھا انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کا اس قدر شوق تھا کہ ان کی کوئی نماز جماعت

سے نہ بڑھتی تھی اس التزام سے مسجد میں حاضری ایک بڑی مشقت تھی۔ انہیں مشورہ دیا گیا کہ وہ

کوئی سواری خرید لیں جو انہیں اس تپش میں چلنے سے بچائے یا مسجد نبوی کے قریب گھر لے لیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہا :-

اھم واللہ ما احب ان بیقی مطنب ببیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ :- بخدا میں پسند نہیں کرتا کہ میرا گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے قریب ہو یا اس

سے مجڑا ہو۔

ان لفظوں کی ثقالت کسی سے مخفی نہیں۔ کون سا مسلمان ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

قرب نہ چاہیے اور کون ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح دوری کا خواہاں ہو مگر صحابہ کی

پاکیزہ سیرت پر نگاہ کیجئے۔ حضرت ابی بن کعب نے ان پر کوئی فتوے نہیں لگایا نہ نعل الفاظ کا کوئی

حکومہ کیا بلکہ سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے آئے اور جو کچھ سنا تھا حضور کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری کو بلایا۔ اس نے پھر وہی بات کہی اور کہا کہ وہ اس طرح چل کر آنے میں نماز باجماعت کے زیادہ اجر کی امید کے ہوئے تھے یعنی اس کی غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دُوری نہیں دُور سے چل کر آنے میں نماز باجماعت کا زیادہ اجر پانا مقصود تھا۔ الفاظ کو تغیل تھے مگر مراد محکم کچھ اور تھی۔ حضور نے بھی اس کے لفظوں پر فیصلہ نہیں فرمایا بلکہ اس کی نیت پر بھی اور فیصلہ دیا کہ مراد محکم کا اعتبار کیا جانا چاہیے۔ حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں — فَصَلْتُ بِهِ حِمْلًا حَتَّى آتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ عَلَيَّ خَيْرُ شَيْءٍ قَالَ فَمِنْ هَاهُنَا فَقَالَ لَهُ مِثْلُ ذَلِكَ وَذَكَرَ لَهُ أَنَّهُ

يَرْجُو فِي أَشْوَاقِهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ مَا أَحْبَبْتَ

ترجمہ :- اس (انصاری کی) بات سے مجھے بوجھ محسوس ہوا یہاں تک کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس صورت واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے اسے بلایا اس نے

پھر وہی بات کہی اور کہا کہ وہ دُور سے چل کر آنے میں نماز باجماعت کے زیادہ اجر کی امید

باندھے تھا اس پر حضور نے اسے کہا کہ تجھے اس پر واقعی وہ اجر ملے گا جو تو نے گمان کیا ہے۔

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تیرے الفاظ سے تو کچھ اور معنی بھی نکلتے ہیں۔ یہ بھی نہیں

کہا کہ ابی بن کعب نے ان الفاظ کا اچھا اثر نہیں لیا تھا بلکہ علمی دُنیا کے اس مسلم قاعدے کی داشتگاری

لفظوں میں تائید فرمائی کہ ہر بات میں مراد محکم کا ہی اعتبار ہونا چاہیے۔ تصنیف راصنف

نیکی کو کفایت بیان کا قاعدہ اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔ یہ اسوۂ رسالت ہے اور اس پر صحابہ کا

اجماع ہے خلاف مراد محکم دوسروں کی بات میں اپنے معنی داخل کرنے اور اس راہ سے ان پر

کفر کے فتوے لگانا علماء حق کا کام نہیں ملّا رسول کا مشعلہ ہے۔

۱۔ صحیح مسلم جلد ۲۳ ۲۔ امام نووی ان لفظوں کی سختی کے بارے میں کہتے ہیں ”عظوم علی

وثل واستعظمت بشاعة لفظه ومعنى فلت“ یعنی ان لفظوں نے مجھے ایک بڑی نکر میں ڈال دیا۔

علمائے حق اُمت کو جڑتے ہیں تو شتہ نہیں اختلاف کے موقع پر تطبیق کی راہیں تلاش کرتے ہیں سو پہلو کفر کے نکلتے ہوں اور ایک معنی اسلام کا بیان کیا جائے تو اسلام ہمیں ہی سکھاتا ہے کہ تم ایک مسلمان کے بارے میں نیک گمان کرو اور اسلامی معنی پر چلو اور سمجھو کہ کچھ دوسرے کی مراد ہی معنی ہیں جو اسلام کے مطابق ہیں۔ محقق ابن نجیمؒ (۹۶۹ھ) لکھتے ہیں :

وفي الخلاصة وغيرها اذا كان في المسئلة وجوه فتوجب
الكفر بوجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي ان يميل الى الوجه الذي
يمنع الكفر تحيينا للظن بالمسئلہ.... ولا يفتي بتكفير مسلم امكن حمل
كلامه على محمل حسن او كان في كفره اختلاف ولو بوجوه ضعیفة لـ

ترجمہ :- خلاصہ اور دوسری کتابوں میں ہے جب کسی مسئلہ میں کئی پہلو (احتمال) ایسے ہوں جن سے کفر لازم آتا ہو اور ایک ایسا پہلو نکلتا ہو جو تکفیر کو روکتا ہو تو مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مسلمان کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہوئے اس پہلو کی طرف آئے جو حکم تکفیر روکتا ہو اور جب تک اس کے کلام کو کسی اچھے معنی پر لانا ممکن ہو یا اس بات کے کفر ہونے میں اختلاف ہو (گو کمزور روایت سے) تو مسلمان کی تکفیر پر گزندہ کی جائے۔ تینا ملا علی قاری لکھتے ہیں

ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون احتمالا فكفر
واحتمال واحد في نفيه فلا ولا في التسعة والقاضي ان يعمل بالاحتمال الذي
ترجمہ :- جو مسئلہ کفر سے متعلق ہو رہا ہو، اگر اس میں ننانوے احتمال کفری معنوں کے ہوں اور ایک احتمال اس کی نفی کر رہا ہو تو مفتی اور قاضی کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اس احتمال کا اعتبار کرے جو کفر کی نفی کرتا ہو۔

علامہ حقی نے انی اصولوں کی روشنی میں تکفیر مسلم میں بہت احتیاط فرمائی ہے۔ مولوی محمد رضا خاں صاحب نے جب علامہ دیوبند کو کافر کہا تو علامہ دیوبند نے خان صاحب کو جواباً کافر نہ کہا

جب ان سے کہا گیا کہ آپ انہیں کافر کیوں نہیں کہتے تو انہوں نے کہا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے الزامات میں ہم پر جھوٹ باندھا ہے۔ جھوٹ اور بہتان باندھنا گناہ اور فسق قبح ہے لیکن کفر نہیں لہذا ہم اس مغفزی کو کافر نہیں کہتے۔

علماء سور کا کردار
 علماء رسولوں کے سامنے اسلام کے نام پر نہیں فرقے کے نام پر آتے ہیں۔ قرآن کریم نے تعظیم دی تھی کہ فرقے فرقے نہ ہو جانا، لیکن علماء سور کا فتنہ شروع ہی فرقے کے نام سے ہوتا ہے اور فرقہ بندی پر ہی ان کے دین کی ساری دوزخم ہو جاتی ہے وہ دوسروں کی جب کوئی بات سنتے ہیں تو اس کے بُرے سے بُرے معنی کی تلاش کرتے ہیں وہ معنی اس پر لازم بتلائیں گے کفر کا فتوے بڑی دلیری سے لگائیں گے اور پھر یہ بات چیلے گی کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں کیوں کہ ان کے عقائد ہم سے مختلف ہیں۔

علماء رسول کی خود حضور اکرمؐ نے خبر دی ہے

ان شر الشر شرار العلماء وان حنير الخير خييار العلماء
 بدترین لوگ علماء ہیں اور بہترین لوگ بھی علماء ہیں۔ بہترین لوگ علماء حق ہیں اور بدترین لوگ علماء سور ہیں آپؐ نے یہ بھی فرمایا

علماء هم شر من تحت اديم السماء من عندهم تخرج الفتنة
 وہیہم قعود

آسمان کے نیچے ان علماء سور سے بدتر کوئی مخلوق نہیں انہی سے فتنے اُٹھیں گے اور انہی کی طرف لوٹیں گے۔

زیادہ دین بدیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمرؓ نے پوچھا تم جانتے ہو کوئی چیز اسلام کو گراتی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا ————— عالم کی لغزش ————— منافق لوگوں کا کتاب

لیے جھگڑا کرتے پھرنا — اور جاہل چودھریوں کے فیصلے

حق اپنے پاؤں پر چلتا ہے اور جاہل کو چلنے کے لیے پاؤں لگانے پڑتے

حقیقت کی پہچان

ہیں۔ اسلام اور کفر اپنی اپنی جگہ دو حقیقتیں ہیں اور ان کے کنارے کبھی اور کہیں نہیں ملتے۔ عقائد میں غلطی اور اندازے کی باتوں کا اعتبار نہیں ہوتا۔ کوئی بات جب تک اپنے معنی اور مضموم میں اتنی قطعی اور واضح نہ ہو کہ اس میں کوئی دوسری رائے نہ ہو سکے اسے کسی کا عقیدہ نہیں کہا جاسکتا اور اگر اس میں کوئی دوسری رائے بھی مروا دی جاسکے تو وہ عبارت یا بات اپنے ایک معنی میں قطعی نہ رہے گی۔ کفر و اسلام کی حد بندی میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ فقہار اسلام لکھتے ہیں کہ اگر ایک بات میں سو معنی نکلتے ہوں۔ ننانوے معنی کفر کی دلائل ہیں اور ایک ایسا معنی ہو جو کفر سے بچاسکے تو مفتی پر لازم ہو جاتا ہے کہ ایک مسلمان کے بارے میں اچھا نیک گمان کرے اور سمجھے کہ اس کی مراد اسلامی معنی ہی ہوں گے کسی کو اسلام سے ٹکالنے کے لیے ایسے قطعی دلائل کی ضرورت ہے جس میں کسی اور تشریح کا احتمال نہ ہو اور جس مضمون پر حکم لگایا جا رہا ہے وہ یہ نہ کہے کہ میری مراد یہ نہ تھی۔

کفر اور اسلام کے فاصلے قطعی ہیں ان کے الفاظ کی دلائل اپنے معنی پر ایسی قطعی ہونی چاہئیں کہ اس میں کسی اور معنی اور مطلب کی گنجائش نہ رہے۔ ان کے لیے صرف الزام کافی نہیں التزام کی بھی ضرورت ہے کہ مضمون ان معنی کا اقرار کر رہا ہو جو اس کے ذمے لگائے جا رہے ہیں اور ان سے اس کا عقیدہ ثابت کیا جا رہا ہے۔ عقائد کے لیے صرف رائے اور خیال کافی نہیں یقین کی ضرورت ہوتی ہے۔ مختلف معنی کے پیچیدہ الفاظ سے کسی پر غلط عقائد کا الزام کفر و اسلام کے فاصلے ثابت کرنے کے لیے ہرگز کافی نہیں۔ عقائد یقینیات کے بغیر ثابت نہیں ہوتے۔ البتہ جہالت کے لیے کوئی ضابطہ نہیں۔ علامہ سعد الدین تغتارانی (۷۹۱ھ) شرح عقائد غلطی میں لکھتے ہیں :-

لا عبرة بالظن في باب الاعتقادات خصوصاً اذا اشتمل على

اختلاف روایۃ ۱

ترجمہ :- جو باتیں اعتقاد سے تعلق رکھتی ہیں ان میں گمان اور اندازے کا اعتبار نہیں خاص طور پر جبکہ یہ بات کسی اختلاف روایت پر مشتمل ہو۔ اس وقت میں اندازے کا بالکل اعتبار نہ ہوگا سیدنا طاعلی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری بھی کہتے ہیں :-

لا یغنی ان المعتبر فی العقائد هو الہدۃ الیقینۃ ۲

ترجمہ :- یہ بات کسی صاحب علم پر مبنی نہیں کہ عقائد کے اثبات کے لئے دلائل یقینیہ کی ضرورت ہوتی ہے یعنی اندازے سے کسی کا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔

مشابہات پر بنیاد نہیں | قرآن کریم نے اہل باطل کی یہ پہچان بتلائی ہے کہ وہ

مشابہات سے نتائج اخذ کرتے ہیں اور ان کے پیچھے ہر پلٹتے ہیں اس سے ان کی غرض فتنے پیدا کرنا اور مسخے بگاڑنا ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

والذین فی قلوبہم زینغ یتبعون ما تشاہد منہ ابتغاء الفتنة

وابتغاء تأویلہ ۳

ترجمہ :- اور جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہوتا ہے وہ مشابہات کی پیروی کرتے ہیں فتنے

اور تاویل کی تلاش میں

جب قرآن پاک کی مشابہات بھی عقائد کی بنیاد نہیں بن سکتیں تو کسی انسان کی پیچیدہ اور مشابہ

بات کو اس کا عقیدہ ٹھہرا کر غرض اسلام کے خطوط کیسے کھینچے جاسکتے ہیں

مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے ان تمام علمی اور اخلاقی ضابطوں کی حدود اس پیر روی سے

توڑیں کہ انہی دہمات پر امت کے دو ٹوکے ہو گئے اور جس نے بھی حقیقت حال پر غور کیا اسے

بات برعکس نظر آئی۔ یہ مولانا احمد رضا خاں کی امانت و دیانت کی ایک کھلی تصویر ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا ذوق تحریف | آپ کے بات بگاڑنے کے عجیب ذوق کا پتہ آپ کی ان حرکتوں سے ملتا ہے جہاں وہ افاضل کی

کے نہیں ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف لے جاتے تھے۔ ایک بات کو دوسرے جہوں سے لے جاتے تھے اور پھر اس پر مواخذہ کرتے تھے۔ یہ ان کا دن رات کا مشغلہ تھا۔

مولانا خرم علی بلہوری مرحوم نے نصیرۃ المسلمین کے نام سے کتاب لکھی۔ آپ نے اس کے فون کا نقطہ صادر پر لگا کر اسے ضاد بنا دیا اور لام کو فار سے بدل دیا۔ اب کتاب کا نام فضیلت المسلمین (مسلمانوں کی رسوائی) رہ گیا۔

مولانا خرم علی مرحوم کی میم علی پر چڑھا دی تاکہ مولانا مرحوم کو خرد گدھا کہنے میں انہیں وقت نہ ہو اور اگلا لفظ سٹیل بنا دیا۔ میم جب علی پر آگئی اور اسے خرد گدھا کی صفت قرار دے دیا تو اس سے مراد وہ گدھا لیا جس پر کوئی دوسرا چڑھے اور سواری کرے۔ علمائے اس انداز میں مستزاد کرنا مولانا احمد رضا خاں کا عجیب ذوق تھا۔ آپ کے معتقد شاہ مانا یہاں لکھتے ہیں۔

آپ نے کتاب کے نام کو نصیرۃ المسلمین کی بجائے فضیلتہ المسلمین بنا دیا اور مصنف کا نام اس طرح بنا دیا کہ پڑھنے والے ہنسی سے لوٹ گئے۔ مولوی خرم علی بلہوری

مولانا احمد رضا خاں کے معتقد بھائے اس کے کہ مولانا کو ان بچوں جیسی حرکتوں سے روکیں۔

ان پر ہنسی سے اور لوٹتے تھے۔ یہ سب چھوٹے حضرت بنے اور مولانا بڑے حضرت۔ ایک عجیب فتنہ تھا جو بریلوی مکتوں میں پروش پا رہا تھا۔ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی کتاب تقویۃ الایمان کو لیکر نقطہ کم کر کے تقویۃ الایمان بنا دیا۔ اور جس کی کتاب کو ایمان فوت کرنے والا بنایا۔ اس کے حق میں آپ نے یہ فتوے دیا

علمائے عقائد میں انہیں کافر نہ کہیں ہی صواب ہے۔ وہ الجواب وہ یہ یقیناً

ایمان فوت ہو جانے کے بعد بھی اگر کفر نہ آئے تو یہ کونسا مرتبہ ہو گا؟ اہل سنت کے ہاں

مرتبے دو ہیں۔ انسان مومن ہو گیا یا کافر تیسرا کوئی رتبہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

هَؤُلَاءِ فِي خَلْقِكُمْ فَسَبِّحْهُمْ كَمَا فَعَلْتَ مَعَ مَسُومٍ ۝

ایمان اور کفر کے مابین واسطہ | اہل السنۃ و الجماعۃ کے خلاف معتزلہ کفر اور ایمان میں ایک واسطہ کے قائل تھے۔ ان

کا عقیدہ تھا کہ ایک مرتبہ ایسا بھی ہے کہ ایمان تو فوت ہو جائے لیکن کفر بھی نہ آئے۔ اُن کے ہاں انسان اس مرتبے میں اس طرح بچھا جاتا تھا کہ ایمان تو جاتا رہا لیکن علماء اسے کافر پھر بھی نہ کہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نقویۃ الایمان کا نام بگاڑ کر اور مولانا شہید مرحوم پر عدم تکفیر کا فتوے دے کر خود معتزلہ کی صف میں جا کھڑے ہوئے۔ اگر وہ بچوں کی طرح نام بگاڑنے کا ذوق نہ رکھتے تو بت ممکن ہے انہیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا کہ خود اہل السنۃ کے دائرہ حق سے ہی نکل جائیں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک رسالہ حفظ الایمان لکھا تھا۔ اس کے بارے میں مامائیاں لکھتے ہیں :-

آپ نے کتاب کا نام کچھ اس طرح بگاڑ دیا کہ خط الایمان معلوم ہوتا تھا ۱۔
مولانا احمد رضا خاں کا یہ ذوق تحریف اگر کتابوں کے ناموں یا علماء کے ناموں تک محدود رہتا تو ممکن ہے انہیں لطیفے شمار کر کے نظر انداز کر دیا جاتا لیکن یہ بات نہایت لائق افسوس ہے کہ مولانا نے علمائے اُمت کی ایک پوری جماعت کی کتابوں میں اپنے اس ذوق تحریف کی مشق کی اور اس میں آپ اتنے آگے بڑھتے گئے کہ پوری اُمت کو دو حصوں میں بانٹ کر رکھ دیا۔ آپ کے ایک معتقد مولانا قاری احمد علی جی لکھتے ہیں۔

۱۲۹ھ میں مولانا غلام احمد رضا خاں صاحب (متوفی ۱۳۴۰ھ) نے قلم اٹھایا۔

کثرت سے کتابیں لکھیں فتوے صادر کئے۔ حرمین شریفین کے سفر میں مشاہیر علمائے حرمین سے علماء دیوبند کی تحریروں کے خلاف تصلیحات حاصل کیں جن کو حسام الحرمین

کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال سسل
اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہو گئے۔ بریلوی
اور دیوبندی دونوں جماعتوں کے علماء اور عوام کے درمیان تحلیف و تضادم کا
یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے۔

امانت و دیانت کی بحث

خیانات مولانا احمد رضا خاں کے اسی ذوق تحریف
کی ایک دلنور داستان ہے اس میں جہاں یہ
بتایا گیا ہے کہ مولانا نے ہندوستان میں کس فطری، میر پھیر سے اُمت کے کو دو ٹوکے کر ڈالا وہاں یہ
بات بھی روز روشن کی طرح سامنے آتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا دامن دیانت و امانت سے
یکسر خالی تھا۔ ایسے علماء کا وجود یقیناً علامات قیامت میں سے ہے۔ فلیبک علی الاسلام
من کان بالکیا وما نقول الا بسا وصف به الصابرون انا لله وانا الیہ راجعون
اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے پانچ علماء حق حضرت مولانا
اسمعیل شہید ۲۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ۳۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ۴۔ حضرت مولانا
غلیل احمد محدث سہارنپوری ۵۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کس طرح دود و دھوکے
اور ان کی علمی عبارات کو اپنے الفاظ اور معنی میں اتار کر کس کس طرح اپنے ذوق تحریف کی آبیاری
کی۔ مولانا احمد رضا خاں کی ان تحریفات میں کوئی وزن نہ تھا کہ ان کی تردید کی جاتی لیکن محض اس
لیے کہ مولانا کے ان پڑھ پیر اور جاہل مقتدی مولانا کے اس فتوے کفر پر دن رات مشق کر کے مولانا
کی طرح کو برابر ایصالِ ثواب کے عین کوشش کی کہ اس فتنہ کو اور آگے بڑھنے سے روکا جائے۔

حضرت مولانا اسمعیل شہید پر یہ لوگ زیادہ مشق کرتے ہیں اس لیے ان کے بارے میں ان
لوگوں کی خیانت پر چار شاہد تیں پیش کی گئی ہیں اور باقی حضرات علماء کرام کے بارے میں مولانا
احمد رضا خاں اور ان کے پیروں کی خیانت پر صرف دو دو شاہد تیں لی گئی ہیں۔ امید قوی ہے

۱۹
۱
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

کہ ہمارے قارئین اس نصاب شہادت پر قناعت محسوس فرمائیں گے۔

بریلوی عوام اگر ان خیانات کو سمجھ لیں اور علماءِ حق کی عبارات میں تحریف سے باز آجائیں تو بہت امید کی جاسکتی ہے کہ آخرت میں مولانا احمد رضا خاں پر ان خیانات کا بوجھ کم ہو جائے لیکن ہم اس حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جب تک لوگ مولانا کی اس غلط لکیر کو پیٹتے رہیں گے اور ان کی پیروی میں یہ تحریف اور اس کے بل بوتے اُمت کی تکفیر کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ مولانا احمد رضا خاں کے گناہوں میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا اور مولانا آخرت کے اس بوجھ سے شاید ہی کبھی مچل سکیں۔ مولانا کے تمام خیر خواہوں کی خدمت میں مخلصانہ گزارش ہے کہ اس سلسلہ تحریف اور فتنے تحفیر کو یکسر بند کر کے مولانا کے لیے آخرت میں سامانِ راحت بنیں۔

تہمت بر حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ

مرشدانِ باکمال اسلامی ارشادات اور ذکر و توجہ سے مریدین کا باطنی تزکیہ کرتے ہیں جو مرید تزکیہ باطنی کی دولت پالیں وہ اپنے روحانی سفر کی منزل کو پہنچ جاتے ہیں۔ تزکیہ کی اس محنت میں شیخ اپنے مریدین کے باطنی امراض کا علاج کبھی ازالہ سے کرتے ہیں اور کبھی مرض کا پہلے ازالہ کر کے اسے بڑے نقصان سے چھوٹے نقصان میں لے آتے ہیں اور پھر مزید توجہ اور محنت سے مرید کو اس چھوٹے نقصان سے بھی پار کر دیا جاتا ہے۔
امالہ کی دو شاخیں پیش خدمت ہیں۔

مثال اول :- ایک شخص سفر میں ہے۔ شیطان نے اس کے دل میں کسی غیر محرم یا کسی فاحشہ عورت کا وسوسہ ڈالا اور وہ اس کے تصور صحبت میں ڈوب کر نفسانی لذت حاصل کرنے لگا۔ اس مرض کا مریض کسی روحانی حلقے سے وابستہ اور اصلاح کا طالب تھا۔
مرشد نے پہلے اس کے مرض کا ازالہ غیر عورت کے تصور صحبت سے بیوی کے تصور صحبت کی طرف کرا دیا اور پھر ذکر و ارشاد سے اسے اس سے بھی صحیح سلامت پارے گیا۔ اس مقام پر اس کا پہلا سبق یہ تھا کہ غیر عورت کے تصور صحبت سے اپنی بیوی کے تصور صحبت کا خیال بہتر ہے۔ پہلی صورت حرام ہے اور دوسری عفت۔ مرشدانِ باصفا اور مشائخِ طریقت اپنے مریدوں کی تدریجاً اصلاح کرتے ہیں۔ انہیں پہلے بڑے خطرے سے نکال کر چھوٹے خطرے میں لے آتے ہیں اور پھر اس چھوٹے خطرے کے ازالہ کی تدبیر فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے خلیفہ ارشد حضرت سید احمد بریلویؒ فرماتے ہیں۔ ”زلمہ کے وسوسہ سے لہنی بیوی کی جماعت کا خیال بہتر ہے۔“ اس تدبیر اور علاج میں ظاہر ہے کہ کوئی بُرائی نہیں۔
مثال ثانی :- شرک اور فسق و فجور دونوں گناہ ہیں مگر شرک بڑا گناہ ہے۔ شرک سے ایمان

۱۔ صراطِ مستقیم ص ۹۷ اردو۔ پیش نظر ہے کہ اس باب میں زنا پر جماعت کو ترجیح دی گئی ہے۔ حضور کا خیال آنا یہاں قطعاً مذکور نہیں۔

چلا جاتا ہے اور جنت حرام ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ومن یشرك بالله فقد
 حرم الله علیه الجنة ومأواه النار۔ فرق سے ایمان کی برکت اٹھ جاتی ہے
 زندگی میں غنیمت آجاتی ہے اور دینی امور میں بے توجہی اور بے پروائی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ شرک
 سے کم درجے کی آفت ہے۔ بڑے مرض سے نکال کر چھوٹے میں لانا اس کا انا ہے اور پھر ذکر و توجہ
 سے اس چھوٹے مرض کو چھڑانا اس کا انا ہے اور ان دونوں میں تدریج ہے جس کے کچھ مرحلے ہیں
 شیخ کامل کو اندازہ ہوتا ہے کہ مرید کے لئے کونسی تدبیر اور کونسا عمل بہتر رہے گا۔

نماز میں دینی چیزوں کا خیال کرنا بیسے کوئی دکاندار نماز میں بھی اپنی دکان کا حساب کرتا
 رہے اس کے سبب وہ عبادت کے نور سے محروم رہتا ہے لیکن یہ شرک نہیں اور اگر خود کسی دینی
 بات کا خیال نہ کرے، خیالات از خود آجائیں تو یہ اس سے بھی کم درجے کی آفت ہوگی تاہم یہ نماز
 وہ نہیں جو مومن کی معراج ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہمت پھیر کر اپنے پیر و مرشد کی طرف توجہ باندھ
 لے تو اس صرف ہمت سے وہ شرک کی دلدل میں جا گرے گا کیونکہ نماز خاصۃ اللہ کی عبادت تھی
 نماز میں خدا سے ہمت پھیر کر کسی اور کی طرف ہمت لے جانا عبادت کو اس دوسرے سے متعلق
 کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام میں عبادت اللہ کے سوا کسی کی نہیں۔ پس نماز میں پیر و مرشد
 یا کسی دلی کی طرف ہمت کو پھیرنا شرک ہے۔ وہ مرید اگر نماز کے باہر اپنے پیر و مرشد کی طرف
 ہمت پھیرتا ہے اور توجہ کرتا ہے تو ممکن ہے اسے شاذلی طریق پر کچھ رعایت مل جائے لیکن نماز
 میں اللہ سے اپنی توجہ ہٹا کر اسے اپنے پیر و مرشد یا کسی دلی پیغمبر پر لگا دینا عبادت کے مقام
 توحید کی سب سے بڑی آفت ہے۔ مومن کی نماز اس طرح ہونی چاہیے کہ پوری نماز میں اس کی
 توجہ صرف خدا کی طرف رہے۔ پیغمبر کی طرف بھی دھیان ہو تو اللہ کے دربار میں ہو۔ اللہ سے
 صرف ہمت کر کے نہ ہو خدا سے کسی صورت میں دھیان نہ پھیرا جائے اور کبھی اور کی نیت باندھی جائے۔

نماز میں توجہ بدلنے کی ممانعت | جب نماز میں ظاہری آنکھ کا کسی طرف پھیرنا۔

(یعنی ادھر ادھر دیکھنا) ہلاکت ہے تو باطنی توجہ

(یعنی دل کا دھیان) کسی دوسری طرف جمالینا کتنی بڑی ہلاکت ہوگی۔ حضرت ابوذر غفاری رحم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

لا يَزِلُّ اللَّهُ عِزَّوَجَلَّ مَقْبَلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِي صَلَاةٍ مَا لَمْ
يَلْتَفِتْ فَمَاذَا التَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ ۝

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ بندے پر جب وہ نماز میں ہو برابر متوجہ رہتے ہیں جب تک وہ کسی اور طرف التفات نہ کرے۔ جو نبی اس نے کسی اور طرف نظر کی اللہ تعالیٰ بھی اس سے توجہ ہٹا لیتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ بھی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

يَا بَنِي آدَمَ وَالْإِنْسَانُ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى تَنْتَفِثَ فِي الصَّلَاةِ
هَلَكَةٌ الْحَدِيثُ ۝

(ترجمہ) پیارے بیٹا! نماز میں کسی اور طرف التفات کرنے سے بچنا کیونکہ نماز میں کسی اور طرف دھیان کرنا نماز کی بربادی ہے۔

یہ ظاہری نظر کا پھیرنا ہے جسے ہلاکت فرمایا۔ نماز میں اس سے کلیتہً بچنا ضروری ہے۔ جب نماز میں ظاہری نظر پھیرنا ہلاکت ہے تو نماز میں باطنی توجہ کو خدا سے ہٹا کر اپنے پیرو مشد پر لگا دینا صریح شرک کیوں نہ ہوگا؟ نماز شروع سے لے کر آخر تک عبادت ہے اور صرف خدا کی عبادت ہے اس میں کسی اور کو شامل نہیں کیا جاسکتا نہ خدا سے توجہ ہٹا کر کسی اور طرف توجہ باندھی جاسکتی ہے۔

نماز میں کشف والہام | کسی اور چیز کی طرف توجہ باندھنے کے بغیر از خود الہامات ہونے لگیں۔ نماز میں فرشتوں اور ارواح کا کشف ہونے

لگے تو یہ اک خدائی انعام ہے۔ نمازی نے خود اپنی توجہ ان کی طرف نہیں کی۔ خیال کا آنا اور بات ہے اور خیال کا لانا اور توجہ باندھنا اور بات ہے۔ پہلی بات خدائی انعام ہے لیکن دوسری مرتبہ شرک بھی ہو سکتی ہے جبکی اسلام نے قطعاً اجازت نہیں دی۔

خیال آنے اور خیال لانے میں فرق | مندرجہ بالا تفصیل سے یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ

نماز میں دنیوی چیزوں کا خیال آنا زیادہ سے زیادہ عبادت کے فور سے محروم کر دیتا ہے لیکن اپنے ارادے اور توجہ سے کسی پروردگار کی طرف توجہ باندھنا یہاں تک کہ اور کسی طرف دھیان نہ رہے اور اس بزرگ کی طرف کامل صرف ہمت ہو جائے اور وہ بھی نماز میں تو یہ عمل ایمان سے محروم بھی کر سکتا ہے پس نماز میں قابل تعظیم ہستیوں کا تصور لانا اور ان پر توجہ جانا ایمان کے لیے اک بہت بڑی آفت ہوگی خیال آنے اور خیال جمانے میں بہت فرق ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہاں قابل تعظیم ہستیوں کے خیال آنے کو شرک کہا جا رہا ہے ہرگز صحیح نہیں۔ مولانا اسحٰیل شہیدؒ کی اسی صراطِ مستقیم میں ہے

یہ بھی نہ سمجھنا چاہیئے کہ غریب مسائل کا سمجھ میں آ جانا اور ارواح اور فرشتوں کا کشف نماز میں بڑا ہے بلکہ اس کام کا ارادہ کرنا اور اپنی ہمت کو اسکی طرف متوجہ کر دینا اور نیت میں اس مدعا کا ملا دینا مخلص لوگوں کے خلوص کے خلاف ہے اور خود بخود مسائل کا دل میں آ جانا اور ارواح اور فرشتوں کا کشف فلوغہ خلعتوں میں سے ہے اور ان کی نمازی میں عبادت ہے کہ اسکا اثر آنکھوں کے سامنے آ گیا ہے۔

دیکھئے حضرت مولانا اسحٰیل شہید نور اللہ مرقدہ کسی صراحت سے نماز میں خیال آنے کو جبکہ مے رہے ہیں بلکہ آپ کے نزدیک نماز میں ارواح مقدسہ اور فرشتوں کا نظر آ جانا انعامات الہی میں سے ہے مقام نماز کے خلاف نہیں۔

مرشد باکمال اپنے مرید کو اگر یہ مسئلہ یوں سمجھائے کہ نماز میں ہر طرف سے توجہ ہٹا کر

اسے اپنے پیرو مرشد یا کسی ولی و پیغمبر پر عبادت یا مظنہ شرک ہونے کی وجہ سے اس سے بڑا گناہ ہے کہ نماز میں کسی کو دینی چیزوں کا خیال آجائے جس میں ان چیزوں کی کسی تعظیم کا کوئی تصور نہ پلٹا ہو تو اس میں کوئی وجہ اعتراض نہیں کیونکہ تعظیم فی العبادت اللہ کے سوا کسی کی نہیں۔ پہلی صورت میں نماز میں پیرو مرشد کی تعظیم خدا کی تعظیم میں شامل ہو رہی ہے لیکن دوسری صورت میں ان چیزوں کی تعظیم کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ صرف نماز بے نور ہو رہی ہے۔ نمازی بے ایمان نہیں ہو رہا ہے کیونکہ اس میں شرک کا کوئی پہلو نہ تھا۔

یہ دونوں مثالیں صرف ایک تعظیم میں ہیں جو مولانا شاہ آخیل شہیدؒ کی طرف منسوب ہے۔ پہلی مثال یہ تھی۔ (۱) کہ زنا کے دوسرے سے اپنی بیوی کی جماعت کا خیال بہتر ہے اور دوسری مثال کا حاصل یہ تھا کہ نماز میں ہر طرف سے توجہ ہٹا کر اسے اپنے شیخ و مرشد یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عبادت اور ان کی طرف اپنی نیت کو پھیر لینا بوجہ اندیشہ شرک تمام دینی چیزوں کا خیال آنے سے زیادہ بُرا ہے۔

مولانا احمد رضا کی تحریف | مولانا احمد رضا خاں کو ان مثالوں سے اگر اختلاف تھا تو وہ کسی مثال پر جرح کرتے۔ استدلال کی غلطی

واضح کرتے۔ انہیں اس کا پورا حق تھا۔ اختلاف علمائے دین میں ہوتے چلے آئے ہیں لیکن یہ دو مثالیں جو اپنی اپنی جگہ مستقل اور ایک دوسرے سے الگ اور مجدا تھیں۔ انہیں ایک دوسرے میں ملا دینے اور آپس میں گڈ مڈ کر دینے کا انہیں کوئی حق نہ تھا۔ دوسری مثال میں دوسرے زنا کا کوئی ذکر یا دخل نہیں مگر مولانا احمد رضا خاں کی دیانت کی داد دیجئے یا انکی ثبات کا ماتم کیجئے کہ الکو کبتہ الشہابیہ میں کس طرح دونوں مثالوں کو ملا دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بالمقابل کس بے حیائی سے فاحشہ زہدی کا لفظ لائے ہیں اور اس بے ادبی اور گستاخی پر ان کا ضمیر انہیں کچھ ملامت نہیں کر رہا۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے تھے۔

”مسلمانو! خدا را ان ناپاک شیطانی کاموں پر غور کرو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا غفلت بالائے غفلت ہے کسی فاحشہ رٹدی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال آنے سے بھی بُرا ہے۔“

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کے الفاظ صرف ہمت کو خیال کے لفظ سے نقل کرنا کوئی کم نیا بھی لیکن اسے ایک پھلی بحث سے بے تک جوڑ دینا اور اسے لاکش تعالٰیٰ انگیز اور گستاخانہ پیرایہ لے کر کتبہ الشہادتہ ص ۳۷۷ صرف ہمت کے معنی ہمت کو ایک طرف سے دوسری طرف پھرنے کے ہیں ہمت

صرفیہ کرام کی اک اصطلاح ہے شیخ الاسلام ہر ویؒ نے اس پر کوکاب بانعاش (باب الہمة) الہمة مایملک الہیات للہ مقصود صرفاً (منزل السائین ج ۳ ص ۳۷۷) ہمت (بندہ مومن کا) وہ ارادہ ہے جس کے تحت وہ مقصود حقیقی کی طرف پر سے اشتیاق سے متوجہ ہو دینی اس پر دھیان لگائے کہ اس مقصود کے سوا کسی اور طرف اس کی توجہ نہ رہے) جامع السالکین میں ہے الہمة فعلۃ من اللہ و هو مبدء الازادۃ و لکن خصوصاً بنہایۃ فالہو مبدء ہا والہمة نہایتھا۔ صوفیاء کرامؒ کے ہمت انتہار ارادہ کو کہا ہے مومن نماز میں انتہار ارادہ خدا سے متعلق کرتا ہے اور انہی کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ نماز میں اسے خدا سے بٹا کر کسی اور طرف مبدل کرنا صرف ہمت کہنا ہے جس کی صورت میں اجازت نہیں۔ نماز میں حضور قلب و کار ہے اور دل ہمت کے تابع ہوتا ہے پس ہمت خدا کی طرف ہی ہونی چاہیے اسے کسی دوسری طرف نہ پھیرنا چاہیے۔ امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں۔ ان قلبک

تابع لہمتک فلا یحضر فیما یہمک پر حضور قلب کی بحث میں لکھتے ہیں۔ فلا حیلة ولا علاج لاحضار القلب الا بصفت الہمة الى الصلوة والجمعة لا تنصرف اليہا مالم یتبین ان العرض المطلوب مشروط بہا و ذالک هو الایمان (اجار العلوم ج ۱ ص ۱۶۷) اس سے پتہ چلا کہ ہمت اور ارادہ کی انتہائی حالت نماز پر نہیں لگتی جب تک یہ نہ واضح ہو کہ مطلوب تک پہنچان سے وابستہ ہے اور یہی ایمان ہے اب ہمت کو نماز میں مقصود سے پھیر کر اپنے شیخ و مرشد پر لگا دینا کس طرح مقصود سے پھیرا ہے۔ یہ الیہ از خود واضح ہے حضرت مجدد الف ثانیؒ مرزا بدیع الزمان کے نام ایک کتب میں لکھتے ہیں کہ وحیث طلبت الہمة من کمال الالتفات فبشری کک ترجیع سالماً و غاشماً و لکن (باقی اگلے صفحہ)

میں اس طرح لے آنا ظلم بالائسے ظلم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ایک فاحشہ عورت کے بالمقابل کیا جائے یہ آخرت سے بے پرواہ ہونے کی نہایت شرمناک اور تاریک مثال ہے۔ شاہ صاحبؒ کے کلام میں دونوں باتیں الگ الگ تھیں۔ صرف ہمت والی بحث میں زنا وغیرہ کا کوئی ذکر نہ تھا۔ یہ مولانا احمد رضا خاں کی خیانت کا اک بڑا واضح نمونہ ہے کہ فاحشہ عورت کے قصور کو حضورؐ کی طرف نماز میں خیال لے جانے سے جوڑ دیا اور ہاتھ کی صفائی دکھا کر شاہ اسماعیل شہیدؒ کے فہم وہ بات لگا دی جو آپ نے ہرگز نہ کہی تھی۔ انتقام کی آگ کے شعلے واقعی بہت گہرے ہوتے ہیں مولانا اسماعیل شہیدؒ کی مخالفت کا جذبہ مولانا احمد رضا خاں میں اس قدر گہرا تھا کہ آپ نے اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کی بھی پرواہ نہ کی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اڑ جائے گا رنگ

یہ نہ کہتے کہ سُرخ خون شہیدان کچھ نہیں

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے یہ بات کیس نہ کہی تھی۔ مولانا احمد رضا خاں صریح جھوٹ بول رہے ہیں اور اپنے عمل سے شہد اذا حدث کذب (جب بات کرے تو جھوٹ بولے) کی تصدیق کر رہے ہیں البتہ یہ بات صحیح ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلویؒ نے اک مقام پر شرک کو زنا سے بدتر گناہ قرار دیا تھا لیکن اس کی تو ذمہ داری حضرت شہیدؒ پر مائد نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں :-

جو شخص اخیر میں حضرت خواجہ چشتی کی قبر پر یا حضرت سالار مسعود غازی کی قبر

شعبۃ از سفر سابقہ :- لا بد ان تراعی مشرطا واحدة او هو توجید قبلہ المستوجب فان جعل قبلۃ التوجہ متعددة المتار السالك نفسه الى التفردۃ والفتقاتن المتواترۃ (حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلویؒ فرماتے ہیں۔ البسمۃ عبارة عن اجتماع المظاهر و تاکد العزیمۃ بمسورة التمنی والطلب بحیث لا یخطر فی القلب سوی هذا المراد کطلب العطشان الماء (اقول الجیل ص ۱)

یا ان کی مانند کسی اور قبر پر گیا کہ وہاں کوئی حاجت طلب کرے تو اس نے ایسا گناہ کیا جو قتل اور زنا سے بھی بدتر گناہ ہے۔

اس میں بھی شرک کو قتل اور زنا سے بدتر گناہ کہا ہے فاحشہ رنڈی کے الفاظ یہاں بھی مذکور نہیں۔

خیال آنے کے بارے میں علماء دیوبند کا عقیدہ | مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال آنے کے بارے میں علماء دیوبند کا عقیدہ بھی ہدیہ قارئین کر دیں۔ مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب سے یہ سوال کیا گیا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ :-

جب نماز میں خود التحیات میں اور درود شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے تو خیال آنا تو ضرور ہوا باقی نماز خاص عبادت اللہ کے لئے ہے غیر اللہ کا خیال علی سبیل التعظیم والعبادۃ آنا چاہیئے اور نماز ہر حال میں صحیح ہے کیونکہ خیال پر باز پرس نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سو یہ کہنا کہ علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا جائز تو نماز ٹوٹ جاتی ہے کس قدر غلط بات ہے اور علماء دیوبند کے اس صریح فتوے کے خلاف مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جس چیز کو روکا تھا وہ صرف ہمت (ہمت کا پھیرنا) تھی اور علماء دیوبند جسے جائز کہہ رہے ہیں وہ خیال کا (خود بخود) آنا ہے۔ خیال کا (جان بوجھ کر) لانا نہیں اور ان دو باتوں میں اصولی فرق ہے۔ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ذمہ یہ بات لگانا کہ آپ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال آنے کو برا کہہ رہے ہیں محض افتراء اور بہتان ہے۔ آپ جہاں بھی شرک کی مذمت کرتے ہیں خیال بانڈھنے کا ذکر کرتے ہیں خیال آنے کا نہیں۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ پر ہمت کی ایک اور مثال | احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ خیر القرون (تین بہترین طبقوں) کے

۱۔ قیمت ۲ روپے ۲۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۳۲۷ھ مطبوعہ کراچی۔ ۳۔ تقریر الامامین میں بھی آپ ایک جگہ کہتے ہیں۔ ۴۔ یعنی صحابہ کرام، تابعین کرام اور تبع تابعین :-

کے بعد پھر جھوٹ عام ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے ختم ہونے سے پہلے پھر شرک پھیلے گا۔ غمور اسلام (یعنی اسلام کی شان و شوکت) جتنا خدا کو منظور ہوگا رہے گا اور ساتھ ساتھ جاہلی رسوم بھی عود کرتی جائیں گی۔ باقی رہا کلی کفر کا غمور کہ کوئی مسلمان باقی نہ رہے سو یہ اس کے بعد ہوگا کہ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی اور جن کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ وفات پا جائیں گے اور دنیا میں صرف بُرے لوگ ہی رہ جائیں گے۔

شرک کا شیوع اور شام سے آنندھی | ظاہر ہے کہ آج کل چند دنیا پرست علماء اور جاہل باپ دادوں کی پیروی سے شرک و بدعت کی اتنی رسمیں منظر عام پر آچکیں کہ جن کی انتہا نہیں لیکن یہ بھی درست ہے کہ ابھی تک شام سے وہ ہر انہیں پلے کہ سب اہل حق ختم ہو جائیں اور دنیا میں صرف کفر ہی کفر کا غمور ہو۔ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک صحیح حدیث مسلم کے حوالے سے نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

يَخْرُجُ الدَّجَالُ فَيُبْعَثُ اللَّهُ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ فَيُطْلِبُهُ فَيَهْلِكُهُ
(ترجمہ) بھٹکے گا دجال سو بھیجے گا اللہ عیسیٰ بن مریم کو سو وہ (عیسیٰ بن مریم) ڈھونڈے گا اس کو (دجال کو) تباہ کر دے گا اس کو (دجال کو)
مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ :-

تقویۃ الایمان میں حدیث کے یہ لفظ بھی خود ہی نقل کئے اور اس کا ترجمہ کیا "بھٹکے گا دجال سو بھیجے گا اللہ عیسیٰ بن مریم کو۔ سو وہ ڈھونڈے گا اس کو۔ تباہ کر دیگا اس کو۔ پھر بھیجے گا اللہ اک باؤ ٹھنڈی شام کی طرف سے۔ سو باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس کو" بایں ہمہ حدیث مذکور لکھ کر اسی منہ پر صاف لکھ دیا سو یہ غیر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا

نہ خروج دجال کی حاجت رہی نہ نزول مسیح کی ضرورت۔

مولانا احمد رضا خاں کا جھوٹ | یہ جملہ ”سو غیر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا۔ اب نہ

خروج دجال کی حاجت رہی نہ نزول مسیح کی۔ یہ الفاظ مولانا نے حدیث مذکور کے بعد ہرگز نہ لکھے تھے۔ جس کا دل چاہے کتاب تقویۃ الایمان کھول کر دیکھ لے۔ یہ مولوی احمد رضا کا محض جھوٹ ہے۔ ان خط کشیدہ الفاظ کے بعد یہ تفصیل کہ اب نہ خروج دجال کی حاجت رہی نہ نزول مسیح کی ضرورت ہی مولانا احمد رضا خاں کی اپنی اختراع کا صریح جھوٹ ہے۔ یہ جملہ ”سو غیر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا“ اس حدیث سے پہلے ایک دوسری حدیث کی بحث میں تھا جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک پھر سے رائج ہوگا (اسلام بھی رہے گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک شام سے ٹھنڈی ہوائ نہ چلے) حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے لکھا تھا :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا سو غیر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا۔

یہ جملہ اس زمانے سے متعلق ہے جس میں کئی جگہ قدیم شرک رائج ہوگا لیکن اس وقت شرک ہر جگہ محیط نہ ہوگا کہ اسلام کہیں نہ ہو۔ اس عبارت میں لفظ بھی کھلی شہادت دے رہا ہے کہ اس سے کوئی زمانہ مراد ہے۔ ہر جگہ قدیم شرک کا ظہور اس کے بعد ہوگا۔ جب دجال قتل ہو چکا ہوگا اور شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوائ چلے گی۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ کا یہ جملہ کہ سو غیر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا قدیم شرک رائج ہونے کے متعلق تھا نزول عیسیٰ بن مریمؑ کے متعلق نہ تھا۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں الکوۃ الشہابیہ میں بڑا جھوٹ تصنیف کیا ہے کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے نزول عیسیٰ بن مریمؑ کی حدیث لکھ کر اس صفحہ پر صاف لکھ دیا ہے :-

”سو غیر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا“

یقین کیجئے حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے یہ الفاظ نزول عیسیٰ بن مریمؑ کی حدیث کے تحت ہرگز نہ لکھے تھے۔ یہ الفاظ تقویۃ الایمان میں حدیث نزول عیسیٰ بن مریمؑ سے پہلے مرقوم ہیں۔ اسے اس حدیث کے بعد کے الفاظ بنالینا یہ مولانا احمد رضا خاں کی نہایت بدترین خیانت ہے۔ یہ کہنا کہ اب نہ خروج و جال کی حاجت^۱ رہی نہ نزول مسیح کی ضرورت۔ اندھیرے پر اندھیرا اور جھوٹ پر جھوٹ اور ہستان پر ہستان ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی اس ہاتھ کی صفائی پر ملگا یہودی حسرت کے ہاتھ ملٹتے ہوں گے۔

بریلوی اپنے پیشوا کی اقتدار میں | جن بریلوی علماء نے مولانا احمد رضا خاں کو اپنا امام مانا انہوں نے اپنے امام کی پیروی میں مولانا شہیدؒ پر افترا باندھنے کی ہم برابر جاری رکھی۔ اس کے بھی دو نمونے ملاحظہ کیجئے اور متمکروں کے تم کی داد دیجئے۔

بڑے بھائی کے برابر درجہ ماننے کی تہمت | حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کا یہ عقیدہ ہرگز ہرگز نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ (معاذ اللہ) بڑے بھائی کے برابر ہے آپ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہاں کا سردار مانتے تھے۔ آپ لکھتے ہیں :-

ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سے لکھتے ہیں ان کے محتاج ہیں^۲

آپ یہ بھی لکھ آئے ہیں :-

بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں اور سارے مراتب اس سے نیچے ہیں^۳

۱۔ خروج و جال کے انتظار کو خروج و جال کی حاجت قرار دینا مولوی احمد رضا خاں کے ذہنی منظر کی عجیب تصویر

اب بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ کے عقیدہ میں رسالت کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے تو مسلمانوں پر بہتان باندھنے کی سزا کے لئے آخرت میں تیار رہے جہاں جاہل مرید اور ان پرٹھ مقتدی غرے لگا کر ساتھ نہ دے سکیں گے۔

مرتبہ اور بدنی تعظیم میں فرق | انبیاء کرام کا مرتبہ بیشک مخلوقات میں سب سے اعلیٰ ہے۔ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں لیکن جہانک انبیاء کرام کی بدنی تعظیم کا تعلق ہے رکوع اور سجدہ ان کے لیے ہرگز جائز نہیں۔ ان کی تعظیم بڑے انسانوں کی سی کیجئے نہ کہ خدا کی سی۔ انبیاء کی بدنی تعظیم صرف اتنی کیجئے جو چھوٹے درجہ کے انسان بڑے انسانوں کی کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعظیمی سجدے کی اجازت چاہی تو آپ نے منع فرمایا۔ ارشاد فرمایا:۔

اعبدوا ربکم واکرموا احکامہ

(ترجمہ) عبادت اب رب کی ہی کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔

آپ نے اس حدیث پاک میں تعظیمی سجدے کو سجدہ عبادت ہی قرار دیا کیونکہ اس شریعت میں تعظیمی سجدے کا کوئی وجود نہیں۔ جہاں تک بڑوں کی تعظیم کا تعلق ہے انہیں بھائی کہہ کر اتحاد ذمی پر متنبہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی عزت کرو۔

یہ الفاظ حدیث کے تھے جنہیں بیان کرنے پر بریلویوں نے یہ اقرار باندھ رکھا ہے کہ مولانا شہیدؒ کے عقیدے میں نبی کا درجہ بڑے بھائی کے برابر ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حالانکہ مرتبہ اور تعظیم بدنی میں بڑا فرق ہے۔ تعظیم بدنی کو مرتبہ اور درجے کا موضوع قرار دینا حماقت اور منافقت کی انتہا ہے۔

باقی رہا یہ موضوع کہ بھائی کا لفظ کسی پہلو سے بھی پیغمبر اور امتی کے درمیان نہیں آ سکتا سو اس کیلئے مولانا احمد رضا خاں کی نقل کردہ ایک حدیث یاد رکھیے۔

خود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا
چاہی جب وہ مکہ منکبر جاتے تھے ارشاد فرمایا لا تنسانا یا اسخنی فی دعائک اے بھائی اپنی
دعائیں ہمیں نہ بھول جانا۔ رواہ ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ احمد و ابن ماجہ کی روایت میں ہے فرمایا
اشترکنا یا اسخنی فی صلح دعائک ولا تنسانا بھائی اپنی نیک دعائیں میں بھی شریک کر لینا بھول نہ جانا

حیات النبی کے انکار کی تہمت بریلوی مذہب والے علمائے دیوبند پر اعتراض
کرتے ہیں کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

فی القبر کے قائل نہیں اس بُہتان کے لیے وہ مولانا شہیدؒ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں :-

میں بھی ایک دن مکر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوں سجدہ تو
اسی ذات پاک کو ہے کہ نہ مرے کبھی۔

اس عبارت کا مطلب علماء دیوبند کے نزدیک کیا ہے؟ وہ یہاں مٹی میں ملنے کا کیا معنی

مراد لیتے ہیں (۱) مٹی ہو جانا یا (۲) مٹی سے لاحق و ملاقی ہونا؟ قطب الارشاد حضرت مولانا
رشید احمد گلگڑیؒ کا جواب ملاحظہ کیجئے۔ علماء دیوبند کے ہاں یہی اس کی مراد ہے :-

مٹی ہونے اور مٹی میں ملنے میں فرق مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مٹی
ہو کر مٹی زمین کے ساتھ خلط ہو جائے جیسا

سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن جاتی ہیں دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا یعنی
مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں اور جس دنیا پر علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا
مروم بھی قائل ہیں چونکہ مُردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مُردہ کے مٹی سے
جسد مل کفن لاحق (ملاقی) ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں ختم
واللہ اعلم بالصواب۔ مٹی میں ملنے کے جب وہ معنی ہو سکتے ہیں جو انبیاء کرام کے ابعاد

کو میر کی حفاظت کو متضمن ہوں تو تقویۃ الایمان کی عبارت آپ کی حیات فی القبر کے خلاف نہ رہی

مٹی میں ملنے کا معنی مٹی میں جانا اور دفن ہونا ہے۔

قرآن کریم پلّ سورۃ نوح میں ہے۔

وَاللّٰهُ اَنْتَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاۃً شَرِیْعَۃً لِّکُمْ فِیْہَا وَیَخْرُجُکُمْ اَخْرَاجًا

ترجمہ اور اللہ نے تمہیں زمین سے اُگایا پھر تمہیں اس میں لے جائے

گا اور تمہیں دوبارہ نکالے گا۔

یہ آیت تمام بنی آدم کو شامل ہے ہر ایک نے مٹی میں دوبارہ جانا ہے خواہ دفن ہو کر خواہ
 اور طریق سے تمام بنی نوع انسان کا یہی انجام ہے مولانا احمد رضا خاں کے غلیظہ مفتی احمدیہ لکھتے ہیں
 تمہارے اجزائے بدن کو مٹی میں ملا دے گا خواہ دفن ہو کر خواہ آگ میں جل کر یا
 دریا میں ڈوب کر لے

مٹی میں جانے کو مفتی صاحب نے مٹی میں ملنے سے تعبیر کیا ہے اور اس کا معنی دفن ہونا
 بیان کیا ہے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے مٹی میں ملنے سے دفن ہونا سڑولے لیا تو کیا ترمیم کیا ہو یا در ہے
 کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے مٹی میں ملنے کا تصور دے کر اجساد انبیاء کے مٹی ہو جانے کا عقیدہ ہرگز
 نہیں لکھا۔ آپ کی طرف اس عقیدے کا اقتساب ایک طرح ہبتان ہے۔ آپ حضورؐ کے بدنِ مطہر
 کے مٹنے مفتی ہونے کے قائل تھے اور اس پر آپ کا کلام شاہد ہے۔

سو اس میں شبہ نہیں کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ مٹی میں ملنے سے مراد مٹی سے متصل ہونا ہے رہے ہیں
 مٹی ہو جانے کا عقیدہ نہ تھا وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ کا جسد اطہر پوری طرح محفوظ ہے صرف
 یہ ہے کہ وہ قبر مبارک میں مسلم نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ آپ ثنوی مسلک نور میں لکھتے ہیں :

ان انگھوں سے ہر چند وہ جسم پاک بظاہر ہوا غفقی زیر خاک

مسلے نور اس کا ہے قائم مقام کہ ہر پاک دل میں ہے اس کا مقام

ہوا جلوہ گر آں و اصحاب میں جو تھے پیشوا دیں کے ہر باب میں
 ہوا متصل ان کے احباب میں جو ہیں کامل ایمان و آداب میں
 اہل ہزاروں درود و سلام تو بیچ اس پہ اور اسکی اُمت پہ عام
 اس نعت کا ایک ایک لفظ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور محبت کے پھول لیے ہوئے
 ہے اس میں صراحت ہے کہ حضور پروردہ قبر میں منتہی ہیں عام اجساد کی طرح مٹی میں مٹی نہیں ہوئے مولانا
 اسٹیل شہیدؒ کی کسی تحریر میں کوئی ابہام قاضی تو وہ ان تصریح سے پوری طرح اٹھ جاتا ہے۔

حضرت مولانا شیدائے احمد صاحب گلوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری حضرت
 مولانا اسٹیل شہیدؒ کے جائز طور پر برہمگی اور مسلکی وارث ہیں تحفظ اجساد و انبیاء کے بارے میں انکا عقیدہ اور
 تصریحات حضرت مولانا اسٹیل شہیدؒ کے عقیدہ کی مندرجہ ذیل شہادت ہیں ہم نے اتہاماً للحقۃ مولانا شہیدؒ کی
 اپنی تصریح ہی پیش کر دی ہے سو مٹی میں ملنے والی جہالت جو دراصل ایک شہد کی وضاحت تھی کسی طرح تحفظ جہدِ نبویؐ کی خوف
 نہی اب اس عبارت کو حیات فی القبر کی نفی پر محمول کرنا خاں صاحب کا کذب و افتراء نہیں تو
 اور کیا ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ علماء دین نے حضورؐ کی حیات برزخی پر آبِ حیات اور
 مقامِ حیات جیسی جامع کتابیں لکھیں۔ مولانا شہیدؒ کا عقیدہ حیات فی القبر کی نفی ہونا تو ان کے
 معتقدین کبھی اس شہادۃ سے حیات فی القبر کے قائل نہ ہوتے۔

اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ بریلوی حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضورؐ کے جسدِ
 کے لئے مٹی کا لفظ نہایت بوجھل دکھائی دے رہا ہے کیونکہ وہ حضورؐ کو اللہ کے نور کا ٹکڑا سمجھتے ہیں
 سو دہاں مٹی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہم ان کے اس بوجھ کو کم کرنے کے لیے مولانا احمد رضا
 خاں صاحب کی ہی ایک تحریر پیش کرتے ہیں

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ حضورؐ
 نے فرمایا: — میں اور ابوبکرؓ

جسدِ نبویؐ کے مٹی سے بننے کی حدیث

عمر ایک مٹی سے بنے اور اسی میں دفن ہوں گے لے

اب آپ ہی غور فرمائیں کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی عبارت میں کون سا لفظ ہے جس کے سہارے یہ قطعی بنیاد فراہم کی جاتی ہے کہ مولانا مرحوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر یا جسدِ کریم کی ابدی حفاظت کے خلاف تھے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ پر تہمت تراشی کے چار نمونے آپ کے سامنے آچکے ہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب اور ان کے پیروؤں کی علمی خیانات کی یہ ایک نہایت دلسوز تصویر ہے۔ انقلاباتِ زمانہ کی کروڑوں میں محدثینِ دہلی کے وارث دیوبند پہنچے تو وہ ذہن و فکر جو محدثینِ کرام کے اس خاندانِ دہلی کے خلاف برسوں سے درپے آزار تھا اب اسکا رخ دیوبند کی طرف بگاڑا۔ وہ ذہن و فکر کون سا تھا جو برسوں سے محدثینِ دہلی کے خلاف درپے آزار تھا اس سے مراد انگریز حکومت اور اس کی نوآبادیاتی پالیسی ہے۔ یہ ذہن و فکر جب علمائے دیوبند کی طرف متوجہ ہوا تو سب سے پہلے بانی دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اُس کی زد میں آئے۔

تہمت بر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ رحمۃ اللہ علیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا یہ بات ہر مسلمان کو معلوم ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں جانا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں کیونکہ آپ کے خاتم الانبیاء ہونے پر ایمان رکھنا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔

علمائے ربین نہ صرف مسائل جانتے ہیں بلکہ ان کے اصول و عقل اور اسباب بھی پہچانتے ہیں حکیم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی بنیاد اور حکمت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب ہنوز اسلام کے عالموں کے ذمہ تھا عوام صرف اتنا جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تمام انبیاء کے بعد ہے اور آپ سب سے آخری نبی ہیں اور بس۔ اس کی وجہ کہ آپ کو سب سے آخر میں کیوں بھیجا گیا اس میں کیا حکمت تھی۔ یہ بات محتاج تفصیل تھی۔

جن علمائے کرام نے شریعت کے اسرار و حکم کھول کھول کر بیان فرمائے ان میں امام غزالیؒ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت حجت الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا نام سرفہرست ہے۔ حضرت مولانا نانوتویؒ نے آپ کی ختم نبوت کی بنیاد اور حکمت سے بحث کی بے ادھر حق یہ ہے کہ آپ نے اس انتہائی لائق احترام موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔

حضور کے خاتم النبیین ہونے کے اسرار و وجوہ | آئیے پہلے اس پر غور کریں کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی آئیے ان اسرار و وجوہ کو معلوم کریں کہ کس وجہ سے آپ کو آخری نبی بنایا گیا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہیں۔

۱۔ چونکہ آپ کی لائی ہوئی کتاب (یعنی قرآن مجید) کی ابدی حفاظت کا وعدہ تھا اس لیے آئندہ کسی نئے نبی کی ضرورت نہ تھی۔ نبوت کا دروازہ اب اس لیے بند کر دیا کہ اب اس کی ضرورت نہ رہی تھی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی بعوث نہ ہو آخر یہ سلسلہ کیسے ختم بھی ہو کرنا تھا اس لیے آپ کو آخری نبی کا اعلان کی وجہ یہ تھی کہ ان مدعیان نبوت کا دروازہ بند کر دیا جائے جو آپ کے بعد جھوٹے دعوے کر کے خلافت کو گمراہ کر سکیں گے۔

۳۔ آپ کا دین ہر لحاظ سے کامل اور مکمل تھا اس لیے آپ کے بعد کسی اور پیغمبر کی ضرورت نہ ہو سکتی تھی جب ضرورت ہی باقی نہ رہی تو آپ کو آخری نبی بنا دیا گیا۔

۴۔ علم الہی میں مقدر تھا کہ آپ کی تیار کردہ جماعت صحابہ کرامؓ اس دین کے آخر تک وفادار رہیں گے اور علمائے امت کا ایک طبقہ آخر دنیا تک حق پر قائم رہے گا اس کے لیے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا کیونکہ نبوت کا کام ورثہ الانبیاء کے ذریعہ تاقیامت قائم رہ سکتا تھا۔

یہ وجہ بیشک برحق ہیں لیکن علت اصل نہیں بنیادی وجہ ایسی ہونی چاہیئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شان کا بیان ہو جب ختم نبوت کا تاج آپ کے سر مبارک پر رکھا گیا تو آپ کی شان اور مقام (ختم نبوت میں) لازمی طور پر ملحوظ و مرعی ہونا چاہیئے۔ یہ چاروں جو ذکر کی گئی ہیں ان میں سے پہلی وجہ میں قرآن کریم کی شان کا بیان ہے دوسری میں اُمت کے فتنوں سے حفاظت ہے تیسری میں دین کی شان ملحوظ ہے اور چوتھی میں اصحاب رسول اور علماء اُمت کی وفاداری مذکور ہے لیکن ان کمالات کا دائرہ جس مرکز کے گرد کچر رہا ہے اس کی اپنی شان کہیں ان میں مذکور نہیں حالانکہ اصل بات جو علت اصل کو ہونی چاہیئے وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شان ہو اور اس پہلو سے حضور کی ختم نبوت کا بیان ہو۔

یہ وجہ اپنی جگہ درست ہیں لیکن یہ آپ کی شان خاتمیت کے آثار ہیں ان کے نتیجے علت اصل وہ درکار ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے متعلق ہو۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب
شان خاتمیت کی علت اصل
 علت اصل کی طرف راہ نمائی کرتا چاہتے ہیں

علت اصل آپ کے الفاظ میں یہ ہے

بجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور

حوالہ آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض

حضرت مولانا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ باقی سب انبیاء کی نبوت آپ کی نبوت کا فیض اثر ہے جیسے آفتاب سے چاند کو روشنی ملتی ہے اسی طرح ہر غیر نے اس آفتاب نور سے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) روشنی پائی آپ صرف اس اُمت کے نبی نہیں آفتاب نبوت حیثیت سے نبی و انبیاء بھی ہیں اور باقی سب انبیاء اپنی امتوں سمیت آپ کی مرکزی حیثیت کے ماتحت ہیں جس طرح موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے آپ تشریف آوری پر اس سلسلے کا ختم ضرور تھا اس لیے آپ نبیوں کے ختم پر تشریف لائے۔

بنار خاقیت میں یہی ہے اس کے آثار و نتائج میں سے تھا کہ آپ کو سب سے آخر میں رکھتے یہ ختم نبوت زمانی اس بنار خاقیت کو لازم تھی۔

ہاں آپ کی خاقیت کی جو نسبت انبیاء سابقین کے ساتھ تھی وہ خاقیت مرتبی ہے جس میں موصوف بالعرض موصوف بالذات سے مستغنیٰ ہوتا ہے جیسے چاند سورج سے مستغنیٰ (روشن) ہوتا ہے اس ختم نبوت مرتبی کے ساتھ زمانے کی قید نہیں آپ انبیاء سابقین کے بھی مرکز ہیں۔ آپ کی شان مرتبی کا یہ پہلو انبیاء سابقین سے ہی ظاہر نہیں بلکہ اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو یہی آپ کی اس معنی کی خاقیت میں فرق نہ آتا خاقیت مرتبی ہر حال قائم تھی۔

لیکن حکمت خداوندی اس بات کی متقاضی ہوئی کہ آپ کے تشریف لانے کے بعد اس بنار خاقیت کی ختم نبوت زمانی بھی لازم کی جائے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا زمانہ آخری زمانہ ہو اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو اور یہی عقیدہ اسلام کا ہے کہ دونوں طرح کی ختم نبوت تسلیم کر لی جائے آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہو اور آپ کے برابر بھی کوئی نبی نہ ہو۔

لزوم ختم نبوت زمانی پر مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تقریر

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں :-

بالحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت میں موصوف بالذات اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا اونٹ سے فسوخ ہونا لازم آتا اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا اور نہ نبوت کے پھر کیا معنی ہو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ معکرمائنا لہم لافظون ان کی کیا ضرورت تھی ؟ اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی کے

علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا متبیینا لکھل شئی ہونا غلط ہو جاتا ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے ۱۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ہاں بنا رخائیت تو یہ ہے کہ آپ وصف نبوت سے موصوف بالذات ہیں لیکن آپ فرماتے ہیں کہ اس بنا رخائیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالفصل تشریف لے آنے پر تاخر زمانی بھی لازم ہے۔ آپ تحذیر الناس میں ہی اس کی تصریح فرما چکے ہیں اسی میں آپ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

خائیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خائیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی ۲۔
اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ دونوں طرح کی ختم نبوت کے قائل تھے۔ جہاں حضرت مولاناؒ نے یہ کہا تھا کہ عوام کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں اس سے مراد اس عقیدے کی تردید نہ تھی لفظ خاتم کو صرف اس معنی میں محدود کرنا کہ آپ نے عوام کا خیال کہا تھا۔ آپ کے عقیدے میں بنا رخائیت کو تاخر زمانی (کہ آپ کا زمانہ آخری مانا جائے، بہر حال لازم تھی اور اس میں آئندہ آنے والے مدعیان نبوت کا بھی پورا سد باب تھا مولانا مرحوم لکھتے ہیں :-

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں اگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا تھا
بلکہ بنا رخائیت اور بات ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم

۱۔ تحذیر الناس ص ۱۰۰

۲۔ مولانا لکھتے ہیں : یہ احتمال کہ یہ آخری دین تھا اس لیے سد باب مدعیان نبوت کیا جو کل جھوٹے دعویٰ کرنا

غلاف کو گمراہ کریں گے البتہ فی مد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔ تحذیر الناس ص ۱۰۰

آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے ۱۔

یہاں اس عبارت کو دیکھیے اور بار بار دیکھیے آپ عوام کے عقیدے کی تردید نہیں کر رہے ہیں اسے صرف ایک معنی میں محدود کرنے کی اصلاح کر رہے ہیں اور آپ جس بات کو بنا رخا خاتیت قرار دیتے ہیں اسے آپ کا سب سے آخری زمانہ میں ہونا خود بخود لازم فرما رہے ہیں۔

ہاں خاتیت مرتبی کا وہ پہلو جس کے تحت انبیاء سابقین کو آپ کا فیض ملا اور انہوں نے آپ سے اس طرح روشنی پائی جس طرح چاند سورج سے روشنی پاتا ہے۔ انبیاء کے افراد خارجیہ (جو دنیا میں تشریف لائے) سے ہی خاص نہیں ان کے افراد مقدرہ (جو صرف فرض کئے جائیں) بھی اس میں شامل ہیں کہ بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو بھی آپ کی خاتیت مرتبی ہیکل قائم رہتی وہ آپ کے ماتحت ہوتا اس کے بالفعل آنے سے ختم نبوت زمانی قائم نہ رہتی اور یہ خلاف عقیدہ اسلام ہوتا کیونکہ اسلام میں ختم نبوت زمانی پر ایمان لانا بھی ضروریات دین میں سے ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ ختم نبوت مرتبی کا پہلو بہر صورت قائم رہتا گو عقیدہ ختم نبوت کے لیے صرف اتنی بات کافی نہ تھی۔

خاتیت مرتبی کا بیان | حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں کہ حضور کا خاتم ہونا اگر وصف نبوت سے موصوف بالذات ہونے کے معنی میں لیا جائے تو بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی ہوتا تو اس کے باوجود آپ کی خاتیت مرتبی قائم رہتی۔ مولانا فرماتے ہیں :-

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے مگر جیسے اطلاق خاتم انبیاء اس بات کا مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ کیجیے اور علی العموم تمام انبیاء کا

خاتم کہنے اسی طرح الخ ص

یہ ساری بات اس شرط پر کی جا رہی ہے ”اگر بایں معنی تجویز کیا جائے“ آگے اس کی جزا
نہ کر رہے وہ معنی کیا ہے؟ حضور کا وصف نبوت سے موصوف بالذات ہونا۔ ظاہر ہے کہ اس
معنی کے لحاظ سے آپ کے زمانہ میں بھی کہیں نبی ہو تو آپ کا خاتم ہونا ختم نبوت مرتبی کے لحاظ
سے بدستور قائم رہے گا۔

اس عبارت کو اس شرط (اگر بایں معنی تجویز کیا جائے) سے کاٹ کر بیان کرنا اور خاتمیت
سے ختم نبوت مرتبی مراد نہ لینا ایک بڑا جھوٹ اور ایک بڑا ہٹان ہے اور اس عبارت پر ایک بڑا
عظم ہے گو اسلام کے مجموعی عقیدے کے لیے ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں کو ماننا ضروری
ہے لیکن یہاں تو صرف ختم نبوت مرتبی کا ذکر ہو رہا تھا۔ اسے ختم نبوت مرتبی سے ہٹا کر ختم نبوت
زمانی پر لگا دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

ہاں اگر خاتمیت معنی اتصاف ذاتی برصفت نبوت ہے جیسا اس پیچیدان نے عرض کیا
ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے
مثال نبوی نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی (جو عملاً دنیا
میں تشریف لائے) ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ (جو صرف
فرض کئے جائیں) پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد
زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا

یہاں بھی بات شرط کے ساتھ کی جا رہی ہے کہ اگر خاتمیت معنی اتصاف ذاتی کے لیے جملے
اور موضوع ختم نبوت مرتبی کا بیان ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی مقدر مانا جائے
تو اسے بھی حضور کے آفتاب نبوت سے مستیز (روشن) ہو کر لانا مانا جائے گا اور اس سے حضور کی
خاتمیت مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہ آئے گا۔

شرط کے بغیر جزا نقل کرنا خیانت ہے | اس بات کو اس شرط سے کاٹ کر بیان کرنا اور
خصوصاً آخری الفاظ ”خاقیت محمدی میں کچھ

فرق نہ آئے گا جسے ختم نبوت مرتبی مراد نہ لینا اور اسے اس طرح بیان کرنا گویا یہ ختم نبوت زمانی کا
بیان ہے اس عبارت پر غلط اور حضرت مولانا محمد قاسم پر بہت بڑا ہتھکنہ ہے کیونکہ اسلام کے محبوب
عقیدے میں ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں کو ماننا ضروری تھا اور یہاں صرف ختم نبوت
مرتبی کی بحث ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے ہاتھ کی صفائی | مولانا احمد رضا خاں نے (حضرت مولانا
قاسم نانوتویؒ کی کتاب تحذیر الناس کے)

صفحہ ۱ کی عبارت سے شرط کو حذف کر کے جزار کا صرف دوسرا حصہ لے لیا پھر اسی کے ساتھ صفحہ ۲
کی مذکور عبارت میں سے شرط کو حذف کر کے اور جزا کے بھی پہلے اور دوسرے حصے کو چھوڑ کر صرف
تیسرے حصے کو اس سے جوڑ کر دیا ہے اور اس کے بعد اسی کتاب کے صفحہ ۳ سے لیک عبارت
اس کے اغراب کو (جو صفحہ ۱ پر بلکہ سے شروع ہو رہا ہے) چھوڑ کر اسی کے ساتھ جوڑ دی ہے
اسی طرح مولانا احمد رضا خاں نے تحذیر الناس کے صفحہ ۲۵ اور صفحہ ۲ کی عبارتیں جوڑ کر (ہر ہر
عبارت کی شرطیں اور اغراب حذف کر کے) ایک مسلسل عبارت بنا دی ہے۔

تین جگہوں سے عبارتیں لے کر ایک عبارت بنانا | اس نئی مسلسل عبارت کو پڑھنے سے یہ
بات ذہن میں آتی ہے کہ مولانا محمد قاسمؒ

ختم نبوت زمانی کے منکر تھے اور یہ عبارت ختم نبوت زمانی کے انکار کے لیے ہی اپنے تحریر فرمائی ہے مگر
آپ نے اس کتاب میں جگہ جگہ ختم نبوت زمانی کا اثبات فرمایا ہے۔

تحذیر الناس میں ختم نبوت زمانی کا بیان | حضرت مولانا محمد قاسمؒ اسی کتاب
تحذیر الناس میں لکھتے ہیں:

مختلف حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ

علیہ وسلم وہ حرکت مہبل بہ سکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں
آپ کے غور کی ایک وجہ یہ بھی تھی ۔

ختم نبوت زمانی کا انکار کفر ہے

حضرت علیہ السلام کے آخری نبی ہونے کا
عقیدہ آنا اہم اور ضروری ہے کہ آپ نے اسی
تغذیرانہ میں اس کے منکر کو کافر بتلایا ہے کیا اب بھی شک جاتا ہے کہ آپ ختم نبوت کے مخالف تھے اُن باتیں
سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمت زمانی ظاہر ہے ورنہ تقسیم لزوم خاتمت
زمانی بدالالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبویہ مثل انت منی بمنزلۃ
ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اٹھا قال علیہ الصلوٰۃ والسلام
بظاہر بطور مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ۔ کیونکہ یہ مضمون
درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا ہے گو الفاظ مذکور چند متواتر
منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں بھی ایسا ہی ہو گا جیسا
تواتر اعداد رکعات فرائض دو ترو غیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشرق تعدد رکعات متواتر
نہیں جیسا کہ ان کا منکر کافر ہو گا ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا اب دیکھئے کہ اس
صورت میں عطف بین الجملین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ
چہاں نظر آتا ہے اور خاتمت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمت زمانی
بھی ہاتھ سے نہیں جاتی ۔

حضرت مولانا مرحوم یک دوسری کتاب میں بھی اپنا یہی عقیدہ لکھتے ہیں :-
اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونیکا احتمال
نہیں جو اس میں تاویل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں ۔

حضرت مولانا مرحوم نے ایک اور جگہ تحریر فرمایا :-

اور اس لیے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سبھی کے بعد آتی ہے اور اس لیے اس کا حکم اخیر حکم ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ پارلیمنٹ تک مرا فہمی نوبت سبھی کے بعد آتی ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعویٰ خاتمت نہیں کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا چنانچہ قرآن و حدیث میں یہ مضمون تبصریح موجود ہے سو آپ کے اور آپ سے پہلے اگر دعویٰ خاتمت کرتے تو حضرت عیسیٰ کرتے مگر دعویٰ خاتمت تو درکنار انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد جہاں کا سردار آنے والا ہے ۔

آپ دیکھیں کہ مولانا مرحوم کس طرح جگہ جگہ خاتمت زمانی کا اقرار کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ مولانا احمد رضا خاں کس ہوشیاری سے اور خوف خدا سے بالکل بے پروا ہو کر مولانا مرحوم کی کتاب تحذیر الانس کے ص ۱۲، ص ۱۳ اور ص ۱۴ سے عبارات کے نامکمل ٹکڑے جوڑ رہے ہیں اور انہیں جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنانے میں محنت کر رہے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں یہاں اپنی من گھڑت بات مولانا محمد قاسم کے ذمہ لگانے اور اس پر علمائے حرمین سے کفر کا فتویٰ حاصل کرنے میں کتنی چابکدستی دکھا رہے ہیں یہ بات از خود واضح ہے مولانا احمد رضا خاں کے پھیلنے ہوئے تفریق کے کانٹوں سے اُمت کے پاؤں اب تک زخمی ہیں اور مولوی احمد رضا خاں نے ہاتھ کی صفائی سے جو عبارت ترتیب دی وہ مولانا احمد رضا خاں کی شرمناک خیانت کی تائید ترین مثال ہے مولانا احمد رضا خاں نے حضرت مولانا محمد قاسم کے نام سے جو عبارت گھڑی اسے ہم یہاں حسام المحرمین سے نقل کرتے ہیں اس عبارت کو دہی دیکھیے اور تحذیر الانس کے ان گمرے اور طلی مضامین پر بھی غور کیجئے جنہیں ہم اوپر نقل کر آئے ہیں اصل کتاب تحذیر الانس کا مطالعہ کیجئے اور غلاموں اور خاتونوں کے ظلم اور خیانت کی پھر جی کھولی کرواد دیجئے۔ مولانا احمد رضا خاں نے حسام المحرمین میں عبارت کو

اس طرح بنا کر اسے حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے نام سے پیش کیا ہے حالانکہ یہ سلسل عبارت مولانا محمد قاسمؒ کی تصانیف ہیں۔

حسام الحرمین میں مریج شہ عبارت

گو بعض فرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدلتا رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں سنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فیصلت نہیں ملے

آخری فقرہ جو ”عوام کے خیال سے شروع ہوتا ہے وہ تخریر الناس کے صلہ پر تھا۔ شروع کا جملہ صلہ کا تھا درمیانہ جملہ صلہ پر تھا مولانا احمد رضا خاں نے انہیں اس حسن و ترتیب سے جوڑا ہے کہ یہ سلسل عبارت تخریر الناس کی ان عبارات سے جن میں خاتمیت زمانی کا صریح اقرار ہے۔ صریح طور پر مکرراتی و کھائی دیتی ہے اسے مولانا احمد رضا خاں کے ہاتھ کی صفائی کیے یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کی تصدیق کہ اس امت میں وہ لوگ بھی ہونگے جو یہود کی راہوں پر چلیں گے۔ شبیرا بشیر و ذوا عابذہ دایع او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

برطانوی محروم نظر کو ایک طرف رکھئے اس وقت صرف علی شریعت ذرا صورت حال کا جائزہ لیجئے۔

مولانا احمد رضا خاں کی امانت و دیانت کو جانچنے کا یہ ایک بڑا موقع ہے اس تفصیل میں حضرت مولانا انوریؒ کی ذات گرانی زیادہ غور و نظر نہیں زیادہ تو جہ مولانا احمد رضا خاں کی امانت و دیانت کو جانچنے پر غور ہے کیونکہ اس وقت ہی موضوع سخن ہیں۔

عربی عبارت میں لفظ بالذات کو نکال دیا | آخری الفاظ میں سے لفظ بالذات پر غور کیجئے اطلاقات بالذات اور

بالعرض اہل علم پر مخفی نہیں۔ حضرت مولانا قاسم صاحب کی مراد یہ تھی کہ مقدم یا تاخر زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بالعرض ہے کہ سب سے آخر میں وہی ہونا چاہیے جو سب سے عالی مرتبہ بھی ہو۔

علمائے عرب کے سامنے مولانا احمد رضا خاں نے جب اس خود ساختہ عبارت کو پیش کیا تو آخری فقرے کا جو عربی ترجمہ کیا اسے ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ مولانا احمد رضا خاصاً جب یہ ترجمہ کر رہے ہوں گے تو ان کا ضمیر اگر واقعی زندہ تھا تو یقیناً انہیں ملامت کر رہا ہوگا بہر حال مولانا احمد رضا خاں نے اس کا ترجمہ یوں کیا :-

مع ان لا فضل فیہ اصلاً

ترجمہ۔ حالانکہ اس میں بالکل ہی کوئی فضیلت نہیں۔

اور یہ بات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے ہرگز نہ کہی تھی وہاں صرف بالذات کی نفی

تھی مگر مولانا احمد رضا خاں نے اس کے لفظ سے ہر دو کی نفی کر دی۔ انا اللہ والیہ راہوں

جب مدح براہ راست ہو تو اس کے لیے وہی دلیل کافی جاتی ہے جو براہ راست اس غلطی

پر دلالت کرے۔ مولانا محمد قاسم خان تو ہی کے ہاں ایسے مواقع پر وہ دلیل نہیں کافی جاتی جو غصنا یا

الترانا اس مدح پر مشتمل ہو یہی مولانا محمد قاسم صاحب کا یہ کہ جس دلیل سے ختم نبوت نہ ظہور

ثابت ہو اسے حضور کے شانِ خالقیت کے بیان میں مقام میں پھانسیکے آٹھ سو تھکے سے چھٹا

صرف اسی صورت میں درست ہو سکتا تھا کہ آپ کی خالقیت میں براہ راست آپ کے کبھی کمال کا

بیان ہو اور خالقیت زمانی صرف اسے لازم ہو۔

مولانا احمد سعید گانگی نے مولانا احمد رضا خاں کی اس خیانت پر پروردگار نے کے لیے کہ انہوں نے

تخذیر اناس کی اصل عبارت سے بالذات کا لفظ کیوں اڑا دیا ہے کتنی کمزور بات کہی ہے۔

گیا مقل کو کسی عبارت کے نقل کرنے میں یہ حق بھی حاصل ہے کہ اپنی طرف سے جس لفظ کو چاہے زائد سمجھ کر نکال دے کسی مضمون پر اعتراض کرنا ہو تو اس مضمون کو پورا نقل کرنا چاہیے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جس عبارت پر اعتراض کرنا ہو اس کی بعض قیود مقل خود حذف کرتا جائے کہ اس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا احمد حیدر خان نے مولانا احمد رضا خاں کی خیانت پر پرچہ ڈالنے کے لئے جوابات کہی ہے تصنیف و تنقید کی دنیا میں عذر گناہ بدر از گناہ کی اس سے بدر مثال کیا ہوگی۔ فاضل الاولیاء

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر تہمت کی ایک اور مثال

خاں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ پر یہ بہتان بھی باندھا ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اس طرح قدیم سمجھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات قدیم ہیں تو جب حضورؐ کی نبوت اس طرح قدیم ہوئی تو آپ ضرور قائم بالذات ہوئے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص صفات الہیہ کے سوا کسی کو قدیم مانے وہ کافر ہے مولانا امجد علی نے اس طرح حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ پر فتوے کفر چسپاں کیا ہے۔

فاک صاحب (مولانا محمد قاسم صاحبؒ) نے حضورؐ کی نبوت کو قدیم اور دیگر انبیاء کو حادث بتایا جس میں ہے کہ چونکہ فرق قدم نبوت اور حدوث نبوت باوجود اختلاف نوعی خوب جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے۔ کیا ذات و صفات کے سوا مسلمانوں کے نزدیک کوئی چیز بھی قدیم ہے ؟ نبوت صفت ہے اور صفت کا وجود بے موقوف محال۔ جب حضورؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی حادث نہ ہوئے بلکہ ازلی ٹھہرے اور جو اللہ و صفات الہیہ کے سوا کسی کو قدیم مانے باجماع مسلمین کافر ہے۔

کسی دانشور نے ایسے ہی کسی معترض کیلئے کہا تھا۔ المعترض کا معنی۔ اندھا یہ نہیں دیکھتا کہ آگ کیجیے
 لیا ہے یوہنی لا بھی پلائے جاتا ہے۔ قدیم کا لفظ کیا صرف ازل کے معنی میں ہی آتا ہے؛ بلکہ آثار قدیمہ کی اذلیات
 کی ہی نگراں کرتا ہے؛ اجماع علی ما سبب کہ تو صواب ہوتا کہ کیا کہہ رہا ہوں۔ انہوں نے کہ بریلویوں کیلئے شریعت کی بہار ہی پنج
 حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اس خط کشیدہ عبارت میں لفظ قدم کو ازل کے معنی
 میں استعمال نہ کیا تھا اسے صرف مقدم کے معنی میں استعمال کیا تھا۔ اسی طرح حدوث نبوت کے
 الفاظ آپ نے صرف موعر کے معنی میں استعمال کئے ہیں آپ کی مراد اس سے یہ ہے کہ اول حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی آئی پھر آپ کے افاضہ اور ظاہر کے واسطے سے دیگر انبیاء تک پہنچی لفظ
 قدم سے آپ کی مراد بس اتنی ہی تھی یہ نہیں کہ آپ کی وحی ازل ہی ہے اور کسی وقت سے اس کا
 آغاز نہیں ہوا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ازل ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

حضور کا وصف نبوت سے موصوف بالذات ہونا | حضور کی روح مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے جب سے پیدا فرمایا شان نبوت سے متصف رکھا سو آپ کی نبوت دوامی رہی اور
 دیگر انبیاء کرام کی مرضی اور آپ کے ہی فیض سے اس کا عودض ان پر ہوتا رہا سو آپ کی نبوت اور
 ان کی نبوت میں اتحاد نوعی کے ساتھ ساتھ مقدم اور موعر ہونے کا فرق ضرور قائم رہا۔

اس سے یہ بات ہرگز نہیں نکلی کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ معاذ اللہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ذات قدیم ہونے کے قائل تھے۔ آپ نے حضور کی نبوت کو باقی انبیاء کرام کی نسبت
 سے اضافی طور پر قدیم کہا ہے نہ کہ حقیقی اور ذاتی طور پر ازل مانا ہے اس کی مثال یوں بھیجیے
 جیسے آفتاب باقی روشن چیزوں کی نسبت قدیم ہے کہ وصف نور سے موصوف بالذات ہے اور
 باقی روشن اجسام اس کے فیض سے روشن ہوتے ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے
 موصوف بالذات ہیں کہ آپ کی ذات گرامی شروع سے ہی نبوت سے متصف رہی ہے آپ
 اس وقت بھی نبی تھے جب ابھی آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ بھی نہ بنا تھا دیگر سب انبیاء کو آپ کے

ہی افغہ سے نبوت ملی سو آپ نبی الانبیاء بھی ہوئے۔ ظاہر ہے کہ آفتاب کو کوئی حقیقی طور پر قدیم نہیں
کہا محض اضافی طور پر اسے قدیم کہتے ہیں کہ باقی سب چیزوں نے اس سے روشنی پائی۔

تخدير الناس میں قدیم بمعنی مقدم ہونے کی شہادتیں | اب آئیے تخدير الناس
میں حضرت مولانا محمد حاکم

صاحب کی مختلف عبارات دیکھیں اور مولانا امجد علی کے اعتراض کا جائزہ لیں کہ حضرت مولانا مرحوم
حضور کی نبوت کو کیا واقعی قدیم کہہ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آنا کس وقت سے ہوتا
ہے اور یہ بھی دیکھیں کہ آپ کس معنی میں حضور کی نبوت کو ذاتی کہتے ہیں اس معنی میں کہ آپ کی
ذات متصف بالنبوة تھی یا یہ کہ آپ نبوت کی صفت سے بعد میں موصوف ہوئے۔ حضرت
مولانا محمد حاکم صاحب لکھتے ہیں :-

مضمون علم الاولین والاخرین بنسبت انبیاء ماتحت اس
طرح سے راست ہو کہ اول آپ کو وحی آئی اور پھر ملائکہ کے واسطے سے انکو پہنچا۔
کیا اس میں مرتب طور پر حضور کی وحی کا نقطہ آغاز نہیں بتایا گیا کہ باقی سب انبیاء سے پہلے حضور
پر وحی الہی ہوئی اس تصریح کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ مولانا مرحوم حضور اور آپ کی نبوت کو صفاً
انہی کی طرح ازلی اور قدیم مانتے ہیں بہتان اور طعناں اور خیانت نہیں تو اور کیا ہے ؟
اب وہ پوری عبارت بھی دیکھ لیں جس کا ایک ٹکڑا مولانا امجد علی نے لے کر حضرت مرحوم پر
قلم اٹھایا ہے۔

ہمہ کالینا جس سے آپ کا نبی الانبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے پہلے ہی معرض ہو چکا
ہے ملاوہ بریں حدیث کنت و آدم بین الماء والطین لہ بھی اسی جانب بشر
ہے کیونکہ فرق عدم نبوت اور حدوث نبوت باوجود اتحاد نوعی خوب جب ہی چپاں

لہ یہ ہمزہ قرآن کریم پارہ ۲۰ صفحہ ۹۶ میں مذکور ہے۔ لہ قالوا یا رسول اللہ متی

ویحیت هک النبوة قال و آدم بین الماء والطین (ترمذی ۲ ص ۱۷)

ہو سکتا ہے کہ ایک جابہ وصف ذاتی ہو اور دوسری جاعرضی اور فرق قدم وحدوث
اور دوام وعروض فہم ہو۔ تو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ اگر نبوت
کا ایسا قدیم ہونا کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپ مقام اختصاص میں مل
نہ فرماتے۔

کیا اس عبارت میں تصریح نہیں کہ یہاں قدم وحدوث کے الفاظ دوام وعروض اور ذاتی
اور عرضی کے معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں ازلی اور حقیقی طور پر قدیم ہونے کے معنوں میں نہیں
ہیں پھر ان الفاظ سے مولانا پر فتوے لکھ چسپاں کرنا کس طرح قرین انصاف ہو سکتا تھا۔

حضور کی نبوت کے ذاتی ہونے کا معنی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب خود ہی لکھتے ہیں :-

مثال درکار جو تالیفے زمین و کبار اور درو دیوار کا فوراً گرفتار کا فیض ہے تو
آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی
یعنی جس طرح آفتاب کا نور کسی اور جرم سماوی کا فیض نہیں جب سے اسے خدا نے بنایا یہ دائماً
نورانی ہے حضور کی نبوت بھی کسی اور نبی کا فیضان نہیں جب سے خدا نے آپ کی روح مقدسہ
کو پیدا فرمایا موصوف بالنبوة فرمایا مولانا مرحوم لکھتے ہیں :-

آپ موصوف بوصف نبوة بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف
نبوت بالعرض اور وہی کی نبوت آپ کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور نبی
کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامت ہیں ویسے
ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔

ان تصریحات اور مثالوں سے واضح ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی لفظ قدم سے مراد کیا تھی

۱۔ تمخیر الناس ۲۔ تمخیر الناس ۳۔ تمخیر الناس

آپ اسے پہلے کے معنوں میں استعمال فرما رہے تھے انہی کے معنوں میں نہیں سو مولانا امجد علی کا اس عبارت کو کفر کا جامہ پہنانا اور پھر تیزی سے مولانا پر کفر کا فتوے اچھاں کر دینا اگر مولانا احمد رضا خاں کے احوال و اب کے لیے نہیں تو کیا انگریزوں کے کھاتے میں ڈالنے کے لیے تھا؟ کیا حقیقی دلت قدیم کا بھی کسی سے اتحاد دعوئی ہو سکتا ہے۔ دوسروں کی بات میں اپنے معنی ڈالنے کی اس شرمناک حرکت پر شیطان بھی انگشت بلب ہو گا ہاں مولانا مرحوم کے ذمہ اگر یہ جرم لگاتے ہو کہ آپ حضور کو نبی الانبیاء کیوں لکھا کیونکہ نبوت کے اعتبار سے سب انبیاء ایک جیسے ہوتے ہیں تو اس باب میں خود اپنی ہی تحریر دیکھ لیجئے۔

سب سے پہلے مرتبہ نبوت حضور کو طار فزیشاق تمام انبیاء سے حضور پر ایمان لانے اور حضور کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور اسی شرط پر یہ منصب اعظم ان کو دیا گیا۔ حضور نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء حضور کے امتی سب نے اپنے اپنے ہدیکریم میں حضور کی نیابت میں کام کیا۔

نبوت کے اعتبار سے اگر سب انبیاء ایک جیسے ہوتے تو حضور اپنی نبوت میں نبی الانبیاء کیسے ہوتے اور دیگر انبیاء اپنے اپنے وقتوں میں حضور کی نیابت میں کیسے کام کرتے یہ تو بھی ہو سکتا ہے کہ حضور و صفت نبوت سے موصوف بالذات ہوں اور باقی انبیاء کرام موصوف بالعرض کہ وہ سب نفوس قدسیہ نبوت سے حقیقتہً موصوف ہوئے لیکن حضور کے فیض سے آفتاب نبوت نے ایسی چمک پائی تھی کہ اس سے کئی آئینے منور ہو گئے مولانا امجد علی کی یہ عبارت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی عبارت کی ہی ترجمان ہے لیکن افسوس کہ مولانا احمد سعید کانہی نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ضد میں اپنے بزرگ مولانا امجد علی پر بھی ہاتھ صاف کر لیے۔

بعض بریلوی علماء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حقیقی داعی کا لفظ دیکھ کر گمان کرنے لگے ہیں کہ شاید دوسرے انبیاء کرام کو حقیقی نبی نہ مانا ہو حاشا و کلا یہ مراد ہرگز نہیں تمام انبیاء کرام

حقیقت نبوت سے سرفراز ہوئے لیکن یہ بھی درست ہے کہ ان سب کو نبوت حضورؐ کے فیض سے ملی۔ حضورؐ پر جو سلسلہ نبوت ختم ہوا وہ یہی تھا کہ اب حضورؐ کے روحانی فیض سے کسی کو نبوت نہ ملے گی آئندہ آئینہ الے مقررین ایندوی حضورؐ کے فیض سے صرف ولایت پائیں گے نبوت کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ پر بند فرمادیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت اسی نبوت کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں کہ حضورؐ کے فیض سے کسی کو نبوت ملے حالانکہ یہی ختم نبوت کا باب تھا۔ مسلمانوں کے ذہن میں اگر یہ بات جتنی جو حضرت مولانا محمد قاسم جانا چاہتے تھے تو کوئی شخص قادیانی دعوت کا شکار نہ ہوتا۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے پہلے کسی عالم ربانی نے یہ تعبیر اختیار نہیں کی کہ حضورؐ ہی حقیقی داعی الی اللہ

ایک اعتراض اور اس کا جواب

تھے اور باقی سب مقررین کو حضورؐ کے فیض سے دعوت الی اللہ اور نبوت کا منصب ملا اس کا تو

مطلب یہ ہوا کہ باقی سب انبیاء کرام حقیقتہً داعی الی اللہ نہ تھے (معاذ اللہ) ؟

حضرت علامہ فاضل مطالع المسرات میں لکھتے ہیں :-

فلم یکن داع حقیقی من الابداء الی الانتهاء الا هذه الحقيقة

الاحمدیۃ التی لہ

ترجمہ: سو حقیقی داعی شہدہ سے لے کر اب تک کوئی نہیں ہوا مگر یہی حقیقت امتہ جبرائیلؑ اسخرفت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ جب عالم ارواح میں تھی اس وقت بھی اسکا فیضان ملک پر جاری تھا جب یہ روح تسبیح کرتی تو تمام فرشتے اس کے فیضان میں تسبیح پڑھتے۔ آپ کی روح اسی جہان میں گویا تمام انبیاء کی روحوں کی اسناد تھی اور علوم الہیہ کا ان کا فیضان اسی

۱۔ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات شرح اسم داعی ص ۱۲ ۲۔ واجع له الشفاء

جلد ۱ ص ۶۱ ۳۔ کسما فی مدارج النبوة للشیخ عبد الحق

الدہلوی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۰۰

روح کے واسطے ہوتا تھا۔ قرآن کریم کی آیت میثاق بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت آدم کے خلعت بشری پہننے سے پہلے عالم ارواح اور عالم ملائکہ میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کریمہ مرکزی حیثیت رکھتی تھی اور اس سے وفاداری کا اقرار سب انبیاء سے لیا گیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حقیقی داعی ہونے کے الفاظ صرف علامہ غامسی نے ہی نہیں اختیار کیے۔ شیخ سعدی بھی اپنے اس شعر میں یہی بات کہہ گئے ہیں۔
 تو اصل وجود آدمی از خلعت
 دگر ہر چہ موجود شد فرع تسلط

(شرح) دائرۃ ایجاد میں آپ اول سے مخلوق بالاصل ہیں۔ آپ کے سوا جس نے بھی خلعت وجود پہنا وہ آپ کے وجود کی ایک شاخ ہے۔
 ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :-

بلند آسمان پیش قدم تخیل
 تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گل

(شرح) یہ آسمان بلند آپ کی اولیت کے سامنے شرمندہ ہے آدم ابھی مٹی اور گارے میں بے تھے کہ آپ پیدا ہو چکے تھے۔
 شارح بوستان اس مقام پر لکھتے ہیں :-

پس ذات آنحضرت بہ سبب تقدم وجود روحانی صدر شین ممکنات است
 شیخ سعدی حضور کی اولیت کے لئے اگر فقط قدم استعمال کر سکتے ہیں تو حضرت مولانا محمد قاسم کو یہ نقطہ ان معنی میں لانے کا کیوں حق نہیں۔ شیخ سعدی نے حقیقت نگاہ یہاں مخلوق بتایا ہے۔ اہل حق اسے کبھی اولی نہیں کہتے۔ لیکن یہ کہنے میں بھی وہ کوئی باک نہیں سمجھتے کہ ہر پیغمبر کو پیغمبری آپ کے فیضان سے ملی۔ آپ جس طرح اپنی امت کے نبی ہیں آپ سب گزشتہ انبیاء کے بھی نبی تھے۔ علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری اپنی کتاب الموابہب اللہین میں آپ کے نبی الانبیاء ہونے کی تصریح کر چکے ہیں اور علامہ زرقانی شرح موابہب میں اسے امت کا بڑا اعزاز سمجھتے ہیں کہ اس کا نبی گزشتہ انبیاء کے لئے بھی نبی الانبیاء ٹھہرے۔

لَا نَبِيَّ إِلَّا نَبِيُّكَ وَكَفَى بِهَذَا شَرْفًا لِهَذِهِ الْأُمَّةِ الْمَحْمُودِيَةِ زَادَ اللَّهُ شَرَفًا ۞
 روای کا سب انبیاء سے پہلے ہر کسی اسلامی اہل کے خلاف نہیں جو بات حضرت
 مولانا محمد قاسمؒ نے کہی۔ وہ کسی نہ کسی انداز میں پہلے بزرگان کرام بھی کہہ چکے ہیں۔

ختم نبوت مرتبی کے اقرار میں بھی مولانا محمد قاسم متفق نہیں

حضرت مولانا رومؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا یا اس
 معنی ہے کہ آپ کے مرتبے کا بغیر نہ کوئی پہلے ہوا نہ آئندہ ہوگا۔ جب کوئی شخص کسی صفت
 میں آگے بڑھ جائے تو کیا تم نہیں کہتے کہ اس پر یہ صفت ختم ہو گئی؟ مولانا لکھتے ہیں:-
 بہر ایں خاتم شد است او کہ سجد مثل او نے بود و نہ خواہند بود
 چونکہ در صفت برد استاد دست نے تو گئی ختم صفت بر تو است
 ختم نبوت مرتبہ کے اس اقرار سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مولانا روم ختم نبوت زمانی کے
 قائل نہ تھے۔ ایک معنی کا بیان دوسرے معنی کی نفی نہیں کرتا۔
 آپ ختم نبوت زمانی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

یا رسول اللہ رسالت لا تمام تو مردی بچو شمس بے غمام
 ترجمہ: اے اللہ کے رسول آپ نے رسالت کو اس طرح شرف تمام بخشا ہے جیسے
 بادل کے بغیر سورج چمک رہا ہو۔

پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

سکذا ہاں ہے گرد و دگر سکذا احمد ہیں تاسق
 ایں ہمہ انکار کفر آن زادشاں چو در سید آخر زمان

(ترجمہ) اور بادشاہوں کے سکتے بدلتے رہتے ہیں۔ احمد کے سکتے کو دیکھو یہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک یہ دنیا ہے۔ اگلے شعر میں مرتجی طور پر حضور کو سید آخر الزماں کہلاتے زمانے کے لحاظ سے آخری یہ مرتجی ہے مولانا رومؒ مولانا محمد قاسمؒ کی طرح ختم نبوتؐ زمان کے ساتھ ختم نبوتؐ مرتجی کے قائل تھے۔

مولانا رومؒ کا بھی عقیدہ تھا کہ پچھلے انبیاء کو نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ملی پس اس پہلو سے لفظ خاتم مہر لگانے کے لیے نہیں مہریں کھولنے کے معنی میں بھی لیا جاتے گا۔ مولانا اس کی تصریح کرتے ہیں۔

در کشاد غمبہا تو خاتمی در جہاں روح بخشا خاتمیؑ

(ترجمہ) آپ مہروں کے کھولنے میں خاتم ہیں۔ روح بخشوں کی دنیا میں آپ ہی خاتم ہیں۔ مولانا رومؒ ہی نہیں مولانا احمد رضا خاں بھی آخر انبیین کے یہی معنی کر گئے کہ آپ مرتبہ کمالات میں سب سے آگے ہیں۔ یہ اسی اولیت کا اظہار تھا کہ اسرار کی رات سب پیغمبروں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہنچے کر گئے تھے

مولانا احمد رضا خاں آخر کے معنی اول کرنے میں اگر مجرم نہیں تو حضرت مولانا محمد قاسمؒ ناز تو ہی کو کیا انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے مجرم گردانا جا رہا ہے ؟ بریلوی دوستو! —
کچھ سوچو۔ آخر ایک دن خدا کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ اس وقت کیا جواب دو گے ؟
بزرگوں کے ذمہ اپنی من گھڑت باتیں لگانا کہاں کی دیانت اور کس دولت کی بدولت ہے۔

مولانا محمد قاسم قدم نومی کے اس دعوے میں اکیلے نہیں پہلے کئی بزرگ بھی یہ بات کہہ چکے ہیں سو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا نظریہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت سے موصوف بالذات ہیں اور آپؐ کی نبوت باقی انبیاء سے ممتاز اور منفرد ہے بالکل صحیح ہے اور بریلوی حضرات کا یہ کہنا کہ آپؐ کی نبوت اور دوسرے انبیاء کی نبوت میں کوئی فرق نہیں صحیح نہیں ہے اللہ جسے شان دے اسے کون مٹا سکتا ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر ایک الزام | ان لوگوں نے جب دیکھا کہ انکار ختم نبوت کا الزام مولانا پر چسپاں نہیں ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ذاتی ہونے کا معنی بھی اپنی جگہ قابل اعتراض نہ ٹھہرا تو انہوں نے ایک اور الزام تراشا کہ مولانا کا عقیدہ تھا کہ امتی علی میں بسا اوقات نبی سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔
”ایک ان کے ادارے کے بانی (مولانا محمد قاسم) نے عمل کی پیمائش کی تو امتی کو نبی سے بڑھا دیا“

جب ہم نے اصل کتاب تحذیر الناس کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک ایسا لفظ موجود پایا جو اس سارے شبہ کو زائل کر دیتا تھا مگر معترض حضرات نے اسے ساتھ نقل نہ کیا تھا۔ مولانا محمد قاسم کی اصل عبارت یہ تھی :

انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔
اس عبارت میں بظاہر کا لفظ فیصلہ کن تھا کہ ایسا صرف ظاہر کے لحاظ سے ہوتا ہے حقیقت کے اعتبار سے نہیں اور بظاہر کا لفظ ان معنوں کے لحاظ سے عام ہے اسے سمجھنے کے لئے مولانا احمد رضا خاں کا یہ فتوے بھی سامنے رکھئے :

عرض :- شیخ سے بظاہر کوئی ایسی بات معلوم ہو خلاف سنت ہے تو اس سے پھر جاننا کیسا ؟

ارشاد :- محرومی اور انتہائی گمراہی ہے ۱

یہاں بظاہر سے مراد یہی ہے کہ تمہیں وہ عمل ظاہر میں ایسا دکھائی دے رہا ہو کہ سنت کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں وہ خلاف سنت نہ ہو کیونکہ جو عمل حقیقت میں بھی خلاف سنت ہو اس کی وجہ سے پیر کو چھوڑنا ہرگز محرومی اور گمراہی قرار نہیں دیا جاسکتا

خلاف پیغمبر کے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
(ترجمہ) جو شخص (حقیقت میں) پیغمبر کے خلاف چلے گا وہ ہرگز منزل پر نہ پہنچ سکے گا

سومولانا محمد قاسم کی عبارت میں بھی بظاہر کا وہی مطلب لیجئے جو یہاں مولانا احمد فضل خان کی عبارت میں لیا جا رہا ہے۔ اس بظاہر کے ساتھ مفتی احمدیہ صاحب کا بظاہر بھی ملایہ جائے اور اس کی روشنی میں تخذیر الناس کے بظاہر کو سمجھنے کی کوشش کیجئے :-

”انما نابشر“ وغیرہ وہ آیات جو بظاہر شان مصطفوی کے خلاف ہیں
مشابہات ہیں“ ۲

کیا کوئی آیت حقیقت میں شان مصطفوی کے خلاف ہو سکتی ہے ؟ ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کے ہاں یہاں بظاہر حقیقت کے مقابلے میں ہے اس طرح مولانا محمد قاسم نافوتوی کی عبارت کا بھی اگر یہ مطلب لے لیا جائے کہ بسا اوقات ولی کا کوئی عمل مقدار میں پیغمبر کے عمل سے بھی بڑا دکھائی دیتا ہے گو یہ صرف ظاہر میں ہوتا ہے۔ حقیقت میں کوئی ولی کسی پیغمبر سے عمل میں بھی نہیں بڑھ سکتا۔ تو اس میں کیا حرج تھا مگر افسوس کہ بریلویوں نے اپنے اعتراض میں لفظ بظاہر کو ہی یکسر اڑا دیا، تاکہ اعتراض چھیننے والا خود کسی نتیجہ پر نہ پہنچ جائے۔

تفصیل تہمت برحضر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

قدرت باری تعالیٰ کا بیان | سب اہل حق اللہ تعالیٰ کے عظم قدرت کے قائل ہیں وہ جو چاہے کر سکتا ہے وہ کسی بات کو نہ چاہے یہ اس کی مرضی لیکن یہ نہیں کہ وہ نہ چاہی بات پر قادر نہیں اور ایسا کرنے سے عاجز ہے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ہر شخص ہدایت پر ہو اللہ رب العزت کے علم میں یہ بات طے تھی کہ فریق فی الجنتہ و فریق فی السیر اچھے بُرے دونوں طرح کے لوگ ہونگے لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر شخص کو ہدایت پر رکھ سکتا تھا اس سے عاجز نہ تھا ہر شخص ہدایت یافتہ ہو یہ خلاف واقع ہے لیکن وہ ہر شخص کو ہدایت دینے پر قادر ضرور ہے۔ دوسرے لفظوں میں خلاف واقع (یعنی معدومات) پر پوری طرح قاذب قرآن کریم میں ہے :-

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى ۝۱۰
اور اگر ہم چاہتے تو سمجھا دیتے ہر جی کو اس کی راہ

یعنی بیشک ہم کو قدرت تھی چاہتے تو ایک طرف سے تمام آدمیوں کو اس راہ ہدایت پر قائم رکھتے جس کی طرف دل فطرتاً راہ نمائی کرتا ہے لیکن اس طرح سب کو ایک ہی طور و طریق اختیار کرنے کے لیے مضطر کر دینا حکمت کے خلاف تھا ۱۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ کے عظم قدرت کو بیان کر رہی ہے کہ وہ اپنی ناپا جی چیزوں پر بھی قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر ہر بستی میں پیغمبر نہیں بھیجا ہاں امت کوئی ایسی نہیں گزری جس میں کوئی نذیر و بشیر نہ آیا ہو علم الہی میں بات طے تھی کہ ہر ہر بستی میں یہ پیغمبر نہ آئے گا یہ بات کہ ہر ہر بستی میں

پیغمبر مبعوث ہو خلافت واقع ہے لیکن کیا خدا اس پر قادر نہیں کہ ہر ہر برستی میں پیغمبر بھیجتا ؟ اس کا جواب قرآن کریم سے سنئے :-

وَلَقَدْ شَتَّنا لِبَعْثِنا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ مِّنْذِيرًا ۝۱

اور اگر ہم چاہتے تو بھیجتے ہر برستی میں ایک ڈرانے والا

یہ آیت اللہ تعالیٰ کے عموم قدرت کو بیان کر رہی ہے کہ وہ اپنی ناپچاہی چیزوں پر بھی قادر ہے۔

۳۔ علم الہی میں طے تھا کہ جس طرح پھیلی امتوں پر عذاب عامہ آتا رہا اس امت پر عذاب عامہ نہ آئے گا۔ علم الہی میں یہ چیز معدوم تھی لیکن کیا خدا اس پر قادر نہیں ؟ کیا وہ عذاب بھیجنے سے عاجز ہے ؟ ہرگز نہیں وہ اس پر قادر ضرور ہے مگر وہ ایسا کرے گا نہیں یہ اس کا فیصلہ ہو چکا ہے اس سوال کا جواب قرآن مجید سے سنئے :-

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ ۝۱

مَنْ تَحْتَ اِرْجُلِكُمْ ۝۲

ترجمہ: آپ کہہ دیں وہ قادر ہے اس پر کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے یا تمہارے

نیچے سے ————— یہ آیت بھی اللہ تعالیٰ کے عموم قدرت کو بیان کر رہی

ہے کہ وہ نہ ہونے والے خلاف واقع امر پر قادر ضرور ہے۔

۴۔ اہل حق کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لہو و لعب سے پاک ہے لیکن وہ اس کا ارادہ کر لیتا تو

ہرگز اس سے عاجز نہ تھا یہ علیحدہ بات ہے کہ کھیل اس کی شان کے لائق نہیں وہ اس سے

پاک اور منزہ ہے۔ قرآن میں ہے۔

لَوْ اَنَّ دَانًا نَّخَذَ لَهْوَ اِلٰهٍ نَّخَذَ مَا مِنْ لَّدُنَّا اَنْ كُنَّا فَاعِلِينَ ۝۱

ترجمہ: اگر ہم کوئی ہلوا اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے ایسا کر لیتے اگر ہمیں کرنا ہی ہوتا

اس آیت سے بھی پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نہ چاہی چیزوں پر قادر ضرور ہے گو یہ چیزیں اس کی شان کے لائق نہیں اور یہ بھی حق ہے کہ وہ ایسا کبھی نہ کرے گا تاہم اگر کرنے کا ارادہ ہوتا تو ضرور کر لیتا۔
 ۵۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اہل حق کا عقیدہ ہے کہ اس کا بیٹا وغیرہ کوئی نہیں ہے وہ ان تمام چیزوں سے پاک اور منزہ ہے لیکن وہ اس کا ارادہ فرماتے تو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بیٹا ٹھہرا لیتے وہ اس سے عاجز و گزند نہ تھے بیٹا اس لیے نہ بنایا کہ ایسا کرنا اس کے شان کے لائق نہ تھا۔
 قرآن کریم میں ہے :-

لَوْ ارَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰٓ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ
 سُبْحٰنَہٗ ۙ هُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

اور اگر اللہ ارادہ کرتا کہ اپنے لیے بیٹا بناتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہیں لیتا پاک ہے وہ ایک ہے اللہ سب پر غالب ہے۔

علامہ دیوبند فرماتے ہیں کہ یہ (بیٹا بنانا) بغرض محال کے طور پر بیان کیا گیا کیونکہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں :-

اگر بغرض محال اللہ یہ ارادہ کرتا کہ اس کی کوئی اولاد ہو تو ظاہر ہے وہ اپنی مخلوق ہی میں سے کسی کو اس کام کے لیے چنتا ۛ

مگر مولانا احمد رضا خاں لو اردنانا ۛ تتخذ لہوا الخ کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں :
 اگر ہم بیٹا چاہتے تو ضرور اپنے پاس سے۔ اگر نہیں کرنا ہوتا ۛ

مولانا احمد رضا خاں نے لہوا کا ترجمہ بیٹا کر کے سبب سے مسبب مراد لیا ہے اور بتایا ہے کہ بیٹا اسی لہو (کھیل) کے طریق سے ہوتا (معاذ اللہ) یہ تصور کسی ادنیٰ مسلمان کا بھی نہیں ہو سکتا۔
 آیت کا ترجمہ اس طرح اب تک کسی مترجم نے نہ کیا تھا یہ باری تعالیٰ کے شان میں (مولانا احمد رضا خاں کا) نہایت گستاخانہ اور غلط تصور ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے کسی کو بیٹا بنانا ہوتا تو وہ

اپنی مخلوق میں سے ہی کسی کو چن لیتا جیسا کہ سورۃ زمر میں اللہ تعالیٰ نے خود تصریح فرمادی ہے اور وہ
محض اعزازی شان میں تھا تا لیکن اس نے نہیں چاہا کہ اس کا بیٹا ہو بلکہ اگر وہ چاہتا تو اس پر قادر
فرد تھا گویا کرنا کی شان کے لائق نہ تھا اس لیے اس نے کسی کو بیٹا نہیں ٹھہرایا۔

مَا كَانَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهُ ۚ

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا ٹھہرائے وہ اس سے پاک ہے۔

بہر حال یہ سورۃ زمر کی آیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ارادہ کر لیتے کہ کسی کو بیٹا ٹھہرائیں تو وہ

اس پر قادر و ضرورتاً عاجز نہ تھے اس کی ان چاہی چیزیں بھی اس کی زیر قدرت ہیں قدرت سے باہر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ مشرک کبھی نہ بنے جسے چاہیں گے۔ ان اللہ لا یغفران یشرک

بہ و یغفر ما دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ ۚ لیکن کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ اوہل

کونہش دے؟ وہ یقیناً اس پر قادر ہے گو وہ ایسا کرے گا نہیں کیونکہ وہ اس کا فیصلہ فرما چکا

ہے اب اس کے خلاف نہ ہو گا اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خدا تعالیٰ اس عدوی چیز پر جو کبھی وجود

میں نہ آئے گی قادر ہے تو اسے کھنچ کر امکان و کذب کی طرف لے جانا اچھی نیت پر مبنی نہیں یہ

کہنا کہ اگر خدا چاہے تو فرعون و ہامان کو بخش دے ہرگز غلط نہیں۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

ایسا کبھی نہ چاہے گا تاہم یہ بات ضرور ہے کہ مشرک کی مغفرت متعین بالذات نہیں اور اللہ تعالیٰ اس

پر قادر ہے یہ متعین بالغیر ہے اور اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کا اپنا اعلان ہے کہ وہ مشرک کو نہ بخشے گا

قاضی ناصر الدین البیضاوی (۶۸۵ھ) لکھتے ہیں۔

عَسَدُ غَفَرَانَ الشُّرْكَ مَقْتَضِي الْوَعِيدِ فَلَا امْتِنَاعَ لِمِذَا تَه ۚ

ترجمہ:- مشرک کا نہ بخش جانا اس وعید کی وجہ سے ہے جو اللہ نے اس کو فرمائی ورنہ اپنی ذات میں اس شخص پر کوئی کوتاہی

خدا تعالیٰ کی قدرت بے پایاں ہے چاہے تو ایسے کو بھی بخش دے گو وہ ایسا نہ کرے گا اور

چاہے تو اپنے تابعداروں کو آگ میں ڈال دے اس سے کوئی اسے نہیں روک سکتا گو وہ ایسا نہ کرے گا

تاہم اس کی قدرت کو کبھی چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت شیخ یحییٰ منیریؒ (لکھتے ہیں
 اگر خواہ در ہر نقطہ صد ہزار چوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بآفریدے
 معجزہ قدرت الہی کے اس علوم کے قائل نہ تھے وہ کہتے تھے اس علوم قدرت سے اسکان
 کذب اور ضعف و عیوہ کہ وہ پڑھ کے وعدہ کے خلاف کرے، لازم آتا ہے اس کے جواب میں
 علمائے اہل سنت لکھتے ہیں :- قلنا لانسلم استعانتہ کیف و ہامن المکونات التي يشملها قلادة الشمس
 قریبہ :- ہم کہیں گے ہم اس کے نام کی ہونے کو تسلیم نہیں کرتے یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ دونوں
 باتیں ان ممکنات میں سے ہیں جنہیں قدرت الہی شامل ہے۔
 اس سے پتہ چلتا ہے کہ اصل بات قدرت خداوندی کا بیان تھا اسے کھینچ کر اسکان کذب
 کا عنوان دیا گیا یہ معزلہ کہ خیال تھا کہ اس عنوان سے ذکر کراہی سنت عموم قدرت خداوندی میں
 تاویل کریں گے لیکن انہوں نے یہاں بھی عموم قدرت کا حقیقہ قائم رکھا اور یہ بات بڑھا دی کہ ناممکن ہے
 کہ اللہ تعالیٰ بالفضل اپنی کسی بات کو غلط کرے اس نے جو فرمایا ویسا ہی ہوگا اس کے خلاف ہرگز نہ
 ہوگا اس کے کلام میں ہرگز کذب کا شائبہ نہیں اس کی طرف انصاف اسکان کذب متبع بالذات ہے
 امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں :

لانه تعالى بين له انه مع القدرة على بعثة رسول ونذير في كل قرية خصمه بالرسالة
 وفضل به على الكل ان الآية تقتضي مزج اللطف بالعنف لانها تدل على
 القدرة على ان يبعث في كل قرية نذيراً مثل محمد وانه لا حاجة بالحضرة
 الالهية الى محمد البتة (ولو) يدل على انه سبحانه لا يفعل ذلك فبالنظر
 الى الاول يحصل التاديب وبالنظر الى الثاني يحصل الاعزاز ۳
 یہ بات اہل حق میں مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے طے کردہ امور کے خلاف پر قادر و ضرور ہے اس
 نے بیشک خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی اس کا خلاف محال بالذات نہیں متبع بالغیر ہے اور وہ
 غیر یہ ہے کہ اس نے ایسا چاہا نہیں ارادہ فرمایا تھے تو اسے کوئی روک نہ سکتا تھا۔

۳ مکتوبات شریف حضرت شیخ یحییٰ منیریؒ ۱۔ شرح مواقف من مہذبہ وکثیر کتبہ ۲۔ تذکرہ اہل بیت علیہم السلام
 ۳ تفسیر کبیر امام رازیؒ سورہ فرقان جلد ۲۴ ص ۹۹

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

اللہ نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی اب اس کا خلاف ممکن ہے یا محال ممکن

تو پیسے نہیں اور محال بالذات نہیں ہو سکتا کہ نفس ذات میں امکان ہے۔

معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک بھی اس کے قول کا خلاف متغی بالذات نہیں متغی بالغیر ہے اور وہ غیر کیا ہے ؟ یہ اس کا اعلان ہے کہ ایسا ہو گا یا نہ ہو گا مولانا جس بات کو ممکن کہہ رہے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ناممکن ہے اس کا خلاف وجود میں آئے جہاں تک محض امکان کا تعلق ہے وہ خود کہتے ہیں کہ نفس ذات میں امکان ہے۔

اب علمائے دیوبند پر فتوے کفر لگانے کے لیے صرف ایک ہی راہ رہ گئی تھی کہ امکان کی بحث کو ایک طرف رکھ کر ان پر الزام لگایا جائے کہ ان کے عقیدے میں (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ بالفعل جھوٹ بولتا ہے اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے لیے دستاویزی ثبوت درکار تھا مولانا احمد رضا خاں نے دعویٰ کر دیا کہ انہوں نے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک فتوے دیکھا جس کا ایک فوٹو ان کے پاس موجود ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے الزام قائم کیا کہ حضرت
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پر بُہتان
 مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ

خدا تعالیٰ (معاذ اللہ) بالفعل جھوٹ بولتا ہے انہوں نے مولانا کا یہ فتوے کیس خود دیکھا ہے۔

سوال پیدا ہوا کہ وہ اصل فتوے کہاں ہے ؟ جس کا خاں صاحب نے رو کیا وہ فتوے کہاں گیا ؟

اس کا جواب خاں صاحب کے پاس کچھ نہ تھا سوال ہوا کہ وہ فتوے دکھائیے جس کے سہارے ہندوستان

کے اہل سنت کے سر پر تفریق کا آہر چلایا گیا ہے اور امت کو دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے اتنی مہم

سی بات پر اتنا بڑا قدم کسی کے تصور میں نہیں آ سکتا تھا تاہم ضروری تھا کہ حضرت گنگوہیؒ پر کسی نہ کسی

طرح فتویٰ کفر لگایا جائے کیونکہ انہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بالفعل حصہ لیا تھا اور گرفتار

بھی ہوئے تھے انگریز چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں تفریق پیدا ہو اور برطانوی حکومت مضبوط کی جائے

مولانا احمد رضا خاں کے سوا انہیں کوئی دوسرا پٹوت نظر نہ آیا جو اس ہم کو سر انجام دے سکے اور اس طرح تفریق کرا سکے بہر حال مولانا احمد رضا خاں نے یہ فتوے خود ہی تصنیف کیا اور اس کے سہارے حضرت گنگوہیؒ پر کفر کا الزام لگا دیا یہ فتوے حضرت گنگوہیؒ کا ہوتا تو ان کی اپنی طرف سے بھی تو کمین شائع ہوا ہوتا یہ بھی کوئی بات ہے کہ جہاں بھی چھپا مع رو کے اصل کمین نہ چھپا نہ کسی اور نے دیکھا مولانا احمد رضا خاں کی عبارت دیکھئے اور انکو اس جھوٹ کی جسارت پر داد دیجئے۔

ظلم و مکر ابی اس کا (حضرت گنگوہیؒ کا) یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں جو اس کا مہری و متعلق میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بیبی وغیرہ میں بار بار مع رو کے چھپا صاف لکھ گیا کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بافضل جھوٹا جانے اور تصریح کرے کہ سعاذ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا اور یہ بڑا عجیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بلائے طاق گمراہ درکنار فاسق بھی نہ کہو اس لیے کہ بہت سے امام ایسا ہی کہہ چکے ہیں

مولانا احمد رضا خاں کی ہوشیاری اور جھوٹ ملاحظہ ہو یہ نہیں کہا کہ وہ فتوے خود ان کے پاس ہے بلکہ یہ کہا کہ وہ فتوے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یہ تعبیر اس لیے اختیار کی گئی کہ کوئی شخص اس کے پیش کرنے کا مطالبہ نہ کرے۔

مولانا احمد رضا خاں نے اس فرضی فتوے کے جو الفاظ تصنیف کئے وہ بھی ملاحظہ ہوں۔

”میں نے کب کہا کہ میں وقوع کذب باری کا قائل نہیں ہوں“ یعنی وہ شخص اس

کا قائل ہے کہ خدا بافضل جھوٹا ہے جھوٹ بولا جھوٹ بولتا ہے

فتوے کی فولجی مدینہ میں ہے | وہ فرضی فتوے جو مولانا گنگوہیؒ کے نام سے گھڑا گیا کہاں سے مل سکے گا اور کہاں محفوظ ہے یہ

بات ایک طرف رہی اس کا ایک فولجی تجویز کیا گیا مولانا احمد رضا خاں کا دعوئے ہے کہ جب وہ

مدینہ منورہ کے علمائے دیوبند کے خلاف فتوے لینے کے لیے گئے تو ان کے پاس اہل کی اصل کوئی نہیں تھی اس کا ایک فوٹو تھا۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت گنگوہیؒ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وہ فتوے جس میں اللہ تعالیٰ کو صاف صاف کاذب جھوٹا مانا ہے اور جس کی اصل ہری دستخطی اس وقت تک محفوظ تھی اور اس کے فوٹو بھی لیے گئے ہیں جن میں ایک فوٹو کہ علامہ حرمین شریفین کو دکھانے کے لیے مع دیگر کتب و شناسیان سے لیا گیا تھا سرکار مدینہ مطبوعہ میں بھی موجود ہے یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتوے اٹھارہ برس ہوئے ربیع الآخر ۱۳۰۸ میں رسالہ میمانتہ الناس کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہو چکا تھا پھر ۱۳۱۸ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی میں اس کا اور مفصل روچھا پھر ۱۳۲۰ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع مخزنہ حنفیہ میں اس کا اور فافہرہ روچھا اور فتوے دینے والا ۱۳۲۲ء میں مرا اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ یہ کہا کہ وہ فتوے میرا نہیں حالانکہ خود نہ چھپائی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کر دینا سہل تھا ۵

یہ عبارت مولانا احمد رضا خاں کے دیانت کی منہ بولتی تصویر ہے وہ اختلاف جو پوری امت میں تفرقہ ڈال رہے ہوں ان کی اساس کیا اسی طرح کے فتوؤں اور ان کے فوٹوں پر رکھی جاتی ہے انہی فرضی کارروائیوں پر یہ تشکی ایک ہمیشہ کا احساس تھا جسے یہ حضرات بعد میں سالہا سال تک محسوس کرتے رہے اور اسی احساس کے تحت باوجودیکہ اہل کیس نہ تھی بار بار اس کا رد شائع ہوتے رہے مولانا احمد رضا خاں کی ان دنوں اہمیت کتنی تھی کہ ان کی تحریر کا کوئی فوٹس لیا جائے اور ان کا تعاقب کیا جائے اس میں ہم شاہ جہانپور کے مولانا عبد الغنی صاحب کے بیان اتفاق کرتے ہیں

۱۔ کہل محفوظ ہے ۲۔ یہ ایک مذہب جو مولانا احمد رضا خاں نے نہیں بنایا مولانا غفر الدین کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دہلی میں دائرہ ہند کے پاس محفوظ تھا ۳۔ اس سے پتہ چلا کہ اس صرف مخالفین ہی شائع کر رہے تھے اصل کا نام و نشان نہ تھا ۴۔ گویا بلاد و کافی نہ تھا کچھ کی نہ گئی تھی جو پوری کی جا رہی تھی ۵۔ رد میں کچھ اور کسر رہ گئی تھی جو انگریز کے بتانے سے پوری کی گئی ۶۔ حمام المومنین ص ۲۹

علماء ہیں ان کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور علمائے کبھی قابل خطاب نہیں سمجھا تھا اسے
 باوجود ان باتوں کے بھی حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ نے مولانا احمد رضا خاں صاحب
 سے مطالبہ کیا کہ وہ فتوے دکھاؤ مگر خانہ صاحب آخر دم تک اسے پیش نہ کر سکے۔ مولانا مرتضیٰ حسن
 صاحبؒ ”شکوہ اتحاد“ میں لکھتے ہیں :-

وہ فتوے ہم کو دکھاؤ وہ فتوے اعلیٰ اور یقیناً جعلی ہے بریلی اور بدایوں میں اکثر
 دستاویز اور تسک جعلی بنتے ہیں ایک فتویٰ جعلی بنالینا کیا دشوار ہے ۱۰
 مولانا احمد رضا خاں کی ایک اور ہوشیاری دیکھئے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے
 نام سے گھرے ہوئے اس فرضی فتوے کو عرب میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ”ازالہ اوہام“ جو
 ہر جگہ عام ملتی ہے کے ساتھ ملا کر پیش کیا اس سے یہ اثر دینا مقصود تھا کہ جب ایک چیز اصل موجود
 ہے تو دوسری بھی اصل ہی ہوگی فرضی نہ ہوگی نیز خانہ صاحب کی غرض یہ تھی کہ مولانا گنگوہیؒ کو قادیانی
 کے ساتھ ذکر کر کے اور زیادہ لائق مذمت بتویا جائے بہر حال مولانا احمد رضا خاں اس فرضی فتوے کا
 علمائے عرب کے سامنے ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں :-

طائفة الادھام للقادیانی وصورۃ فتیاء رشید احمد الکٹکھی
 فی فتوۃ غرافیا ۱۱

اور قادیانی کی کتاب ازالہ اوہام اور رشید احمد گنگوہیؒ کے فتوے کی فوط
 باقی رہا نفیس مسئلہ کا بیان سو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا کھلا فتوے ان کے فتاویٰ رشیدیہ
 میں موجود ہے جو مولانا احمد رضا خاں کے اس فرضی فتوے کے افسانے کی ایک کھلی تردید ہے
 اس فتوے کو ملاحظہ کیجئے اور مولانا احمد رضا خاں کے ہاتھ کی صفائی کی داد دیجئے۔ مولانا رشید احمد

۱۰ بحجۃ لاهل السنۃ ۱۳۱۱ خاپور کے بریلوی مدرسے مفتی سراج احمد صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ”افسوس
 صد افسوس کہ مجھے المصنوع کے حوالے سے دو سال پہلے ان کا یہ معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاںؒ یہ سچا حال پہنچا دیتی
 ہے کہ علماء کے طبقہ میں مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت کچھ زیادہ معروف نہ تھی ۱۱ شکوہ اتحاد ص ۱۱ ۱۲ سلام الحقین ۱۲

صاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں :-

ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف کذب کیا جائے
معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں قال اللہ تعالیٰ
ومن اصدق من اللہ قیلاً ۱؎ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے
یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے اور مخالف قرآن و حدیث
اور اجماع امت کا ۔ وہ ہرگز مومن نہیں ۔ تعالیٰ اللہ عما یستول
الغالبون علواً کبیراً ۲؎

اس فتوے کو پڑھئے اور بار بار پڑھئے اور سوچئے کہ مولانا احمد رضا خاں جب یہ بات تھ کی صفائی
دکھا رہے تھے تو اس وقت وہ آخرت سے کس قدر بے خوف ہوں گے اور اگر ان کا ضمیر زندہ تھا
تو اس وقت وہ انہیں کیا کہہ رہا ہوگا۔

یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی کہ ایسا ہوگا وہ اس کے خلاف پر قادر ضرور ہے اس سے
عاجز نہیں یہ بات حضرت گنگوہیؒ کے اس فتوے کے خلاف نہیں ہے اس بات پر پہلے معترکہ
بھی اہل سنت و الجماعت کو امکان کذب کا الزام دے چکے ہیں اور اہل سنت اس کا انہیں
جواب دے چکے ہیں ۔ معترکہ کے جواب میں رقمطراز ہیں :-

استعالتہما ممنوعة کیف و ہا ای الکذب والخلف
من الممكنات التي تشتملها تدرة و تعالیٰ ۳؎

ترجمہ :- ان دونوں باتوں کا محال ہونا تسلیم نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ خلاف واقع
ہونا اور کسی ہوئی بات الثنا یہ دونوں باتیں ممکنات میں سے ہے جنہیں قدرت
الہی شامل ہے ۔

کذب کے تحت القدرت ہونے سے اس کا واقع ہونا لازم نہیں آتا ۔ شرح مختصر الاصول میں :-

ولا يلزم الكذب اذ لو وقع خلاف الخبر يلزم الكذب ولا نقول
 بوجوبه بل بإمكانه وهو لا يستلزم الوقوع ۱
 ترجمہ۔ اس سے اس کا جھوٹ ہونا لازم نہیں آتا اگر خلاف خبر واقع ہو جائے تو جھوٹ ہونا
 لازم آتا اور ہم (اہلسنت) اس کے وقوع کے ہرگز قائل نہیں۔ بات اتنی ہے کہ ہم
 صرف امکان (تحت القدرت ہونے) کے قائل ہیں اور یہ وقوع کو لازم نہیں۔
 اللہ تعالیٰ کی وسیع قدرت پر ائمہ اربعہ کے مقتدر علماء سب متفق ہیں اور یہی جمہور اہل
 اسلام کا اعتقاد ہے۔ حافظ ابن تمیہ حلی (۷۲۸ ھ) کہتے ہیں :

قال الجهم شور وهو قتل كثير من اصحاب ابي حنيفة ومالك
 والشافعي واحمد وغيرهم ان الظلم مقدر وفكان
 الجمهور ما لو ان خلف الوعد جائز ممكن وان كان الله
 لا يخلف وعده ابدا ۲

ترجمہ۔ جمہور کہتے ہیں اور یہی فیصلہ امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ اجمعین
 کے اصحاب کا ہے کہ ظلم تحت القدرت ضرور ہے (گو ایسا کبھی نہ ہوگا) گویا جھوٹ
 کہتے ہیں کہ خلف وعدہ ہو سکتا ہے اور ممکن ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ ایسا کبھی نہ کرے گا۔
 حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی لکھتے ہیں :-

اذ لو كان مستقلا لما وقع الكذب من احد فهو ممكن بواسطه
 انه مناف لكسالة تعالى فيكون مستقلا بالغير والامتناع
 بالغير لا ينافي امكان الذائق ۳

ترجمہ۔ اگر یہ بات اپنی ذات میں ناممکن ہوتی تو کسی شخص سے بھی جھوٹ کا صدور نہ ہوتا سو یہ بات ناممکن اس جہت
 سے ہے کہ یہ اسکی شان کمال کے خلاف ہے سو یہ مستغیر یا غیر ہونا اسکان ذاتی کے خلاف نہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گلگوحیؒ کے فتاویٰ میں بھی دونوں باتوں کی تصریح ہے۔ (جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ خدا جھوٹ بولتا ہے وہ کافر اور ملعون ہے)۱، حق تعالیٰ نے جو خبر دی کہ ایسا ہو گا وہ اس کے خلاف پرقادر ہے اگرچہ ایسا وہ نہ کرے گا۔

حضرت مولانا گلگوحیؒ کا یہ فتوے عربی میں ترجمہ ہو کر مکہ معظمہ میں بھی پیش ہوا چاروں مذہبوں کے متقیوں نے اس کی تصدیق فرمائی۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۹ میں اس عربی فتوے پر یوں دستخط موجود ہیں۔

رشید احمد
۱۳۰۱

ہرمفتی حنیف کوکمر

ہرمفتی مالک کوکمر

ہرمفتی شافعی کوکمر

ہرمفتی حنیف کوکمر

اب جو بھی کہے کہ مولانا گلگوحیؒ معاذ اللہ اس بات کے قائل تھے کہ خدا (معاذ اللہ) جھوٹ بولتا ہے اگر کذاب و منفری نہیں تو اور کیا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔
حالانکہ خدا تعالیٰ کا خالق کذب ہونا تو ضرور لیکن قولا و عملا کاذب ہونا محال ہے لہ
عموم قدرت باری کا عقیدہ اپنی جگہ مسلم لیکن یہ مناسب نہیں کہ اسے امکان کذب سے قہمیر کیا جائے یہ مقام ادب کا ہے اکابر علماء اہل سنت و الجماعت نے جہاں اس کی وضاحت کی وہ صرف معتزلہ کی تردید میں تھی جو عموم قدرت کی نفی کرنا چاہتے تھے ان کی واضح تردید ضروری بصورت مجبوری تھی۔ علماء دیوبندؒ امکان کذب کے اس عام اطلاق کو پسند نہیں کرتے۔ مولانا عبدالغنی صاحب شاہ بہانپوری لکھتے ہیں۔

ہمارے علماء امکان کذب کے لفظ کو ایہام سور ادب کی وجہ سے بے ضرورت اطلاق کرنے کو منع فرماتے ہیں جیسے لفظ خالق الخنازیر والقردة والقا ذرات وغیرھا کے اطلاق کو منع کیا جاتا ہے وقت ضرورت پر مجبور ہیں لہ

اس پر حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی بھی تصدیق موجود ہے۔

اب آپ ہی غور کریں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے حضرت مولانا رشید احمد گلگوبیؒ کے نام سے خدا کے بفضل جھوٹ بولنے کا ضیث فتوے کہاں سے گھڑ لیا ہے اور پھر اس کا فرضی فتوہ بھی مدینہ منورہ کیوں چھوڑ آئے اس سے خانصاحب کی دیانت و امانت پوری طرح آشکار ہوتی ہے ان ہذا الا بہتان عظیم۔

حضور کو رحمۃ للعالمین نہیں مانتے | مولانا احمد رضا خاں نے جب دیکھا کہ خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہنے کا فرضی فتوے اور اس کے فتوہ کا

حصہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گلگوبیؒ پر چپاں نہیں ہو سکا تو ایک اور الزام تراشا ان لوگوں نے یہ بات بنائی ہے کہ مولانا رشید احمد گلگوبیؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین نہیں مانتے پیشتر اس کے کہ حضرت مولانا کی اصل عبارت پیش کی جائے ایک علمی اصطلاح جو یہاں مذکور ہے اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

اہل علم کے ہاں صفت اور خاصہ میں فرق ہے خاصہ وہ صفت ہے کہ جو کسی ایک فرد یا نوع میں ہی پائی جائے اور کسی میں موجود نہ ہو لیکن محض صفت کی افراد یا انواع میں بھی ہو سکتی ہے کسی مخلوق سے کسی خاصہ کی نفی کی جائے تو اس سے اس صفت کی نفی نہیں ہوتی مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ اس مخلوق میں یہ صفت خاصہ کے درجے میں نہیں ہے کہ کسی اور میں بالکل ہی نہ ہو جیسے فصحاء (ہفتا) انسان کا خاصہ ہے کسی اور مخلوق میں نہیں پایا جاتا۔ یہ محض صفت نہیں انسان کا خاصہ ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ سے پوچھا گیا کہ رحمۃ للعالمین ہونا یہ صرف حضورؐ کی صفت ہے یا کسی اور چیز میں بھی یہ صفت پائی جاسکتی ہے مولانا مرحوم

نے فرمایا کہ یہ حضور کا خاصہ نہیں اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ حضور کی ایسی صفت ہے جو حضور کی ذات گرامی سے خاص نہیں اور کسی میں بھی یہ صفت پائی جاسکتی ہے اس میں حضور کی صفت کا انکار نہ تھا اسے حضور تک محدود رکھنے کا انکار تھا۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہائیؒ نے لکھا تھا۔

لفظ رحمة للعالمین صفت خاصہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر ادنیاء و انبیاء اور علماء ربانین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیا جائے تو جائز ہے ۱۔

مولانا مرحوم نے اس عبارت میں بڑے واضح طور پر لکھا کہ ”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ ہیں“ یعنی جو خاص صفت رحمة للعالمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے فی الحقیقت اس میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں ہے آپ نے یہاں پر رحمة للعالمین کے صفت خاصہ ہونے سے انکار فرمایا ہے حضور سے اس صفت کا انکار نہیں کیا لیکن اس سے بریلویوں نے جو نتیجہ اخذ کیا اور اسے جاہل پیروؤں اور ان پڑھ مریدوں میں پھیلا کر انہیں بھڑکاتے رہے وہ یہ ہے کہ مولانا گویا حضور کو رحمة للعالمین ہی نہیں مانتے بلکہ مولوی محمد عمر صاحب اچھروی نے اس کا جو مطلب سمجھا وہ ان کے بیان کے مطابق یہ ہے۔

دیوبندیوں کے نزدیک تمام دیوبندی مولوی رحمة للعالمین ہو سکتے ہیں ۲۔

بریلویوں میں اگر ذرا بھی کوئی علمی قابلیت ہوتی قرآن مجید اور احادیث شریفہ سے انہیں کوئی لگاؤ ہوتا تو ہرگز ہرگز یہ نتیجہ اخذ نہ کرتے۔ قرآن کریم سے دو مثالیں لیجئے۔

(۱) قرآن حکیم میں اللہ رب العزت پر بھی رحیم کا اطلاق کیا گیا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی رحیم کا لفظ موجود ہے لیکن کیا کوئی احمق یہ کہہ سکتا ہے کہ جو شان اللہ تعالیٰ

کی رحیمی کی ہے وہی شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیمی کی بھی ہے۔ پس ایسے ہی یہاں پر سمجھنا چاہیے کہ اگر بتا دیں دیگر انبیاء وغیرہ پر رحمۃ للعالمین کا اطلاق کیا جائے تو اس سے ہرگز ہرجز یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں جگہ رحمت کی شان ایک ہی ہو بلکہ دونوں میں وہی فرق ہو گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی ذوات میں ہے

۲۔ مومنین کرام تمام کائنات اور جہانوں کی بہترین مخلوق ہیں جو چیز مومنین کے لیے رحمت ہوگی اس کا عالمین کے لیے رحمت ہونا خود لازم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَنَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝۱۰

ترجمہ اور قرآن میں ہم ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ مومنین کے حق میں شفا اور رحمت ہیں

اب بتائیے کہ قرآن کریم رحمۃ للعالمین کیوں نہ ہو گا قرآن کریم کے رحمۃ للعالمین ہونے سے حضور کے رحمۃ للعالمین ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ مولانا رشید احمد صاحب نے خاصہ کی علمی اصطلاح میں اگر یہ کہہ دیا کہ رحمۃ للعالمین حضور کا خاصہ نہیں (یہ صفت قرآن کی بھی ہو سکتی ہے) تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ حضور کے رحمۃ للعالمین ہونے کی صفت کا انکار ہے آخر کس دیانت و امانت کا فیصلہ ہے ؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فادویٰ رشیدیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمۃ للعالمین کی نفی نہیں کی گئی بلکہ بعض اوروں پر بھی رحمۃ للعالمین کے اطلاق کو بتا دیں جائز کہا ہے اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے مگر لاعلمی، جہالت اور ضد کا کوئی علاج نہیں۔ ان اللہ لا یہدی من ھو کا ذب کفار۔

اتمام حجت کے لیے ہم حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی کتاب بوستان سے ایک شعر پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے حاکم کی تعریف کرتے ہوئے اس کو رحمۃ للعالمین کہا ہے

طہ پٹا بنی اسرائیل ع ۹ تہ : یحییٰ بنی مریم (۷۷۱ھ)

توئی سایہ لطف حق بر زمین پیمبر صفت رحمتہ للعالمین لہ
ترجمہ - تو زمین پر کریم خداوندی کا سایہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمت کی طرح
کے تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے۔

انصاف کا تقاضا تھا کہ مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ سعدی کے خلاف بھی اسی سطح پر
اترے جو انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف اختیار کی لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا آخر کیوں؟
کیا اس کی یہ وجہ تو نہیں کہ حضرت شیخ سعدی انگریزوں کے خلاف برسرِ پیکار نہ ہوئے اور مولانا رشید احمد
صاحب گنگوہی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شریک ہوئے اور گرفتار بھی ہوئے۔ اگر یہ وجہ فارق
نہیں تو کوئی اور وجہ وجہ بیان فرمائیے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو سب انبیاء کرام کو رحمتہ للعالمین کہتے ہیں ان کے عقیدہ
میں سب انبیاء کرام رحمتہ للعالمین تھے پس یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاصہ کیسے رہی؟
حضرت مجدد الف ثانیؒ کے منتخب مکتوبات کا عربی ترجمہ جو شیخ حلی نے استامبول سے شائع
کیا ہے اس میں دفتر سوم کے مکتوب ۷۱ میں دیکھئے۔

والا نبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات رحمت عالمین
بعثہم اللہ سبحانہ لہدایۃ الخلق ودعی عبادہ بتوسط
ہولاء الاکابر الی جناب قدس و ہدایۃ الی دار السلام
ترجمہ - اور انبیاء کرام سب کے سب رحمتہ للعالمین تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت
کے لیے بھیجا اور اپنے بندوں کو ان اکابر کے واسطے سے اپنے دربار مقدس
میں بلایا اور انہیں سلامتی کے گھر کی راہ دی۔

بریلوی لوگ اپنے اس دعویٰ میں کہ رحمۃ للعالمین کے الفاظ کسی تاویل سے بھی کسی اور پر نہیں آسکتے۔ یہ

صرف خاصہ حضور سالتاب کا ہے اگر واقعی مخلص ہیں تو پھر وہ اپنے پیروں کی مدح و توصیف کرتے ہوئے ان کے لیے یہ الفاظ کیوں لے آتے ہیں؟ مولوی غلام جہانیاں اپنے پیر صدر الدین کی مدح کہتے ہوئے لکھتے ہیں :-

برائے چشم بینا از مدینہ بر سرہ ملتان بہ شکل صدر دیں خود رحمۃ للعالمین آمد ترجمہ - جن کی باطن کی آنکھ کھلی ہے (وہ جانتے ہیں) کہ حضور رحمۃ للعالمین ہی مدینہ سے صدر دین کی صورت میں ملتان پہنچے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جتنی زمینیں پیدا کیں ان سب میں امر الہی کا نزول ہوا سو ان کے لیے کوئی نہ کوئی مرکز رحمت بھی ضرور تھا۔ مولانا لکھتے ہیں :-

ہر کجا ہنگامہ عالم بود رحمۃ للعالمینے ہم بود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ درجہ میں رحمۃ للعالمین ہیں دیگر انبیاء و اولیاء آپ کے فیض نور سے اپنے اپنے درجہ میں جہانوں کی رحمت بنیں تو اس سے کونسا مانع شرعی ہے؟ حقیقہ یہ ہے کہ بریلویوں کا یہ اعتراض ایک مغالطے سے زیادہ کچھ وزن نہیں رکھتا۔ جب کوئی ضد پر ہی آجائے تو اسے مخالف کی ہر چیز کھٹکتی ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محد سہانہ نبویؐ پر بہتان مولانا احمد رضا خاں کی دیانت حجتہ الاسلام مولانا

محمد قاسم صاحب نافذی اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پر الزام تراشی میں بروا ہوئی مولانا خلیل احمد صاحب کے بارے میں بھی اس کا یہی حال ہے پیشتر اس کے کہ اس کی تفصیل کی جائے ایک علی سوال ضرور ملحوظ رہنا چاہیے مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیرو آج تک اس سوال

کا جواب نہیں دے سکے اس لیے نہیں کہ یہ سوال بہت مشکل تھا یا اس کا جواب انہیں نہ آتا تھا بلکہ اس لیے کہ اس کا جواب دینے سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ پر باندھے ہوئے بہتان کی پوری عمارت دھڑام سے نیچے آگڑتی ہے۔ یہ سوال مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ نے مولانا احمد رضاؒ سے ۱۳۲۶ھ میں کیا تھا :-

اگر کسی اذیل خلّاتی کو کسی ادنیٰ شے کا علم یا قدرت کسی نص سے ثابت ہو اور کسی ولی یا نبی کی نسبت وہ خاص شے منصوص بہ علم یا قدرت نہ ہو تو اگر اس شے کا علم اول کو ثابت کیا جائے نہ ثانی کو تو کیا اس میں اول کی تعظیم و توقیر اور ثانی کی ذلت و توہین ہوگی ؟ اور وہ تمام علم و فضل اور کمالات ولایت و نبوت اب جاتے رہیں گے ؟ اگر ذیل پیشوں یا ناجائز علموں کو جو آج کل کے مزور و ضائع چور ڈاکو جانتے ہیں ان کو تو ثابت کیا جائے اور اولیاء کرام اور انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے نفی کی جائے یا سکوت کیا جائے تو یہ لوگ اولیائے کرام اور انبیائے عظام سے بڑھ جائیں گے ؟ اس میں اولیاء اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین لازم آئے گی اور نافی، ساکت کافر ہو جائے گا ؟

مولانا احمد رضا خاں صاحب اس سوال کا جواب اگر اس وقت دے دیتے تو یہ مسئلہ اب سے تقریباً صدی پہلے حل ہو چکا ہوتا اب بھی بریلوی مسلک کے علماء اگر اس کا جواب تحریر کر دیں تو معاملہ بہت کچھ سیدھا سمجھ سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ تاریخی پس منظر بھی سامنے رکھئے :-

۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی حکومت۔ استحکام پکڑا تو اسے ضرورت محسوس ہوئی کہ مسلمانوں میں لوٹنے والے نئے مسائل اور نئے نئے عنوان زیر بحث لائے جائیں تاکہ یہ لوگ ان میں ہی الجھنے رہیں اور آئندہ کسی وقت انگریزوں کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں انبیاء و اولیاء کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی جس پر آج تک حدیث، تفسیر، فقہ، علم کلام کی کسی کتاب میں باب

کون البھلاؤ، ناظرانی کا مکان جین بنانا، عاگیا تھانہ مسلمانوں کے علمی حلقوں میں اس عقیدے کا کوئی وجود تھا نہ حدیث کی کتابوں میں اس عقیدے کا کوئی نشان ملتا تھا۔

نئے موضوع پر نئے دلائل | جب موضوع نیا ہو تو دلائل بھی نئے سرے سے جیا کرنے پڑتے ہیں اس نئے مسئلے پر دلائل وضع کرنے کی ذمہ داری مولانا عبدالمصعب رامپوری پر آئی بجائے اس کے کہ قرآن کریم سے یہ دعوے پیش کرتے انہوں نے محض شکل اور قیاس سے اپنا یہ فرض پورا کیا۔ آپ عقائد جیسے نازک اور اہم موضوع پر محض قیاس سے یوں گویا ہوئے اور مقیس علیہ بھی کس کو بنایا؟ شیطان کو!۔

شیطان بیک وقت مشرق و مغرب میں لوگوں کو گمراہ کرتا ہے ملک الموت بیک وقت مشرق و مغرب میں روحیں قبض کرتا ہے تو اگر وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہو سکتا ہے تو انبیاء و اولیاء کیوں نہیں ہو سکتے۔ شیطان کو ہر وقت علم ہے کہ کس کو کس طرح گمراہی پر لانا اور نیکی سے ہٹانا ہے تو حضور کو ہر شخص کے دل کے ارادوں کا ہر وقت علم کیوں نہ ہو گا۔

شیطان کو مقیس علیہ بتانا | انبیاء و اولیاء کی صفات کو شیطان کی صفات پر قیاس کر کے ثابت کرنا معلوم نہیں بریلویوں نے کہاں سے اخذ کیا ہے؟ بہر حال اسی اصول پر بریلوی مکتب فکر کی بنا پر قائم ہوئی اور اسی لائن پر سوچتے ہوئے مولانا احمد رضا خاں نے حضرت سہارنپوری پر یہ بہتان باندھا تھا۔

براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ان کے پیرائیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور اس کا برا قول خود اس کے الفاظ میں صریحاً پڑی ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے۔

شیطان کا محدود دائرہ علم | خاں صاحب نے یہاں یہ بات نہیں کھولی کہ شیطان کے علم کی خاص نوع مراد تھی یا مطلق علم ؟ نہ انہوں نے

یہ بات کھولی کہ شیطان کو کس قسم کا مکروہیہ اور علم و فن دیا گیا ہے۔ شیطان کے علم رذیلہ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم شریفہ میں کیا فرق ہے ؟ اگر وہ یہ بات کھول دیتے تو ان کا مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ پر اعتراض پاؤں ہوا ہو جاتا اور لوگوں کو علم ہو جاتا کہ حضرت سہارنپوریؒ نے شیطان کے لیے جس علم کی وسعت مانی ہے وہ مطلق علم نہیں بلکہ اس کے اپنے دائرہ کار کا علم تھا اور وہ علم رذیل ہے جسے وہی یا اسی کے طبقے کو لوگ جانتے ہیں۔ وہ علم برگز نہیں جس میں انبیاء کرام و رسولوں سے ممتاز ہوتے ہیں انبیاء کے علوم بہت اشرف و برتر ہیں انہیں کوئی اور مخلوق برگز نہیں پہنچ سکتی چہ جائیکہ ابلیس لعین۔

حضورؐ کے مطلق علم سے غلط مقابلہ | خاں صاحب اگر یہ بات کہہ دیتے کہ حضرت سہارنپوریؒ نے شیطان کے علم

کی وسعت مطلق علم میں نہیں مانی بلکہ اس خاص علم میں جو اس کے دائرہ کار سے متعلق ہے اور وہ بھی اس لیے کہ اس کے لیے یہ وسعت نص سے ثابت ہے اور یہ کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے انبیاء کرام کے لیے اس خاص وسعت علم کی نص کا مطالبہ کیا ہے جو شیطان کے دائرہ کار سے متعلق ہے تو یہ بات اپنی جگہ اور واضح ہو جاتی۔ مسئلہ صرف یہی سامنے آتا کہ شیطانی علوم آپ کو حاصل تھے یا نہیں ؟

افسوس کہ خاں صاحب نے یہ بات بہت محمل رکھی اور شیطان کے اپنے دائرہ علم کی وسعت کا ذکر کئے بغیر اس کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق علم سے مقابلہ کر دیا جس کی کسی مسلمان کو جرأت نہ ہو سکتی تھی اور مولانا پر الزام لگا دیا کہ وہ حضورؐ کے مطلق علم کو شیطان کے مطلق علم سے (معاذ اللہ) کم مانتے ہیں حالانکہ مولانا خلیل احمد صاحب نے یہ بات نہ کہی تھی۔ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ نے اس سلسلے میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث

سہارنپوریؒ سے استفادہ کیا حضرت سہارنپوریؒ نے جو جواب تحریر فرمایا ہے ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔
 ”میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ
 اللعن کو کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے
 چنانچہ براہین کے صفحہ ۴ پر یہ عبارت موجود ہے ہیں کوئی ادنیٰ مسلم علیٰ غیرِ عالم علیہ
اصولہ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مثال آپ کا نہیں جانتا انتہی۔
 خاں صاحب بریلوی نے مجھ پر یہ محض اتہام لگایا ہے اس کا حساب روزِ جزا
 ہو گا کیونکہ مضمون شیطان اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے براہین
 کی کسی عبارت میں نہ صراحت ہے نہ کنایت۔“

غرض خاں صاحب بریلوی نے یہ محض اتہام اور کذبِ خالصِ بندہ کی طرف منسوب کیا ہے
 مجھ کو تو مدتِ عمر کبھی دوسوہ بھی اس کا نہیں ہوا کہ شیطان کیا کوئی ولی فرشتہ بھی آپ کے علوم
 کی برابری کر سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو یہ عقیدہ جو خافض صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا
 ہے کفرِ خالص ہے اس کا مقابلہ خافض صاحب سے روزِ جزا ہو گا میں اس سے بالکل بری ہوں
 اور پاک و کفی باللہ شہید اہل اسلام عباراتِ براہین کو بغور ملاحظہ فرمادیں مطلب صاف اور واضح ہے
 بندہ خلیل احمد و فقہ اللہ للقرود و لفد لہ

اب بھی کیا کوئی بدبخت کہہ سکتا ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب کا معاذ اللہ یہ عقیدہ تھا کہ
 (معاذ اللہ) شیطان کا علم حضور کے علم سے زیادہ ہے ایسی غلط بات کہتے کچھ تو خدا کا خوف لیجئے
 اب ہم براہینِ قاطعہ کی چند عبارات درج کرتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت
 مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی مراد بالکل صحیح تھی اگر کہیں ابہام بھی ہوتا تو بھی اس میں قولِ مصنف
 ہی کا اعتبار تھا۔ تصنیفِ امصنف نیکو کنہ بیان مثل مشور ہے بہر حال حضرت مولانا خلیل احمد
 براہین میں لکھ آئے تھے۔

تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوق کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلادیا اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ کا علم ثابت کرنا شرک ہے ۱۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ آپ یہاں مخلوق کے لیے علم ذاتی ثابت کرنے کو شرک کہہ رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس میں کسی شخص کو کلام نہیں ہو سکتا خود مولانا احمد رضا خاں بھی تو جانتے ہیں علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لیے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کتر سے کتر غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے ۲۔

اب بتائیے اس عقیدہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور مولانا احمد رضا خاں میں کیا فرق رہا؟ بریلوی حضرات اگر اس پر مولانا خلیل احمد صاحب پر فتوے کفر لگاتے ہیں تو مولانا احمد رضا خاں پر وہ فتوے کیوں منطبق نہیں کرتے۔ پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب یہ بھی کہہ چکے تھے۔

پھر جس کو جس قدر کوئی علم و قدرت وغیرہ عطا فرما دیا ہے اس سے زیادہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا شیطان کو جس قدر وسعت دی اور ملک الموت کو اور آفتاب و مہتاب کو جس وضع پر بنایا ہے اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں ۳۔

اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس عبارت میں جو مولانا احمد رضا خاں نے علماء عرب کے سامنے پیش کی تھی اور وہ حسام المحررین میں منقول ہے۔ مولانا خلیل احمد صاحب کی مراد وہ علم ذاتی تھا جو بغیر عطا الہی حضور کے لیے ثابت کیا جائے اور ظاہر ہے کہ اس کے شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں یہ ص ۱۱۲ اور ص ۱۱۱ کی عبارتیں ص ۱۱۱ کی اس عبارت سے

پہلے تھیں جسے مولانا احمد رضا خاں نے لائق اعتراض بنایا کاش کہ وہ ان پہلی عبارات پر غور کر لیتے اور ان کی روشنی میں ص ۴۲ کی وہ عبارت پیش فرماتے جس پر انہوں نے علماء عرب کو مغالطہ دیا تھا۔

پھر اس عبارت کے آگے ص ۴۸ پر یہ عبارت بھی ملتی ہے۔ جو پہلی بات کی بالکل وضاحت کئے دیتی ہے۔

اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جہلام کا یہ عقیدہ ہے اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دے کہ حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے یہ عقیدہ درست بھی نہیں اور بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب مصیبت کا ہے لہ

یہ چار عبارتیں آپ کے سامنے ہیں ص ۴۱ کی، ص ۴۲ کی، ص ۴۳ کی اور ص ۴۴ کی۔ ان میں سے ص ۴۳ کی نا کمل عبارت لے لینا اور باقی اگلی کچلی عبارت چھوڑ دینا کون سی دیانت اور امانت ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے ص ۴۲، ص ۴۳ اور ص ۴۴ کی عبارات جو اس کی تشریح کر رہی تھیں انہیں یکسر چھوڑ دیا یا انگریزوں کے کھاتے میں ڈال دیا کیا یہی دیانت اور امانت کا فیصلہ تھا مصنف کی ان صاف اور صریح عبارات کے بعد بھی کیا کسی انصاف پسند کو کوئی شبہ رہ سکتا تھا ہرگز نہیں۔ عبارت زیر بحث میں ابلیس اور اسخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق علم کا ہرگز مقابلہ نہ تھا۔ شیطان کے لیے وہ مغلی علوم جو فص سے ثابت ہیں انہیں محض قیاس سے حضور کے لئے بے عطا الہی ثابت کرنا زیر بحث تھا اور ظاہر ہے کہ یہ تو ہر ایک کے نزدیک شرک ہے اور یہ ہرگز کوئی اختلافی مسئلہ نہیں۔

حضور کے کمالات میں کوئی آپ کا مماثل نہیں | اسخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات میں کوئی حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا مثال نہیں یہ بات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب پٹنہ کہہ آئے ہیں۔ بریلوی حضرت
اس عبارت کو ہی دیکھ لیتے تو مولانا مرحوم پر کغیر کا گولہ اس بے دردی سے نہ پھینکتے۔ حضرت مولانا
خلیل احمد صاحب فرماتے ہیں :-

پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر علم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مثال
آپ کا نہیں جانتا ۔

کیا اس میں صراحت نہیں کہ کوئی مخلوق بھی حضور کی شان اور مرتبہ کے برابر نہیں ہو سکتی
چہ جائیکہ ابیس لعین ؟

علماء دیوبند کا یہی عقیدہ ہے کہ کوئی مخلوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات میں آپ
کے برابر نہیں چہ جائیکہ آگے بڑھ سکے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اس موضوع پر
ایک مفصل بیان ہے جو سند کی حیثیت رکھتا ہے و مسلک علماء دیوبند پر یکہ فیصلہ کن تحریر ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ منہیات جنس احکام سے ہونگی یا جنس اکوان سے پھر اکوان غیبیہ
زمانی ہیں یا مکانی اور زمانی کی باعتبار ماضی۔ حال مستقبل کی تین قسمیں کی گئی ہیں ان میں
سے احکام غیبیہ کا کلی علم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا گیا۔ فلا ینظہر

علی غیبہ احد الا من اراد تعنی من رسول الخ (جن دکو ۲ ج)

کی جزئیات کی تفصیل و تبویب اذیکائے امت نے کی اور اکوان غیبیہ کی کلیات
و اصول کا علم حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ مختص رکھا ہاں جزئیات منتشرہ پر بہت

سے لوگوں کو حسب استعداد اطلاع دی اور نبی کریم صلعم کو اس سے بھی اتنا وافر اور

عظیم الشان حصہ ملا جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تاہم اکوان غیبیہ کا علم کلی رہے ہی

کے ساتھ مختص رہا آیت ہذا میں جو پانچ چیزیں مذکور ہیں احادیث میں ان کو

مغایب الغیب فرمایا ہے جن کا علم (یعنی علم کلی) بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں ملے

مولانا احمد رضا خاں نے حضرت محدث سہارنپوریؒ کی جس عبارت کو کفر قرار دیا اب ہم اسے پیش کرتے ہیں آپ اس پر اور غور فرمائیں اور ایک ایک پر گہری نظر رکھیں انشاء اللہ کہیں شبہ واقع نہ ہوگا۔

شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے لے

اس عبارت میں یہ کالفظ فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ شیطان کو جو بُرائی اور شر کے علوم حاصل ہیں وہ علوم رذیلہ پیغمبروں کو حاصل نہیں اور انہی علوم کی وسعت میں بات چل رہی ہے یہ علوم پیغمبروں کی شان کے مناسب نہیں۔ پیغمبروں کے علوم اعلیٰ و اشرف ہوتے ہیں سطیٰ اور کینے علوم سے ان کی ذات بہت بلند ہے اگر کوئی یہ کہے کہ علوم رذیلہ کی یہ وسعت شیطان کے لیے نص سے ثابت ہے۔ پیغمبروں کے لیے شر اور کینے علوم کا دعوئے کرنا اس کے لئے کون سی نص ہے؟ تو اس سوال میں کون سی جرح کی بات ہے؟ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ معاذ اللہ تم معاذ اللہ شیطان لعین کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ کہا ہے۔ اگر خیانت اور شرارت نہیں تو اور کیا ہے؟ حق یہ ہے کہ پیغمبروں کے لیے شر اور کمینہ پن کی وہ راہیں نہیں کھلی ہوئیں جو شیطان لعین کے لیے کھلی ہیں بلکہ شیطان تو بسا ہی انہی کاموں کے لیے تھا۔

”یہ وسعت“ میں لفظ یہ فیصلہ کن ہے | اس عبارت میں لفظ یہ کو نظر انداز کر کے ان پڑھ اور جاہل مریدوں میں یہ بات پھیلانا کہ شیطان کے علم کو پیغمبر کے علم سے زیادہ کہہ دیا ایک مغالطے سے زیادہ کوئی درجہ نہیں رکھتا، لفظ یہ علم کے موضوع کو محدود کر چکا ہے اسی طرح ملک الموت اپنے موضوع کا علم رکھتا ہے لیکن پیغمبرانہ علوم کی دولت اس کے پاس بھی نہیں ہے لفظ یہ اس کے علوم کو بھی اس

کے دائرہ کار میں محدود کر چکا ہے اس ایک موضوع میں اگر اسے وسعت علمی حاصل ہے تو اس جزئی وسعت سے یہ کیسے لازم آیا کہ ملک الموت کا مطلق علم حضور کے علم سے زیادہ ہو پس اس مضمون کو اس اپنی عبارت میں لانا جو مولانا احمد رضا خاں نے حسام المحرین میں لکھی ہے ایک مغالطے اور خیانت سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ پھر اس پوری عبارت میں اگلے الفاظ ”علم آپ کا ان امور میں“ بھی لائق غور ہیں جو بتا رہے ہیں کہ مطلق علم کی گفتگو نہیں ہو رہی صرف انہی امور میں ہو رہی ہے جو ملک الموت کی کارکردگی کا موضوع ہیں ان کا مول کو سرانجام دینے کے لیے ان امور کا تفصیلی علم ملک الموت کو دینا ضروری تھا یہ علم اور اس کے مطابق کام پیغمبرانہ ذمہ داری میں داخل نہیں تھے جزئی وسعت کو مطلق وسعت قرار دینا اور اس پر اپنی اشتغال انگیز عبارت چڑھانا دھوکہ فریب اور خیانت کی انتہا ہے علمائے دیوبند کا ہرگز وہ عقیدہ نہیں جو بریلوی حضرات ان کے ذمہ لگاتے ہیں۔

کس قدر صریح بہتان ہے جو مولانا احمد رضا خاں نے حضرت محدث سہارنپوریؒ پر باندھا ظالم و مظلوم اب دونوں اللہ کے حضور پہنچے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے کردار کے ساتھ اس کی بارگاہ لیں پیش ہیں ہمارے کسی کو اعلیٰ حضرت اور واہ واہ کہنے سے اس کا کوئی نفع نہیں اور بلا وجہ کسی کو کافر اور بُرا کہنے سے اس کا کوئی نقصان نہیں ہر ایک اپنے اعمال کے ساتھ آخرت میں جواب دہ ہے یہاں کسی کا دل چیر کر اس کے عقیدے کو دیکھا نہیں جاسکتا ہے۔ دل کی بات کا اظہار زبان یا قلم سے ہی ہوتا ہے جو لوگ مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی ان فصل عبارات کے ہوتے ہوئے ایک مجمل عبارت کو اسکے سیاق و سباق اور معنی مراد سے کاٹ کر اسے مولانا مرحوم کے عقیدے کے طور پر پیش کرتے ہیں وہ کتنی بڑی خیانت کے مرتکب ہیں اس کا پتہ انہیں یوم الحساب لگے گا البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ لوگ مولانا احمد رضا خاں کے بارگاہ میں مزید اضافہ کر رہے ہیں جو غلط قدم اٹھ گیا تو جب تک لوگ ان نشانات کی پیروی کرتے رہیں گے اس کی ذمہ داری پتلے نشان والے پر

برابر قائم رہے گی یا در کھئے اہل حق پر غلط الزام قائم کرنے والے مقتدا اور اسے ہر جگہ دہرانے والے مقتدی خدا کی آخری عدالت میں اس دن کمزور ترین فہم کے طور پر پیش ہوں گے اور اس دن جاہل مقتدی اور ان پڑھ مرید کچھ کام نہ آسکیں گے اور کچھ ایسے لوگ بھی ہونگے جو کہیں گے

لو کنا نسمع او نعقل ما کننا فی اصحاب السعیدۃ
اگر ہم دوسروں سے ہی کچھ سُن لیتے یا خود سمجھتے تو آج آگ والوں میں نہ ہوتے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ منها

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا مختصر عقیدہ ایک دفعہ پھر درج کر کے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر اور مرتد اور ملعون کہتے ہیں جو کہ شیطان علیہ الرحمۃ کو ایک جگہ کسی مخلوق کو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے غرض خانصاحب بریلوی نے محض اتہام اور کذب خاص بندہ کی طرف منسوب کیا ہے مجھ کو تو مدت العمر اس کا دوسو سو بھی نہیں ہوگا کہ شیطان تو کیا کوئی ولی اور فرشتہ بھی آپ کے علوم کی برابری کر سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو یہ عقیدہ جو خانصاحب بریلوی نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے اس کا مطالبہ خانصاحب سے روز جزا ہو گا میں اس سے بالکل بری ہوں اور پاک و کفی باللہ شیدا۔

خیل احمد عفی اللہ عنہ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب پر یہ تہمت مولانا احمد رضا خاں کی دیانت و امانت کی منہ بولی تصویر ہے اس بہتان تراشی پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

و کفر من غائب قولاً صحیحاً و آفتہ من الغنم السقیم

۱۔ چٹا لٹکا ۲۔ اٹھ دہائی کے دوجی راستے میں یا علم جو اتقید، بصیرت جو یا مقیدت جو اس سے محروم رہا اسے انجام کار لگ گئی ہی جاتا ہے وہاں جا لگا دہ ان دونوں باتوں کی یاد کرتے ۳۔ خدای در علوم دیوینہ پلدا

اس وقت ہماری غرض علماء دیوبند کی صفائی پیش کرنا نہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی امانت و دیانت کی ایک جھلک دکھانا ہے ان سب باتوں سے اسی شخصیت کا تعارف ہو رہا ہے جو امت میں تفرقہ ڈالنے میں چودہویں صدی کا سب سے بڑا کردار تھا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ایک اور تہمت۔ اردو زبان سیکھنے کا الزام

بریلوی حضرات نے جب دیکھا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب پر یہ الزام ثابت نہیں ہو سکا تو ایک اور الزام تراش کہ مولانا نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اردو زبان علماء دیوبند سے سیکھی تھی (معاذ اللہ) مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں :-

دیوبندی کہیں کہ اردو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے علمائے دیوبند سے حاصل ہوا تو یہ قرآن کریم کے صراحتہ خلاف ہے اور اپنے استاد بننے کے فخر میں

قرآن مجید کا انکار ہے لہ

مولوی محمد عمر صاحب نے اس مضمون کے لیے مولانا خلیل احمد صاحب کی براہین قاطعہ ص ۲۶ کا حوالہ دیا ہے ہم نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی عبارت کو بار بار پڑھا اس میں ہمیں کوئی لفظ ایسا نہیں ملا جس سے ثابت ہو کہ حضور نے اردو علماء دیوبند سے سیکھی معلوم نہیں مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی اس عبارت میں علماء دیوبند کے استاد بننے کا لفظ کہاں سے لے لیا اور پھر اسے علماء دیوبند کی طرف منسوب کیا یہ بات قطعی غلط ہے مولانا کی اصل عبارت یہ ہے۔

ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) اردو میں کلام کرتے دیکھا تو پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی میں فرمایا کہ جیب سے علماء مدرسہ دیوبند

ہے ہمارا معاملہ ہوا۔ ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس
مدرسہ کا معلوم ہوا ۱۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں اردو زبان اگر اس وقت سے آئی ہو جب سے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا علمائے دیوبند سے ملنا جلنا ہوا تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت کے وقت اس کے متعلق علم عطا فرما دیں تو اس میں حرج کی کوئی
بات نہیں۔۔۔۔۔ یہاں یہ بات نہیں کہ حضورؐ نے (معاذ اللہ) اردو زبان علمائے دیوبند
سے سیکھی بریلوی مولوی ازراہ خیانت اس حوالے کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں گویا آپ
نے اردو زبان علمائے دیوبند سے سیکھی یہ جھوٹ اور بریلوی خیانت ہے۔ علماء دیوبند کا عقیدہ
ہے کہ کوئی انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھانے والا نہ تھا۔ دیوبند کے مشہور بزرگ شیخ الاسلام
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر کسی مخلوق کے سامنے زانوئے تلمذتہ نہیں
کیا اس پر کمال یہ کہ جن علوم و معارف اور حقائق و اسرار کا آپ نے افاضہ فرمایا
کسی مخلوق کا حوصلہ نہیں کہ اس کا عشر عشر پیش کر سکے ۲۔
شیخ الاسلام ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں :-

بلاشبہ آپ سکھانے ہوئے تھے لیکن سکھانے والا کوئی بشر نہ تھا وہ رب
قدیر تھا جس نے فرمایا الرحمن علم القرآن ۳۔

اب بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ حضورؐ نے اردو علماء دیوبند
سے سیکھی اور علماء دیوبند بارہا کہیں کہ کوئی انسان حضورؐ کا استاد نہ تھا تو آپ ہی بتائیں کہ حق
کوہر ہے اور الزام کس طرف سے آ رہا ہے جب کوئی شخص یا جماعت خود اپنا عقیدہ بیان کر
دے تو کسی کو حق نہیں رہتا کہ ان کی طرف اس کے خلاف کوئی اعتقاد منسوب کریں۔

پھر خواب کے معاملات کو عقائد کی اساس بنانا اور اس قسم کے کمزور سہاروں سے اُمت میں تفریق ڈالنا یہ ان لوگوں کا کام نہیں ہو سکتا جن کی امانت و دیانت قائم ہو اور وہ آخرت کے حساب و کتاب پر یقین رکھتے ہوں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب اور ان کے پیروؤں نے جب دیکھا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ، حضرت مولانا نانوتویؒ، حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت محدث سہارنپوری رحمہم اللہ اجمعین کے خلاف ان کا کوئی الزام ثابت نہیں ہو سکا تو انہوں نے اسی جماعت کے ایک اور بزرگ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر ایک نیا الزام تراشا آئیے مولانا احمد رضا خاں کی امانت و دیانت کا مزید جابرہ لینے کے لیے اس الزام کی بھی کچھ تحقیق کریں۔

حکیمُ الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر بہتان

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں ۱۳۱۸ھ میں تین سوال آئے۔ پہلا سوال قبروں پر سجدہ کرنے کے بارے میں تھا دوسرا قبروں کے گرد طواف کرنے کے متعلق تھا۔ اور تیسرا سوال یہ تھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غیبی علوم بتلائے گئے ان کی بناء پر آپ کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہ؟ آپ نے تینوں سوالات کا جواب نفی میں دیا نہ قبروں پر تعظیعی سجدے کی اجازت دی نہ قبروں کا طواف صحیح بتلایا نہ عالم الغیب کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے جائز کہا۔

اس تیسرے سوال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک سے بحث نہ تھی کہ کتنا ہے اور کتنا نہیں معلوم صرف یہ کہنا تھا کہ آپ کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

عالم الغیب کا اطلاق

اس وقت ہمیں علم غیب سے بحث نہیں نہ یہ موضوع حضرت اشرف علی تھانویؒ کی کتاب حفظ الایمان میں زیر بحث تھا حفظ الایمان کے تیسرے سوال میں اس پر بحث تھی کہ عالم الغیب کا لفظ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے بھی آسکتا ہے یا نہ؟ ہم بھی اس وقت اسی عنوان پر گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ انبیاء کرام جنہیں اللہ تعالیٰ بہت سے امور میں غیب پر اطلاع بخشے ہیں یا اولیاء کرام جنہیں کسی دفعہ الہام غیب کی خبریں مل جاتی ہیں ان پر عالم الغیب کا لفظ کسی طرح آسکتا ہے یا نہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ علم غیب ذاتی طور پر — بے عطائے غیر — غیب جانتے کو کہتے ہیں۔ اس لئے عالم الغیب کا لفظ قرآن کریم نے صرف اللہ رب العزت کے لئے اطلاق کیا ہے اور کسی پر نہیں۔

عالم الغیب والشہادۃ هو الرحمن الرحیم۔

ترجمہ: وہ عالم الغیب ہے اور جانتے والا ظاہر کا۔ وہ رحمن ہے رحیم ہے۔
عالم الغیب فلا ینظر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول اللہ
ترجمہ: عالم الغیب اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں فرماتا، مگر جو چن لے کسی رسول کو۔
قرآن مجید نے عالم الغیب کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں۔
عالم الغیب لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض
ولا اصغر من ذلك ولا اکبر الا فی کتاب مبین۔

ترجمہ: قسم ہے عالم الغیب کی جس سے غائب نہیں کوئی ذرہ آسمانوں میں نہ زمین
میں اور اس سے کوئی چھوٹی یا بڑی چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔
قرآن کریم کے ان تینوں مقامات پر عالم الغیب کا لفظ خدا کے لئے استعمال ہوا ہے۔
پس عالم الغیب کا لفظ صرف اسی ذات کے لئے ہے جس کا علم ہر چیز کا احاطہ
کرتا ہے۔ یہ علم محیط تفصیلی صرف اللہ رب العزت کی شان ہے ہر چیز کی ہر خبر ہر وقت
برابر رہے دور ہو یا نزدیک۔ چھپی ہو یا کھلی۔ اندھیرے میں ہو یا اجالے میں
_____ آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں۔ پہاڑوں میں ہو یا سمندروں میں۔ یہ اللہ ہی
کی شان ہے کسی مخلوق کو یہ علم محیط تفصیلی حاصل نہیں ہو تا نہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ مستقل
طاقت دی ہے کہ اسے اب غیب کی کسی بات کے معلوم کرنے میں خدا کی طرف
رجوع کرنے کی ضرورت نہ رہے اور مخلوق تو درکنار کوئی شخص اگر حضور اکرم کے
لئے بھی اس علم محیط کا اقرار کرے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔ مالکی مسلک کے مشہور مفسر
علامہ احمد الصادق المالکی لکھتے ہیں:۔

وَأَمَّا مَنْ قَالَ إِنَّ بَيْنَنَا وَغَيْرِهِ أَحَاطَ بِالْمُغِيبَاتِ عَلَمَا كَمَا
أَحَاطَ عَلِمَ اللَّهُ بِهِمَا فَقَدْ كَفَرَ ۖ

ترجمہ: اور جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے
علاوہ کوئی اور شخص غیب کی باتوں کا علمی طور پر اسی طرح احاطہ کیے ہوئے
ہے جس طرح اللہ کا علم ان پر محیط ہے تو اس نے کفر کیا۔
مولانا احمد رضا خاں بھی لکھتے ہیں۔

علم ذاتی اور علم بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہیں بندوں
کے لئے صرف ایک گونہ علم بطلان الہی ہے۔

عالم الغیب وہ ہے جو ہر غیبی بات کو از خود جانے اور ہر غیب کا ہر وقت ہر
طرف سے احاطہ کرے پس عالم الغیب کا اطلاق اللہ رب العزت کے سوا اور کسی کے
لائق نہ ہوگا صحابہ کرام ان کے مجتہدین اور بزرگان امت میں سے کسی نے کسی مخلوق کے لئے یہ
لفظ استعمال نہیں کیا نہ کسی فرشتے اور پیغمبر کے لئے یہ لفظ اطلاق شریعت میں وارد ہے۔
مولانا احمد رضا خاں خود بھی لکھتے ہیں۔

مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ ہے۔

اطلاق عالم الغیب کا اصول

وہ کیا اصول ہے جس کی وجہ سے عالم الغیب کا لفظ اللہ رب العزت کے سوا

لے الصادق علی الجلائین ج ۲ ص ۱۷ لے خالص الاعتقاد ص ۲۳ لے الامین والعلی ص ۲۰۳ ابن
کے ہم مسلک مولوی محمد اجمل خضلی لکھتے ہیں لفظ عالم الغیب کے اطلاق میں احتیاط کی جاتی ہے ہمارا
یہی مسلک ہے (رد سیف یحیائی ص ۱۹ مطبوعہ مراد آباد)

کسی کے لائق نہیں ہر انسان چھوٹا ہو یا بڑا کوئی اس نام کے مستور نہیں۔ عالم الغیب نہ ہونے میں چھوٹے بڑے سب یکساں ہیں ان کے مطلع علی الغیب ہونے میں غیب کی مقدار گو کتنی مختلف ہو کسی کے پاس زیادہ اور کسی کے پاس کم تاہم عالم الغیب کا لفظ بولا جانے کا مجاز نہ ہونے میں سب برابر ہیں خدائی نام اور خدائی صفات میں کوئی خدا کا شریک نہیں اپنے اپنے درجہ میں بڑا اور چھوٹا ہونے کے باوجود خدا نہ ہونے میں سب افراد مخلوق ایک سے ہیں اور اس بات میں برابر ہونے سے لازم نہیں آتا کہ ہر بات میں برابری ہو علوم و کمالات ہر ایک کے اپنے اپنے ہیں اور اس پہلو سے ہر ایک کی شان جدا اور ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔ مگر خدا نہ ہونے میں سب برابر ہیں۔

انیار و مرسلین کو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں اور کروڑوں غیب سے نوازا ہے۔ لاتعداد غیب کی خبریں دی ہیں اور چھوٹے درجے کی مخلوق کو بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ غیب پر ضرور اطلاع دے رکھی ہے کم از کم آنا علم تو ہر جانور کو بھی ہے کہ کوئی اس کا پیدا کرنے والا ہے اور سب شجر و حجر اس کی تسبیح کرتے ہیں بلکہ لیکن اللہ رب العزت کے علم کے سامنے اعلیٰ و ادنیٰ ہر مخلوق کا علم مطلق بعض ہی ہے کہ اسے بعض ہی کہا جائے گا گو ایک مخلوق کے لیے اس بعض کی مقدار بہت زیادہ ہو اور دوسری مخلوق کا یہ بعض بہت کم۔ لیکن بعض مطلق غیب کے اطلاق میں سب برابر ہوں گے کہ ہر کسی کی اطلاعات پر بعض کا لفظ ہی بولا جائے گا اور اس بعض کی مقدار ہر کسی کے اپنے درجے اور اپنے حالات کے مطابق ہوگی مطلق بعض علوم غیبیہ ہر مخلوق کو اپنے اپنے درجے کے مطابق ملتے ہیں اور بعض کا لفظ ہر ایک کے علوم کے لیے برابر استعمال ہوتا ہے اسی سے علم میں برابری کا ایہام پیدا کرنا ایک بڑی غلط بیانی ہوگی۔

مولانا احمد رضا خاں ایک مقام پر لکھتے ہیں :-

اس قسم کے کوڑوں علم عام انسان بلکہ تمام حیوانات کو روزانہ ملتے ہیں اور قرآن کریم خود غیر خدا کے لیے انہیں ثابت فرماتا ہے۔

اس عبارت سے اگر کوئی یہ استدلال کرے کہ مولانا احمد رضا خاں نے تمام حیرات

گدھے اور بیل وغیرہ کو بھی انبیاء و مرسلین اور اولیاء کاملین کے علم میں شریک کر دیا اور عام انسانوں کو بھی اس میں شریک بتلایا تو اسے یہی کہا جائے گا کہ یہ شریکیت نامطلق بعض میں ہے غیبی امور کی مقدار اور تفصیل میں نہیں مقدار میں برابر ہونے کی جب تک تصریح نہ ہو۔ اتنی بڑی بات کسی کے ذمہ نہیں لگائی جاسکتی۔

نیک گمان کا تقاضا ہے کہ اسے مطلق غیب میں شریک سمجھا جائے مقدار غیب میں نہیں ایک بات میں شرکت سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ غیب کی مقدار اور نوع ہر چیز میں برابر کی ہو۔ ہر مخلوق اپنے اپنے درجے میں رہتے ہوئے خدا نہ ہونے میں برابر ہے۔ خدا کا لفظ جس طرح ادنیٰ درجے کی مخلوق کے لیے نہیں آسکتا۔ اسی طرح یہ لفظ اعلیٰ درجے کی مخلوق کے بھی سزاوار نہیں۔ خدائی صفات نہ رکھنے میں سب افراد مخلوق برابر کے شریک ہیں۔ اللہ رب العزت کے علم کے سامنے اعلیٰ و ادنیٰ ہر مخلوق کا علم مطلق بعض ہے (کہ اسے بعض ہی کہا جائے گا) اور مقدار بعض ہر ایک کی اپنے اپنے مرتبہ اور حال کے مطابق ہوگی۔

یاد رہے کہ کسی ایک بات میں برابر ہونے سے اعلیٰ درجے کی مخلوق کی کوئی توہین نہیں ہو جاتی نہ اس سے ان کی شان گرتی ہے جس طرح ہم کسی ادنیٰ مخلوق کے لیے یہ کہہ سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خدا نہیں ہر اعلیٰ مخلوق کے لیے بھی یہ بات اسی طرح درست

ہے کہ یہ بھی خدا نہیں مطلق مخلوق ہونے میں سب برابر کے شریک ہیں اور اس طرح برابر ہونے کا مللار نے ہمیشہ اعتراف کیا ہے اس میں اعلیٰ مخلوق کی ہرگز بے ادبی نہیں ہے۔

اکابر اُمت کی تصریحات

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ (۹۴۴ھ) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

لقد خلقنا الانسان في كبد ائبا اوليا رانبا خواص و عوام برابر اندالنا مختار و دار بلار بیان اس مقام است۔ اس جگہ اولیا و انبیا خواص و عوام سب برابر ہیں۔ امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی (۱۰۳۵ھ) ایک جگہ اسی انداز میں برابر کا لفظ استعمال فرماتے ہیں۔

نعمیٰ معنی کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات با عامہ و در نفس انسانیت برابر اند و در حقیقت و ذات ہمہ متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آئدہ است۔

ترجمہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انبیا کرام عام لوگوں کے ساتھ انسان ہونے میں برابر کے شریک ہیں اور حقیقت و ذات میں سب متحد ہیں۔ نفیست ان میں صفات کاملہ کے پہلو سے آئی ہے۔

خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (۱۸۴۴ء) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

نعمت ہائے عامہ اند کہ غنی و فقیر و وضع و شریف و صحیح و مریض و عالم و جاہل و مومن و کافر و صالح و فاسق در ان یکساں و برابر اند۔

ترجمہ ایک وہ نعمتیں ہیں جو عام ہیں۔ امیر و غریب، چھوٹا و بڑا تندرست و مریض، عالم و جاہل، مومن و کافر، صالح و فاسق ان میں ایک جیسے اور برابر ہیں۔

اکابر امت کی ان تصریحات پر غور فرمائیں ان حضرات نے مشترکہ احکام میں نہایت واضح طور پر چھوٹے بڑے کے لئے برابر کا لفظ استعمال کیا۔ ہے ان بزرگوں پر کسی نے الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے انبیاء کرام اور اولیاء و صلحاء کو ہر خاص و عام کے ساتھ برابر کر دیا کیونکہ یہ برابری صرف مشترکہ احکام میں تھی۔ باقی خصائص اور صفات و کمالات ہر ایک کے اپنے اپنے ہیں اور انبیاء و اولیاء کے کمالات کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ لیجئے مولانا احمد رضا خاں بھی ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

”ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو بات شرک ہے اس میں حکم میں ایما و اموات و انس و جن و ملک و غیرہم تمام مخلوق الہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی جو خدا کا شریک نہیں ہو سکتا ہے۔“

اس میں اقرار ہے کہ مخلوق ہونے اور خدا نہ ہونے میں سب مخلوق الہی چھوٹی ہو یا بڑی سب یکساں و برابر ہے مخلوق ہونے کا لفظ سب پر برابر آئے گا۔ تمام مخلوق میں جن و شیطان جانور حیوانات اور حشرات الارض سبھی شامل ہیں اور مخلوق ہونے میں سب برابر کے شریک ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو علوم معارف اپنی کسی بھی مخلوق کو عطا فرمائے وہ کہنے ہی کیوں نہ ہوں علم الہی کے سامنے سب کے علوم بعض ہی ہوں گے اور اس مطلق بعض میں (کہ اسے بعض ہی کہا جائے) سب افراد مخلوق برابر کے شریک ہوں گے کسی کا علم علم الہی کے برابر نہ ہو سکے گا۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ ہر کسی کا بعض اس کے اپنے درجے کے مطابق ہو مطلق بعض میں یکساں ہونے سے اس بعض کی مقداریں برابری لازم نہ آئے گی

حضرت تھانویؒ کی عبارت کا حاصل

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں جو سوال کیا گیا تھا وہ علم غیب سے متعلق نہ تھا اطلاق عالم الغیب کے بارے میں تھا۔ مولانا تھانویؒ نے جواب دیا کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق اگر بعض مخرب پر مطلع ہونے کی وجہ سے کیا جائے تو لازم آئے گا کہ ہر شخص جو کسی مقدار میں بھی بعض غیب کو جانتا ہو اسے بھی عالم الغیب کہا جائے اور انہی غیب جاننے والی مخلوقات کو بھی بایں اصول کہ وہ بھی کچھ نہ کچھ غیب جانتے ہیں۔ درکم ازکم اتنا علم تو سب کو ہے کہ کوئی ان کا پیدا کرنے والا ہے، عالم الغیب کہنا درست ٹھہرے جس کی کوئی عاقل متدین اجازت نہ دے گا بعض کا نطق جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر علم مبارک کے لئے بولا جاسکتا ہے اسی طرح نطق بعض برادری مخلوق کے قلیل علم پر بھی بولا جاسکتا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر اعلیٰ و ادنیٰ مخلوق کا علم خدا کے علم کے سامنے مطلق بعض ہے گو ہر ایک کا بعض اس کے اپنے درجہ کے مطابق ہو۔ پس جان لینا چاہیے کہ بعض غیبی امور پر اطلاع کی وجہ سے گو وہ قلیل ہوں یا کثیر کسی مخلوق کے لئے عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں کیونکہ اسے حضور پر اطلاق کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص نہ رہے گی۔ ہر مخلوق پر یہ نطق بولا جاسکے گا اور پھر اس نطق کا اطلاق کسی کمال پر مبنی نہ ہو گا۔ جو لوگ اس طرح حضور کو عالم الغیب کہیں گے ان کے عقیدہ پر لازم آئے گا کہ وہ زید و عمر بلکہ ہر مہمی و مجنون اور جملہ حیوانات کو بھی عالم الغیب کہیں ظاہر ہے کہ کوئی شخص اس غلط اطلاق کی اجازت نہ دے گا۔ حق یہ ہے کہ اس نطق کا اطلاق مطلق بعض غیب کی بنا پر نہیں۔ بلکہ علم غیب پر مبنی ہے۔ اور کوئی اللہ رب العزت کے سوا اس نام کا حقدار نہیں ہے۔ وہی عالم الغیب ہے۔ اور قرآن کریم نے صرف اسی ایک کو عالم الغیب کہا ہے۔

جواب کے پہلے الفاظ

مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے اس سوال کے جواب میں یہ الفاظ تھے۔
 ”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (آپ کو عالم الغیب کہنا) اگر بقول
 زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب
 اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب (مطلق بعض) تو زید
 عمرو بلکہ ہر جی و مخزن بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیوں کہ ہر شخص
 کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب
 کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

اس عبارت میں ایسا علم غیب سے مراد مطلق بعض غیب تھا جسے بعض غیب
 کہا جاسکے۔ حفظ الایمان میں بعض کی مقدار زیر بحث نہ تھی نہ ایسا علم غیب سے مراد حضور
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاعات غیبیہ تھیں نہ کوئی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک
 کو ہر زید عمرو کے علم کے برابر کہہ سکتا ہے۔ عبارت ہذا میں مولانا مرحوم کی مراد مطلق
 بعض غیب تھی اور مطلق میں ذات سے تعرض ہوتا ہے۔ صفات اور امتیازات
 سے نہیں۔ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک نہ تھا اور اس پر حسب
 ذیل شواہد موجود ہیں۔

① مولانا مرحوم نے پہلے کل غیب کے حکم کی وضاحت کی ہے پھر بعض غیب
 کی بنا پر اطلاق عالم الغیب کی تفصیل کی ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا
 ”ای علم غیب تو ظاہر ہے کہ اس سے مراد مطلق بعض ہی ہو سکتا ہے نہ کہ حضورؐ
 کے علم مبارک کی مقدار اور اس مطلق بعض کی تفصیل بھی محض اس لئے تھی کہ آیا
 اس بنا پر عالم الغیب کا اطلاق جائز ہو سکتا ہے یا نہ؟“

② اس عبارت کے آخر کا یہ جملہ کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے بتلا رہا ہے کہ زید ذمہ وصبی و مجنون اور حیوانات کے علم سے محض چند جزئیات مراد ہیں جنہیں مطلق بعض کہا جاسکے ان کے اس مطلق بعض کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق بعض سے ملانا اور ان سب کے علم کو برابر قرار دینا ہرگز مراد نہ تھا۔

③ حفظ الایمان کی اس عبارت کے بعد ایک اور یہ عبارت بھی موجود ہے اس اگلی عبارت کے ہوتے ہوئے اس عبارت کے الفاظ ایسا علم غیب سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک ہرگز نہیں ہو سکتا یہ صرف مطلق بعض ہے جس میں عام انسانوں اور حیوانات کو شریک بتایا ہے ان کی مقدار بعض برابر نہیں بتلائی نہ کوئی مسلمان یہ بے ادبی کر سکتا ہے۔ حفظ الایمان میں وہ اگلی عبارت یہ ہے افسوس کہ اعتراض کرنے والے اسے چپا جاتے ہیں۔ اور اسے ساتھ ملا کر اس پر گفتگو نہیں کرتے۔ وہ اگلی عبارت یہ ہے۔
نہایت کے لیے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپ کو تمامہ حاصل ہو گئے تھے۔
④ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے جب دریافت کیا گیا کہ ایسا علم غیب سے ان کی مراد کیا تھی تو انہوں نے صاف تحریر کیا۔

”لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ میرا علم واقع میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے نعوذ باللہ منہا بلکہ مراد اس لفظ ایسا سے وہی ہے مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہر اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو۔“
پھر مولانا آگے چل کر لکھتے ہیں :-

اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازمی اور ضروری ہیں وہ آپ کو بہ تمامہا حاصل ہو گئے تھے۔ انصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ زید و عمرو صبی و مجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم کے بتلانے کا؟ کیا زید و عمرو وغیرہ کو علوم حاصل ہیں۔ آپ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:-

یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اب دیکھئے مولانا احمد رضا خاں نے حرام الحرمین میں مولانا تھانوی کا عقیدہ کن الفاظ میں پیش کیا اور کس طرح بات کا موضوع بدل دیا ہے۔ تحریف معضون کی یہ بدترین مثال ہے۔ خان صاحب حرام الحرمین میں لکھتے ہیں:-

ومن كبراء هؤلاء الوهابية الشيطانية رجل آخر من
اذناب الكنكوى يقال له اشرف على التانوى صنف سيلة
لاتبلغ اربعة اوراق وصرح فيها بان العلم الذى
لرسول الله صلى الله عليه وسلم بالمغيبات فان مثله
حاصل لكل صبي وكل معنون بل لكل حيوان وكل
بهيمة وهذا الفظه الملعون :

ان صح الحكم على ذات النبى المقدسة بعلم المغيبات كما
يقول به زيد فالمستول عنه انه ما اذا اراد بهذا البعض
الغريب امر كلهما فان اراد البعض فاى خصوصية فيه
لخصرة الرسالة فان مثل هذا العلم بالغيب حاصل

لذید و عمر بدل لکل صبی و معجون بل لجميع الحیوانات و
 البہائم و ان اراد الکل بحیث لا یثذ منه فرد فبطلانه
 ثابت نقلاً و عقلاً۔ اقول فانظر الی اثا رختہم اللہ تعالیٰ
 کیف یتوی بین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و
 بین کذا و کذا۔

اب اس کا ترجمہ بھی غائب صاحب کے ہی قلم سے لیجئے :-
 اس نے ایک چھوٹی سی رسالہ تصنیف کی کہ چار ورق کی بھی نہیں اور اس
 میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے
 ایسا تو ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور چرپائے کو حاصل ہے میں کہتا
 ہوں اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جنس و چناں میں ہے
 مولانا احمد رضا خاں کے اس اقتدار کے بعد مولانا تھانویؒ نے عبارت بدل کر اور
 آسان کر دی حفظ الایمان کے نئے ایڈیشن میں اب یہ عبارت یوں ہے :-
 آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول ذہبی صحیح ہو تو دریافت
 طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ
 مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطبق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء
 علیہم کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے ہے
 پڑانے ایڈیشن میں بھی یہ بات بڑی واضح تھی لیکن نئے ایڈیشن میں تو یہ اور بھی

سہل ہو گئی۔ اب بھی جو لوگ اسے غلط رنگ میں پیش کر کے اس کی تشریح خلاف مراد
تسکیم کرتے ہیں۔ وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں۔ اپنی فرقہ
بندی کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سے کھیلنا کسی مسلمان کا کام نہیں۔

”عہد شریعت کے ایک ایک جزو کا اسی طرح امور تکوینیہ مناسب منصب نبوت
کی ایک ایک جزئی کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا اور بعض نہیں عطا فرمائے بعض
علم عطا ہوئے ہیں اور بعض نہیں عطا ہوئے اس پر سب کا اتفاق ہے۔“

مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی ایک مقام پر لکھتے ہیں :-

ہم نہ علم الہی سے مرادات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات مانیں اور
عطا الہی سے بھی بعض علم ہی لٹا مانتے ہیں نہ کہ جمیع

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی یہ تحریر بھی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں

درج ہے۔

میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع کمالات
احمدیہ والعلیہ ہونے کے باب میں یہ ہے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ہے

تظیر فی التبغیر

حضرت مولانا تھانویؒ کی اس تعبیر کی کیا پہلے سے بھی کوئی نظیر موجود ہے ؟ ہاں یہ تعبیر حضرت
مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایجاد نہیں۔ آپ سے چھ سو سال پہلے بھی اہل السنۃ و
الجماعت کے جمیل القدر محقق شیخ ابوالشامہؒ اور علامہ سید شریف جرجانیؒ یہ تعبیر اختیار
کر چکے ہیں

نہ بولوا انما درفتہ^۱ نہ خالص^۲ ولا اعتقاد^۳ نہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۴۹۰

رأس المتقين شيخ شمس الدين ابرائشاه صفهانی (۷۴۹ھ) قاضی بیضاوی کی کتاب طوابع الانوار کی شرح میں لکھتے ہیں:-

وان اراد به الاطلاع على بعضها فلا يكون ذلك خاصة
النبي اذ ما من احد الا ويجوز ان يطلع على بعض الغائبات

ترجمہ: اور اگر وہ اس سے بعض غیب پر مطلع ہوتا تو اس میں نبی
کی کوئی تخصیص نہیں رہتی کیوں کہ بعض غیبی امور پر تو ہر ایک کو کچھ نہ
کچھ اطلاع ہوتی ہے۔

کیا کوئی شخص یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ شیخ محقق نے سب مخلوق کو نبی کے علم کے برابر
کر دیا اور سب کے علم کے سادی بتلایا ہرگز نہیں کیونکہ یہ شرکت صرف مطلق بعض میں ہے
جسے بعض کہا جائے مقدار بعض میں نہیں۔ نہ نبی کے علم کو کوئی اور پہنچ سکتا ہے۔

محقق اہل السنۃ والجماعت علامہ سید شریف جرجانی (۵۸۱۶ھ) بھی ایک
بحث میں فلاسفہ کے جواب میں لکھتے ہیں:-

قلنا ما ذكرتم مردود اذ الاطلاع على جميع المغيبات
لا يجب للنبي اتفاقاً منا ومنكم والبعض اى الاطلاع على
البعض فلا يختص به النبي

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ تم کہتے ہو لائق رد ہے کیونکہ ہمارا اور آپ
کا اتفاق ہے کہ غیب کی تمام باتوں پر مطلع ہونا نبی کے ضروری نہیں
اور بعض پر مطلع ہونا اس میں نبی کی کوئی تخصیص نہیں یعنی مطلق بعض کو
کتابی کم کیوں نہ ہو ہر ایک حاصل ہے۔

لے مطالع الانظار شرح طوابع الانوار ص ۴۰۸ ج ۱ تا مبرل ص ۱۹۰ طبع مصر
لے شرح مواقف سادس مرصداول مقصد راج ۲ ص ۱۷۵ طبع مصر

ان تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس تعبیر میں پہلے شخص نہیں آپ سے پہلے بھی محققین اہل السنۃ یہ تعبیر اختیار کر چکے ہیں۔

۵۔ نہ من تنہا دریں مے خانہ ستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست!

دیوبندی مذہب لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا احمد سعید کاشمی نے الحق البین کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں بغلی سرخی ”دیوبندیوں کا مذہب“ باندھ کر آپ نے لکھا۔

اشرف علی تھانویؒ نے نہ صرف خواب بلکہ بیداری کی حالت میں
لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھنے کو اپنے متبع سنت
ہونے کا اشارہ غیبی قرار دے کر پڑھنے والے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

کاشمی صاحب یہ الزام باندھنے میں مولانا احمد رضا خاں سے بھی آگے نکل گئے ہیں اور آپ نے یہاں تین کھلی خیانتوں کا ارتکاب کیا ہے۔

۱۔ بیداری کی حالت کے ساتھ بے اختیاری کے الفاظ نہیں لکھے۔ آخر کیوں؟ کیونکہ جو الفاظ زبان سے بے اختیاری سے نکلے زبان پر قابو نہ رہے تو شریعت ان پر تعزیر نہیں لگاتی اور آخرت میں بھی ان پر مواخذہ نہیں۔

۲۔ مولانا تھانویؒ نے بے اختیاری سے صادر ہونے والے ان الفاظ کو آئندہ پڑھنے اور اختیار سے پڑھنے کی کہیں تلقین نہیں کی مولانا احمد سعید کاشمی کا اسے پڑھنے والے کی حوصلہ افزائی قرار دے کر کھلا جھوٹ بولا ہے۔ بے دین طبقے علماء کی زبان سے اس قسم کے جھوٹ سن کر دین سے ہزار ہوتے جا رہے ہیں۔

۳۔ اس خواب کے واقعہ کو اور بیداری کے غیر اختیاری سانحہ کو ایک فرستے کا مذہب قرار دینا اور اس پر دیوبندیوں کا مذہب کی سلی سرخی باندھنا معترض کی انتشار پسندی اور اندرونی شقاوت کا واضح پتہ دیتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے جس مرید نے یہ خواب دیکھا تھا اس نے اس کے خواب ہونے اور حالت بیداری میں اپنی بے اختیاری حالت ہونے کی پوری تصریح کر دی تھی اور مولانا احمد سعید کاظمی کو بھی اس پس منظر کا پورا علم تھا مگر افسوس کہ جس وقت وہ یہ سطور قلمبند کر رہے تھے ان کا دل خوف خدا سے یکسر خالی تھا۔

اصل واقعہ کاظمی صاحب نے خود ماہنامہ الفرقان جلد ۲ نمبر ۱۲ کے صفحہ ۸۵ سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے :-

خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی پیدا ہوئی۔ کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر توبہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی کل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے..... اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناقصی بدستور تھا لیکن جب حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللہم صلی علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں

اس تحریر میں ایک جگہ نہیں پانچ جگہ اس کلمہ کے غلط ہونے کی تصریح ہے اور پانچ جگہ اپنے بے اختیار ہونے، اسے بے ساختہ پڑھنے اور زبان کے اپنے قابو سے باہر ہونے کی تصریح ہے مگر خدا تعالیٰ کا بڑا کرے مولانا احمد سعید کاظمی آخرت سے کس قدر بے فکر اور خوفِ خدا سے یکسر خالی ہو کر عامۃ المسلمین کو گمراہ کر رہے ہیں کہ علمائے دیوبند کا کلمہ (معاذ اللہ) لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ ہے ہم اس کے جواب میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے سوا اور کچھ نہیں کہتے وہ دن دور نہیں جب ظالم اور مظلوم دونوں خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔ بریلوی علماء کو اس دن پتہ چلے گا کہ علماء حق پر افترا پر دازی اور حضور کی امت میں انتشار پیدا کرنا کتنے بڑے گناہ تھے جو یہ لوگ ساری عمر کرتے رہے اور اسی فرقہ بندی پر ان کے حلوے اور ماندھے چلتے رہے۔

اصل واقعہ آپ کے سامنے ہے اور اسے ہم نے مولانا احمد سعید کاظمی کی نقل سے ہی ہدیہ قارئین کر دیا ہے اگر دنیا سے انصاف ختم نہیں ہو گیا اور کسی بریلوی کا ضمیر کسی درجے میں بھی زندہ ہے تو خود ہی فیصلہ دیکھے کہ مذکورہ واقعہ کی روشنی میں کیا کہا جاسکتا ہے کہ دیوبندیوں کے ہاں کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ ہے اور وہ اسی کو کلمہ مانتے ہیں اور اسی کا ورد کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من سوء الخاتمة۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلفائے نے جب یہاں پر بھی شکست کھائی تو اپنے ترکش سے آخری تیر نکالا اور اسے بھی چلا دیا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر ایک اور الزام لگایا کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی توہین کی ہے۔

ابلی علم سے مخفی نہیں کہ خواب اور اس کی تعبیر میں یکاشف اور اس کی حقیقت میں کتنے وسیع فاصلے ہوتے ہیں اور بعض اوقات ادنیٰ سی مناسبت کس طرح دونوں کو ملا دیتی

ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خواب بہت ڈراؤنا ہے مگر اس کی تعبیر بہت حسین نکلی فو کی
 فرقہ بندی میں جکڑے انسان خواب اور کشف و الہام کے ان مواقع کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں
 دیتے اور واقعات پر بات نہ بن سکے تو ایسے مشاہدات کو ہی لے اٹھتے ہیں اسی سلسلہ میں
 رضا خانی فرقہ کے جناب ارشد القادری صاحب سے سُنئے:۔ آپ مولانا خانوی کے باریں لکھتے ہیں۔
 ایک غیبی الزام تراشا اور خود ہی اس کی تعبیر بھی بیان کی انہی کے قلم سے الہام اور الہام
 کی تعبیر ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:۔

ایک ذکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہؓ آنے والی
 ہیں انہوں نے مجھ سے کہا میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا (کہ کم سن بیوی ملے گی)
 اس مناسبت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے جب نکاح کیا
 تھا تو حضور کا سن شریعتاً بچا پس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہؓ بہت کم عمر
 تھیں وہی قصہ یہاں ہے لے

اب علم تعبیر کے امام حضرت الشیخ عبدالغنی النابلسی سے سُنئے:۔
 من رآی من الرجال احداً من ازواج النبیؐ وکان اعزب تزوج امرأة سالحة
 ترجمہ:۔ کسی مرد نے ازواج مطہرات میں سے کسی کو خواب میں دیکھا۔۔۔ غیر شادی شدہ
 تھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی نیک عورت سے شادی کرے گا۔
 ماں کی زیارت سے ذہن بیوی کی طرف کیسے منتقل ہوا یہ شیخ عبدالغنی نابلسی سے پوچھئے
 اور تعبیر میں بعض اوقات بہت وسیع فاصلے ہوتے ہیں۔ امام ابن سیرین لکھتے ہیں اگر کسی نے یہ
 خواب دیکھا کہ اس نے ماں یا بہن یا کسی اور ذی قرابت سے نکاح کیا ہے اور یہ خواب حرمت

کے مبینوں میں ہو تو اسکی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص ارض حرم پر چلے گا اسے حج نصیب ہوگا۔
علم تعبیر کی بات آپ کے سامنے آچکی ہے اہل علم کے لیے اس کے بعد کسی اور حجت کی ضرورت
نہیں رہ جاتی لیکن علماء سرور کی دل لگی دیکھئے اور ان کی امت میں انتشار پھیلانے کی جذباتی کوششوں
کا جائزہ لیجئے۔ ارشد القادری صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کیجئے اور سوچئے کہ کیا ان کے
سینہ میں واقعی انسان کا دل تھا یا جب وہ یہ سطور لکھ رہے تھے۔ وہ اولیٰ کمال انعام
بل ہمد اہل کی مجسم تصویر بنے ہوئے تھے ان کے درج ذیل الفاظ پڑھئے اور وہ دل پر چبھئے
سوچئے ارشد القادری صاحب کے یہ الفاظ کن کن بزرگوں کو بے غیرت
انسان کی زد میں لے آئے ہیں حقیقت حال آپ کے سامنے ہے۔ یہی علماء
سور کا کردار ہے اور یہ اب آپ سے مخفی نہیں ہے مولانا احمد رضا خاں کی
ذریت اپنے اسی کردار سے اعلیٰ حضرت کی روح کو قیامت تک ایصالِ ثواب کی تیاری
غیرت ایمانی کو آواز:- اس مقام پر پہنچ کر اہل المؤمنین کے وفادار فرزندوں کو آواز دینا
چاہتا ہوں۔ دنیائے اسلام کی مادرِ شفقت کے لئے احترام و ادب کا کوئی جذبہ ان کے سینے میں
موجود ہو تو وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ اس مصنوعی کشف اور اس کی تعبیر سے ایمان و عقیدت
کے جذبے کو ٹھیس لگتی ہے یا نہیں۔ تھانہ بھون کے سوا مشکل ہی سے کہیں ایسا بے غیرت
انسان..... ملے گا جس کا ذہن اپنی ماں کی آمد کی خبر سن کر کسی کم سن بیوی کی طر
مفلقل ہو جائے اس مناسبت سے کہ جب وہ اس کے باپ کے گھر آئی تھی تو اسکی عمر بہت کم تھی

۱۰ دیکھئے تعبیر الدیار باب دہم ص

۱۰ زیرِ علامہ ارشد القادری ص ۲۰ مطبوعہ ساجیوال

ایک سوال اور اس کا جواب

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا عبارت دالفاظ میں ہمیر پھیر کرنے اور دوسروں کے کلام میں اپنے معنی ڈالنے کا یہ لائق رحم نقشہ جب لوگوں کے سامنے آتا ہے تو وہ بسا اوقات یہ پوچھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے دوسروں کی عبارت میں ہمیر پھیر کرنے کی یہ مشق علماء دیر بند کی عبارت میں ہی کیوں کی؟ گائے منہ مارنے پر ہی آئے تو اپنے پرانے کیفیت میں کچھ فرق نہیں کرتی۔ مولانا نے یہ مشق ستم کیا کسی اور پر بھی کی ہے؟

جواب: علماء بدایوں مولانا فضل رسول بدایونی کی پیروی میں مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال اور ہم مسلک تھے۔ پاکستان میں مولانا عبدالحامد بدایونی کا مسلک کس سے ڈھکا چپا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں علماء بدایوں کے منہ لگے تو ان پر بھی آپ نے وہی ہتھ صاف کئے بن کی مولانا کو عادت تھی۔ بدایوں کے پرچے شمس العلوم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ جملہ مرقوم تھا کہ :-

”ہر شخص آپ کا اور آپ کی ہر ادا کا مفتون ہو جاتا تھا۔“

یہاں لفظ مفتون دیکھ کر مولانا کو اعتراض کی راہ مل گئی۔ سرخی جمائی ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فراموشی سخت سخت جملے“ اور یوں گویا ہوئے :-

یہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنہ و فتنہ انگیز اور حضورؐ کی محبت کو فتنہ کہنا ہے۔ اس کا استعمال معشوقان مجازی میں اس لئے ہے کہ ان کی محبت فتنہ ہے اور وہ فتنہ گر۔ وہی خطاب آپ نے ان کو دیا جو ہر فتنہ کے مٹانے والے ہیں اور ان کی محبت اصل ایمان ہے صلی اللہ علیہ وسلم

علماء بدایوں نے دوسروں کو مفتون کہا تھا حضور کو فتنہ گر نہ کہا تھا مگر دیکھا غاصب

نے لفظ مفتون سے استنباط کرتے ہوئے کس دیدہ دلیری سے حضور کو فتنہ گر کہہ دیا اور اس عقیدے کو ملہا بدایوں پر لازم کیا اور یہاں لزوم و التزام کا فرق بھی نہیں کیا۔ اب آپ ہی کہیں کہ حضور کو فتنہ گر کہنا کفر ہے یا نہیں؟ کون ہے جو اس کا نفی میں جواب دے۔ بہر حال خان صاحب نے اپنی عادت پوری کرنی تھی کرنی اور نہ دیکھا کہ آپ کے اس شرارہ سے حضرت مولانا جامی بھی بُری طرح ٹھس گئے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔

روحی خداک ای صنم ابطلی لقب آشوب ترک شور علم فتنہ عرب
مولانا جامی کے الفاظ صنم، آشوب اور شور میں تاویل ہو سکتی ہے۔ تو لفظ فتنہ کی کسی اچھی تعبیر میں تشریح نہیں ہو سکتی تھی؟

بدایوں کے پرچہ شمس العلوم میں حق تعالیٰ کے کرم اور مغفرت کے بیان میں لکھا گیا۔
گناہگار میدانِ قیامت میں بھٹکتے پھریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اگر میں تم سے وہی کروں جس کے تم مستوجب ہو تو کرم ہی نہ رہے گا۔
اس پر خان صاحب یوں برے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا کرم گناہگاروں کی معافی کا محتاج ہو کہ معاف نہ فرمائے کرم ہی نہ رہے اور کرم رہنا ضرور ہے تو معاف فرمانا اللہ پر واجب ہوا کہ اپنا کرم تو باقی رکھے۔

خان صاحب کے استنباط کی داد دیجئے۔ دوسروں کی بات کو کُتر تک لانا آپ کے بامیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ کسی پر رحم کرنا اور اس کی بات میں تاویل کو راہ دینا حضرت کو آتا ہی نہیں۔ آپ نے اس پر دو سُرخیاں قائم فرمائیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ پر حملہ۔ ۲۔ معتزلہ کی تقلید۔ افسوس کہ آپ کے اس شرارہ تکفیر سے حضرت مولانا نظامی گجڑی بھی بُری طرح ٹھس گئے جنہوں نے کہا تھا

گناہے میں ارتداد سے درخمار ترانام کے بودے آخر گزار
 ترجمہ اگر میرے گناہ شمار میں نہ آتے تو اے میرے اللہ تیرا ہم کیسے صاف کر دیتا
 بدایوں کے پرچہ شمس العلوم میں سیدنا حضرت اویس قرنیؓ کے بارے میں لکھا ہے۔
 یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار جمال جہاں آراستے احمدی
 پرشیدا اور اس کے دیوانہ ہیں۔

اس پر مولانا احمد رضا خاں کے غصے کی آگ یوں بھڑکی۔
 سیدنا اویسؓ کو دیوانہ کہا۔ فاروق اعظمؓ کو دیوانہ کہا۔ مولا علیؓ کو دیوانہ کہا۔ ہزاروں
 صحابہ کو دیوانہ کہا۔ یہ آپ کا ادب ہے۔

بات صرف حضرت اویس قرنیؓ کی ہو رہی تھی۔ خانصاحب سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ
 کو تو ہمیں درمیان میں لے آئے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ پر ویسے ہی مشق کرنے لگے۔ اور ایک
 نہیں سب صحابہ کو نقل و دیوانہ کہہ دیا۔ خانصاحب کو بات بڑھانے کی اس مشق سے کیا ملا؟
 صرف حادثہ پوری ہوئی۔ علماء بدایوں پر غصہ نکالنے کا خوب موقع ملا اور قبول گئے
 کہ دیوانہ سے مراد دیوانگان عقل ہی نہیں ہوتے۔ دیوانگان عشق پر بھی کبھی یہ نظر پڑا
 دیتے جاتے ہیں۔

اٹنی ہی چال چلتے ہیں دیوانگان عشق آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لیے
 حضرت امیر خسروؒ تو جبریل روح الامینؑ تک کو اس راہ میں سرخ کہہ گئے تھے اور
 دیگر فرشتوں کو کھیٹک کہہ دیا تھا۔ لیکن باعث مسرت ہے کہ خانصاحب نے ان کی
 تکفیر نہیں کی۔ امیر خسروؒ کہتے ہیں۔

مبارک نامہ قرآن تو داری کہ مرغ نامہ شد روح الامینش
 لبش جو انگلیں ریزد در اُفتد لاک چوں گس در انگینش

خان صاحب خود کہنے پر آئیں تو حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو مرغ اخیل لے
 تک کہہ دیں اور اس میں بے ادبی نہ بھلیں۔ لیکن علماء بدایوں حضرت اویس قرنیؒ کو
 جناب مصطفیٰ کا دیوانہ کہہ دیں۔ تو یہ حضرت فاروق اعظمؓ کو دیوانہ کہنے کا جرم ٹھہرے۔ یہ انصاف
 ہے یا خان صاحب کی مشق خاص کہ جب چاہر الفاظ سے کھیلو۔ دوسروں کے کام میں اپنے منہ
 ڈالو اور پھر کفر سے نیچے اور کسی التزام پر نہ ٹھہرو۔ کھڑکی معراج اسے ہی کہتے ہیں۔

اسی پر چشمش العلوم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ اور کے بارے میں بطور محبت
 یہ الفاظ کہے گئے تھے۔ چمکتے کھڑے کی بوس۔ اس پر خان صاحب نے اپنی مٹائیوں پوری کی۔
 کھڑا صیغہ تصغیر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تصغیر حرام ہے
 علماء کرام نے حائل کو مصیف چھری مسجد کو مسجد کہنے کو منع فرمایا۔

کھڑا کیے صیغہ تصغیر بن گیا۔ اردو میں کوئی صیغہ تصغیر نہیں۔ نہ اس کا کوئی وزن مقرر
 ہے اور تصغیر بھی وہ حرام ہے جو توہین کے لئے ہو۔ میرٹھ کے مشہور شاعر بیان یزدانی
 نے ایک نعتیہ غزل میں کہا تھا۔

بے نقاب رُخ تو لے گیوؤں والے آجا خواب میں زلف کو کھڑے سے ہلے آجا

کیا خان صاحب نے بیان یزدانی پر توہین نبوت کا فتوے دیا۔ اگر نہیں تو پھر علماء
 بدایوں حضورؐ کے چہرہ مبارک کے لئے لفظ کھڑا استعمال کرنے میں خان صاحب کا خضہ
 مشق کیوں بنتے؟

اہل بدایوں کے پرچہ مذکورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹت کے بارے میں لکھا تھا۔
 یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ واللہ اس کے مقابلہ میں دنیا و آخرت کی تمام
 نعمتیں بیچ ہیں۔

اس پر خان صاحب نے اپنی عادت یوں پوری کی۔

آخرت کی اعظم نعمت دیدار الہی و رضوان اکبر ہے۔ ان کو بیچ کہنا کونسی دینداری ہے۔ کیا علمائے بدایوں نے دیدار الہی کی نعمت کو بیچ کہا تھا؟ نہیں۔ مگر خان صاحب کی مشق تکفیر دیکھئے کس طرح ان کی عبارت سے استدلال کیا اور بات کفر تک کے قریب پہنچا دی۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری نے آپ کی اس مشق تحریف کی کچھ اور مثالیں بھی پیش کی ہیں۔

ان حقائق سے مولانا احمد رضا خاں کی عام عادت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دوسروں کی باتوں میں کھینچ تانی سے الزام اپنے معنی داخل کرتے ہیں اور جب استدلال قائم ہو جاتا ہے تو بے دریغ اسے کسی نہ کسی نئے شکار پر آثار دیتے ہیں۔ مولائے دیوبند ہی ان کی نگاہ ناز کے گماں نہیں۔ یہ آپ کی وہ تیغ تکفیر ہے جو ہر اپنے پر اسے پر بے دریغ چلتی رہی ہے۔ خان صاحب کی طبع برق بار نے سوائے انگریزوں کے کسی کو معاف نہیں کیا۔ آپ کی تکفیر کا نیزہ کسی نہ کسی وقت مسلمانوں کے ہر طبقے کی پشت میں بڑی بے رحمی سے پیوست ہوا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں خود تو منزل پر پہنچ گئے اور ان کے قلم کی جولانی بجز رک گئی۔ لیکن آپ اپنی سیاسی محنت سے ایک ایسا معاشرہ پیدا کر گئے جو خاں صاحب کے ایصال ثواب میں برابر اس محنت کو جاری کئے ہے۔ اس جماعت کے کتنے افاضہ پرین جو اپنے اکابر کی اصلاح کے درپے ہوئے ان کی عبارات میں تاویل و تزویر کے مختلف رنگوں کے جال بچھانے اور بزم خود حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدوة العارفین حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقیوری یہاں تک کہ خود مشائخ بریلی کی بھی اصلاح کر دی۔ نامناسب نہ ہو گا کہ بریلوی حضرات کی امانت و دیانت کے اس جائزہ میں ایک نظر تند ویرا لاصغر لا اصلاح الا کابر کے کچھ صفحات پر بھی کرنی جائے۔

تزویر الا صاغر لا صلاح الا کابر

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی صلاح (معاد اللہ)

حضرت امام ربانیؒ محبوب سبحانی نقشبندی سلسلے کے روحانی پیشوا اور کل اسلامیات
ہند کے مایہ ناز دینی رہنما ہیں۔ آپ نے حکومت کے غلط فیصلوں کے خلاف آواز
اٹھائی اور اس کے نتیجے میں قلعہ گوالیار میں اسیر بھی ہوئے لیکن اقتدار میں کبھی پناہ
نہ کی۔ علامہ اقبال مرحوم بال جبریل میں آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:-
اس خاک کے ذروں سے ہیں شہر زندگانی

اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اہمار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفس گرم سے ہے گرمی اہمار

وہ ہند میں سہ مایہ قلت کا نگہبان

اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت امام ربانیؒ تو مسلمان حکمران سے بھی سزاگار نہ ہوئے کیونکہ اس کی روش
تعاوضے اسلام کے خلاف تھی مگر مولانا احمد رضا خاں انگریزوں کے بھی جو قطعاً غیر مسلم
تھے ہمنوا ہو گئے۔ ناپ نے علی الاعلان فتویٰ دیا کہ مسلمانان ہند کے یہ حکم جہاد و قتال
نہیں۔ آؤ یہ کہ انگریزوں سے مالی امداد لینا درست ہے۔

ظاہر ہے کہ مولانا احمد رضا کی روش حضرت امام ربانیؒ کی روش سے بالکل مختلف

لے کلیات اقبال ص ۳۳۳ سے مقدمہ دوام بعیش ص ۳۷ (الحمد للہ فی کثرت المستخیرین)

تھی حضرت امام ربانی کے علمی اور روحانی وارث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب شاہ
عبدالعزیز صاحب اور شاہ آئین شہید تھے جو ان کی روش پر چلے اور کبھی اقتدار کے
آگے تسلیم نہ کیا۔ مولانا احمد رضا کا مولانا اسماعیل شہید کے خلاف بغض و عناد بھی
ان کی اسی سیاسی پالیسی کا نتیجہ تھی۔ گوانہوں نے اسے مختلف عنوان سے تعبیر کیا۔
لیکن جس نے بھی بات سمجھنے کی کوشش کی اس کے لیے رازدروں پر دہریہ کھلا۔

اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ بریلوی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی تعلیمات
کو مسخ کریں انہیں کل اسلامیان ہند کے دینی پیشوا کے بجائے صرف ان دہلوی
حضرات کا پیشوا کہیں، ان کی غلطیاں نکالیں، ان پر طعن کریں اور درون پروردہ
تفتیشیوں کو طرح طرح سے بدنام کریں۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت مجدد صاحب
کا تذکرہ کرتے ہوئے اسی طرز اختیار کرتے ہیں کہ گویا کسی مخالف کا تذکرہ کر لیتے
ہوں اور ان کا دل حضرت امام ربانی کے بغض سے اس قدر بھرا ہوا ہوتا ہے کہ خدا
کی پناہ۔ ایک جگہ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

”کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو
”ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا محو سے بتایا خدا کے فرمانے سے
کہا تمام جہان نے جو ربانی دعوے کیے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سکر
ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں ناواقفی یا سکر، سکر
تو یہی ہے۔“

یعنی مطلب یہ کہ حضرت کے شیخ نے جو فرمایا ہے وہ سارا درست ہے
ان کے علاوہ تمام جہان کے شیوخ جنہوں نے علم و عرفان کے دہانے کھول دیے آپ

لے ملفوظات جلد سوم ص ۷۲

ان کی باتوں کو محض ان کے ربانی دعوے سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سکر ہے۔ "یعنی مدہوشی اور نشہ کی حالت میں وہ ایسی باتیں کہہ آئے ہیں (حاذق اللہ) اور آگے قلم لکھنے سے تھرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے تمام جہانوں کے شیوخ کو کیا سمجھ رکھا ہے؟ آپ ایک جگہ حضرت امام ربانی کو یہ لقب مرحمت فرماتے ہیں۔

تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت

گویا ان پر حضرت امام ربانی کا کوئی احسان نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت امام ربانی کا تمام فیض۔ دہلی والے لے گئے، لیکن دوسروں کے لیے یہ نری طوطا چٹھی تو کسی طرح مناسب نہ تھی۔ انسوس ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے کہیں آپ کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ علیہ بھی نہیں لکھا نہ اس کی اعلیٰ حضرت کو بھی توفیق ہوئی۔

حضرت مجدد صاحب کے خلاف اس بغض و عناد کا لازمی نتیجہ تھا کہ مولانا احمد رضا اور ان کے خلیفہ مولانا ابوالبرکات، حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کو منسوخ کرنے کے درپے ہوئے اور اس طرح نقشبندی سلسلے کو بُری طرح بدنام کیا۔ آپ کے مکتوبات شریفہ میں اس قدر تحریف کی کہ اگر علمائے حق نہ ہوتے۔ نقشبندی چشمہ صافی بالکل گدلا ہو کر رہ جاتا۔

اس مهم کو سر کرنے کا سہرا مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم حزب الاحناف ہند کے سر ہے۔ دیکھیے آپ کس طرح اور کس بے رحمی سے بیک جنبش قلم خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق اور حضرت امام ربانی پر بریلویت کا ہاتھ صاف کرتے ہیں اور عجیب طرز سے ان پر بہتان باندھتے ہیں۔

لے الکو تہ الشاہیہ ص ۱۲۱ ایا قوتہ العاسطہ ص ۱۲

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک حدیث قدسی نقل فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

یا محمد انا وانت وما سواک خلقت لاجلک
(ترجمہ) اے محمد میں ہوں اور تو ہے اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے
تیرے لیے پیدا کیا۔

اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

اللهم انت وما انا وما سواک توکلت لاجلک
(ترجمہ) اے اللہ تو ہے اور میں نہیں ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو
میں نے تیرے لیے چھوڑا۔

مگر مولانا ابوالبرکات سیّد احمد (بریلوی) نے اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے خدا
کی بھی اور رسول کی بھی اور مجدد صاحب کی بھی اصلاح کر ڈالی (معاذ اللہ) آپ اسے
حضرت مجدد صاحب کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

”حدیث قدسی میں ہے کہ حضور سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
وعالیٰ آله علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی اللهم
انت وانا وما سواک توکلت لاجلک۔ یعنی اے اللہ تو ہے اور میں
ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے لیے چھوڑ دیا۔ اللہ
تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا یا محمد
ابا و انت وما سواک خلقت لاجلک یعنی اے محبوب میں ہوں
اور تو ہے اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے ہی لیے پیدا کیا۔“

حدیث کی اصلاح

مولانا ابوالبرکات نے یہ حدیث نئی طرح سے ترتیب دی اور اسے حضرت امام ربانیؒ کے حوالہ سے پیش کیا اور دمانا کی جگہ وَأَنَا لَكُم دِيَامًا کا لفظ ضم کر گئے جو سر اسر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہے۔ مجدد صاحبؒ نے یہ حدیث اس طرح کہیں نہیں لکھی۔ اسے حضرت مجدد صاحبؒ کے نام سے پیش کرنا خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟ مولانا ابوالبرکات اپنی تحقیق سے جو بات کہتے انہیں اس کا پورا حق تھا لیکن مجدد صاحبؒ کے نام سے انہیں اپنی بات پیش کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ اس بارے میں وہ خود عدالت باری میں جواب دہ ہوں گے۔

مولانا ابوالبرکات کو جب اس طرف توجہ دلائی گئی کہ انہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی یہ اصلاح آخر کس دلیل کے سہارے کی ہے تو فرمایا کہ تفسیر حسینی میں یہ حدیث اس طرح لکھی ہے: تفسیر حسینی کے مصنف شیعہ واعظ کی حیثیت سے بہت معروف ہیں۔

بڑے فہم و کلام کا مقام ہے اگر اس طرح کی حدیث تفسیر حسینی میں لکھی بھی تھی تو مولانا ابوالبرکات صاحب اس کا حوالہ دیتے اور اسے حضرت مجدد صاحبؒ کی بیان کردہ روایت میں داخل نہ کرتے۔ مگر یہ بات بالکل کھل کر سامنے آگئی ہے کہ انہوں نے اپنی یا تفسیر حسینی کی بات حضرت مجدد صاحبؒ کے نام سے اور ان کی کتاب کا حوالہ دے کر پیش کی ہے اور یہ سر اسر جھوٹ اور خیانت ہے۔

تفسیر حسینی کے مصنف ملا معین واعظ کا شفی سہ میں گزرے ہیں۔ ان کا مرتبہ علم و تقاہت اور مسلک میں حضرت امام ربانیؒ کا سامنے بعض علماء نے انہیں شیعہ

بھی لکھا ہے۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری کی جرأت کی داد دیجئے کہ ملا کا شفی کے
سہارے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اصلاح کر ڈالی اور اس حدیث کو ملا کا شفی کی بجائے
حضرت مجدد صاحب کے نام سے پیش کیا۔ بڑوں کی اصلاح کا یہ گھناؤنا انداز انتہائی
لااقب مذمت ہے۔

حضرت امام ربانیؒ مجدد الف ثانیؒ کی ایک اصلاح

حضرت امام ربانیؒ مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں روح کی نسبت بحث
کرتے ہوئے فرمایا تھا:

”روح لامکانی است در مکان نمیگنجد و روح را در ماوراء عرش اثبات
نمودن تر در وہم نمیداند و کہ روح از تو بعید ہے و مسافت دور دراز
در میان تو و روح است نہ چنین است روح را نسبت با جمیع امکانہ
با وجود لامکانیت برابر است ماوراء عرش گفتن معنی دیگر دارد با کجای
نرسی نتوانی دریافت۔“

(ترجمہ) روح لامکانی چیز ہے مکان میں نہیں سماؤ گی، روح کو ماورائے عرش
اثبات کرنا تجھے اس وہم میں نہ ڈالے کہ روح تم سے دور ہے اور تم میں
اور روح میں دور و دراز کی مسافت ہے ایسا نہیں۔ روح کی نسبت
تمام جگہوں کے ساتھ لامکانی ہونے کے باوجود ایک سی ہے عرش
سے دوسرے تہا نا اس کی حقیقت کچھ اور ہے جب تک اس مقام
پر نہ پہنچے تو اس بات کو پا نہیں سکتا۔

لے مکتوبات امام ربانیؒ جلد ۱ ص ۳۴۱ نمبر ۲۸۵۔

حضرت مجدد صاحبؒ کے اس ارشاد میں مومن اور کافر کی روح کا فرق نہ تھا۔
 مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی ایک جگہ فرماتے ہیں :-
 ”مرنے کے بعد روح کا ادراک بے شمار بڑھ جاتا ہے خواہ مسلمان کی ہو
 یا کافر کی۔“

مگر مولانا ابوالبرکات کی حیات دیکھیے کہ حضرت امام ربانیؒ کی عبادت کو بدل کر
 ان کے نام سے اسے اس طرح پیش کیا:

”انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی
 نسبت ہوتی ہے۔ کوئی چیز ان سے نزدیک و دور نہیں۔“

اصل عبارت میں انبیاء و اولیاء کا ذکر کہیں نہ تھا۔ یہ سب مولانا کی اپنی
 ایجاد و افتراء ہے۔ مولانا کی اس تحریف سے غرض یہ تھی کہ کسی طرح انبیاء و اولیاء
 کا ہر جگہ عام و ناغہ و ثابت کر سکیں۔ ہم اس نیت پر اظہارِ نفوس کیے بغیر نہیں رہ
 سکتے۔ اپنی اغراض کے لیے حضرت امام ربانیؒ کی اصلاح کرنا یہ کس ضابطہ اخلاق کی
 رو سے بریلویوں کے لیے جائز ہے۔

حضرت امام ربانیؒ مجد الف ثانیؒ کی ایک اور اصلاح

نقشبندی حضرات بدعات کے سخت مخالف اور بدعات کو روکنے میں سروسر
 کی بازی لگانے والے ہیں اور سنتوں کے شدید حامی ہوئے ہیں حضرت امام ربانیؒ
 نے مولود خوانی میں ہونے والی بہت سی بدعات پر تنبیہ کی تو ان سے جناب خواجہ
 حسام الدینؒ نے سوال کیا جسے حضرت مجدد صاحبؒ یوں نقل فرما رہے ہیں:

لے ملفوظات احمد رضا حقہ اول ص ۹۱ لے رسالہ حزب الانصاف ص ۱۰

”دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود و در نفس قرآن خواندن بصورت حسن در قصائد نعت و منقبت خواندن چه مضائقہ است ممنوع تحریف و تغیر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات نغمہ و ترویج صوت بآن طریق الحان با تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است اگر بر سجع خوانند کہ تحریفی در کلمات قرآنی واقع نشود و در قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد و آن را ہم بغرض صحیح تجویز نمایند چه مانع است؟ (ترجمہ) دوسری بات مولود خوانی کے بارے میں لکھی تھی۔ اچھی آواز سے قرآن پڑھنے اور نعت و مناقب کے قصیدے پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ جو چیز ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ حروف قرآن میں کیسی تبدیلی اور تحریف ہو جائے اور گانے کے مقامات اور موسیقی سے آواز لوٹانے کی رعایت کہ شعر میں بھی جائز نہیں، کی پابندی کی جائے۔ اور مالیات بجاائی جائیں۔ اگر اس طرح پڑھیں کہ کلمات قرآنی میں کوئی تحریف نہ ہونے پائے اور قصائد پڑھنے میں بھی مذکورہ صورتیں واقع نہ ہوں اور اسے بھی کسی صحیح مقصد کے لیے پڑھا جائے اس میں کوئی کمی چیز مانع ہے؟

حضرت امام ربانی کا جواب یہ تھا:

”مخدوم! بخاطر فقیر مے رسد اسدائیں باب مطلق نکندہ بوالہوسال ممنوع
نیکو دند اگر اندک تجویز کردند منجر بہ بسیار خواهد شد قلیلہ تفصیلی الی کثیرہ قول
مشہور است والسلام“

(ترجمہ) مخدوم! فقیر کے دل میں یہی بات آتی ہے کہ جب تک اس کا دروازہ مطلقاً بند نہ کیا جائے گا۔ بوالہوس لوگ باز نہ آئیں گے۔ اگر اس کی (مولود کی) کچھ بھی اجازت

لے مکتوبات امام ربانی جلد سوم ص ۱۱۳

دے دی جائے تو اس سے بات بڑھ جائے گی۔ تھوڑی بات زیادہ تک پہنچاتی ہے مشہور بات ہے، والسلام۔

یہ دونوں باتیں سوال و جواب کی صورت میں تھیں، مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ اجل مولانا ابوالبرکات نے حضرت امام ربانی کے مکتوبات سے سوال کی آخری عبارت کو جو خط کشیدہ سطور سے ظاہر ہے جواب میں داخل کر کے بڑی سیرا پھیری کر دی اور عبارت کے ترجمہ کو اس طرح پیش کیا:

”مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نعت شریف اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام و اولیائے اعلام رضی اللہ عنہم المنعم کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ ناجائز بات تو یہ ہے کہ قرآن عظیم کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے اور قصیدے پڑھنے میں راگنی اور موسیقی کے قواعد کی رعایت و پابندی کی جائے اور تالیاں بجاتی جائیں جس مجلس میلاد مبارک میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ہاں جب تک راگنی اور تال مر کے ساتھ گانے اور تالیاں بجانے کا دروازہ بالکل بند نہ کیا جائے۔ بوالہوس لوگ باز نہ آئیں گے۔ اگر ان نامشروع باتوں کی ذرا سی بھی اجازت دے دی جائے گی تو اس کا نتیجہ بہت ہی خراب نکلے گا۔“

سوال اسی مولود خوانی کے بارے میں کیا جا رہا ہے جس میں کوئی خلاف شرع

بات نہ ہو سائل خود خلافت شریعہ امیر کو اپنے سوال میں ذکر کر رہا ہے حضرت امام ربانی اسی مولودِ خدائی کو منع فرما رہے ہیں جس کے بارے میں وہ پوچھ رہا ہے مگر مولانا ابوالبرکات جواب کے پہلے لفظ (مخدوم) کو کمیت پر مضمک کر کے اپنی طرف سے یہ الفاظ لکھ گئے ہیں جو حضرت مجدد صاحب کی عبارت میں نہ تھے۔

”جب تک راگنی اور نال سر کے ساتھ گانے اور تالیاں بجانے کا دروازہ بالکل بند نہ کیا جائے گا۔“

مولانا ابوالبرکات کی چال ملاحظہ کیجئے۔ اسے ہی ایجاد بندہ کہتے ہیں۔ لوگوں سے اپنا عقیدہ منوانے کی خاطر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے قول فیصل کو ہی بدل ڈالا۔ مولانا ابوالبرکات اپنا عقیدہ جو چاہتے جس طرح چاہتے بیان کرتے انہیں اس کا حق تھا لیکن بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اعلیٰ حضرت کے اس خلیفہ اجل نے حق خلافت ادا کرتے ہوئے حضرت مجدد صاحب کی طرف اس بات کی نسبت کر ڈالی، جو انہوں نے نہ کہی تھی بلکہ اس کی تردید فرمائی تھی۔ یوں سمجھیے کہ مولانا ابوالبرکات نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی ہی اصلاح کر ڈالی۔

ہمارے کرم فرما جناب ماسٹر غلام نبی صاحب سابق ٹیچر کارپوریشن ہائی سکول مزنگ لاہور ساکن کراست اسٹریٹ راجگڑھ لاہور جو حضرت مجدد الف ثانی کے بہت معتقد ہیں۔ آپ سے یہ دن و حائرے ڈاکہ برداشت نہ ہو سکا۔ آپ اس تحریر کو جو اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا ابوالبرکات نے کی تھی لے کر اسے دکھانے کے لیے سیدھے مولانا ابوالبرکات کے پاس پہنچے اور ایک تحریر پیش کی جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ اصل خط ہمارے پاس موجود ہے اور اسی کے حاشیے پر حزب الاحناف لاہور کے نائب مفتی مولانا ابوالریان محمد رمضان کے جوابی نوٹ مرقوم ہیں خط کی عبارت یہ ہے:

مغظم و محترم جناب مولانا مظفر العالی !
 السلام علیکم، مودبانہ گزارش ہے کہ مجھے اتفاقاً آپ کے شائع کردہ ایک
 چھوٹے سے رسالے کے مطالعہ کا موقع ملا جس کا نام، چالیس اشک
 امام ربانی ہے۔ دو تین جگہ مجھے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مکتوبات
 دیکھ کر اختلاف ہوا ان میں سے دو ہو ہو نقل کرنے کی جرأت کرتا ہوں
 اُمید ہے کہ آپ میرے اس شبہہ کا ازالہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

رسالہ کی عبارت

(۱) حدیث قدسی میں ہے کہ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ
 وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے عرض کی اللھم انت وانا وما سواک توکت
 لاجلاک۔ اے اللہ تو ہے اور میں ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے
 لیے چھوڑ دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے
 فرمایا یا محمد انا وانت وما سواک خلقت لاجلاک یعنی اے محبوب میں
 ہوں اور تو ہے اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے لیے پیدا کیا۔

مکتوب کی اصل عبارت

و در حدیث قدسی مکرر باین خصوصیت اشارت است کہ وارثہ محمد انا و
 انت وما سواک خلقت لاجلاک فقال محمد علیہ وعلی الہ الصلوۃ
 والسلام اللھم انت وما انا وما سواک توکت لاجلاک

۱۔ سالہ حزب الاخفاف ص ۳۷ ۲۔ مکتوبات امام ربانی جلد ۴ ص ۳۷

رسالہ کی عبارت

(۲) مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کیجائے اور حضور کی نعمت شریف..... ہاں جب تک راگنی اور مال سر کے ساتھ گانے اور تالیاں بجانے کا دروازہ بالکل بند نہ کیا جائے گا بواہوس لوگ باز نہ آئیں گے۔ اگر لائق شروع باتوں کی ذرا سی بھی اجازت دے دی جائے گی تو اس کا نتیجہ بہت ہی خراب نکلے گا۔

مکتوب کی اصل عبارت

دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود..... اگر میرے بچے خوانند کہ تحریرے درکلمات قرآنی واقع نشود و در قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد و آزار ہم بغض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است؟

مخدوہ بنا محاطہ فقیر میرسد کہ تا سدا میں باب مطلق نکلند بواہوساں ممنوع نے گردند اگر اندک تجویز کردند بخر بسیار نماہ شد قلیلۃ لغضی الی کشیوۃ قول شہور است جناب من مندرجہ بالا دو عبارتیں اصل مکتوب سے حرفاً و معنایاً دونوں طرح مختلف ہیں ازراہ کرم اختلاف پر روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں۔

والسلام بندہ غلام نبی

مدرس کارپوریشن ہائی اسکول بزرگ لاہور

۲ فروری ۱۹۶۶ء

ساکن ۳۷ کرامت اسٹریٹ مسلم پارک لاہور

نو۔ پوری عبارت ۳۸۵ پر آپ کی ہے اس لئے یہاں اختصار کیا گیا ہے۔ خط میں پوری عبارت ہے

۱۱۔ اصل عبارت ۳۸۵ پر لکھی ہے۔ ۱۲۔ مکتوبات امام ربانی جلد ۲ ص ۱۱۶۔

مدرسہ حزب الاحناف لاہور کے نائب مفتی مولانا ابوالریان محمد رمضان صاحب نے اس خط کے جواب میں حضرت مجدد صاحب کی ان دو عبارتوں میں تحریف کرنے کی مندرجہ ذیل وجوہ تحریر فرمائی ہیں۔ یہ جواب مفتی صاحب حزب الاحناف لاہور نے ماسٹر غلام صاحب کے اسی خط کے حاشیے پر لکھا ہے جو ہمارے پاس بعینہ محفوظ ہے مفتی صاحب لکھتے ہیں:

جواب

اصل مکتوب کی عبارت غلط چھپی ہے کیونکہ معنی بنتا نہیں اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکتوب کی عبارت کے بموجب اللہ تعالیٰ سے عرض کی اللہم انت وما انا اس کا معنی یہ ہوا یا اللہ تو ہے اور میں نہیں ہوں حالانکہ مطلب یہ تھا کہ یا اللہ تو ہے اور میں ہوں اور تمام ماسوی اللہ کو میں نے تیری وجہ سے چھوڑ دیا ہے اور تفسیر حسینی میں بھی چالیس ارشادات کے موافق ہے اگرچہ لفظ بدلے ہوئے ہیں لیکن مضموم وہی ہے۔ اس میں یوں ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا اے محمد انا وانت وما سویی ذالک خلقتہ لاجلک۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا یا رب انا وانت وما سویی ذالک تو کتہ لاجلک۔ البتہ چالیس ارشادات میں فرق ضرور ہے کہ مکتوبات کی اصل عبارت میں تو اللہ تعالیٰ کا قول پہلے ہے اور چالیس ارشادات میں ترجمہ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پہلے ہے لیکن مضموم میں کچھ فرق نہیں اور اس قسم کی غلطی کتابت میں ہوتی ہے صحت کرتے وقت خیال نہیں۔

لے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بعد ہونے کی صورت میں اس نیاز مند کی کا مندرجہ حق جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے جواب میں ہونی چاہیے۔ اسی کو مولانا ابوالبرکات ختم کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے کر دکھایا اور اصلاح کر ڈالی اس میں کاتب کی معمولی گھاٹی۔

جب کسی عبارت کا ترجمہ کیا جائے گا تو حرفوں میں تو ضرور فرق پڑے گا اور اس عبارت کے ترجمہ میں معارف میں کیونکہ ترجمہ یہی کیا گیا ہے۔ جس میلاد مبارک میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں۔ اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ یعنی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ ایسا میلاد شریف جائز ہے جس میں قرآن کے حروف کو بدلانا گیا ہو اور فقہت قصائد پڑھنے میں فن موسیقی کے قواعد کی پابندی نہ کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ اور یہی مجدد صاحب فرما رہے ہیں کہ کلمات قرآنی میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکور متحقق نہ ہوں یعنی نغمہ اور گلہ پھرانا اور تالیان وغیرہ نہ ہوں۔ اس میں کچھ مانع نہیں تاہم اس باب مطلق نہ کنند سے دھوکہ لگ سکتا ہے کہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ بالکل میلاد شریف کرنے کی اجازت ہی نہ دیں۔ ایسا کھنا غلطی پر مبنی ہے بلکہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ نغمہ اور تردید صوت اور تالیان وغیرہ کی اجازت مطلقاً نہ دیں، جیسا کہ فقہ و شادی کے موقع پر رون بجانے اور گانے کی رسمیت ہے اور اس امر کی تائید شیخ مجدد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مارج البتوۃ کی عبارت سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اس جگہ میلاد شریف کرنے والوں کے لیے مسند ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی رات میں خوشی کریں اور مالوں کو خرچ کریں و لیکن محرمات شرعیہ سے بچیں۔

یعنی حضرت مجدد الف ثانی نے حدیث کے بیان میں خدا کی بات جو پیچھے لکھی تھی۔ مولانا ابوالبرکات نے اسے بدل کر قصور کی بات کہا اور خدا کی بات کو جو پیچھے لکھا تو اس قسم کی غلطی کتابت کی ہے۔

۱۔ منقہ صاحب کو بچا بیسے تھا کہ یوں کہتے سوال میں یہ کہا گیا ہے کہ مولانا ابوالبرکات نے جو ترجمہ لکھا ہے اسے جواب کی عبارت ظاہر کیا تھا اس لیے مولانا ابوالبرکات صاحب سوال و جواب سے ہٹ کر یوں لکھ رہے ہیں کہ ترجمہ میں یہ کہا گیا ہے۔ نہ سوال کا اقرار ہے نہ جواب کا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے میلاد شریف کرنے کی اجازت دی۔
 محرمات سے روکا، اس طرح مجدد علیہ الرحمہ اس میلاد شریف کو جائز فرما رہے ہیں جس
 میں نعم اور گناہ اور تالییاں اور تحریف قرار نہ ہو۔
 اندک تجویز کردہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر نعمت تالییاں موسیقی وغیرہ میں سے کسی
 ایک چیز کی تھوڑی اجازت دے دی تو اس کے بعد زیادہ کرنے لگ جائیں گے۔ لہذا
 ان چیزوں کی اجازت بالکل مست دو۔ واللہ اعلم۔

احقر العباد

مولوی ابوالایمان محمد رمضان نائب مفتی تھانوی تھانوی

حزب الاخوان لاہور

مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۶۶ء

افسوس کہ اس جواب سے وہ تحریف درست نہ ہو سکی جو مولانا ابوالبرکات نے
 حضرت مجدد الف ثانی کی عبارات میں کی تھی اس لیے ماسٹر صاحب موصوف نے پھر
 ایک عریضہ لکھا اور مولانا سے درخواست کی کہ اصل اشکال کو حل فرمائیں۔ اس کے
 جواب میں حزب الاخوان کے نائب مفتی صاحب کا جواب موصول ہوا۔ درج ذیل ہے:

مکرم و محترم جناب ماسٹر صاحب زید مجدہم

اسلام علیکم، حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ کے مکتوبات میں جو عبارت شبہ
 مراجع کی گفتگو کے متعلق چھپی ہے وہ غلط ہے اس لیے کہ حضور علیہ السلام شبہ اسراء
 اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے ہیں اللہم انا ذانت وما سواک توکت لاجلک یا اللہ
 اس نہاں خانہ خاص میں میں ہوں اور تو ہے اور جو تیرے سوا ہے اس کو میں نے تیری وجہ
 سے چھوڑ دیا ہے (مکتوبات میں یہ لوں شائع ہوا ہے اللہم انا ذانت وما سواک توکت لاجلک
 یا اللہ اب یہ معنی ہوا یا اللہ! تو ہے اور میں نہیں ہوں اور جو

تیرے سوا ہے اس کو میں نے تیری وجہ سے چھوڑ دیا ہے، حالانکہ حضور علیہ السلام شب معراج موجود تھے۔ نیز تفسیر حسینی اور اس کے ترجمہ تفسیر قادری میں سورہ نجم پارہ ۲ زیر آیت فاوحی الی عبدہ ما اوحی منذرج ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا :-
 انا وانت وما سوی ذالک خلقتہ لاجلک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یا رب انا وانت وما سوی ذالک تو کتبہ لاجلک واللہ اعلم۔

احقر العباد مولوی ابوالیمان محمد رمضان

نائب مفتی فاضل دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

ابھی یہ مندرجہ بالا خط ماسٹر غلام نبی صاحب کو موصول نہ ہوا تھا کہ جناب ماسٹر غلام نبی صاحب نے ایک اور عریضہ ان کی طرف ارسال کیا جس کی نقل یہ ہے :-

مکرم و محترم مولانا زاد الطاعنکم

السلام علیکم حضرت میں نے مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۶۶ء کو ایک عریضہ آپ کی خدمت عالیہ ارسال کیا تھا جس کا جواب آپ کے نائب مفتی صاحب کی معرفت ۱۰ جولائی ۱۹۶۶ء کو ملا۔ اس جواب میں صاحب موصوف نے اصل اعتراضات سے کلیتہً اعراض فرما کر اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے دو ماہ کا عرصہ ہوا۔ اک اور عریضہ آپ کی خدمت میں لکھا تھا کہ اپنی ان عبارات کی تصحیح فرما دیں تاکہ مجدد صاحب کی عبارت میں تحریف کا سوال پیدا نہ ہو۔ لیکن تا دم تحریر کوئی جواب موصول نہیں ہوا، دوبارہ مکلف ہوں کہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو اپنے تراجم بمقابل شائع کر کے غلط فہمی کو دور فرمانے کی کوشش فرمادیں۔

میں نے گزشتہ عریضہ میں تمام اعتراضات مفصل لکھ دیے تھے۔ اس عریضہ میں

لہ یعنی دو جواہر کے لکھنے میں بائیں پہننے اور آٹھ دن گزر گئے کہ اس کا کیا جواب لکھا جائے ؟

اختصار سے کام لیا ہے۔ اگر وہ حریفہ آپ کے پاس نہیں پہنچا تو دوبارہ ارشاد پھر لکھ دے گا ورنہ اصل اقراض کو دہر کرنے کی کوشش کریں۔

اگر بے اعتنائی کا یہی عالم رہا تو شاید کچھ عرصہ بعد مجھے دونوں عبارتیں بالمقابل شائع کرنے پر مجبور ہونا پڑے۔

آپ کی عالی ذات کے متعلق ایسی بدگمانی نہایت بُری ہے کہ اصل عبارت جلی حروف میں شائع کی جاسکتی تھی اسے اس طرح بدل دیا جائے کہ اصل و نقل میں بالکل مطابقت نہ ہو۔

خدا جلنے اس دنیا میں اس طرح کی غلط فہمیاں کتنی ہو چکی ہوں گی جو امت مسلمہ کی گمراہی کا باعث بنی ہوں گی۔ اس وقت تو حسن اتفاق سے اصل مکتوب جس کا حوالہ آپ نے دیا ہے موجود ہے۔ آپ کی حیات میں یہ غلطی آپ درست کر سکتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ آپ کے پیش کردہ حوالہ جات میں فرق موجود ہو تو غلطی چھپانے کی کتنی گنجائش ہے۔ آپ یہ مان کر کہ اصل عبارت میں اور ترجمہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ درست کرانے کو تیار نہیں بلکہ مجدد صاحب کی غلطیاں نکال رہے ہیں۔ دیگر فرقوں کے سربراہوں سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

یہ تو آپ کی ذات والا صفات کو معلوم ہو گا کہ مرزا غلام احمد نے دن دہاڑے لکھ دیا تھا کہ مجدد صاحب نے لکھا ہے کہ جس شخص کو کثرت سے مکالمہ اور مخاطبہ ہو وہ نبی ہوتا ہے لیکن جب اس کی بددیانتی پکڑی گئی تو انہوں نے اسے جائز اور درست ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ آپ کی نسبت یہ گمان نہیں کیا جاسکتا یہ بالکل معمولی بات ہے آئندہ اشاعت میں تبدیلی کر دی جائے۔ دین و دنیہ میں سرخروئی نصیب ہوگی، ورنہ تحریف کا جرم ثابت رہے گا۔

معذرت خواہ ہوں کہ آپ کی ذاتِ احرامی کی نفیصحت مقصود نہیں صرف اصلاح احوال منظور ہے۔

رسالہ کے سروق پر اگر مجددِ ملت ثانی امام ربانی کے چالیس ارشادات کے الفاظ نہ لکھتے بلکہ اپنے عقائد وغیرہ لکھتے تو کوئی اقراض کی گنجائش نہ تھی۔ آپ کا مسلک بالکل واضح ہے۔ اقراض صرف یہ ہے کہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ نقل کرنے میں آپ نے اصل الفاظ کی ترتیب کو بدلا معافی بدل دیے حتیٰ کہ الفاظ بھی بدل دیے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا اللہم انت و ما انا آپ نے ترجمہ بھی اور اصل عبارت یوں کر دی۔

اللہم انت وانا۔ لاحول ولا قوۃ اور جواب میں لکھا ہے عبارت غلط چھپی ہے عبارت غلط تھی تو اس مکتوب کا حوالہ اور صفحہ کیوں دیا۔ اس کتابی نسخہ کا حوالہ دیتے جہاں ٹھیک عبارت چھپی تھی۔

اب بھی آپ اس نسخہ کا پتہ دیں جس میں عبارت اس طور پر چھپی ہو جس طرح آپ نے درج فرمائی ہے۔ مجددِ صاحب کی غلطیاں درست کرنا مقصود تھا تو کھلے طور پر رسالہ لکھتے کہ مجددِ صاحب غلط باتیں دُنیا میں پھیلاتے رہے ہیں جس طرح آپ کے ہمصران سے اختلاف رکھتے تھے آپ بھی اسی زمرہ میں شامل ہو جاتے۔ آپ دُروا کے کدھوں پر رکھ کر بندوق کیوں چلاتے ہیں۔

مولو شریفین میں حضرت کا مسلک مکتوب نمبر ۲۷۲ میں موجود ہے وہاں پڑھا جاسکتا ہے۔

معذرت خواہ، حجاب کا غفلت

غلامِ نبی، مکرمت اسٹریٹ مسلم پارک لاہور

4/11/46

ماسٹر غلام نبی صاحب کا یہ خط مولانا ابوالبرکات کو ملا اور انہوں نے اسے اپنے نائب مفتی کو دیا تو نائب مفتی مولانا ابوالریان صاحب نے تو اصلاح عبارت کی نیت کر لی۔ مولانا ابوالریان کا یہ خط ہمارے پاس محفوظ ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا ابوالریان تو اس غلطی کو مان گئے لیکن مولانا ابوالبرکات پھر بھی خاموش رہے تسلیم حق کے لیے ان کی زبان نہ کھل سکی۔ کیا اس کی یہ وجہ تو نہیں کہ وہ مولانا احمد رضا کے خلیفہ تھے۔ مان کیسے لیتے۔ بہر حال وہ خط درج ذیل ہے:-

کرمی من سلامت باشند

السلام علیکم مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے اصل مکتوبات اور ان کے تراجم دیکھنے سے معلوم ہوا تو واقعی جو آپ کہتے تھے، وہی درست ہے مجدد علیہ الرحمۃ اپنی طریقت کی مخالفت کی بنا پر مولود خوانی کے بالکل قابل نہیں۔ اس لئے کہ اس زمانہ میں لوگوں نے مولود خوانی میں گانے بجانے کو شامل کر لیا تھا اس لیے اپنے فرمایا اگر ان لوگوں کو ایسے مولود شریف کی بھی اجازت دی جس میں تال سراو لگے پھرانا نہ ہو تو خوش نفس کے بندے اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مولود خوانی میں گانا بجانا شامل کر لیں گے۔ نیز آپ کے نزدیک مولود قصائد نعت اور اشعار غیر نعت ہے۔ اس لیے بھی آپ نے فرمایا ہے۔ نیز شعر خوانی نقشبندی طریق کے خلاف ہے۔ اس لیے بھی آپ نے منع فرمایا ہے۔ آپ کی اصل عبارت مولود شریف کے متعلق یہ ہے۔ مولود کہ عبارت از قصائد نعت و اشعار غیر نعت خواندن است۔ نیز آپ نے فرمایا ہے مبالغہ راجع بواسطہ مخالفت خود است حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اندن ایں کار میکنم و نہ انکار میکنم۔ اور حدیث قدسی کے متعلق آپ کا امر از فضول ہے کہ مجدد صاحب کے مکتوبات سے دکھلاؤ کہ کسی ایڈیشن میں آپ کے شائع کردہ ارشادات

امام ربانی کے موافق چھی ہو تفسیر حسینی کا حوالہ لکھا جاتا ہے، وہاں سے آپ دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ مکتوبات کے متعدد ایڈیشن تلاش کریں۔ اگر وقت ملا تو ہم تلاش کریں گے۔ نیز جس طرح مکتوبات میں یہ حدیث قدسی شائع ہوئی ہے۔ اس سے معنی نہیں بنتا اور کتابت کی غلطی سے ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ میں نے سید صاحب کو واضح کر دیا ہے کہ ارشادات امام ربانی میں مکتوبات کی عبارت غلط چھپی ہے۔ لہذا آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ درستی کر دی جائے گی، یا شاید یہ عبارت شائع ہی نہ کی جائے۔ فقط والسلام۔

الراقم مولوی عبدالربان محمد رمضان نائب مفتی دارالعلوم حزب الاخوان لاہور۔ مؤرخہ ۲۸ جنوری ۱۹۶۸ء

آپ حیران ہوں گے کہ مفتی صاحب نے آئندہ درستی کرنے کے وعدہ کے ساتھ یہ کیوں فرمادیا کہ شاید یہ عبارت شائع ہی نہ کی جائے۔ یہ محض اس لیے کہ کہیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا مسلک عوام کو معلوم نہ ہو پائے۔ بہر حال محترم ماسٹر غلام نبی صاحب کی مساعی جمیلہ لائق تشکر ہیں کہ ان کی اس گرفت سے بریلویوں کی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اصلاح کی یہ کم کافی حد تک رک گئی۔ اب یہ لوگ اپنی مجلسوں میں تو حضرت کی غلطیاں نکالتے ہیں لیکن انہیں تحریر میں لانے کی اب انہیں تہمت نہیں ہوتی الحق یعلو ولا یعلیٰ علیہ آخری فتح حق کی ہی ہوتی ہے۔ فخرزادہ اللہ احسن انجرا۔

لے سبحان اللہ مولانا ابوالبرکات نے حوالہ اپنی کتاب میں مکتوبات کا دیا تھا اور آپ یہاں پر تفسیر حسینیؒ کا حوالہ دے رہے ہیں۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ایک طرف محض یہ مطالبہ ہے کہ کم از کم دکھادیں کہ آپ نے نقل کہاں سے کیا ہے؟ تاکہ آپ کو کہتے ہوئے اور تمام ایڈیشن تلاش کرتے ہوئے زیادہ وقت نہ لگے اور ادھر یہ حال ہے کہ ایک حوالہ جو کہ آپ کے بموجب صحیح ہو اسے تلاش کرتے ہوئے جان نکل رہی ہے۔ خالی اللہ مشکلی۔

مفتی صاحب کی خدمت میں یاد دہانی کا خط

مفتی صاحب کا مذکورہ وعدہ ۲۸ جنوری ۱۹۶۸ء کا ہے۔ ماسٹر غلام نبی صاحب مسلسل تیرہ سال انتظار کرتے رہے کہ کب یہ لوگ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات میں کی گئی تحریف سے رجوع کرتے ہیں لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے اپنی مشق تحریف جاری رکھی۔ یہاں تک کہ مولف پمفلٹ مذکور مولانا ابوالبرکات سید احمد کا انتقال بھی ہو گیا اور ان کا پمفلٹ مذکور اپنے غلط حوالوں کے ساتھ ہی پھپھٹا رہا۔ پھر ماسٹر غلام نبی صاحب نے ۱۵ مارچ ۱۹۸۱ء کو مفتی ابوالربان محمد رمضان صاحب کی خدمت میں یاد دہانی کا ایک اور خط لکھا۔ وہ خط اور مفتی صاحب کا جواب دونوں بدرجہ قارئین ہیں۔

ماسٹر غلام نبی صاحب کا خط

محرم و معظم جناب مفتی صاحب سلام اللہ تعالیٰ :
السلام علیکم۔ عرصہ ہوا۔ میں نے ایک عرضہ جناب سید ابوالبرکات صاحب مرحوم و مغفور کی خدمت عالیہ میں ارسال کیا تھا۔ اس عرضہ میں مکتوبات مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی نقل اور اصل درج کر کے گزارش کی تھی کہ اصل اور نقل سندرچر چالیس ارشادات امام ربانی مطابق نہیں ہے۔ یہ خط و کتابت آپ کی معرفت ہوتی رہی۔ پہلے جواب پر سید صاحب مرحوم کی تصدیق بھی موجود تھی۔ آخر میں آپ نے مجھے ایک چٹھی لکھی جس کی عبارت یوں ہے۔

ماسٹر صاحب :

مکتوبات اور تراجم کے مطالعہ سے پتہ چلا ہے کہ آپ کی بات درست ہے۔

مجذو صاحب اپنے مسلک کے لحاظ سے مولود خوانی کے قائل نہ تھے اور دوسری حدیث قدسی کے متعلق عرض ہے کہ میں نے سید صاحب سے کہہ دیا ہے کہ یا یہ عبارت دوبارہ شائع نہ کی جاوے۔ کیجاوے تو درست کہ کے شائع کی جاوے۔

یہ خط و کتابت میرے پاس موجود ہے۔ ان دونوں مکتوب کی نقل ارسال خدمت کرنا تو بے معنی ہو گا البتہ ان کے نمبر اور ارشاد است ربانی شائع کردہ مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے لائل پور کے صفحات درج کئے دیتا ہوں۔

نمبر مکتوب مطبوعہ لوگتور لکھنؤ نمبر و صفحہ چالیس ارشاد است ربانی مکتوب نمبر ۱۸ جلد دوم صفحہ ۱۸ نمبر ۳ صفحہ ۳ مکتوب نمبر ۱۱۶ جلد سوم صفحہ ۱۱۶ نمبر ۳ صفحہ ۱۳

اب گزارش صرف یہ ہے کہ میں نے بہت کوشش کی ہے کہ دستخط نسخہ کہیں مل جائے لیکن مجھے دستیاب نہیں ہوا اگر آپ کے علم میں ہو تو مجھے اطلاع دیں تاکہ میں اسے حاصل کر سکوں اور اگر اب تک وہ شائع نہیں ہوا تو کم فرا کر وعدہ فرما دیں کہ جلد یہ کام ہو جائیگا۔ مرحوم سید صاحب تو اس جہان فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ ان کے نامہ اعمال سے یہ غلطی اگر وصل سکتی ہے تو آپ کے دم قدم سے وصل سکتی ہے۔ ورنہ وہ قیامت روز جناب مجذو صاحب پر افرار کے مجرم ہونگے۔ امید ہے، آپ اپنے جواب باصواب سے جلد بندہ کو سرفراز فرما دیں گے۔ آپ کی ذات و اوصاف سے یہی توقع ہے کیونکہ آپ نے پہلے صاف صاف اقرار فرمایا تھا کہ

مجدد صاحب مولود کے قائل نہ تھے اور نیز دوسری حدیث قدسی غلط تھی
 ہے۔ اُسے بھی جلد درست کر دیا جائیگا۔ والسلام۔
 اللہ تعالیٰ آپ جیسے بزرگوں کا سایہ دیر تک لوگوں کے
 سر پر قائم رکھیں۔

جواب کا طالب ماسٹر غلام نبی
 ۳۷ کریمت سٹریٹ راجکٹر لاہور۔
 ۱۵/۸/۸۱
 نفاذ ارسال خدمت ہے۔ امید ہے جواب جلد ارسال فرمائیں گے۔

مفتی ابوالریان صاحب کا جواب

جناب ماسٹر صاحب زادو لطفکم :
 السلام علیکم۔ چالیس ارشادات امام ربانی سید صاحب کے بیٹے محمود احمد
 رضوی نے شائع کئے تھے۔ ان میں وہی غلطی موجود تھی۔ اب وہ ختم ہو گئے
 ہیں۔ اب کسی اور مولوی صاحب نے چھاپے ہیں۔ ان میں بھی وہی غلطی
 موجود ہے۔ محمود احمد صاحب سے کئی مرتبہ میں ملنے گیا مگر وہ ملے نہیں۔
 داتا دربار کے خطیب مولوی محمد سعید صاحب نے مسلک امام ربانی کے نام سے
 ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس میں بھی انہوں نے وہی غلطی شائع کی ہے۔
 بلکہ مولانا نور احمد امجدی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ محمد مراد کی نے لکھا ہے
 کہ مولود شریعت کے منہ کی وجہ مجدد علیہ الرحمۃ کے نزدیک گانے کی طرز اور
 تالیاں وغیرہ ہے اگر یہ اشارہ نہ ہوں تو جائز ہے۔ مجدد علیہ الرحمۃ کی
 مراد صرف یہی ہے کہ گانا وغیرہ نہ ہو۔ میں مولوی محمد سعید سے پہلے

ملاحظہ۔ جس زمانہ میں آپ سے اس کے متعلق خط کتابت ہوئی تھی۔
 ان کو بھجایا تھا لیکن وہ بکھے نہیں۔ اب آپ مکتوب کی پوری عبارت
 سوال اطراف کا جواب پوری نقل کر کے بھیجیں تو میں ان لوگوں کو بتلاؤں۔
 از طرف مفتی ابوالوہاب محمد رمضان

میں نے مولوی محمد سعید صاحب کو چٹھی لکھی ہے کہ آئندہ صحیح لکھیں۔ سوال
 کو جواب نہ بنائیں۔ اس پر پھر خط بھیجیں۔

بقام لاہور محلہ گلے زبیاں، عقب مسجد وزیر خاں۔ چٹھی مسجد
 مولوی مفتی محمد رمضان کو ملے۔ حلقہ نمبر ۸۔

نہایت افسوس ہے کہ اب اس وعدہ کو اٹھارہ سال ہو چکے اور پمفلٹ مذکور
 ابھی تک ان تحریفات کے ساتھ ہی شائع ہو رہا ہے۔ جن کی ماسٹر صاحب نے شائد ہی
 کی تھی اور بار بار مدرسہ حزب الاحناف اس سلسلہ میں خط لکھتے رہے۔ مولانا ابوالبرکات
 کی وفات کے بعد اب تو اس کا امکان ہی نہیں رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کی اصلاح

حضرت میاں شیر محمد صاحب حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلہ کے مشہور بزرگ
 گزرے ہیں۔ آپ مکان شریف کے نقشبندی آستانہ سے بیعت تھے اور وہیں سے
 آپ نے خلافت پائی۔ آپ کا نقشبندی طریقت کا فیضان بہت دور دور تک پھیلا
 ہوا ہے۔ آپ پہلے نعت خوانی اور مولود کی طرف کچھ مائل تھے لیکن جوں جوں حضرت
 مجدد الف ثانی کا مسبک آپ پر کھلتا گیا۔ آپ اس نعت خوانی اور مولود خوانی سے کنار
 کرتے گئے۔ آپ نے اپنے مشرب عالی میں ان جیسی باتوں کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔ آپ کا
 سوانح نگار لکھتا ہے:

پہلے آپ کی مسجد میں نعت خوانی غزل خوانی ہوا کرتی تھی اور آپ سنا کرتے تھے اور خود بھی بہت شعر پڑھا کرتے تھے۔ آپ نعت خوانوں کو نعت کی کاپیاں لکھ کر دیا کرتے تھے جب آپ کا مشرب عالی ہو گیا۔ آپ کی مجلس شعر اشعار سے خالی ہو گئی اور آپ ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول ہی فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نظموں میں نہیں ہے بلکہ حال میں ہے۔ تم ایسے بن جاؤ تمہارا فعل، ہر قول، ہر حرکت، ہر عمل صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو۔ بعض بے سمجھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسجد دیوبندوں کی ہے۔

یہ سوانح نگار آپ کے متوسل صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوروی تھے جو خود بڑی اُونچی نسبت کے بزرگ تھے۔ آپ کی یہ شکایت کہ حضرت میاں صاحب کی مسجد کو دیوبندوں کی مسجد کہا جاتا تھا۔ اہل بدعت سے ہے۔ اس میں آپ نے حضرت میاں صاحب کا عقیدہ علماء دیوبند کے بارے میں بھی تحریر کیا ہے۔

دیوبند میں چار لوری وجود

حضرت میاں صاحب اپنے مسلک عالی میں اس بات کے قائل تھے کہ دیوبند میں چار لوری وجود ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ آپ دیوبندی مسلک رکھتے تھے صوفی متا کتے ہیں۔ مولانا مولوی انور علی شاہ صاحب صدر مدرسہ دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحب مہاجر لاہوری شریعہ شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ کو بڑی ارادت سے ملے۔ آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحب خاموش رہے۔ پھر آپ نے مولانا انور شاہ صاحب کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب خود سوار کرنے کے لیے نہ خزیہ معرفت ص ۲۵۹ میاں صاحب کی سیرت اور مقامات پر یہ مفصل کتاب ہے

تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے کہا۔ آپ میری کمرہ ہاتھ پھیر دیں آپ نے ایسا ہی کیا اور نصحت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد آپ نے بندہ سے فرمایا۔ شاہ صاحب بڑے عالم ہو کر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے کہ میری کمرہ ہاتھ پھیر دیں اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ دیوبند میں چار نواری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔

حضرت میاں صاحب کے بھائی میاں غلام اللہ خاں صاحب کے صاحبزادے میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کے خیال میں علماء دیوبند صحیح مسلک پر نہیں آپ نے کمرہ ہاتھ پھیر دیا۔ کتاب مذکور سے یہ عبارت نکال کر خود حضرت میاں صاحب کی اصلاح کر دی۔ گویا چھوٹوں نے اپنے بڑوں کی اصلاح کر دی۔ اب بھی کتاب کا یہ صفحہ اردو ہاں سے اکٹرا ہوا چربہ صاحبزادہ جمیل احمد کی اپنے بڑوں کے کلام میں تحریف کی غمازی کر رہا ہے لیکن افسوس کہ انہیں اس کتاب سے وہ عبارت نکالنی یاد نہ رہی جو مشرب عالی میں تبدیلی کے عنوان سے ہم پہلے ذکر کر گئے ہیں۔ خزینہ معرفت میں یہ عبارت اب بھی موجود ہے۔ امید ہے کہ اب اگلے گدی نشین صاحبزادہ جمیل احمد صاحب کی بھی اصلاح کر دیں گے اور اس عبارت کو بھی آئندہ ایڈیشن میں نہ رہنے دیں گے۔ خزینہ معرفت کے کمرے اور نئے دونوں ایڈیشنوں کا عکس سامنے ہے۔ حضرت میاں صاحب کی اس تصریح کے بعد شرقپور کے کسی معتقد کے لئے علماء دیوبند کے غلام کسی قسم کی لب کشائی کی اجازت نہیں رہتی بلکہ دیوبند کو ایک بقیعہ نور ماننا پڑتا ہے۔

نے فرمایا ہم صوفی نہیں ہیں صوفی وہ ہوتا ہے جس نے اپنی نسبت شمس سے درست کی ہو یعنی آفتاب کی طرح اسکی شفقت عام ہو۔ آپ نے بڑی یاد دلایا کہ اس کو بندہ کہتا ہے اہل درست فرمایا اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ عام لوگ جس کی دلچسپی دیکھتے ہیں۔ اسکو مولوی یا صوفی کہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ انہیں کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ صوفی کسے کہتے ہیں، امارت باللہ حضرت جیسو منصور بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں جو تعریف مولیٰ کی لکھی ہوئی ہے۔ وہ وطن کرتا ہوں۔ آپ نے رات دن میں چار صد سے چھ صد تک رکعت پڑھنا اپنے اوپر فرض کر لی تھیں۔

ایک دفعہ سفر خانہ میں آپ کے ہمراہ چار ہزار آدمی تھے۔ جب خانہ کعبہ میں پہنچے تب رہنما روئے ننگے بدن ایک سال دھوپ میں کھڑے رہے جس سے ہڈیوں سے گودا دمخرا گھیل گھیل کر پتھروں پر گرنا تھا اور کمال پسینہ جاتی تھی۔ اور آپ وہاں سے حرکت بھی نہ کرتے تھے۔ ہر روز لوگ ایک پانی کا کٹورا اور ایک روٹی کی ٹکڑی آپ کو دیتے۔ آپ اس روٹی کے کنارے کھا لیتے اور باقی روٹی آنکھوں میں رکھ دیتے اور فرماتے معرفت اس کا نام ہے کہ تمام موجودات کو مقام ضیائیت میں دیکھے۔

اور صوفی وہ ہے۔ کہ حق کے اشارے سے کام کرے۔ اور خود دیریاں سے محسوس جائے۔ اور فقر و بے گناہی سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ جب حضرت منصور بن علی علیہ الرحمۃ کو طرح طرح کی ایذاؤں دینے کے بعد شعلی پر لے گئے تب حضرت شعلی علیہ الرحمۃ نے کہا اے منصور تعقوف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ادنیٰ درجہ تعقوف کا یہ ہے کہ جو تو میرا حال دیکھ رہا ہے۔ پھر انہوں نے سوال کیا۔ بلند ترین درجہ کو کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے وہاں تک رسائی نہیں ہے۔

مولانا مولوی انور علیشاہ صاحب صدر مدرس دیوبند ہمراہ
دیوبند میں چار نوروی وجود
 مولانا مولانا صاحب جابر لاہوری شرفیہ شریف حاضر ہوئے۔ اور حضرت میا نصاحب علیہ الرحمۃ کو بڑی اداوت سے ملے۔ آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے۔ اور شاہ صاحب خاموش رہے۔ پھر آپ نے مولانا انور شاہ صاحب کو ٹری عزت سے رخصت کیا۔ سوڑ کے اڈے تک حضرت میا نصاحب را خود سوار کرانے کے لئے ساتھ تشریف لائے شاہ صاحب نے میا نصاحب علیہ الرحمۃ کو کہا۔ آپ میری کمر باندھ پھیر دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے گئے بعد ازاں آپ نے بندہ سے فرمایا۔ شاہ صاحب بڑے عالم کو کمر باندھ مجھے خاکسار سے فرما رہے تھے۔ کمر باندھ پھیر دیں۔ اور حضرت میا نصاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ دیوبند میں چار نوروی وجود ہیں۔ ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔

نے فرمایا ہم صوفی نہیں ہیں صوفی وہ ہوتا ہے جس نے اپنی نسبت شمس سے درست کی ہو یعنی آفتاب کی طرح اسکی شغقت عام ہو۔ آپ نے پیرا لکھا کہ آپس کر دیا "بندہ کہتا ہے بالکل درست فرمایا۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ عام لوگ جس کی دُرُہی مٹی دیکھتے ہیں۔ اسکو مولوی یا صوفی کہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ انہیں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ صوفی کسے کہتے ہیں۔ "عارف باللہ حضرت جلیل مضمونین علاج رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں جو تعریف صوفی کی لکھی ہوئی ہے۔ وہ عرض کرتا ہوں۔ آپ نے رات دن میں چار صد سے چھ صد تک رکعت پڑھا اپنے اوپر فرض کر لی تھیں۔

ایک دفعہ سفر خانہ میں آپ کے ہمراہ چار ہزار آدمی تھے۔ جب خانہ کعبہ میں پہنچے تب برہنہ ہوا۔ اگلے بدن ایک سال چھپ میں کپڑے رہے۔ جس سے ہڈیوں سے گودا دماغ اگلیں پھیل کر سچروں پر گزرا تھا۔ اور کمال لپٹی جاتی تھی۔ اور آپ وہاں سے حرکت بھی نہ کرتے تھے۔ ہر روز لوگ ایک پانی کا کنورا اور ایک روٹی کی ٹکیہ آپ کو دیتے۔ آپ اس روٹی کے کنارے کھا لیتے اور باقی روٹی کو بخورہ میں رکھ دیتے۔ اور فرماتے معرفت اس کا نام ہے۔ کہ تمام موجودات کو مقام فنا میں دیکھے۔

اور صوفی وہ ہے۔ کہ حق کے اشارے سے کام کرے۔ اور خود دیریاں سے محو ہو جائے۔ اور فقیر وہ ہے کہ ماموئی اللہ سے منہ پیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ جب حضرت منصور بن عیاض علیہ الرحمۃ کو طبع طرح کی ایذا میں دینے کے بعد صوفی پرے گئے۔ تب حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے کہا اے منصور تصوف کیا شے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دلی درجہ تصوف کا یہ ہے۔ کہ جو تو میرے حال دیکھ رہا ہے۔ پھر انہوں نے سوال کیا۔ بندہ ترین درجہ کو شاف ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے وہاں تک رسائی نہیں ہے۔

تحریف مشادہ صفحہ

کیا اس بیان سے دیوبند اور حضرت میاں شیر محمد صاحب شرفوری کے باہمی تعلقات اور نسبت کا پتہ نہیں چل گیا۔ اب آپ ہی سوچیں کہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب کو خزانہ معرفت سے مذکورہ بالا عبارت کو اڑنے سے کیا حاصل ہوا جناب محمد اکرم صاحب، جناب سید محمد اسماعیل شاہ صاحب المعروف حضرت کرناوالے کے حالات میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ابتدائی کتابیں پڑھ لینے کے بعد آپ تقریباً بیس سال کی عمر میں اعلیٰ دینی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے۔ سہانپور میں مدرسہ مظاہر العلوم ان دنوں تشنگان علم دین کے لیے ایک چشمہ فیض تھا آپ نے وہیں کا قصد کیا۔
لے معدن کرم ص ۹۷

یہ مدرسہ مظاہر العلوم سہانپور وہی جگہ ہے جہاں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہانپوری صدر مدرس تھے اور وہیں سے مولانا احمد رضا خان کے فتوے، تفسیر حسام الحرمین، کے خلاف ہندوستان میں پہلی آواز اٹھی تھی۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہانپوری نے المہند علی المقصد تحریر فرما کر وہیں سے حسام الحرمین کا پروف فریب چاک کیا تھا۔ حضرت کرناوالہ کے وہاں جانے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خان کی ان دنوں کوئی علمی حیثیت معروف نہ تھی اور یہ کہ حضرت کرناوالے ان اختلافات میں علماء دیوبند کے ساتھ تھے۔

ان کے علماء لوگوں کو مخاطبہ دینے کے لیے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جب حضرت کرناوالے نے مدرسہ مظاہر العلوم کا رخ کیا تھا اس وقت مدرسہ دالوں کے عقائد اچھے تھے۔ ان حضرات کا یہ عذر صحیح نہیں۔ ان دنوں بھی وہاں صدر مدرس حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ہی تھے جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے غلیظ تھے۔
لے معدن کرم ص ۹۷

اکرم صاحب لکھتے ہیں :

مدرسہ نظام العلوم میں ان دنوں مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ
صدر مدرس تھے۔ وہاں سے تکمیل علم کی سند حاصل کر کے آپ
نے دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب میں داخل ہو کر شیخ الحدیث مولانا
عبدالعلی صاحب قاسمی جیسے مشہور عالم سے دورہ حدیث ختم کیا۔
شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز صاحب بھی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
کی نسبت سے ہی قاسمی کہلاتے تھے۔ حضرت کرناؤالہ شریف کے نہایت شفیق
اساتذہ تھے۔ علماء دیوبند سے یہ حسن اعتقاد ان حضرات کو حضرت میاں شیر محمد رحمۃ
سے ہی وراثت میں ملا تھا مگر افسوس کہ میاں جمیل احمد صاحب کو خیریت نہ صرف
کی اس تحریف سے کچھ نہ ملا اور حضرت میاں صاحب کے دوسرے متوسلین
علماء دیوبند کی شان میں رطب اللسان ہی رہے۔

قاضی محمد رضا صاحب متم دارالعلوم عطائیہ فی ضلع سرگودھا حضرت میاں
شیر محمد صاحب شرمپور والوں کے سلسلہ کے مشہور متوسل ہیں آپ نے شجرہ مودت
جس میں حضور کے خاندان اور صحابہ کی اولاد کی مبارک رشتہ داریوں کا بیان ہے کو
فی ضلع سرگودھا سے تیسری مرتبہ شائع کیا ہے۔ اس کے تعارف میں لکھا ہے :

”ہمارے مرشد کامل ترجمان حقیقت، محب و محبوب الہی سیدنا و مرشدنا
حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال مبارک
تھا کہ اس کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ اب اپنے
محبوب مرشد کے خیال کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر یہ قدم اٹھایا گیا

ہے۔ اس کے جملہ مصارف پر سید محمد شاہ صاحب اور جناب قاضی محمد رضا صاحب سجادہ نشین سکندری نے ادا کیے ہیں۔

مولف شجرہ مودت پر وفیسر خالد محمود کے بارے میں لکھتے ہیں :
 پروفیسر موصوف کے علمی نکلت سے صرف کالجوں کے بوجوان ہی
 فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ آپ کے علمی جواہر ریزوں سے عام مذہبی
 انسان بھی یکساں مستفید ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ علامہ مذکورہ کے شرعی
 اور مغربی علوم کے دلدادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے
 انہیں قلمی استعداد بھی بخشی ہے۔ شجرہ مودت بھی اس کی ایک کڑی ہے۔

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت میاں شیر محمد صاحب
 اور ان کے اکابر خلفاء علماء دیوبند کے بارے میں حسن اعتقاد رکھتے تھے
 وہ قطعاً مولانا احمد رضا خاں کے مذہب پر نہ تھے کہ جو علماء دیوبند کے کفر میں
 شک کرے وہ بھی کافر قرار پائے۔ لاہور جامع مسجد نیلا گنبد میں حضرت مولانا مفتی
 محمد حسن صاحب امر تسری خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جمعہ کا خطبہ
 دیتے تھے حضرت مولانا محمد عمر صاحب بریلوی جب بھی لاہور آتے جمعہ مسجد نیلا گنبد
 میں ادا فرماتے علمائے دیوبند کے بارے میں ان کا حسن اعتقاد بہت معروف تھا

متوکل حضرت میاں صاحب، مولانا عبد الرحمن صاحب قصوری

حضرت میاں شیر محمد صاحب کے مرید مولانا عبدالرحمن صاحب تھانویؒ کوٹ
 فتح دین خاں میں جامع مسجد کے خطیب تھے۔ آپ فاضل دیوبند تھے برطانوی
 احمد رضا خاں کی تردید کرتے اور فرماتے کہ میرا علماء دیوبند کے بارے میں ہر

مقیدہ ہے جو میرے پیروم شد حضرت میاں شیر محمد صاحب کا تھا کہ دیوبند میں واقعی چار نوری وجود تھے۔ اب ان حقائق و واقعات کی روشنی میں آپ ہی سوچیں کہ میاں جمیل احمد صاحب کو خزینہ معرفت سے اس عبارت کو نکلوا کر کیا ملا۔ اپنے بڑوں کی اصلاح کا جذبہ انہیں کہاں سے کہاں لے گیا۔

لاہوری کتب فروش نے بریلوی مشائخ کی اصلاح کر دی

مولانا احمد رضا خاں کی وفات پر بریلوی مشائخ کرام مولانا احمد رضا خاں صاحب کو صحابہ سے اُپر لانا چاہتے تھے کسی بزرگ کو صحابہ سے اُپر لانا دراصل اس کی معنوی نبوت کی بنیاد رکھنا ہے صحابہ سے اُپر صرف نبوت کا مقام ہے معلوم نہیں۔ بریلوی مشائخ کرام کیوں مولانا احمد رضا خاں کو صحابہ پر فوقیت دینے پر تلے ہوئے تھے۔ یہ بات عقائد اہل سنت میں سے ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں مولانا حنیف رضا خاں لکھتے ہیں
زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا تھا۔

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ رضا خانوں کے ہاں مولانا احمد رضا خاں صحابہ سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے۔ بھی تو ان کے ہوتے ہوئے انہیں ان کی زیارت کا شوق کم ہو گیا تھا۔

نوری کتب خانے کا اصلاحی اقدام

نوری کتب خانہ باناروا صاحب لاہور نے جلد ریلوی مشائخ کرام کی اصلاح کرتے ہوئے وصایا شریف کے جدید اڈیشن میں یہ عبارت بدل دی ہے اب یوں تحریر کیے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اٹھ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق اور زیادہ ہو گیا تھا۔
یہ اصلاح معیوب نہیں مولانا حنین رضا خاں نے جو صاحبہ کی توہین کی تھی مالک نوری کتب خانہ نے اچھا کیا جو آستانہ ریلوی کی اصلاح کردی کوئی بُرا کام نہیں کیا۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی اصلاح

مولانا نعیم الدین صاحب کا عقیدہ تھا کہ سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر تھے۔ آپ نے اپنے اس عقیدہ کو اپنے حاشیہ قرآن میں کئی مقامات پر تحریر کیا ہے۔ آپ نے ایک مختصر سی کتاب کتاب العقائد کے نام سے بھی تحریر کیا ہے اس میں ہے اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لیے جن بندوں کو اپنے احکام لے جانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں، انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔

نوری کتب خانہ والے پبلشر نے اس کتاب کے تیسرے اڈیشن میں یہ عبارت کے الفاظ کو وہ نور میں سے بدل دیا اور اپنی پہلی نیکی بھی برباد کر ڈالی۔ ان کے ہاں فرقہ بندی کی پرورش بزرگوں کے احترام سے زیادہ ضروری ہے بزرگوں کی بات بدل جائے تو پروا نہیں۔ پر اپنے نذرانوں میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔

لے کتاب العقائد ص ۱۷ اڈیشن اول و دوم لے وصایا شریف سے توہین صحابہ کے الفاظ بدل دینا۔

نوری کتب خانہ کے مالک نے اپنے خیال میں بہت بڑی دینی محنت کی کہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی کتاب ”العقائد“ سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے بشر کا لفظ نکال دیا اور مولانا نعیم الدین کی اصلاح کدی اپنے علوم کو یقینی دلایا کہ ہم بریلوی لوگ انبیاء علیہم السلام کو نوح بشر سے نہیں مانتے وہ سب کے سب نور تھے۔ لیکن افسوس کہ پھر ضلع سرگودھا کے پیر کرم شاہ صاحب نے نوری کتب خانہ کی اس دینی محنت پر کھیر پانی پھیر دیا اور اپنے رسالہ ماہنامہ ضیاء حرم کی ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں شمالی پنجاب کی مشہور گدی سیال شریف کی طرف سے انبیاء کرام کی بشریت کا عام اعلان کر دیا۔ مولانا احمد رضا خاں اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”دونوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و رسل بشر ہیں۔ اور ابوالشرف آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ایسے نابغہ روزگار عالم انبیاء و رسل کی بشریت کا کیسے انکار کر سکتے ہیں جب کہ قرآن گواہی دیتا ہے۔ اور صراحت بیان کرتا ہے کہ انبیاء بشر ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں عالم انبیاء کی بشریت پر پختہ عقیدہ رکھتے ہیں اور جو شخص انبیاء و رسل کے بشریت کا انکار کرتا ہے وہ ان کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے جس طرح امام احمد رضا خاں نے اپنے فتاویٰ رضویہ کے جزو ششم میں بڑی صریحت سے بیان فرمایا ہے۔ لیکن یہ دونوں عالم اس بات کو سخت (یعنی ضروری نہیں) سمجھتے ہیں۔ جب انبیاء کو بشر کہا جائے تو احترام و تکریم کے کسی لفظ کا اضافہ کیا جائے۔ جیسے خیر البشر و سید البشر، افضل البشر، صرف کلمہ بشر کا استعمال ان کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ آگے چل کر پھر لکھتے ہیں۔

”دونوں کا یہ اعتقاد ہے جس طرح مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انبیاء بشر ہیں اور ابوالشرف آدم علیہ السلام کی ذریت سے ہیں۔“

یہاں علماء دیوبند کو بھی مسلمان لکھا ہے اور بتلایا ہے کہ مولانا احمد رضا خان اور مولانا نعیم الدین اس عقیدے میں دوسرے علماء مکہ ہم اعتقاد ہیں انبیاء کی بشریت کے منکر نہیں ہیں وہ مسلمانوں کے موافق عقیدہ رکھتے ہیں۔ کتنا اچھا ہوتا اگر یہ بھی لکھ دیا جاتا کہ یہ صرف مسلمانوں سے موافق ہی نہیں خود بھی مسلمان ہیں۔

بریلوی عوام کی پریشانی

بریلوی حضرات کی اس دکھش سے ان کے عوام سخت پریشان ہیں۔ وہ اپنے واعظین اور مقررین کو دن رات انبیاء کی بشریت کی نفی کرتے سنتے ہیں اور پھر یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ضروت لاسق ہوئی ان حضرات نے کھلے بندوں انبیاء کی بشریت کا اقرار کیا اور تصریح کی کہ ان کا عقیدہ اس باب میں دوسروں کے بالکل مطابق ہے۔ ان کے بعض دوست اس حیرت میں پکارا اٹھتے ہیں ،
یا الہی یہ ماجرا کیا ہے ۔

کس کا عیتیں کیجئے ، کس کا عیتیں نہ کیجئے
لائے ہیں بزمِ یار سے لگ خبر لگ لگ

اس پہلو سے دیکھا جائے تو ان حضرات کی مثال عرب کی اس عورت کی سی ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ وہ سدا دن سوت کاتی اور شام کو اپنا سالا کا تاہوا لکڑیے ٹکڑے کر دیتی ۔
افسوس کہ ہمارے یہ بریلوی دوست بھی قدم قدم پر اس حادثہ سے دوچار ہیں اسے خود فراموشی کئے یا مذہبی غرور کی بنا پر اپنے ان کے اپنے اس تصور سے ہر دل نگار اور ہر نگار شکوہ کرے
وَلَوْ تَكَوَّنُوا مَحَاطٍ لَّيَقَعَنَّ عَرْسُكَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْتَ كَاتِبٌ

(پ ۱۴، اہل بیت ۹۲)

لے ترجمہ ! اور اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے اپنا سوت کاتنے کے بعد خود نیزہ بوند

کر دیا تھا ۔

مخالف شکر۔ اس سے معرکہ آرائی تو عام لوگوں نے دیکھی ہوگی لیکن خود اپنے لشکروں سے
 ہی پنج آزمائی، اس کے نوٹے لوگوں نے بہت کم دیکھے ہوں گے۔ اقل تو ان لوگوں میں کوئی شخص
 صحیح بات کہتا نہیں اور اگر کوئی کبھی کہہ بھی دے تو پھر دوسرے اس کی اصلاح پر اتر آتے ہیں
 یہ لوگ اگر صرف اپنوں کی اصلاح کرتے اور بات یہیں تک رہتی تو ہم شکوہ نہ کرتے۔ لیکن افسوس
 کہ ان لوگوں نے اس مشن تحریف میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور ان کے سلسلہ کے مروجہ حلقہ
 شیر یزدانی حضرت میاں شیعہ محمد صاحب شرفیوردی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دھپوڑا۔ جس ایک چیز پر یہ
 بریلوی قائم ہے وہ صرف امت کی تھوک تکفیر ہے۔ مولانا ظفر علی خان جو حضرت پیر مراد علی شاہ
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی دوستوں میں سے تھے اور اہل دل بزرگ تھے انہوں نے مولانا
 احمد رضا خان اور ان کے پیروؤں کی اس تحریک تکفیر کا بڑے دل نشین پیرایہ میں ذکر کیا ہے۔
 بھیرہ کے پیر کرم شاہ صاحب ابتداءً مولانا احمد رضا خان کے پیروں سے تھے۔ مولانا احمد رضا
 نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحذیر الناس میں جو توڑ پھوڑ کی اور
 تین مختلف جگہوں سے عبادات الٹا کر انہیں ایک عبادت بنایا، اور پھر اس پر حکم کفرِ آرام سے
 اتار دیا پیر کرم شاہ صاحب اس مشن تحریف میں ان کے ساتھ نہ تھے۔ آپ نے تحذیر الناس
 کے حق میں بیان دیا جسے ہم شرح تحذیر الناس کے مقدمہ میں نقل کر چکے ہیں اور وہاں پیر کرم شاہ
 صاحب کے اصل خط کا عکس فوٹو بھی ساتھ دیا ہے۔ جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ لیکن کیا یہ
 مقام افسوس نہیں کہ پیر کرم شاہ صاحب اپنے اس موقف پر جم نہ سکے اور مریدوں کے جھگڑے میں
 انہیں بھی بریلوی دھارے میں بہنا پڑا اور امت مسلمہ کو تھوک تکفیر کا صدمہ ہر چھوٹے بڑے
 بریلوی کے ہاتھوں سہنا پڑا۔ غالی اللہ اشکلی۔

ذوق تحریف کی مار

ان حضرات کے ذوق تحریف کا کہاں تک ماتم کریں اور کس کے سامنے یہ زخم کھولیں۔ مولانا احمد رضا خاں نہ صرف علماء دیوبند پر چھوٹ باندھتے رہے بلکہ انہیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹ باندھنے میں بھی کچھ بالک محسوس نہ ہوا۔ فرماتے ہیں۔

”جاڑا، طاعون اور وبا کی امراض حقیقت میں اور ناہیانی و یکسوئی، برص، جذام وغیرہ وغیرہ کا کچھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ یہ امراض تجھے نہ ہوں گے“

جاڑا سردی کو کہتے ہیں۔ ایک معنی بخار تب لڑے کہے ہیں۔ یہ بخار سردی لگنے سے شروع ہوتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یہ بات بتائی لیکن انہیں یہ یاد نہ رہا کہ پہلے خود ہی کہہ آئے ہیں۔

”مجھے بخار آگیا اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے“

کاش مولانا احمد رضا خاں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر یہ بات نہ بتائی ہوتی کہ انہیں کبھی سردی کا بخار نہ ہو گا ورنہ کبھی آشوب چشم میں مبتلا ہوں گے۔ مولانا خود ہی فرماتے ہیں۔

”میری آنکھ پر آشوب آیا سو پانچ مہینے تک لکڑیا پڑھنا موقوف رہا۔ مسائل سن کر زبانی جواب لکھواتا رہا۔ اسی طرح بعض رسائل لکھوائے آنکھ پر اب تک بہت ضعف ہے“

مولانا احمد رضا خاں کا شوق تحریف صرف وہیں منزل طے نہیں کرتا جہاں انہوں نے کوئی محکوم کرنا ہو یا کسی کو دہانا ہو بلکہ جہاں کچھ بھی مغا و نہیں دہاں بھی اپنی عادت پوری کر گزرتے ہیں۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ بقرہ کو اس کے حقائق و دقائق کے ساتھ بارہ سال میں پڑھ کر فارغ ہونے کے اب دیکھئے خان صاحب نے کس طرح اس روایت کو سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اٹھا کر حضرت

۱۔ ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ چہارم ص ۷۷ ۲۔ ملفوظات حصہ دوم ص ۷۷ حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۲۹
۳۔ کشف الحجاب عن مسائل ایصال الثواب، مؤلف مولانا نعیم الدین مراد آبادی

عبداللہ بن عمرؓ پر لگا دیا۔ یا یوں کہئے کہ اسے رہنے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ہی دیا مگر بارہ کو آٹھ سے دل
 کو اپنی عادت پوری کر لی۔ فرماتے ہیں۔

” سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ برس میں سورۃ البقرہ شریف ختم فرمائی اور بعد اقسام ایک
 اونٹ توڑائی فرمایا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سورۃ البقرہ شریف بارہ برس میں پڑھی۔
 یہاں پہنچ کر شہر شخص سر مقام لیتا ہے کسی شخص سے امانت و دیانت کو اتھ سے دینا یہ تو سمجھ میں آتا
 ہے لیکن یہ کہاں مولانا احمد رضا خان میں ہی دیکھ لے کہ بلا کسی مقصد کے اپنی عادت پوری کرتے جا رہے ہیں۔
 مسائل میں خود کشی کو دیکھنا ہو تو ان کا خود کشی کا مسئلہ ہی دیکھ لو۔ خان صاحب لکھتے ہیں۔
 ” فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔
 اور پھر فرماتے ہیں۔

” خود کشی کرنے والے اور اپنے ماں باپ کو قتل کرنے والے اور باغی، ڈاکو، ڈاکو میں مارا گیا ان کے جنازہ
 کی نماز نہیں ہے۔“

یہ فیصلہ تو بروہی حضرت ہی کریں گے کہ خانصاحب نے کونسی بات غلط کی ہے لیکن ان تفصیلات سے
 یہ حقیقت سامنے آئے بغیر نہیں رہتی کہ عبارات کو بدلنا مطالب کو بگاڑنا لفظوں سے کھینکا خانصاحب کے
 ذوق تحریف کی عام شقیں تھیں۔ دوسروں کی کتابیں تو درکنار خود اللہ کی کتاب بھی آپ کی اس مشق سے بچی
 ہوئی نہ تھی۔

قرآن کریم میں ہے کہ اللہ رب العزت نے دو دن میں زمین پہیلی اور پھر دو دن میں اس کے پہاڑ،
 نباتات وغیرہ بنائے۔ کل چار دن ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اگلے دو دنوں میں آسمانوں کو تکمیل بخشی قرآن
 کریم میں ہے۔

قُلْ اِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهُ اَنْدَادًا
 ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ۝ وَ جَعَلَ فِيْهَا رِوَابًا مِّنْ قَوْمٍ وَّ اٰبَارَ لَّ فِيْهَا وَقَدَرٌ

فِيهَا أَعْوَانًا فِي رُبْعَةِ أَيَّامٍ دَسَّوْا السَّيْلَيْنِ ۖ ثُمَّ اسْتَغْوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ
وَهُي دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا وَكَرْهًا ۖ قَالَتَا أَتَيْنَا
طَائِعَتَيْنِ ۖ فَفَضَّهْنِ سَبْعَ سَعُوتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ
سَمَاءٍ أَمْرَهَا - (پ ۱۷۷ سورہ اٰیات ۸ تا ۱۲)

ترجمہ : آپ کہہ دیں کیا تم اس سے منکر ہو رہے ہو جس نے زمین و دُن میں بنائی اور تم ٹھہرتے ہو
اس کے شریک۔ وہ تو رب سے سب جہانوں کا پھر اس نے ملے اس زمین پر پہاڑ اور برکت رکھی اس میں۔
تو ذکر کریں اس میں روزیاں۔ چار دن میں کام لیا ہوا پوچھنے والوں کے لئے۔ پھر وہ بالا ہوا آسمان کو اُڑا
وہ (آسمان) دھواں ہوا تھا پھر اسے اور زمین کو کما تم دونوں طوعاً اور کرہاً حاضر ہو۔ وہ بولے ہم تم سے
سے آئے۔ اللہ نے پھر انہیں سات آسمان و دُنوں میں بنایا اور ہر آسمان میں اپنا حکم اتارا ۛ
قرآن کریم صراحت سے بتلا رہا ہے کہ اللہ رب العزت نے دو دُنوں میں آسمانوں کو تخلیق بخشی مگر
افسوس صد افسوس کہ مخالف صاحب یہاں بھی بات بگاڑے بغیر نہ رہے۔ اور فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ
نے آسمان چار دُنوں میں بنائے تھے۔ آپ کے ملفوظات میں ہے۔

” رب العزت تبارک و تعالیٰ نے چار روز میں آسمان اور دُن میں زمین کی ششہ (اتوار)
تا چار شنبہ (بدھ) آسمان اور ششہ (جمعرات) تا جمعہ زمین۔ نیز اس جمعہ میں مین العصر
والغروب آدم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا ۛ

آسمانوں کی تخلیق میں دو اور چار کا اختلاف قرآن کریم سے کتنا کھلا تضاد ہے۔ پھر داد دیجئے
کہ زمین اور آدم کی تخلیق ایک ہی دن ہوئی بیان کی۔ گویا خدا نے آدم کی تخلیق سے پہلے جب فرشتوں کو کہا
تھا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں اس وقت تک زمین کہیں نہ تھی نہ عالم وجود میں اس کا کوئی
تصور تھا نہ فرشتے اس بات کا کوئی معنی سمجھ رہے تھے۔

ہاں شیطان کو پتہ تھا کہ آدم کو زمین پر بھیجا جائے گا اس کے لئے یہ ہمدردی کیوں؟

شیطان کے لئے گوشہ ہمدردی

جو شخص اہل اللہ کے لئے سنگدل ہوا ان پر بہتان باندھنے اور ان کی عبارات کے مفہوم کچلنے اور ان پر کفر کے گولے برسانے میں ذہنی سکون محسوس کرے اس کا لازمی عکس یہ ہے کہ پھر وہ شیطان کا ساتھی بنے اور اس کے لئے اس کے دل میں گوشہ ہمدردی پیدا ہوا دلیار الرحمٰن اور اولیاء الشیطان کی شرع سے جلی آئی ہے۔

سستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چوراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبسی

مولانا احمد رضا خاں کے ذوقِ تحریف نے علمائے دیوبند سے مخالفت مولیٰ کی تو ضروری تھا کہ اب آپ اپنے دل میں شیطان کے لئے ضرور کوئی نرم گوشہ پیدا کریں اور آپ کو شیطان کی چالوں میں بھی سچائی کی خوشبو محسوس ہو اور آپ سمجھیں کہ اب یہ بھی آپ کی طرح اللہ والا ہو گیا ہے۔

شیطان کا عرصہ تسویل و تلبیس

شیطان ماندہ درگاہ الہی ہوا تو اس نے قیامت تک کے لئے زندگی کی مہلت مانگی جو اسے دی گئی اس نے پھر اپنی پالیسی کا اعلان کیا۔

قال فما اغیثنی لا قعدن لہم صراطک المستقیمہ ثمر لا یتقہ
من بین ایدیہم ومن خلفہم وعن ایمانہم وعن شائللہم
ولا تجدد اکثرہم لشکرین۔ پٹ الاعراف ع ۲ نمبر آیت ۱۶، ۱۷

ترجمہ:۔ بایں طور کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور اولادِ آدم کی تاک میں تیرے سیدھے رستے پر بیٹھوں گا پھر میں ان کے پاس آؤں گا۔ آگے سے بھی پیچھے سے بھی، داہنے سے بھی، اور بایں سے بھی، اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

شیطان نے یہ جو سنا دی کہ اکثریت میرے ساتھ ہوگی میں انہیں صراطِ مستقیم پر نہ رہنے دوں گا کیا یہ ہو کر نہیں رہا؟ اس انفرادی مہلت شیطان نے کب تک کے لئے مانگی تھی؟ قیامت تک کے لئے۔ اس سے پچھلی آیت میں ہے اس نے سوال کیا تھا:۔

انظر فی الیوم یبعثون۔ مجھے مہلت دے حشر کے دن تک کی۔

ط یہ مولیٰ کس نے ادا کیا یہ اس وقت موضوع نہیں نہ اگر یہ حکومت کی پالیسی اس وقت زیر بحث آئے گی۔

سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب تک یہ معرکہ خیر و شر موجود ہے شیطان اولادِ آدم کے اغواء میں ہر وقت گھات لگائے بیٹھا ہے ایک دوسرے مقام پر اولادِ آدم کو اس کی خبر بھی دے دی گئی۔
 انہ میرا کہو وقبیلہ من حیث لا ترونہم۔ پٹ الاشراف ع ۳۔ آیت ۲۴۔
 (ترجمہ) بیشک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں دیکھ نہیں پاتے۔
مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ دربارہ ابلیس

خاں صاحب کا عقیدہ ہے کہ شیطان توبہ کر چکا ہے اور اپنے کئے پر نادم ہے اور اب وہ نماز بھی پڑھتا ہے خاں صاحب کو کہا گیا کہ اگر وہ کہیں نماز پڑھتا دیکھا گیا ہے تو کیا اس میں بھی اس کا کوئی داؤ نہ ہوگا؟ کسی کو پیری کے چکر میں لانا ہوگا؟ فرمایا نہیں وہ آخرت کے خوف سے نماز پڑھتا ہے کہ شاید اس نماز کے باعث اس کی بخشش ہو جائے خاں صاحب فرماتے ہیں:۔
 ”ایک پری مشرف باسلام ہوئی اور اکثر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا کرتی تھی ایک بار عرصہ تک حاضر نہ ہوئی دریافت فرمایا عرض کی حضور میرے ایک عزیز کا ہندوستان میں انتقال ہو گیا تھا وہاں گئی تھی راد میں میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ پر ابلیس نماز پڑھ رہا ہے میں نے اس کی یہ نئی بات دیکھ کر کہا کہ تیرا کام تو نماز سے غافل کر دینا ہے تو خود کیسے پڑھتا ہے اس نے کہا رب العزت تبارک و تعالیٰ میری نماز قبول فرمائے اور مجھے بخش دے۔“

یہ بات بالکل من گھڑت ہے موضوع ہے شیطان ہرگز اخلاص سے نماز نہیں پڑھتا یہ غلط ہے کہ وہ چاہتا ہے اس کی بخشش ہو خاں صاحب نے اس موضوع روایت کو بیان کر کے خود حضور پر افتراء باندھا ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پرلوں کو اپنے پاس آنے دیتے تھے اور پرلوں کو ہندوستان جانے میں کوئی اتنا دقت لگتا ہے۔ حافظ شمس الدین الذہبی (۸۴۸ھ) منقرہن الحكم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔

کذا وقع فی موضوعات ابن الجوزی ولا یدری من ذا ولعلہ وضع
 هذا قال حدثنا ابن لہیعہ عن ایہ عن ابن الذبیر عن جابر قال
 کانت جنۃ تافع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نساء منهم

۱۔ ملفوظات حصہ اول ص ۱۲۱

فایضات علیہ..... فرایت فی طریق ابلیس یصلی علی صخرۃ...

..... قال لا رجوع من ربی اذا ابر قسمہ انت یغفر لی ملہ
(ترجمہ) اور یہ جانا نہیں گیا۔ وہ کون ہے اور غالباً اسی نے یہ روایت گھڑی ہے کہ ایک جن
عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جن مورتوں کیساتھ آئی تھی۔ ایک دفعہ وہ کچھ دیر سے آئی (اُس نے اپنی مورت
دیری بیان کرتے ہوئے کہا) میں نے لے سے میں اٹھیں کو دیکھا۔ وہ ایک پہاڑ پر نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے
کہا میں اپنے رب سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی قسم کچی کرے اور مجھے بخش دے۔

شیطان سے حسن عقیدت

ابلیس جب راندہ درگاہ ہوا تو اس کی آخری خواہش اس طرح پوری کی گئی کہ اس نے
قیامت تک کے لئے تسویل و تمییس کی جو ہمت مانگی وہ اسے دی گئی یہ نہیں کہ شیطان مستجاب الدعاء
تھا اور اس کی یہ دُعا تھی جو پوری ہوئی تھی اسلام میں دُعا کا یہ تصور نہیں جو شیطان کی اس آخری خواہش
میں پایا جاتا ہے کہ مجھے ہمت دے میں تیرے بندوں کو قیامت تک گمراہ کرتا رہوں۔ اس
خواہش کو دُعا کا نام دینا اور شیطان کو مستجاب الدعاء سمجھنا عجیب بریلوی عقیدہ ہے جو ہماری سمجھ بالا ہے
مولانا احمد رضا خاں کے مرید خاص مفتی احمد یار گزرائی کہتے ہیں:

ذیال ہے کہ موت کا دن بزرگوں کی دُعا سے مل جاتا ہے بلکہ شیطان کی دُعا سے

بھی۔ اس کو عمر لمبی بخشی گئی فرماتے ہیں: قال من المظہر

بریلوی ہر جگہ پر ایک نڈا کرتے ہیں کہ ہم اولیاء کی شان گراتے نہیں بڑھاتے ہیں سو یہاں اولیاء اللہ
(بزرگوں) کو شیطان سے ملانا اولیاء اللہ کو گرانے کے لئے تو نہیں ہو سکتا پس اس کی ایک ہی صورت
ہو سکتی ہے کہ ان لوگوں نے ہاں شیطان کو اتنا ادب کیا کیا کہ اسے اولیاء اللہ سے ملا دیا جائے
معلوم نہیں یہ لوگ شیطان کے اتنے معتقد کیوں ہوئے بیٹھے ہیں اور کیوں اسے اولیاء اللہ سے ملنے پر
ہم سمجھتے ہیں کہ اس عبارت میں بریلویوں نے اولیاء اللہ کی سخت توہین کی ہے انہیں

شیطان سے لا ملایا ہے یہ شیطان سے محبت اور ہمدردی کا فکری نتیجہ ہے

علم غیب رکھنے میں شیطان کو انبیاء سے ملانا

مولانا احمد رضا خاں نبی کا معنی ہی غیب جاننے والا کرتے ہیں اور بریلوی حلقہ علم غیب

رکھنے کو کمالاتِ نبوت میں سے سمجھتے ہیں پھر ان حضرات کی جبرأت ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح شیطان کو علم غیب جاننے والا قرار دیتے ہیں مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں :-
 شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا چنانچہ اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔
شیطان پر صاحبین کو قیاس کرنے کا شوق

شیطان کی دُعا سے اس کی عمر لمبی کر دی گئی رب نے فرمایا اَنْتَ مَوْتُ
 الْمَنْظَرِ بِسَبَبِ شَيْطَانٍ مَرْدُودِ کِی دُعا سے عمریں زیادتی ہو سکتی ہیں۔
 تو صاحبین کی دُعا یا نیک اعمال سے بھی عمریں بڑھ سکتی ہیں نہ
 جب شیطان کی دُعا پوری ہوئی تو کیا پھر بھی وہ مردود ہی رہا مردود نے کچھ تو سوچا ہوتا۔
حاضر و ناظر ثابت کرنے میں ابلیس کو مثال میں لانا

مولانا احمد رضا خان کے پیشرو مولانا عبد السمیع لاہوری انوار ساطعہ اجس پر مولانا احمد رضا
 خاں کی بھی تصدیق ہے، میں لکھتے ہیں :-

”اصحابِ محفلِ میلاد (یعنی ہم لوگ) کو زمین کی تمام پاک و ناپاک مجاسِ مذہبی اور
 غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ کا نہیں دعوے کرتے ملکِ اُمدت اور ابلیس
 کا حاضر ہونا تو اس سے بھی زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے۔“

اس وقت یہ بحث ہر بیولوئی نے کس بے ادبی سے شیطان کی وسعتِ اراضی (کہ کہاں کہاں
 ملک اس کی گردش اور دائرہ سیر ہے) حضور ﷺ کی وسعتِ ارضی سے زیادہ بتلائی
 ہے۔ اس وقت ان عبارات سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ لوگ کس طرح ہر بات میں شیطان کو آگے
 رکھتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ کہ شیطان کس طرح اخلاص سے نماز پڑھتا ہے ان کے دل و دماغ پر پورا
 پھایا ہوا ہے یہ کون ہیں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

اولیک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون

(پہلے الجادلہ آیت ۱۹)

قرآن میں فاضل دیوبند ہونے کا تذکرہ

شیطان کے حاشیہ نشینوں نے اپنے شیطان کے ان تعلقات پر پردہ ڈالنے کے لئے الٹی چال چلی اور کہا کہ شیطان فاضل دیوبند ہے تاکہ ان کی شیطان سے دوستی عوام کے سامنے نہ آ سکے۔ افسوس انہوں نے یہ نہ سوچا کہ جس وقت انہوں نے شیطان کو فاضل دیوبند ہونے کی سند دی ہے اس وقت نہ دیوبند تھا نہ دارالعلوم دیوبند اور نہ آدم ابھی زمین پر اترے تھے مفتی احمد یار گوجراتی لکھتے ہیں کہ شیطان نے آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے اللہ کے حضور یہ کہا تھا۔

”میں پرانا صوفی عابد عالم فاضل دیوبند ہوں اور آدم علیہ السلام نے ابھی نہ کچھ سیکھا نہ عبادت کی کلمہ“

مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ابھی کچھ سیکھا نہ تھا یہ بھی غلط ہے قرآن کریم میں ہے آدم کو سجدہ کرانے سے بہت پہلے اللہ رب العزت نے انہیں علم اسماء دے دیا تھا۔
وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ (پہلی البقرہ آیت ۳۱)
(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اسماء سکھائی تھیں پھر انہیں ملکہ پر پیش کیا تھا۔

سوجب ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا تو آدم علیہ السلام اس وقت علم اسماء پائے ہوئے تھے مفتی صاحب نے کس بے جگری سے جھوٹ کہا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس وقت کچھ نہ سیکھا تھا۔ بریلویوں نے اسے قرآن کے حاشیہ پر لکھ کر اپنے جاہل عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ قرآن میں شیطان کے فاضل دیوبند ہونے کا تذکرہ موجود ہے۔ سو ہم بریلوی ہی درست ہیں اور دیوبندی غلط ہیں۔ یہ گرجنیں مکتب و جنین ملا کار طفلاں تمام خواہر شد۔

شیطان اور رسول کو ایک قطار میں لے آنا۔

شیطان کی محبت میں یہ لوگ اتنے کھوئے جا چکے ہیں کہ یہ اسے حضور کے مقابل لانے سے بھی گریز نہیں کرتے اور پھر ظلم بالائے ظلم یہ کہ اسے عاشقوں کا مذہب سمجھا جاتا ہے۔
”در مذہب عاشقاں یک رنگ ابلیس و محمد است ہم سنگ“

لہ نور العرفان ص ۳۷ تذکرہ خوشیہ ص ۲۵۵

(ترجمہ) عاشقوں کے مذہب میں ابلیس لعین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سنگ
(ہم ذلک) ہیں۔ (استغفر اللہ العظیم)

معلوم نہیں شیطان کا اس قدر گردیدہ ہونے سے بریلویوں کو کیا ملتا ہے مسلمان تو استغفر اللہ کہ
بغیر اسے نقل بھی نہیں کر سکتا اس انتہا پسندی سے قلم نگاہ ہے زبان تھرکتی ہے۔
شیطان شرک سے پاک ہے۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی لوگوں کو توحید سے دور کرنے کے لئے اسے ایک شیطانی عید
بتلاتے ہیں مگر یہ بھی مانتے ہیں، ہمیں اس نے شرک میں ڈال رکھا ہے آپ لکھتے ہیں:۔
”لوگوں سے شرک کو اتنا بے غور کہی بت پرستی یا شرک نہیں کرتا وہ بڑا منحرف ہے۔“

رابطہ شیطانی کی چلتی پھرتی تصویریں

شیطان برہائی اور بے حیائی کا سرخونہ ہے عام برائیوں میں وہ چُپ کر آتا ہے انہ یداکم
ہو و قبیلہ من حیث لا تدر نہم آپ پڑھ آئے ہیں لیکن بے حیائی کے
اکھاڑے میں یہ بے حجاب ناچتا ہے فحش رسائی، فحش کاری اور فحش انگاری میں کھل کر سامنے
آتا ہے اور بہت جلد پہچانا جاتا ہے۔

بریلوی اکابر میں کون کون اس کی زد میں تھے اسے آپ اس جہت سے معلوم کریں کہ
ان میں لفظی علمی اور عملی جا کس درجے کی تھی اے اس جہت سے سوچنے سے بلی بہت جلد
تھیلے باہر آجائے گی۔

فاحشہ عورتوں کے حق میں اور خلاف میں دو فتوے۔

مسئلہ یہ چلا کہ فاحشہ عورتوں کو مکان کرایہ پر دینا چاہیے یا نہ؟ کیا یہ اعانت علی
المعصیۃ نہیں؟ دیوبند کے سرپرست اعلیٰ قلب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
نے فتوے دیا۔

”یہ کو کرایہ پر مکان چٹا درست نہیں حسب قول صاحبین کے۔ اور امام صاحب
کے قول سے جواز معلوم ہوتا ہے کہ مکان کو کرایہ پر دینا گناہ نہیں۔ گناہ بفعل اختیار

مستاجر کے ہے مگر فتویٰ اس پر ہے کہ نہ دیوے کہ اعانت گناہ کی ہے۔

لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نشہ فروش کو مکان یا دکان کرایہ پر نہ دے قرآن کا حکم ہے گناہ اور زیادتی پر کسی کی اعانت نہ ہو۔

دیوبند کا یہ فتویٰ فاحشہ عورتوں کے خلاف تھا اب دیکھئے مولانا احمد رضا خان

کس طرح فاحشہ عورتوں کے حق میں فتویٰ دیتے ہیں۔

”اس کا اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں۔ رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں باقی رہا اس کا زنا کرنا یہ اس کا اپنا فعل ہے۔ اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا بلکہ ہمیں سے دیوبندی بریلوی اختلاف چلا اور فاحشہ عورتوں نے اُمت کو لٹا دیا۔

فاحشہ عورتوں کی شیرینی پر فاقہ کہنا۔

اس وقت یہ سنند زیر بحث نہیں کہ کھانے کی چیزوں پر فاقہ کہنا یہ بات کب سے چلی۔

صحابہؓ کے دور میں اس کا نام و نشان تک نہ تھا اس وقت صرف یہ بتلانا ہے کہ مولانا

احمد رضا خاں کس طرح ان لوگوں کے بائے میں نرم گوشہ رکھتے تھے فرماتے ہیں کہ اگر فاحشہ عورت

کسی سے قرض لے کر شیرینی خریدے اور وہ قرض زنا کی اُمرت سے ادا کرے تو اس شیرینی

پر فاقہ کہنا جائز ہو گا اور وہ شیرینی ناجائز نہ ہو گی۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس صورت

عمل پر کسی مزید شہادت کی ضرورت نہیں میری اس پر اپنی شہادت ہی کافی ہے۔ اس سے یہ

بھی پتہ چلتا ہے کہ مولانا کا ان سے ملنا جلتا عام تھا اور آپ ان کے طریقوں کے اچھے خاصے گواہ تھے

بریلوی علماء اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ آپ فاحشہ عورتوں کو مایوس نہ کرنا چاہتے تھے اور شیرینی

پر فاقہ کہنے کی راہ انہیں اس طرح سمجھا دیتے تھے کہ ان کی کمائی بھی وہی رہے زنا بھی کراتی رہیں

اور حضرت سے شیرینی پر فاقہ بھی دلاتی رہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے اپنے الفاظ یہ ہیں:-

”اس مال (زنلے مال) کی شیرینی پر فاقہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال

بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ (کچھ لوگ) جب کوئی کار خیزہ نہ کرنا چاہتے ہیں

تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لئے کسی شہادت کی حاجت نہیں ہے۔ اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا تو اس کا قول قبول ہوگا بلکہ اگر شیرینی اپنے مال حرام سے خریدی اور خریدنے میں پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی اگر ایسا نہ ہوا تو مفتی بیہودہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی۔“

بے حیائی صرف یہ نہیں کہ فاحشہ عورتوں کے سامنے سر کھول دیا جائے اعلیٰ حضرت نے اگر ایسا کیا تو وہ بچن کی بات ہے ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہم اس پر ضرور حیران ہیں کہ حضرت کس محلے میں رہتے تھے جہاں فاحشہ عورتیں عام آتی جاتی تھیں اور حضرت کے بزرگوں کو کیلیم ہی محلہ پسند آیا تھا۔
ربط شیطانی سے انسان کی زبان سے بھی شرم و حیا اٹھ جاتا ہے انسان پھر بات بات میں حیا کے بغض ادھیڑا ہے اور نہیں جانتا کہ حیا سے ہی ایمان قائم ہے اور اس سے شرف انسانی قائم رہتا ہے۔

زبان کی بے حیائی کی انتہا

کسی شخص کے بارے میں انسان کے لئے گالی گلوچ اور فحش الفاظ کا استعمال جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ یہ الفاظ ان حضرات اور شخصیات کے بارے میں استعمال کئے جائیں جن کی شرافت عزت اور عظمت خود ہمارے دین کا جزو ہوا اور پھر انسان اس سے بھی نہ بچے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی وہ زبان استعمال کر گئے جس کے تصور نے شرافت کا پتہ ہے۔

۱۔ حضرت کی شہادت کے بعد اور کس کی شہادت چاہیے، کسی کہیں سے شیرینی قرض سے خریدنا تو سمجھ میں آتا ہے قرض سے مجلس کرنا اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب مجلس میں آنے والے علماء کرام اور خاندان عظام کے نذرانے اور ہدیے ہوں گے بڑے حضرت ہوں یا چھوٹے حضرت، بڑی ان عبادت کے کون ان فاحشہ عورتوں کے ختم ہر جاتا ہے۔ سکہ یعنی اس وقت خاص اس طرح نہ کہا گیا کہ میں اس خاص مال کے عوض میں یہ شیرینی خریدتی ہوں بات گولی رہی تو بھی شیرینی حرام نہ ہوئی۔ اسے بریلوی دوست خوب دل کھل کر کھائیں۔

۵ احکام شریعت حصہ دوم ۱۴۵ھ

فاحشہ عورتیں ایسا لباس پہنتی ہیں جو مردوں کے لئے موجب کشش ہو وہ ایسے اطوار اختیار کرتی ہیں جن سے لوگوں کی نظریں ان پر اٹھیں ایسا تنگ اور چست لباس پہننا کہ بدن کی پوری غمازی ہو رہی ہو کبھی شریف عورتوں کا وطیرہ نہیں ہوتا اور اگر کوئی عورت ایسا لباس پہنے تو شریف مرد نہ اس طرف نظر کرتے ہیں نہ اپنی مجلس میں وہ ان زرق برق لباسوں کا تذکرہ کرتے ہیں یہ فحش گوئی ایمان والوں کو زیب نہیں دیتی۔ ایمان کا ایک حصہ حیا ہے۔
اعلیٰ حضرت کی اُم المؤمنین کے بارے میں فحش گوئی۔

مولانا احمد رضا خاں کے شاگرد مخصوص مولوی محبوب علی خاں نے آپ کی بیاض سے یہ اشعار بڑی احتیاط سے نقل کئے اور انہیں اعلیٰ حضرت کے دیگر ماندہ شعری ذخیرے کے ساتھ حدائق بخشش حصہ کے نام سے ۱۳۴۲ھ میں شائع کر دیا مولانا احمد رضا خاں کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی ربیع صدی تک کسی بریلوی نے حدائق بخشش حصہ سوم سے انکار نہیں کیا۔ مولانا احمد رضا خاں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لباس کا یہ نقشہ کھینچتے ہیں آپ نے اب تک کوئی بیٹا مال کے بارے میں اس شعری ذوق میں بات کرنا نہ سنا ہو گا یہ اسی حدائق بخشش میں ہے۔

رہ تنگ و چست ان کا لباس اودہ جو بن کا ابعاد نسکی جاتی ہے قبا سے کمر تک لے کر یہ پٹا پڑتا ہے جو بن میرے دل کی صورت کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ بڑے سینہ بڑے
اعلیٰ حضرت کی اللہ تعالیٰ کے بارے میں فحش بیانی

علماء میں یہ بحث چلی کہ اللہ تعالیٰ قباغ (بُرے کاموں) پر قادر ہے یا نہیں؟ اس پر تو سب کا اتفاق تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل خیر ہے وہ کبھی کوئی بُرا کام نہ کرے گا نہ یہ اُس کی شان کے لائق ہے لیکن اسے اس کام پر قدرت ہے یا نہیں؟ یہ دو سرا موضوع تھا مثلاً مشرک کو بخشنا خدا کی غیرت کے خلاف ہے لیکن سوال پھر سامنے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرعون، ہامان اور فرد کو بخشنے پر قادر بھی ہے یا نہیں؟ مولانا احمد رضا خاں نے مولانا اسماعیل شہید کو اس الزام میں کہ وہ قباغ کو خدا کی قدرت سے باہر نہیں سمجھتے خدا کے نام کے ساتھ ایک ایک بُرائی اور ایک ایک فتن کاری

اس طرح چسکے لے لے کر بیان کی ہے کہ انسان حیران ہوتا ہے اور اُس کی ایمانی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے جب وہ مولانا احمد رضا خاں کی اس الزامی عبارت کو پڑھتا ہے۔

”ایسے کو جس کا بہکنا بھولنا، سونا، اونگنا غافل ہونا عالم ہونا حتیٰ کہ مرجانا سب

کچھ ممکن ہے۔ کھانا پینا پیشاب کرنا، پاخانہ پھینکا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح

کلاہیتا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی فحشیت بے حیائی کا مرتکب ہونا

حتیٰ کہ غفلت کی طرح خود مغفول بننا، کوئی خیانت کوئی فحشیت در سوائی اس کی

شان کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی

علامتیں (آرتناسل اور عورت کی شرمگاہ) بالفعل دکھاتا ہے۔ صد نہیں جو خدار

ہے کھل ہے مباح قدوس نہیں غنی مشکل ہے (بیہوجرا ہے) یا کم سے کم

اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے زبر

کھا کر اپنا گلا گھونٹ کر بددق مار کر خود کش بھی کر سکتا ہے۔ (استغفر اللہ العظیم)

جو لوگ خدا کو قیام پر قادر مانتے ہیں کیا انہوں نے بھی کبھی یہ زبان خدا کے بارے میں

استعمال کی ہے؟ خاں صاحب کس طرح چٹخاے لے لے کر خدا کے نام پر ایک ایک بُرائی کو ذکر کر

ہے ہیں کیا کسی کافر و دہریہ اور سکھ نے بھی نشے کی حالت میں کبھی ایسی باتیں خدا کی نسبت سے

کہی ہوں گی؟ ایک مقام پر دیوبندیوں کو یہ طعنہ دیتے ہوئے کہ تمہارا خدا ایسا ہے مولانا احمد رضا خاں

کہتے ہیں۔

”تمہارا خدا ریٹلیوں کی طرح دنا بھی کر لے در نہ دیوبند کی پچکلے دالیاں اس

پر ہنسیں گی کہ ٹکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا پھر ضروری ہے کہ تمہارے

خدا کی زن بھی ہو اور ضروری ہے کہ خدا کا آرتناسل بھی ہو۔ یوں خدا کے مقابلے

میں ایک خدا اُن بھی مانی پڑے گی۔“

استغفر اللہ، تم استغفر اللہ مولانا احمد رضا خاں کی اس عبارت پر ایمان کیا

شرافت بھی کا پتی ہے۔

جب خدا کے واسطے میں زبان یہ ہے تو حضرت مولانا اشرف علیؒ کے واسطے میں اور حضرت مولانا حسین احمد کے واسطے میں ان کی زبان کیا ہوگی؟ یہ آپ خود اندازہ کریں۔

۷۔ قیاس کن رنگستان من بہار مرا۔

مولانا تھانویؒ کے خلاف فحش زبانی

حضرت تھانویؒ کی کتاب حفظ الایمان کے رد میں بریلی سے وقعات السنن شائع ہوئی۔ نام مٹھنے رضا خاں کہے لیکن کام احمد رضا خاں والا ہی ہے اس میں آپ نے حضرت تھانویؒ کو مخاطب کر کے لکھا۔

”ہماری لکے تین متن پر نظر ڈالئے دیکھئے وہ رسلیا (حفظ الایمان) والے

پر کیسے ٹھیک اتر گئے کیا اتنی ضربات کے بعد بھی نہ سوجی ہوگی؟“ لہ

خاں صاحب پہلے یہ بھی لکھ آئے ہیں۔

”رسلیا والے..... اپنی دوستی (پچھلے جتنے کی طرف اشارہ ہے)

میں تیسرا احتمال داخل بھی کرتے تھے

ایسے محلے میں رہنے کا کیا یہ نمایاں اثر نہیں۔ جو خالصا کے اخلاق سے ظاہر ہو رہا ہے۔

۸۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلاف شیطانی مہم

مولانا احمد رضا خاں نے خیانت کی بیڑھی پر چڑھ کر علمائے دیوبند کی عبارات میں خطرناک

معنوی تحریف کی اور علمائے عرب کے سامنے ان کے غلط ترجمے پیش کئے حضرت مولانا

حسین احمد مدنیؒ نے الشہاب الثاقب کے نام سے حسام اکرمین کے غلط فتوؤں کا جواب

لکھا ہے اس پر مولانا احمد رضا خاں بہت تڑپے کہ بات کھل کیوں گئی — خان صاحب

نے اس پر حضرت مدنیؒ کو ان الفاظ سے نوازا ہے۔

”کبھی کسی بے حیا سے بے حیا۔ ناپاک گھناؤنی سے گھناؤنی۔ بے باک

سے بے باک۔ پاجی مین گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابل بے دھرمک

۹۔ وقعات السنن ص ۲۸

۲۸
۱

ایسی حرکات کیں؟ آنکھیں میچ کر گندہ منہ پھاڑ کر ان پر فخر کئے۔ انہیں
سرمہ بازار شائع کیا۔ یہ ان پر افتخار ہی نہیں بلکہ سُٹتے ہیں کہ ان میں کوئی نئی
نوہلی حیا دار شرمیلی۔ بائکی نکلیسی۔ میٹھی رسیلی۔ اچیلی ایسیلی
ہیچنلی نیسی۔ اچودھیا بائشی..... اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا
غمزہ تراشا اور اس کا نام اشہاب الثائب رکھا۔

آپ غور کرتے ہیں کیا کبھی کسی عالم دین سے آپ نے ایسی فحش زبانی سُنی ہے اور پھر یہ
لوگ اسے اپنا خالص اعتقاد قرار دیتے ہیں اور یہ فحش کلامی علماء ربانی کے خلاف ہو رہی ہے
اب دیکھو ان اکابر کے عوام پر خاں صاحب کیا زبان استعمال کرتے ہیں۔

اکابر دیوبند کے عوام پر خاں صاحب کا غیظ و غضب

”غیث شو! تم کافر ٹھہر چکے ہو۔ ابلیس کے مسخرے دجال کے گدھے.....
اے منافقو..... دھابہ کی پوتہ ذیل عمارت قانون کی طرح تحت الثری
ہے پہنچی ہے۔ نجدیت کے کوئے سکتے، دھابیت کے بوم پکتے اور مذبح
گتلخ بھڑکتے“

ہم کہاں تک ان حضرات کے ربط شیطانی کا ردنا رویں مولانا احمد رضا خاں جگہ جگہ
شیطان کی حمایت فاحشہ عورتوں کی رعایت اور توحید و سنت کی شکایت کرتے ملیں گے تاہم
خان صاحب کے مجموعی نقشے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جن کی زبان اس درجے
کی ہے ان کا عمل کس درجے میں بے حیا ہوگا اور انہوں نے علمائے دیوبند کی عبارات
میں جس بے دردی سے اپنے معنی داخل کئے ہوں گے اس سے بات کہاں سے
کہاں پہنچی ہوگی اُسے علمی دنیا میں ہم کھلی بے حیائی نہ کہیں تو اس کا کوئی اور نام تجویز کر
دیجئے جس کے تحت ہم یہ شکایت زبان پر لاسکیں۔

حضرت مولانا معین الدین اجمیری جو خواجہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف
کے استاد تھے تسلیم کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے مخالفین سے فحش اور بازاری

زبان میں گفتگو کرتے تھے آپ لکھتے ہیں :-

”ان پہلہ دار الفاظ میں آپ (مولانا احمد رضا خاں) کو لفظ تین زیادہ مرغوب ہے خلقت اس کو فحش اور بازاری گفتگو کہتی ہے مگر یہ اس کی غلطی ہے اور اعلیٰ حضرت کے ساتھ سوء ظنی“

ہم انشاء اللہ آگے چل کر مولانا احمد رضا خاں کے عمل و کردار پر تفصیل سے بات کریں گے یہاں ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا شیطان اور ناحشہ عورتوں سے ہمدردی کا کیا تعلق رہا ہے اور اس ربط شیطانی سے آپ نے خیانت کی یہ طرہ پر چڑھ کر کس طرح سوادِ اعظم اہل السنۃ والجماعۃ کو دو دنگیٹے کیے ہیں اور اپنی اس محنت کو انگریز کے کھاتے میں ڈال دیا ہے مولانا احمد رضا خاں کے حق میں ایک آواز

نا انصافی ہوگی اگر ہم یہ بات عوام کے سامنے نہ لائیں کہ قدوۃ المؤمنین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے جب حسام المحرمین کے جواب میں علماء دیوبند کی مختلف عبارات کے صحیح معامل اور معافی بیان کئے اور اس پر علمائے عرب کی تصدیق حاصل کی تو اس کے بعد مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے اس کی یکس تردید نہیں کی گئی ہو سکتا ہے انہوں نے علماء دیوبند کی اس وضاحت اور موقف کو قبول کر لیا ہو بریلوی حلقے کے ایک متعقد عالم مولانا خلیل احمد خاں بدایونی دومرے بریلوی علماء سے ایک سوال کیا تھا آپ لکھتے ہیں :-

”پھر فقیر نے سوال کیا کہ علمائے دیوبند نے جب صریحاً انکار اور اس مضمون غیث سے تبری و تخاصی بیان کر دی اور اس عبارت کا مطلب بھی بتا دیا اس کے بعد فاضل بریلوی (مولانا احمد رضا خاں) کی کوئی تحریر جو خاص انہی کی ہو جس میں انہوں نے ان کے انکار اور تبری و تخاصی کے علم کا اقرار کرتے ہوئے پھر بھی ان کے لئے حکم کفر و ارتداد باقی رہنے کو بیان کیا ہو تو دکھائیے“

ان علماء بریلی نے جواب میں مولوی مصطفیٰ رضا خاں کا رسالہ وقعات اسنان پیش کیا مولانا خلیل احمد خاں نے کہا۔

میری شرط کے مطابق یہ رسالہ نہیں کیونکہ میری شرط تو یہ ہے کہ فاضل بریلوی کی ہی تصنیف ہو کیوں کہ کفر کا فتوے دینے والے وہ ہی تو نہیں ہیں یہ رسالہ تو مولوی مصطفیٰ رضا خاں کا لکھا ہوا ہے بلکہ

دوسرے علماء بریلی سے اس کا کوئی جواب بن نہ پڑا مولانا خلیل احمد خاں صاحب لکھتے ہیں۔

فقیر کا مقصد احمد شہزاد کی اور حق طلبی ہی رہا اور ہے اگر ان لوگوں میں شتمہ بھر بھی حق طلبی ہوتی تو فقیر کو اس کے شبہات و سوالات کا مسکن جواب کسی مناسب صورت دیتے اور ان سوالات کو دفع طور پر حل کرتے یہ لوگ زبردستی منوانا چاہتے ہیں یعنی سمجھ میں آئے یا نہ آئے قواعد علوم شرعیہ کے موافق ہو یا مخالف۔ ہماری بات مانو اور ہمارے مقلد بنو ورنہ فتوے کفر ہے فاضل بریلوی کی آنکھ بند کر کے تقلید کرو ورنہ نہ سنی نہ مسلمان۔ یہ ہے ان کا مذہب اور ایمان گویا شریعت مطہرہ علی مناجم العسلوۃ و اسلام کے یہ لوگ ٹھیکیدار نہیں، کفر و اسلام کی سندان کے قبضے میں ہے جنت و دوزخ کے یہ ملک ہیں اپنی رائے سے جسے چاہیں جنتی بنا دیں جسے چاہیں دوزخی بنادیں۔ علم دین یعنی قرآن و حدیث و فقہ کوئی جانتا ہی نہیں صرف یہ ہی جانتے ہیں ہندوستان کے تمام علماء کافرو جہنمی ہونے میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اس پر ان عاقبت فراموش علماء نے مولانا خلیل احمد خاں پر الزام لگایا کہ اس نے اپنا مذہب بدل دیا ہے مولانا لکھتے ہیں۔

یہ کذب اور دروغ بیانی کی گئی ہے کہ مولوی خلیل احمد نے مذہب بدل دیا ہے نفوذ بالشر میں مجدد اللہ مومن مسلمان اہلسنت والجماعہ

حنفی المذہب جیسے پہلے تھا دیے اب بھی ہوں اہل اُسنۃ والجماعۃ عقائد میں امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا متبع ہوں کسی اصولی اور فردی مسئلہ میں اپنے ائمہ اہل سنت و جماعت کے ارشادات کے خلاف نہیں ہوں تمام ضروریات دین متین و ضروریات اہل اُسنۃ والجماعۃ کو حق اور صحیح مانتا ہوں ضروریات دین کے منکروں اور ان میں شک کرنے والوں کو اسلام سے خارج مانتا ہوں ضروریات مذہب اہل اُسنۃ والجماعۃ کے منکر کو گمراہ و بد مذہب جانتا ہوں متاخرین علماء کے فردی اختلافات میں امتیالی پہ سلسلہ پر نظر رکھتا ہوں۔

مُسلماؤ! انصاف کرو فقیر نے جو کلمات بیان کئے ہیں ان میں سے کون سا کلمہ خلاف دین و مذہب ہے ان حیاداروں سے معلوم کر دیا اس سے قبل میرا یہ دین و مذہب نہ تھا پھر تبدیلی مذہب کا لفظ بول کر عوام کو کیوں فریب کے جال میں پھانس رہے ہو۔ اے غلامو! خدا کا خوف کرو۔ اس کی پکڑ بڑی سخت ہے جس سے کوئی نہیں بچ سکتا کیا اکابر دیوبند کو کافر و مرتد نہ کہنے اور کف لسان (زبان کو ردک لینے) سے دین و مذہب بدل جاتا ہے۔

کیا تمہارے نزدیک علماء دیوبند کو کافر کہنے کا نام دین و مذہب ہے؟ اس کو دین و مذہب کس نے بتایا؟ فاضل بریلوی کا فتویٰ کیا دین و مذہب بن گیا؟ وہ بھی ان کی انفرادی رائے جس میں ان کے ہمعصر علماء ہندوستان بھی متفق نہیں علماء دیوبند کی عبارات کی نقل اور ان کے مطلب پر اہل علم کو بہت کلام ہے افسوس جہالت اور فسادیت نے صم بکم عیٰ بنا دیا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ اپنے کو اہل حق بتاتے ہیں۔

فاضل بریلوی اپنے دود کے ایک معروف عالم تھے لیکن اس کے معنی یہ تو نہیں کہ وہ بشر نہ تھے فرشتے تھے یا نبی اور رسول تھے۔ نعوذ باللہ پھر ان کی انفرادی رائے کیسے قطعی اور یقینی ہو گئی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ انہیں جو مسلمانوں کے مسلم پیشوا اور مجتہد مطلق ہیں۔ ان کی بھی اجتہادی رائے قطعی نہیں ہو سکتی

نہ کسی مسلمان نے آج تک یہ کہا کہ ان کی اجتہادی رائے یقینی و قطعی اور بلاشبہ ہے لہ
آپ کے پہلے بیان کردہ ان الفاظ پر ایک دفعہ بھر غور کیجئے :

اکابر علماء دیوبند یعنی مولوی محمد قاسم صاحب نافوٹوی بانی دارالعلوم دیوبند اور مولوی شریف صاحب
گنگوہی اور مولوی غلیل احمد صاحب سہارنپوری اور مولوی اشرف صاحب تھانوی مرحومین پر سام الخیرین
میں جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم نے کافر و مرتد ہونے کے جو احکام لگائے
ہیں انہوں نے یہ احکام اپنی ذاتی رائے سے بیان کئے ہیں یعنی ان مذکورہ حضرات کی عبارات
کا جو کفری مطلب انہوں نے بیان کیا ہے ان عبارات کا وہ کفری مطلب ان کی اپنی ذاتی رائے
ہے جس کے ساتھ سرزمین ہند کے علماء معاصر ان کے ہم مسلک بھی متفق نہیں ہیں۔ ان
عبارات کا جو مطلب فاضل بریلوی نے مقرر کیا ہے۔ وہ مضمون یقیناً کفری ہے۔ مگر ان عبارات
کا حقیقتہً وہ مطلب ہی نہیں ان علماء معاصر نے تقریباً دھڑلے اس بات کو صاف صاف
بیان کر لیا اور جن صاحبان کی وہ عبارات ہیں انہوں نے بھی صاف صاف کفری مضمون سے
انکار مع تبری و تحاشی کے کر دیا مگر اتباع فاضل بریلوی کی وہی رٹ ہے کہ فاضل بریلوی نے
حسام الخیرین میں جو ان عبارات کا جو مطلب بیان کیا ہے اور جو احکام کفر و ارتداد حضرات مذکورین
اکابر علمائے دیوبند کے لئے بنائے ہیں وہ بلاشبہ صحیح ہیں۔ قطعی ہیں اجماعی ہیں یہاں تک کہ جو
حسام الخیرین کے احکام اور مضامین میں شک کرے یا تامل کرے یا توقف کرے یا کتب لسان کرے وہ بھی
کافر ہے مرتد ہے اس زبردستی کو ملاحظہ کیجئے۔

مشکل خود اپنے کلام کا مطلب بتا رہا ہے وہ بھی صحیح نہیں اور نیز اس کفری مضمون سے
تبری و تحاشی کر رہا ہے وہ بھی صحیح نہیں اور علماء کرام جو حسام الخیرین کی موافقت نہیں کرتے
ہیں وہ بھی صحیح نہیں بلکہ وہ سب کافر و مرتد ہیں۔

مسلمانوں خدا را انصاف کر د ان کے ہندوستانی اقوال پر موقوف کر دیا حسام الخیرین
کوئی آسمانی کتاب ہے؟ جس کے مضامین میں شک کرنے والا کافر ہو جائے گا۔

یہ بات ہم ذرا تفصیل سے آپ کے سامنے لے آئے ہیں مناظر کلام یہ تھا کہ علمائے دیوبند نے جب اعلان ان کفری مضمونوں سے تبری اور توحاشی کی جو مولانا احمد رضا خان نے انہی طرف منسوب کئے اور ان کی کتابوں سے نکالے تھے تو کیا اس کے بعد بھی مولانا احمد رضا خاں اپنے اسی فتوے پر قائم رہے مولانا خلیل احمد خاں نے اپنے معاصر بریلوی علماء سے اس کی سند مانگی تھی اور ان کے پڑانے ساتھی علماء بریلی انہیں یہ نہ دکھا سکے تھے۔

ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ علماء دیوبند کی المہند کی وضاحت کے بعد خود خان صاحب کی نظریں بھی ان کے اس فتوے تکفیر کی کچھ خاص اہمیت نہ رہی تھی اور وہ اپنے اس سے پہلے موقف پر آگئے ہوں گے۔

مولانا احمد رضا خاں کا پہلا موقف

مولانا احمد رضا خاں نے حضرت مولانا محمد قاسم حضرت مولانا رشید احمد حضرت مولانا خلیل احمد قدس اللہ اسرارہم کی کتابیں پڑھی تھیں وہ ان حضرات اکابر علماء دیوبند کی تحریرات سے ناواقف نہ تھے مگر چونکہ ان میں کھلے کفر کی کوئی بات نہ تھی اس لئے آپ انہیں صرف اہل بدعت میں سے سمجھتے تھے کافر نہ کہتے تھے انہیں یہ بھی علم تھا کہ بعض دوسرے علماء ان حضرات کی بعض عبارات پر کفر لازم کرتے ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں لزوم اور التزام میں فرق کرتے تھے اور علماء دیوبند کی تکفیر نہ کرتے تھے اور حضرت مولانا اسماعیل شہید کو تو کھلے بندیں لکھ کر کہتے اور انہیں کافر کہنے سے منع کرتے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جلیہ کو تو ابھی ایک مسلمان ہی مانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہؒ کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لالہ اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔

لے یعنی مولانا رشید احمد مولانا خلیل احمد مولانا تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کی کتابیں خان صاحب نے پڑھی ہوئی تھیں ورنہ ان پر ضلالت کا حکم نہ کرتے۔ پھر یہ کافر نہیں کہا وہ عبارات کفری مضامین پر مروج نہ تھیں۔ تہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ بھی اس صبح ص ۹

پھر اس کے بعد کیا علماء دیوبند نے کوئی اور عبارات لکھی تھیں جن پر خان صاحب نے حسام احرار میں حکم کفر لگایا؟ نہیں اپنی عبارات پر حکم کفر دیا جن پر پہلے حکم کفر نہ دیا تھا کیونکہ وہ عبارات اپنے ان مضامین پر صریح نہ تھیں اور ان مضامین سے حضرات اکابر دیوبند خود تخاصی اور لاتعلقی کا اظہار کرتے تھے سوال پھر دہی رہا کہ اب خان صاحب کھلی تکفیر کا موقف کیوں اختیار کیا۔

مولانا احمد رضا خاں کا دوسرا موقف

خاں صاحب کوئی بے علم آدمی نہ تھے کہ اب ان پر ان عبارات کے معنی کھلے ہوں اور جن عبارات کو وہ پہلے کفر پر صریح نہ سمجھتے تھے اب ان کو وہ عبارات صریح کفر یہ دکھائی دینے لگیں مآشا وکلا ایسا نہیں خان صاحب کا منشا صرف انذار و توبیخ تھا تھوڑی بات کو پوری بات کے رنگ میں ظاہر کرنا تھا تاکہ لوگ علماء دیوبند کے حلقے میں نہ جائیں اس پر آپ نے حسام احرار میں صریح حکم کفر دیا اور دوسروں سے دلویا۔ خاں صاحب خود کہتے ہیں۔

مگر یہ کہتے ہوں اور بے شک کہتا ہوں کہ بلاریب ان تابع و متبوع سب پر ایک مگر وہ علماء کے مذہب پر کفر لازم۔ والعیاذ باللہ ذی الفضل الدائم
میرا مقصود اس بیان سے یہ ہے کہ ان عزیزوں کو خواہ مخواہ جگاؤں

اس سے معلوم ہوتا ہے آپ ان علماء کے ساتھ نہ تھے جو ان حضرات اکابر کو بنا بر لزوم کفر کا فریختے تھے ان کی عبارات اس وقت بھی خاں صاحب سے اوچل نہ تھیں اور آپ کو اس وقت ان میں صریح کفری معنی ہرگز نظر نہ آئے تھے تو پھر اگر آپ نے تکفیر کی تو وہ صرف توبیخ اور مصلحت تھی یا نہیں یا یہ کہ آپ انہیں حقیقۃً کافر سمجھتے تھے آپ نے ان سے ملنا جلنا بھی اسی مصلحت سے حرام ٹھہرایا تھا یہ نہیں کہ ان کی نظر میں یہ حضرات واقعی کافر تھے (استغفر اللہ العظیم)

مولانا احمد رضا خاں کا تیسرا موقف

حضرت مولانا خلیل احمد محبت سہارنپوری نے جب المہند علی الہند لکھ کر خان صاحب کے لگانے ہونے اعتراضات سب کے سب کچل دیئے اور اکابر دیوبند کے عقائد زیادہ صریح اور قابل اعتماد صورت میں سامنے آئے تو اس کے بعد خاں صاحب نے ان حضرات کو کافر

لے سخن اسبوح ص ۹

کہا ہو اس کا ثبوت جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں مولانا خلیل احمد خاں صاحب نے اپنے دوسرے بریلوی احباب سے مانگا تھا اور وہ اس پر کوئی صحیح حوالہ پیش نہ کر سکے تھے ہاں یہ صحیح ہے کہ خاں صاحب کے صاحبزادے تکفیر پر قائم ہے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ان کے حلقے کے بہت سے لوگ ان صاحبزادگان بریلی کے ساتھ نہ رہے تھے مولانا خلیل احمد خاں بجنوری ثم بدایونی بھی ان ہی میں سے تھے مولانا عبدالقادر بدایونی نے بھی کف لسان کا موقف اختیار کر لیا تھا اور باوجود اختلاف عقائد علماء دیوبند کی تکفیر نہ کرتے تھے۔

صاحبزادگان بریلی کے اصرار علی التکفیر کا یہ اثر ہوا کہ علماء متاثرین ان سے کٹ گئے اور انہوں نے مزید اصرار کیا تو وہ علمائے دیوبند کے ساتھ ہو گئے پھر جوں جوں اختلاف پھیل گیا حقیقت کھلتی گئی اور لوگ علماء دیوبند کے قریب ہوتے گئے۔

ڈیرہ غازی خاں کے مولانا قاضی غلام حسین صاحب

قاضی غلام حسین مرحوم مولانا احمد رضا خاں کے انھیں احباب میں سے تھے قاضی صاحب نے ہی مولانا احمد رضا خاں کو فتاویٰ رضویہ کی تکمیل پر متوجہ کیا تھا مرکزی مجلس رضا لاہور نے عبدالحکیم شرف قادری کا رسالہ ندایا رسول اللہ شائع کیا ہے مولف نے اس کے آخر میں مولانا احمد رضا خاں کا ایک خط بنام قاضی غلام حسین مرحوم بھی شائع کیا ہے جس سے دونوں کے باہمی اعتماد اور تعلقات کا پتا چلتا ہے مولانا احمد رضا کے صاحبزادوں کے اصرار علی التکفیر کا اثر یہ رہا کہ قاضی غلام حسین مرحوم کے صاحبزادے اور شاگرد بریلی سے کلیتہً لا تعلق ہو گئے مولانا قاضی عبید اللہ صاحب ڈیرہ غازی خاں والے کون تھے؟ آپ انہی قاضی غلام حسین مرحوم کے صاحبزادے تھے یہ حضرت ڈیرہ غازی خاں میں عمر بھر مسک دیوبند کے ترجمان رہے آپ نے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن پر بھی کھلی تنقید کی ہے

ڈیرہ غازی خاں میں مولوی فضل حق (سابق نام مولوی محمد علی) بلاک ۲۸ کی مسجد میں اور مولوی غلام جہانیاں معین بلاک نمبر ۱ کی مسجد میں بریلوی سٹیج کے ترجمان ہوتے تھے اور قاضی عبید اللہ مرحوم مسک دیوبند کے ترجمان — یہ کیوں؟ صاحبزادگان بریلی کے اصرار علی التکفیر نے انھیں پسند علماء کو بریلویت کے مقابل لاکھڑا کیا اور جوں جوں حق روشن ہوتا گیا بریلویت کی دیواریں

دراڑ پڑ گئے تھے

تلہیری ضلع مظفر گڑھ کے مولانا سلطان محمود صاحب

یہ مولانا سلطان محمود صاحب کون ہیں؟ مناظرہ بہاولپور میں یہی حضرت مولانا خلیل احمد محدث مہارنپوری کے مقابل کھڑے کئے گئے تھے مولانا غلام دستگیر قصوری نے مولانا سہارنپوری کے سامنے آنے کی ہمت نہ کی تھی اپنی طرف سے مولانا سلطان محمود صاحب کو کھڑا کیا تھا آپ اپنے وقت میں علم نحو کے امام سمجھے جاتے تھے اور علاقے کے علماء انہیں اپنے دور کا سیویہ کہا کرتے تھے اس اعتماد پر مولانا غلام دستگیر نے ان سے مناظرہ کرنے کی درخواست کی تھی۔

مناظرہ ان حضرات میں کئی دن ہوتا رہا لیکن علماء دیوبند کی صداقت اور ہمت مولانا سلطان محمود کے دل میں بیوست ہوتی گئی مناظرہ تو نواب صاحب بہاولپور کے حکم سے بند کر دیا گیا اور مناظرے کا فائل حضرت خواجہ غلام فرید کے سپرد کر دیا گیا جو آپ نے کسی فریق کو نہ دیا۔ ہاں مولانا سلطان محمود صاحب کے دل کی دنیا بدل چکی تھی مناظرے تک وہ مولانا غلام دستگیر کے ساتھ ہے لیکن اس کے بعد وہ مسئلہ امکان کذب اور امتناع نظیر میں کھلم کھلا علماء دیوبند کے ساتھ ہو گئے اور فرمایا حتیٰ ان کے ساتھ ہے اور معتزلہ کے مقابلہ میں مسک اہل السنۃ والجماعۃ پر علماء دیوبند ہی ہیں۔

مولانا عمر دراز المعروف جندوڈا شاگرد مولانا سلطان محمود موضع کلیری (ضلع ڈیرہ غازی خان)

کے رہنے والے کا بیان ہے۔

میرے استاد حضرت مولانا سلطان محمود نے اپنے حلقوں بار بار کہا کہ میں مولانا غلام دستگیر کے کہنے پر مناظرہ میں تو کھڑا ہو گیا اور اپنی طرف سے اس علمی معرکے میں پوری ہمت دکھائی لیکن مولانا خلیل احمد صاحب کی متانت، ذہانت، صداقت اور شخصیت میرے دل میں اُترتی گئی حضرت استاد اس کے بعد پھر کھلم کھلا علماء دیوبند کے ساتھ ہو گئے تھے۔

مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری بہادپور میں

خواجہ غلام فرید صاحب (چاچڑاں شریف دہلی) علماء دیوبند سے علمی طور پر بہت متاثر تھے نواب صاحب بہادپور ان کے مرید تھے اور آپ کی نواب صاحب کو ہدایت تھی کہ دینی تدریس و اشاعت کے لئے ہمیشہ علماء دیوبند سے علاقہ رکھیں۔ انہی کی ہدایت پر نواب صاحب نے حضرت محدث سہارنپوری کو بہادپور بلا کر صد مدرس رکھا تھا اور نواب صاحب کے پورے دینی حلقے میں حضرت سہارنپوری کا نام چلتا تھا علاقے کے تنگ ظرف علماء اور دینی کارکن آپ سے بہت جلتے تھے اور ہمیشہ اس تک میں رہتے کہ جس طرح بھی بن پڑے عوام کو حضرت سہارنپوری کے خلاف بھڑکایا جائے تاکہ نواب صاحب علاقے کے امن کی خاطر حضرت سہارنپوری سے چھٹی حاصل کر لیں اسی تنگ دود میں مناظرہ بہادپور تک نوبت آ پہنچی تھی۔

اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت خواجہ صاحب علماء دیوبند سے متاثر تھے یہ جان لینا کافی ہے کہ خواجہ صاحب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر ملی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر تھے ظاہر ہے کہ ان کا اتنا ہی حسن اعتماد حضرت حاجی صاحب کے اجل خلفاء کرام سے ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت کے خلفاء میں جتنا گراف قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا آگے تھا شاید ہی کسی اور کا ہو۔ حضرت خواجہ صاحب کے مطلقاً میں ہے۔

فرمودند کہ اکثر علماء جدید دیوبند دہلی و سہارنپور و گنگوہ از مریدان حاجی امداد اللہ صاحب ہستند مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی نیز مرید و خلیفہ اکبر موصوف است۔

ترجمہ :- آپ نے کہا دیوبند دہلی سہارنپور، اور گنگوہ کے اکثر بڑے بڑے علماء حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید ہیں مولانا رشید احمد گنگوہی بھی آپ کے مرید اور آپ کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں۔

پھر آپ نے حضرت سہارنپوری کی کتاب ہدایات الرشید پر تقریظ لکھی اور اسمیں آپ کی بہت تعریف فرمائی ہم اسے نقل کر رہے

خواجہ صاحب پر مناظرہ بہاولپور کا کیا اثر رہا۔

کوٹ مٹھن کے مولوی مظاہر صاحب امام مسجد کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مناظرے کے بعد مولانا خلیل احمد صاحب کو اپنے ساتھ لے کر گئے مہاد امجدین میں سے کوئی حضرت بہار پوری کو کوئی گزند پہنچانے اور پھر اپنے دو معتد مریدوں کی محبت میں حضرت کو سہارنپور روانہ کیا حضرت بہار پوری سے یہ غلط فہمی پڑتی ہے کہ مناظرہ بہاولپور کے آپ پر کیا اثرات ہے ہوں گے مناظرہ کا فائل حضرت خواجہ صاحب کے سپرد کر دیا گیا اور انہوں نے وہ تالیفات کسی فرقے کے حوالہ دیکر یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ بریلوی حضرات کو اس مناظرہ میں کافی رک اٹھائی پڑی تھی۔

حضرت مولانا زمان شاہ صاحب ہمدانی۔

آپ مولانا غلام دستگیر قصوری کے شاگرد تھے بہاولپور رہتے تھے مولانا خلیل احمد صاحب بہاولپور آئے تو ان سے بھی شرف تلمذ پایا مناظرہ بہاولپور میں آپ بھی موجود تھے اپنے پہلے تعلقات اور مقامی حالات کے دباؤ میں آپ نے مولانا غلام دستگیر کی کتاب تقدیر الکیل پر دستخط بھی کئے لیکن مولانا خلیل احمد صاحب کے بیان کی روشنی میں آپ کی دل کی دنیا بدل چکی تھی آپ نے اس سلسلہ میں جو خط لکھا وہ آج بھی بہار پور میں محفوظ ہے اس میں آپ لکھتے ہیں:۔
مولوی صاحب بہار پوری را بہ نظر مالکین بالصفات دریں مباحثہ طلبہ نامہ ماندہ و ہیج گنہ ہزیمت ماندہ نشدہ
بلکہ میں امر از بیضہ اسکان فارغ بود کہ فریق ثانی غالب شد۔۔۔۔۔ میں تحریرم را موکد بہ حلف و ایمان تصور فرمائند۔ اس حملہ مضمون را از مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کمال مخفی دارند۔ مورخ ۲۲ جولائی ۱۸۸۹ء
قصور کے حضرت شاہ عبدالحق ہمدانی شاگرد مولانا غلام دستگیر صاحب خلیفہ حضرت پیر مرزا علی شاہ گولڑوی آپ کے مولانا زمان شاہ ہمدانی نسبتی بھائی تھے۔ حضرت شاہ جلالی کے صاحبزادے حضرت مولانا سید مبارک علی شاہ صاحب پہلے بزرگ ہیں۔ جنہوں نے بشریت النبی پر سید البشر کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور اس پر سب علماء نے دستخط کئے۔
قصور میں ان حضرات کی یہ دینی جدوجہد بھی ایک جہت سے اسی مناظرہ بہاولپور کے اثرات ہیں اس سے بریلویت کافی حد تک نمایاں ہوئی اور مسلم پہلو نے دہلی اور مسئلہ شریعت متفق علیہ ٹھہرا۔

خواجہ غلام فرید صاحب نے حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کی کتاب ہدایات الرشید پر تصدیق بھی لکھی ہے اور انہیں کا ملین میں شمار کیا ہے ایک کامل روحانی پیشوا کا آپ کو کامل ماننا ایک معنی رکھتا ہے۔ قدرِ زہد و زہدِ زہد قدرِ جہر و جہر جہری یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کامل مولوی خلیل احمد صاحب ردفرد خالہ مضلہ شیعہ افضیہ میں تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ سے مملو ہے اور مطابق ملت قدسیر اہل سنت والجماعت کہے۔ میں بعد مطالعہ اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں کہ جو مولوی صاحب لکھتے ہیں فی الاصل صحیح اور درست ہے۔
 والسلام علی من اتبع الهدی۔ العبد غلام فرید حشی حنفی عفی عنہ بقلم خود

کیونکہ یہ عبادت کتاب کے پڑانے اڈیشن کے ص۔ پراورد دومے اڈیشن کے ۸۳۵ پر موجود ہے اور ٹائٹل پر حضرت سہارنپوری کا تعارف بڑے القاب سے کرایا ہے۔ اس مناظرہ کے بعد مولانا غلام دستگیر نے تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل لکھی اور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے اس پر دستخط کر کے الکار کر دیا۔
 مولانا اکرم الدین صاحب از ہمیں تحصیل چکوال۔

مولانا اکرم الدین صاحب (بچیس والے) اپنے وقت میں بریلوی مکتب فکر کے مشہور مناظر تھے سلاوالی ضلع مرگودھا کے مناظرہ میں وہ مولوی حشمت علی کے صدر تھے علماء دیوبند کی طرف سے حضرت مولانا منظور نعمانی مناظر تھے مناظرہ تک تو وہ ان کے ساتھ تھے لیکن علماء دیوبند کی متانت اور صداقت ان کے دل میں گھر کر گئی اور وہ آہستہ آہستہ بریلویت سے کٹنے لگے اور جب ان کی ملاقات شیخ العرب والجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے ہوئی تو ان کے دل کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔ یہ مولانا اکرم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں؟
 مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے والد مرحوم۔

لاہور کے حضرت مولانا قاری حسن شاہ صاحب انہی مولانا اکرم الدین صاحب کے شاگرد ہیں اور آپ کا مسک دیوبند پر تعلق بھی حقیقت میں اسی مناظرہ سلاوالی کا دور رس اثر ہے۔

مفتی مظہر اللہ خطیب مجددِ رستہ فتویٰ دہلی

مشہور بریلوی مقالہ نگار پروفیسر مسعود احمد سے کون واقف نہیں؟ یہ مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی کے صاحبزادے ہیں آپ نے صراحت سے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ان عبارات سے وہ مبہوم نہ لے جو مولانا احمد رضا خاں نے لیا ہے تو دیا نیتہ اس کی تکفیر نہیں کی جاسکتی آپ لکھتے ہیں:-

قسام ازلے نے کسے سمجھ ہی ایسی عطا فرمائی ہے کہ اس کی سمجھ میں کسی عبارت ایسے ظاہری معنی نہیں جو موجب کفر ہیں تو ایسے شخص کی دیا نیتہ تکفیر نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے معنی کا قائل نہیں جو موجب تکفیر ہیں۔ (فتاویٰ مظہری ص ۳۵)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اصل حکم کفر صرف انہی لوگوں پر لگ سکتا ہے جو اس عقیدے کا صراحت سے اقرار کریں جو مولانا احمد رضا خاں نے علمائے دیوبند کی مختلف عبارتوں سے نکالا ہے اور اگر وہ اس مضمون سے صراحتہ لاتعلقی کا اظہار کریں بلکہ اسے کفر کہیں تو عصر حاضر کے بریلوی علماء میں سے بھی کسی کو ان پر حکم تکفیر کا حق حاصل نہیں ظلم امر دیکھتے ہیں اور خدا سے بے خوف ہونا بھی آج کل کوئی امر ناپید نہیں۔

پاکستان کے بریلوی علماء کی خدمت میں مودبانہ گزارش | مولانا احمد رضا خاں کے وقت میں برصغیر پاک و ہند کے جو حالات تھے وہ آج نہیں آتے آپ ایک آزاد اسلامی ریاست میں رہ رہے ہیں اور یہاں کے علمائے کبار اور ہیں۔ یہاں آپ کو قدم قدم پر دوسرے مکتب فکر کے ساتھ چلتا ہے۔ تحریک ختم نبوت میں اور تحریک نظام مصطفیٰ میں کیا آپ سب حضرات مل کر نہیں چلتے ہیں؟

صدرالوہ کے دور میں کیا حضرت مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا محمد سعید کاشفی ایک ہی درگاہ میں نہیں پہنچتے تھے؟ پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل میں کیا آپ لکھے فخر خٹکی کے حق میں نہیں بستے اور کیا وفاقی شرعی عدالت میں حضرت مولانا عبد القدوس اور مولانا شجاعت علی قادری لکھے نہیں بیٹھتے۔

اس ضرورت کے تحت اگر آپ مفتی مظہر اللہ صاحب کے مذکورہ فتوے کو اساس بنائیں اور مولانا عبد الستار نیازی کے اتحادی فارمے کے مطابق علماء دیوبند کی عبارات کا وہی مطلب لیں جو ان کے مصنفین نے خود دیا کیا ہے تو کیا اس سے تکفیر کی وہ دیوار نہیں گر سکتی جو انگریزی دور میں کمرہ کی لگی تھی۔

تاریخ دیر اور اختلاف اور ان فضول اہل سنت پر نیا اسلام کی تسلیم شدہ

ازالۃ الخفاردو

تاریخ اسلام کی یکتائے روزگار شخصیت امام الہند حضرت شاہ ولی
محدث دہلویؒ کی عظیم الشان گرانمایہ شاہکار تصنیف

سب جانتے ہیں کہ یہ دور باطل عقائد کی یورش کفر و شرک بے دینی، جہل و گمراہی کے اندھیروں کا دور ہے۔
اندھیاں، طوفان اور سیلاب ہلاکی تباہ کاریاں ایمان و ضمیر کے قلعوں کی بنیادیں ہلائے دے رہی ہیں۔ ان
میں ضروری اور بہت ضروری ہو گیا ہے کہ نوجوانوں اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کے عقائد کی حفاظت ہر پہلو سے کی
دور حاضر میں سب سے بڑے دینی و ملی فتنہ، شیعیت کی تحوست سامانیاں جس طرح ظاہر ہوئی ہیں وہ
عقیدہ سنی مسلمان کی آنکھیں کھولنے اور اس کو چونکا دینے کیلئے کافی ہیں۔

ازالۃ الخفاردو کی اشاعت عقائد کی حفاظت کی ایک مختصراً جدید کا حصہ ہے ہم آپکو
کتاب کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں جو شیعہ ایمانی کو جلا دینے، عقائد کی
مضبوط کرنے اور مسلک حق کو واضح کرنے میں معاون و مددگار، بہترین رہنما، قابل اعتماد رفیق ہے اور
کے اندھیروں کو حق و صداقت کی روشنی میں بدل دینے کا ذریعہ بن سکتی ہے! اہل فکر و نظر، علمائے کرام اور
سے شہر تمام لوگوں کا پختہ یقین ہو کہ یہ کتاب مسلمانوں کے ہر گھر، ہر سڑک، ہر لائبریری اور ہر اسکول میں
پڑھ جائیکے لائق ہے اپنی نئی نسلوں کے عقائد کی حفاظت آپکا اور ہمارا فرض اولین ہے۔

عظیم الشان کتاب فارسی زبان میں تھی جسے شہساز اردو میں امام اہل سنت حضرت
مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی اور حضرت
اشتیاق احمد صاحب دیوبندی نے منتقل کیا جسے پہلی بار اردو زبان میں شائع
ہے فاضل مترجم نے ضروری حواشی و احادیث کے اضافے اور کتب اہل شیعہ سے حوالوں کے علاوہ
کی تصحیح کا اہتمام کیا ہے جس نے اردو داں طبقے کیلئے اس ترجمے کو اصل فارسی کتاب سے زیادہ
اور نفع بخش بنا دیا ہے۔ مکمل کتاب دو جلدوں میں ہے۔

حافظی بک ڈپو دیوبند